مجلس تحقیقات شرعیہ

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

(مجموعہ مقالات فقہی سیمینار ۲۰۲۳ء)

مرتب

مولانا منور سلطان ندوی

(رفیق علمی مجلس تحقیقات شرعیہ)

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	:	عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ
نام مرتب	:	مولانا منور سلطان ندوی
صفحات	:	۳۶۵
سن اشاعت	:	نومبر ۲۰۲۴ء
قیمت	:	. . . . .

ناشر
مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ملنے کے پتے:
۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳۔ مکتبہ احسان، نزد شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ، لکھنؤ

فہرست

مقدمہ

مفکراسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے اپنے دور میں جن اداروں کی ضرورت محسوس کی، اورپھر اپنے رفقاء کی مدد سے ان اداروں کوقائم فرمایاان میں ایک 'مجلس تحقیقات شرعیہ' بھی ہے، حضرت مولاناؒ کی فکر یہ تھی کہ موجودہ حالات میں نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے انفرادی تحقیق کے ساتھ اجتماعی غوروفکر کی شدید ضرورت ہے، اجتماعی طور پر غوروفکر کے ذریعہ امت کوایسا حل ملے گا جوافراط وتفریط سے پاک ہوگا، صحابہ، تابعین اور بعد کے ادوار میں شرعی مسائل پر اجتماعی اجتہاد کی جوقابل قدر کوششیں انجام پائی ہیں وہ بہترین مثال ہیں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے قیام بعد کئی اہم اور پیچیدہ مسائل پر اجتماعی غوروفکر کے ذریعہ فیصلے کئے گئے، مثلا انشورنس کا مسئلہ، رویت ہلال کا مسئلہ وغیرہ، یہ حضرت مولانا اسحاق سندیلوی ندویؒ کی نگرانی میں ہوا، ان کے بعد مولانا برہان الدین سنبھلیؒ مجلس کے ذمہ دار ہوئے توانہوں انفرادی طور پر مجلس تحقیقات شرعیہ کے تحت یہ کام انجام دیتے رہے، ان کی وفات کے بعد الحمدللہ گذشتہ کئی سالوں سے مولانا عتیق احمد بستوی صاحب (استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی نگرانی وسرپرستی میں نئے شرعی مسائل پر اجتماعی غوروفکر کا سلسلہ جاری ہے، اوراس کے بہت اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

سال گذشتہ کے فقہی سیمینار میں پیش کئے گئے علمی مقالات کومجلس نے شائع کرنے کا نظام بنایا ہے، زیر نظر مجموعہ ''عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ'' سے متعلق ہے، جسے مجلس کے رفیق مولانا منور سلطان ندوی نے مرتب کیا ہے، یہ بڑا حساس مسئلہ تھا، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے علماء اور فقہ وافتاء سے وابستہ اہم شخصیات نے اس موضوع پر نہایت معتدل فیصلے کئے، میں مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کا شکرگزار ہوں جن کے نگرانی میں یہ شعبہ اہم سرگرمیاں انجام دے رہا ہے۔

اللہ تعالی مرتب کتاب کوجزائے خیرعطافرمائے، اوراس کتاب کوامت کے لئے مفید بنائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الانبیاء والمرسلین، محمد بن عبد اللہ الأمین، وعلی الہ وصحبہ أجمعین۔

سال گزشتہ کے فقہی سیمینار (منعقدہ ۲۰ تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۲۳ء) میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا گیا تھا ان میں سے ایک ''عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ'' تھا، یہ بات اب بھی ہمارے ذہنوں میں ہے کہ دو سال پہلے لکھنؤ کے لولو مال میں نماز ادا کرنے والوں کے خلاف کاروائی ہوئی، انہیں جیل بھیجا گیا، اور بڑی مشکل سے ان کی رہائی ہوئی، اس کے بعد یوپی کے دوسرے مقامات پر بھی ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز ادا کرنے پر اسی انداز کی کاروائیاں ہوئیں، اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے دوسرے صوبوں تک پہنچ گیا، سچائی تو یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات ملک میں بڑھتے ہوئے تعصب کا نتیجہ ہیں، ملک کی آزادی سے پہلے انگریزوں کے زمانے میں اور آزادی کے بعد مسلمان عوامی مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے، جب انسان سفر کرے گا تو دوران سفر پنج وقتہ نمازوں کے اوقات آئیں گے، اس سے پہلے مسلمان پارکوں، ریلوے اسٹیشنوں، اور ایئرپورٹ پر بے تکلف نمازیں ادا کرتے تھے، حکومت کو اس پر اعتراض تھا نہ عوام کو، بلکہ غیر مسلم حضرات عزت واحترام کے ساتھ نماز کے لیے جگہ دیتے تھے، لیکن ادھر چند سالوں سے ملک میں جو ماحول پیدا کیا جارہا ہے، اس کے نتیجے میں بہت سی جگہوں پر لوگ نماز پڑھنے پر معترض ہونے لگے ہیں، بلکہ یہ بیماری عامۃ الناس سے آگے بڑھ کر پولیس اور حکومت کے بعض اداروں میں بھی پیدا ہوگئی ہے، حتی کہ بعض مقامات پر اپنے گھر میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بھی کاروائی کی گئی ہے۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء نے اس مسئلے کو سیمینار کا ایک موضوع بنایا، سوالات قائم کر کے علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا، اور الحمد للہ بڑی تعداد میں مفتیان کرام نے جوابات لکھے۔

الحمد للہ سال گزشتہ کے سیمینار میں اس اہم مسئلے کے بارے میں (جو مختلف پہلوؤں کا حامل ہے) اس کی تمام جہتوں کا جائزہ لینے اور تبادلہ خیالات کے بعد باتفاق آراء متوازن اور قابل عمل تجاویز منظور ہوئیں، جن میں ایک طرف مسلمانوں کے لیے شرعی رہنمائی ہے اور دوسری طرف اس سلسلے میں جو زیادتیاں ہورہی ہیں ان کی جانب حکومت اور برادران وطن کو بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

اس موضوع پر مجلس تحقیقات شرعیہ کو موصول ہونے والے مقالات، تحریری آراء، سیمینار میں ہونے والے

مناقشات اور منظور ہونے والی تجاویز کی ترتیب کی ذمہ داری جناب مولانا منور سلطان ندوی (مرتب فتاوی ندوۃ العلماء ورفیق علمی مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو) کے ذمے کی گئی، الحمدللہ انہوں نے بحسن وخوبی یہ خدمت انجام دی، میں مجلس کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ان شاءاللہ ناظرین اس مجموعے کو پسند فرمائیں گے اور یہ کام انتہائی اہم موضوع پر ایک علمی اور شرعی دستاویز بنے گا۔

عتیق احمد بستوی
(سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء)

عرض مرتب

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ (سن قیام: ۱۹۶۳ء) کی تاسیس کا اصل مقصد یہی تھا کہ عالمی اور ملکی سطح پر اقتصادی انقلاب اور تمدنی وسماجی تبدیلیوں کے پس منظر میں پیش آنے والے نئے مسائل اور وہ قدیم مسائل جو از سرنو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں، ان کے حل کی جانب ایک سنجیدہ اور ٹھوس قدم اٹھایا جائے، چنانچہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ کی دعوت پر ملک کے چوٹی کے علماء جمع ہوئے، اور اجتماعی شکل میں نئے مسائل پر غور کرنے کا ایک سلسلہ شروع ہوا، یہ تجربہ انتہائی کامیاب ثابت ہوا، اور اس کے دورس اثرات مرتب ہوئے، مجلس کے قیام کے بعد ابتدائی چند سالوں میں انشورنس، رویت ہلال اور سرکاری قرضے جیسے مسائل پر اجتماعی غور وغوض ہوا، یہ مسائل اس وقت کے لحاظ سے جہاں نہایت اہم تھے وہیں ملک کے علماء وفقہاء اور خواص امت کی فوری رہنمائی کے طالب بھی تھے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کے دوبارہ احیاء کا فیصلہ ایسے وقت میں ہوا جب نہ صرف ہمارا پورا ملک بلکہ پوری دنیا ''کرونا'' نامی وباء سے دوچار ہوئی، کرونا کے بعد جب حالات کچھ نارمل ہوئے تو کرونا کے پس منظر میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آئے جن پر شرعی رہنمائی کی سخت ضرورت تھی، اس وقت گرچہ کرونا سے متعلق مسائل پر انفرادی طور پر علماء کی آراء سامنے آچکی تھیں، مگر اجتماعی طور پر غور وفکر کی ضرورت باقی تھی، اس تناظر میں کرونا سے متعلق تمام گوشوں پر محیط ایک جامع سوالنامہ تیار کیا گیا، اور اس سمینار کے علمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سیمینار کا انعقاد عمل میں آیا، نومبر ۲۰۲۲ء میں یہ سمینار کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

۲۰۲۳ء میں عوامی مقامات پر نماز پڑھنے سے متعلق متعدد ناخوشگوار واقعات پیش آئے، جس کے نتیجہ میں یہ مسئلہ موضوع بحث بنا کہ عوامی مقامات پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر کسی علاقے میں نماز پڑھنے کی وجہ سے دشواریاں پیش آنے کا اندیشہ ہو تو کیا نماز کو موخر کرنے کی گنجائش ہوگی؟ عوام وخواص دونوں حلقوں میں ان مسائل پر گفتگو شروع ہوگئی، چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ کے ذمہ داران نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش اسے سمینار کا موضوع بنایا، اور سیمینار کی تیاری کے متعلق تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد اکتوبر ۲۰۲۳ء میں سمینار کا انعقاد عمل میں آیا، اور اس سلسلہ میں نہایت متوازن فیصلہ سامنے آیا۔

کن مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ اس بارے میں احادیث نبویہ میں واضح ہدایات موجود ہیں، فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چنانچہ فقہ اسلامی میں اس مسئلہ پر اچھا خاصا مواد پہلے سے موجود تھا، لیکن جب عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ سامنے آیا، اور اس مسئلہ کو سمینار کے لئے منتخب کیا گیا تو اس مسئلے سے متعلق متعدد نئے گوشے وا ہوئے، نئی جہتیں سامنے آئیں، چنانچہ اس موضوع پر تیار کئے گئے سوالنامے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پھر جب یہ سوالنامہ ملک کے منتخب فقہاء واصحاب افتاء کو بھیجا گیا، اور انہیں اس مسئلہ کے حل کے لئے غور وفکر کی دعوت دی گئی تو ان حضرات کی جانب سے جو علمی وتحقیقی مقالات موصول ہوئے تو اس میں مسئلہ کے حل کے حوالے سے مزید کچھ نئی بحثیں سامنے آئیں، مثلاً خوف کی حالت میں نماز، دشواری کی امکانی صورت میں جمع بین صلاتین وغیرہ۔

اللہ کا شکر ہے کہ ''عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ'' سے متعلق مقالات کی ترتیب کی ذمہ داری راقم کے حصہ میں آئی، عوامی مقامات کے موضوع پر موصول ہونے والے تمام مقالات کو اس مجموعہ میں جگہ دی گئی ہے، ترتیب کے حوالے سے مرتب کا کام مقالات کی تصحیح کے علاوہ کچھ خاص نہیں ہے، البتہ بعض مقالات زیادہ طویل تھے، یا بعض مقالات میں ایک ہی عبارت بار بار ذکر کی گئی ہیں، ایسے مواقع پر مرتب نے طوالت کو کم کرنے کی خاطر کچھ تصرف کیا ہے، زیادہ تر مقالات من وعن شامل ہیں۔

رب کریم کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھے قلم وقرطاس سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشی، اسی طرح ندوۃ العلماء کے ذمہ داران بطور خاص ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید بلال حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم، مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم (ناظر عام ندوۃ العلماء) اور مجلس کے سکریٹری استاذ گرامی مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کا ممنون ہوں کہ ان حضرات کی شفقت وخصوصی عنایت خاکسار کو حاصل ہے، اسی طرح مجلس کے باحثین عزیزی محمد مرغوب الرحمن ندوی، عباد الحق ندوی اور مجلس کے کمپوزیٹر ریحان حمید خان کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ ان لوگوں کے تعاون سے کمپوزنگ اور پروف کے مراحل طے ہوئے، اللہ تعالی ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے، اور اس مجموعہ میں شامل آراء وتحقیقات کو ملت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

منور سلطان ندوی

معاون علمی مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء

۱۷/ستمبر ۲۰۲۴ء

تمہیدی امور

صدارتی خطبہ

بہ موقع سہ روزہ پانچواں فقہی سیمینار

از مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

(ناظم: ندوۃ العلماء، لکھنو)

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وخاتم النبيين، سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين، وعلى من تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم الدين، اما بعد!

حضرات علماء کرام، مفتیان عظام، فقہائے کرام اور دانشوران ملت!

میں سب سے پہلے اپنی بے انتہا مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ محض اللہ کے فضل سے مخلصین نے اجتماعی غور و خوض کا جو عمل بہت پہلے شروع کیا تھا، اللہ نے اس کو ایک نئی رونق بخشی اور یہ وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے، جو ان شاء اللہ امید ہے کہ اس ذریعے سے بھی پوری ہوگی۔ اللہ اس کام اور اس ادارہ کی حفاظت فرمائے اور اس کو مفید بنائے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس ملک میں تین بنیادی اور بڑے ادارے: مجلس تحقیقات شریعہ، ندوۃ العلماء، اسلامک فقہ اکیڈمی اور ادارۃ المباحث الفقہیہ اس وقت کام کر رہے ہیں، ورنہ علاقائی اور مقامی سطح پر بہت سے ایسے ادارے ہیں جو تحقیقات کا کام بھی کر رہے ہیں اور اجتماعی غور وخوص کا بھی عمل ان کے ہاں جاری ہے، لیکن یہ تین وہ ادارے ہیں جو ملک گیر سطح پر کام کر رہے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بعض مرتبہ اس کی بازگشت بہت دور تک سنائی دیتی ہے، دنیا کے ملکوں میں بھی بعض مرتبہ وہ آواز پہنچتی ہے۔

میں اس موقع پر تحقیقات میں مشغول اور ان اداروں سے منسلک حضرات سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ نت نئے مسائل روز پیدا ہو رہے ہیں، لوگوں کے سامنے بڑی دشواریاں ہیں، حالات اور مسائل کے پیش نظر ہمیں اپنے غور وخوض کے دائرہ کو ذرا وسیع کرنے کی ضرورت ہے، بعض

مرتبہ ہم بہت ہی جزوی چیزوں پر اصرار کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ ہم زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتے، اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ احتیاط اور صلابت بہت ضروری ہے تاکہ اصول سے انحراف نہ ہو، لیکن اس کے ساتھ تھوڑا سا توسع بھی ہونا چاہیے، خاص طور پر اگر ہمارے سامنے بنیادی طور پر کتاب وسنت جو اصولین کہلاتے ہیں ان کا اصل مغز رہے، تو ہمیں غور وخوض میں بھی سہولت ہوگی اور شاید کچھ توسع اختیار کرنا آسان ہوگا، جو فقہی کتابیں خالص جزیات پر ہیں انہیں کتابوں کو صرف سامنے رکھ کر نئے مسائل پر غور کریں گے تو بعض مرتبہ دشواریاں پیش آسکتی ہیں ۔ لیکن اگر ہم کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر غور کریں اور ان فقہی کتابوں کو بھی سامنے رکھیں، تاکہ اصول ہمارے پیش نظر رہیں، ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی بات ایسی کہہ دیں جو اصول سے ہٹی ہوئی ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ شاید غور کرنے میں ہمیں بڑی سہولت ہوگی اور شاید اس کے دائرہ میں بھی وسعت ہوگی ۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اجتماعی کام ہے تو جتنی زیادہ اجتماعیت رہے گی، خاص طور پر جو اہل حل وعقد اور اہل فقہ وفتاویٰ ہوں، جتنا زیادہ وہ ہمارے اس کام میں شریک ہوں گے اتنا ہی زیادہ یہ کام بھی مستحکم ہوگا اور اس کی قبولیت میں بھی انشاءاللہ اضافہ ہوگا، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو میڈیا کا زمانہ ہے، اس میں ہمیں ایک سہولت حاصل ہے کہ دنیا کے کسی خطہ میں کوئی بیٹھا ہو، ہم اس کو اپنے پروگرام میں شامل کر سکتے ہیں، ، غور وخوض کا جو نظام ہے اس نظام سے وابستہ کر سکتے ہیں، تو میرا خیال یہ ہے کہ اس پر ذرا زیادہ توجہ دی جائے کہ ہم جو سوال نامہ مرتب کریں تو اس کے جوابات لکھنے میں زیادہ سے زیادہ وقت دینے کی کوشش کریں، ایسا نہ ہو کہ چھ مہینے گزرنے کے بعد اب جو دو چار مہینے رہ جائیں تو ہم سوال نامہ بھیجیں، اگر ایسا ہو کہ اس اجلاس کے ختم ہونے کے بعد ایک دو مہینے کے اندر اگلے سیمینار کے لیے سوال نامہ مرتب کر کے بھیج دیا جائے، تو جو عالم اسلام کے اہم لوگ ہیں، خاص طور پر اس ملک کے اہم لوگ ہیں اور جو اہم دار الفتاوی ہیں، ہم ان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحقیقی مقالات کی جن کے پاس فرصت نہ ہو تو وہ کم از کم اپنی رائے ہی بھیج اور جو تحقیقی مقالے لکھ سکتے ہوں وہ تحقیقی مقالہ لکھ کر بھیجیں اور جو اہمیت رکھنے والے لوگ ہیں اور انہیں فرصت نہیں ہیں تو وہ صرف اپنی رائے بھیج دیں گے ان کی رائے بھی بہت اہم سمجھی جائے گی، خاص طور پر جو اہم دار الفتاوی ہیں وہاں سے بھی کم از کم رائے آجائے، پھر جب ایک مرتبہ وہ مقالات اور آرا ہمارے سامنے آجائیں تو ہم اس پر غور وخوض کر کے اس کا ایک مغز تیار کر کے پھر دوبارہ بھیجیں کہ یہ مختلف آرا ہیں جو ہمارے سامنے آئی ہیں، پھر وہ دوبارہ ان آراء کو دیکھ کر اپنی رائے دیں اور اسے کم از کم تین مراحل سے گزارا جائے، پھر جب آخر میں جو مغز سامنے آئے تب یہ ہماری نشست ہو اور اس میں اہم لوگوں کو دعوت دی جائے، تو ہم یہ امید کرتے ہیں کہ جو یہاں تجاویز منظور ہوں گی اس کی اہمیت شاید کہیں زیادہ بڑھ جائے گی ۔

آپ پورے ملک کے ذمہ دار حضرات ہیں، اللہ نے آپ کو فقہ کا ذوق دیا ہے، اس پر آپ غور وخوض کرتے

ہیں، خاص طور پر یہ تین بڑے اہم مسائل ہیں جن پر اس سیمینار میں بحث ہوگی، عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ، اس سلسلہ میں بڑی دشواریاں ہورہی ہیں، اس میں ہم کیا سہولت دے سکتے ہیں اور باقی ہمارا یہ دوسرا میدان ہے کہ جو ہمارے پاس قانونی حقوق ہیں، ہم ان حقوق کا مطالبہ کریں اوران کو باقی رکھنے کی جو قانونی شکلیں ہوسکتی ہیں ان کو اختیار کریں، یہ الگ مسئلہ ہے، لیکن ان حالات میں ہم کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے عوام کو کیا سہولت دے سکتے ہیں، یہ واقعی غور کرنے کی جہت ہے، اکثر یہ ہورہا ہے کہ لوگ نمازیں قضا کرتے ہیں، بیچارے مجبور ہیں، نمازیں نہیں پڑھ سکتے ہیں، اب مثلاً جمع بین الصلاتین کا مسئلہ ہے، دوسرے جو ہمارے مسالک ہیں، ان مسالک میں اس کا جواز ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ جب نماز قضا ہونے کا یقین ہورہا ہو تو ہم ان کو اجازت دیں کہ وہ جمع بین الصلاتین کرلیں، قضا ہونے سے بہتر ہے کہ جمع ہوجائے، اس طرح کے مسائل ہیں، آپ نے ضرور اس میں غور کیا ہوگا۔

ایسے ہی ضم نصاب کا مسئلہ تو بہت ہی اہم ہے، بہت عرصے سے زیر بحث ہے اور اس پر بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے بہت سے اصحاب فتاوی نے یہ بات کہی ہے کہ اخذ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو سونے کو معتبر مان لیا جائے اور جو دینے والا ہے اس کے اعتبار سے دیکھا جائے تو چاندی کو معتبر مان لیا جائے، لیکن یہ مسئلہ کا حل نہیں، اس مسئلہ پر پہلے بھی عالم عربی میں گفتگو ہوچکی ہے اور میرا خیال ہے کہ شاید یہاں بھی ہوئی ہوگی، اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس پر مزید آگے بڑھ کر کوئی اگر ایسی تجویز سامنے آجائے کہ لوگوں کے مسائل اس سے حل ہوسکیں، تو ان شاء اللہ ایک بہت اہم مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور اس سے خاص طور پر جو عوام پریشان ہوتے ہیں ان کے سامنے کوئی ایسی رائے آجائے گی کہ وہ آسانی کے ساتھ زکوۃ دے بھی سکیں گے اور زکوۃ لینے والا جو مستحق ہے، انہیں بھی زکوۃ دی جاسکے گی۔

لیکن پھر میں وہ بات دہراتا ہوں کہ اس کی افادیت اس وقت زیادہ بڑھ جائے گی، جب اس کو کئی مراحل میں کیا جائے اور ایک ایسا مغز تیار ہوکر سامنے آئے، جس پر گویا کہ اتفاق ہو، ملک میں جو مختلف دارالفتاوی ہیں، جو بڑی اہمیت اور وزن رکھنے والے لوگ ہیں، ایسے لوگ اگر کسی حد تک متفق ہوں گے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو ان تجاویز پر عمل کرنے میں سہولت ہوگی اور جو مختلف دارالفتاوی ہیں انہیں فتوی دینے میں بھی سہولت ہوگی، ورنہ ان تجاویز کے بعد بھی لوگ تھوڑا احتیاط کرتے ہیں اور احتیاط ہونی بھی چاہیے کہ ہم کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو خلاف اصل ہو تو اگر تمام لوگ اس پر متفق ہوں گے تو شاید اس کی افادیت بڑھے گی۔

میں مبارکباد دیتا ہوں خاص طور سے محترم المقام مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ کو کہ ان کی محنتوں ہی کا نتیجہ ہے کہ تحقیقات شریعہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ (ناظم ندۃ العلماء) نے مولانا عتیق احمد صاحب کو یہ ذمہ داری تفویض کی تھی، تو مولانا نے واقعی بڑی محنت کی اور ان کے رفقاء نے بھی، وہ اس

میں لگ گئے اور اس کے نتیجے میں الحمدللہ یہ کتابیں بھی سامنے آرہی ہیں، اجلاس بھی ہورہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی افادیت ان شاءاللہ اور دوچند ہوگی، جب ان تجاویز پر غور کیا جائے گا اور ہم اس کو ان شاءاللہ آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے۔

اسی طرح ہم آپ تمام حضرات کا ایک خادم کی حیثیت سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ دور دور سے آئے، قیمتی وقت فارغ کر کے آئے، اپ نے مقالات لکھے، یہ دین کی ایک بڑی خدمت ہے اور جو حالات ہیں اور حالات کو سامنے رکھ کر مسائل کا حل پیش کرنا میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کے بہت بڑی ضرورت ہے، طرح طرح کے جو مسائل ہیں، دنیا لگتا ہے کہ ایک نئے انقلاب کی طرف جارہی ہے اور ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس کا ایک مظہر ہمارے سامنے ہے، ان حالات میں ان مسائل کو سامنے رکھنا اور لوگوں کو مطمئن کرنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، ہم لوگوں کو ایسی بات کہیں کہ لوگوں کو اطمینان بھی ہو اور لوگ اس کو قبول بھی کریں۔

میں مبارکباد دیتا ہوں آپ تمام حضرات کو اور شکریہ ادا کرتا ہوں، اور جن حضرات نے ذمہ داری سنبھالی ہے اور اس کے لیے وہ آگے بڑھ کر بڑھ رہے ہیں، اپنے وقت کو انہوں نے فارغ کیا اور محنت کی، اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر دے، آپ تمام حضرات کو جزائے خیر دے، آپ کے جمع ہونے کو خیر کا ذریعہ بنائے اور امت کے لیے نافع بنائے۔

امید کرتا ہوں کہ میری چند باتوں پر غور کیا جائے گا اور کیا بعید ہے کہ اللہ تعالی اور بہتر راستے ہمارے سامنے کھولے اور اس کے ذریعے امت کو فائدہ ہو، اللہ تعالی اس اجلاس کو قبول فرمائے، بہتر سے بہتر طریقے پر اس کو قبولیت اور نافعیت کے ساتھ مکمل فرمائے، اس کے بہتر نتائج پیدا فرمائے، اس سلسلے کو ہمیشہ قائم رکھے، تا قیامت اس ادارے کی حفاظت فرمائے اور ہمارے تمام اداروں کی حفاظت فرمائے۔

میں اکثر یہ بات عرض کرتا ہوں کہ یہ ادارے دین کے خادم ہیں، مقصد ہمارے لیے اصل دین ہے، یہ ادارے اس کے لیے ذرائع کا درجہ رکھتے ہیں، ہم دین کو مقصد بنا کر آگے بڑھیں، ان اداروں کو اس کے لیے استعمال کریں اور انہیں آگے بڑھائیں، لیکن مقصد ہمارے سامنے دین وشریعت کی حفاظت واشاعت ہو اور اس سے امت کو فائدہ پہنچانا ہو، تو یقینا ہمارے لیے یہ بیٹھنا اور خدمت میں لگنا بہت باعث اجر اور باعث قرب الہی ہے اور کیا بعید ہے کہ اس کے ذریعے سے امت کا جو شیرازہ منتشر نظر آتا ہے وہ مجتمع ہوجائے اور یہ جو ڈولتی کشتی ہے، لگتا ہے کہ غرق نہ ہوجائے، یہ اللہ کا وعدہ ہے یہ تو چلے گی، اللہ تعالی ایسے کھیون ہار پیدا کردے جو اسے ساحل مراد تک پہنچائیں۔ اللہ تعالی آپ حضرات سے خوب کام لے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

کلیدی خطبہ

برائے سہ روزہ پانچواں فقہی سیمینار

از: مولانا عتیق احمد بستوی
سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین، محمد بن عبداللہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

نئے پیش آمدہ مسائل میں خاص طور سے وہ مسائل جن کا دائرہ اثر کافی وسیع ہو، اور مختلف الجہات ہونے کی وجہ سے ان کا شرعی حل پیچیدہ اور دشوار ہو اجتماعی اجتہاد کی ضرورت کا احساس دورِ قدیم سے چلا آرہا ہے، غیر منصوص مسائل میں ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں حکم شرعی متعین کرنا بہت نازک اور حد درجہ ذمہ دارانہ عمل ہے،، یہ کام انھیں خدا ترس، زمانہ شناس علماء اور فقہاء کا ہے جن کی ادلہ شرعیہ پر گہری اور وسیع نظر ہو، اور جن کے اندر استنباط مسائل کی بھرپور صلاحیت ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہ کرام کو اصول اجتہاد سکھایا، اور غیر منصوص مسائل میں حکم شرعی کی دریافت انھیں کس طرح کرنی چاہئے، اس سلسلہ میں بنیادی رہنمائی فرمائی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی مقرر کیا، اور ان کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ کچھ دور تشریف لے گئے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے یہ سوال کیا کہ اے معاذ! اگر کوئی معاملہ پیش آئے تو تم کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ انھوں نے عرض کیا: کتاب اللہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں حکم موجود نہ ہو تو کیا کروگے؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی اس کا حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ میں قیاس سے فیصلہ کروں گا، اور اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا (یعنی پورے غور وخوض کے بعد اور حکم شرعی پر مطمئن ہونے کے بعد فیصلہ کروں گا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر ان کا سینہ تھپتھپایا، اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے

ہے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس جواب کی توفیق دی، جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند فرماتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی اس حدیث کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے اور تمام فقہاء نے قیاس کی حجیت میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، حافظ ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' میں بڑی اہمیت سے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور اس کی اچھی تشریح کی ہے، اس کی روایتی حیثیت پر بھی کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: اعلام الموقعین عن رب العالمین، للعلامۃ ابن قیم الحنبلی، جلد اول ص ۲۰۲، طبع دار الفکر بیروت لبنان)

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کبار صحابہ کے سوال کے جواب میں انھیں ہدایت دی کہ اگر کتاب وسنت میں کسی مسئلے کا حکم نہ ملے تو خدا ترس ماہر علماء کے اجتماعی مشورے سے اس کا حکم متعین کیا جائے گا، اور انفرادی رائے کو بروئے کار نہ لایا جائے، چنانچہ طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی حدیث نقل فرمائی ہے:

قلت یارسول اللہؐ! الامر ینزل بنا لم ینزل فیه القرآن ولم تمض فیه منک السنةً فقال: اجمع العالمین من المومنین فاجعلوه شوری بینکم ولا تمضوا فیه برای واحد۔

ترجمہ: حضرت علی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اگر ہمارے سامنے کوئی معاملہ آتا ہے جس کے بارے میں نہ قرآن میں کوئی حکم ہو اور نہ آپ کی کوئی سنت ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: اہل ایمان میں سے علماء کو جمع کرو، علماء اسے باہمی مشورہ سے طے کریں، کسی ایک کی رائے سے اس میں فیصلہ نہ کرو۔

(اس حدیث کی روایت امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں کی ہے، جس کے روای ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے رواۃ ہیں، جیسا کہ علامہ ھیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ج ۱ ص ۱۷۸ میں لکھا ہے، علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ''مفتاح الجنۃ'' میں اسے صحیح قرار دیا ہے، یہ روایت کنزل العمال میں بھی ہے، حدیث نمبر: ۴۱۸۸، حافظ ابن عبدالبر نے امام مالک کی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۱۶ میں کی ہے)

دور صحابہ میں اجتماعی اجتہاد

دور صحابہ میں شرعی مسائل مین اجتماعی غور وخوض کا رواج رہا، خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت مین شرعی مسائل اور انتظامی مسائل پر غور وخوض کے لئے دو شوری بنا رکھی تھی؛ نمبر ایک: خصوصی شوری۔ جن میں مہاجرین اولین میں سے بلند پایہ صحابہ اور انصار میں سے کبار صحابہ شامل تھے، ان حضرات سے حضرت عمرؓ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں مشورہ کرتے تھے، دوسرے: عمومی شوری۔ جو اس سے کہیں وسیع تھی، کوئی اہم معاملہ پیش آنے پر حضرت عمر اس شوری کو بلاتے تھے، مدینہ منورہ میں جو بھی فہم وفراست والے اور صائب الرائے افراد ہوتے

تھے، انھیں اس میں شامل کیا جاتا، عام طور سے مسجد نبوی میں یہ شوری ہوتی لیکن اگر مجمع زیادہ ہو جاتا تو مسجد نبوی کے باہر اور کبھی مدینہ منورہ کے باہر لوگوں کو جمع کیا جاتا اور معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا اور رائے لی جاتی۔

سواد عراق کی زمینوں کے بارے میں جب اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس پر غور وخوض کرنے کے لئے یہی بڑی شوری بلائی تھی، دو یا تین روز تک مشورہ ہوا پھر فیصلہ ہو سکا، جو صحابہ عراق کی فتح میں شامل تھے ان کا کہنا تھا کہ سواد عراق کی زمینیں فاتحین کے درمیان تقسیم کردی جائیں جس طرح مال غنیمت میں حاصل ہونے والے اموال منقولہ تقسیم ہوا کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اسے مال فئ قرار دیا جائے، مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے تاکہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوں اور اسلامی حکومت کی بنیادی ضروریات بھی اس کی آمدنی سے پوری کی جائے، بالآخر دو تین روز کی اجتماعی غور وخوض کے بعد صحابہ کرام کی اس عظیم شوری میں یہی طے پایا کہ سواد عراق کی زمینوں کو مال فے قرار دیا جائے اسے فتح کرنے والے مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے کیوں کہ اس کی آمدنی سے آنے والی نسلوں کے حقوق بھی متعلق ہیں، (اس واقعہ کی تفصیل ابو عبید قاسم بن سلاّم کی ''کتاب الاموال''، فقرہ نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۳ میں موجود ہے، نیز ملاحظہ ہو، ابن رشد کی ''بدایۃ المجتہد'' جلد ا ص ۳۲۴، ردالمحتار ج ۳ باب المغنم وقسمتہ)۔

دور صحابہ اور دور تابعین میں اجتہاد واستنباط کرنے والے حضرات عام طور پر دوسرے اہل علم سے مشورہ اور مذاکرہ کرلیا کرتے تھے، انھیں ایک دوسرے سے پوچھنے اور استفادہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوئی تھی، تمام فقہائے صحابہ وتابعین تواضع، فروتنی کی صفات سے متصف تھے، دین اور علم سیکھنے کے حد درجہ حریص تھے، انھیں ایک دوسرے سے استفادے میں عار محسوس نہیں ہوتی تھی، اپنے بڑوں اور اپنے معاصرین سے استفادہ کرنے کے علاوہ وہ اپنے چھوٹوں سے بھی علمی استفادہ کیا کرتے تھے، اور مسائل میں باہم مذاکرہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا، تمام ائمہ مجتہدین بھی انہیں صفات سے متصف تھے اور ان کے اجتہاد میں اجتماعی غور وخوض کا عنصر بھی موجود تھا، دور تابعین میں مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنے اور استفادہ کرنے کے عادی تھے۔

فقہ حنفی اور اجتماعی اجتہاد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل پر غور کرنے کا انداز واضح طور پر مشاورتی اور اجتماعی تھا، امام صاحب کے تلامذہ مقام اجتہاد پر فائز تھے، اور انھیں مختلف علوم میں درک تھا، امام صاحبؒ کے ساتھ بیٹھ کر مسائل پر اجتماعی غور وخوض کرتے تھے، ہر ایک کو اپنی بات پیش کرنے اور اس پر دلائل کا اظہار کرنے کا پورا موقع ہوتا تھا، اس طرح فقہ حنفی کے خمیر میں اجتماعی اجتہاد شامل رہا ہے، جیسا کہ اہل علم اس سے واقف ہیں۔

دورحاضر میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت

انیسویں اور بیسویں صدی میں صنعتی اور سیاسی انقلابات کے نتیجے میں زندگی کے مختلف میدانوں میں بے شمار نئے پیچیدہ مسائل نے جنم لیا، معاشیات کی نئی نئی شکلیں وجود میں آئیں، صنعت وحرفت کے میدان میں ہزاروں نئی مصنوعات وجود میں آئیں، سائنسی ترقیات کے نتیجے میں انسانوں نے فضاؤں اور سمندروں کو مسخر کیا، ستاروں پر کمند ڈالی، ان غیر معمولی تغیرات نے ہزاروں نئے مسائل پیدا کئے، جن پر شرعی اصولوں کی روشنی میں غور کرنا اور حکم شرعی طے کرنا ضروری ہوگیا، اس مرحلے میں علماء کے طبقے میں شدت سے اس بات کا احساس ابھرا کہ ان نئے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے بابصیرت علماء اور فقہاء کے اجتماعی غور وخوض اور اجتماعی استنباط واجتہاد کی حد درجہ ضرورت ہے۔

سب سے پہلے شام کے مشہور مصنف اور مورخ رفیق بک العظم (المتوفی ۱۹۲۵ء) نے اس موضوع پر ''قضاء الفرد وقضاء الجماعة'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ تصنیف کیا، مصر میں اس کی اشاعت ہوئی اور دور دور تک اس رسالے کی گونج پہونچی، پھر اس دور کے متعدد بلند پایہ فقہاء نے اس فکر وخیال کو آگے بڑھایا اور اس پر تحریریں لکھیں، خاص طور سے شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المدخل الفقهي العام'' میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت پر بہت موثر اور جامع انداز میں گفتگو فرمائی اور رفتہ رفتہ مسلم ممالک میں اجتماعی اجتہاد واستنباط کے نظریے کو قبولیت حاصل ہوئی، اور اسے عملی شکل دینے کے لئے مختلف اقدامات سامنے آئے۔

دورحاضر میں اجتماعی اجتہاد کی کوششیں

اس سلسلے میں سن ۱۹۶۱ء کافی اہمیت کا حامل ہے، اس سال عالم اسلام میں دو اہم کانفرنسیں منعقد ہوئیں، پہلی کانفرنس دمشق میں ''أسبوع الفقه الاسلامی'' (فقہ اسلامی ہفتہ) کے عنوان سے منعقد ہوئی، جس میں عالم اسلام کے چوٹی کے علماء اور فقہاء نے فقہ اسلامی کے اہم موضوعات پر مقالے پڑھے، اور مناقشے ہوئے اس میں اجتماعی اجتہاد کا موضوع بھی بار بار زیر بحث آیا، اس کے فوائد، طریقہ کار وغیرہ پر گفتگو ہوئی، دوسری کانفرنس اسی سال جامعة الازہر قاہرہ میں ''موتمر المجمع البحوث الاسلامیه'' کے نام سے منعقد ہوئی اور اس میں بہت بڑے پیمانے پر پوری دنیا سے خصوصاً عالم اسلام سے ممتاز علماء اور فقہاء کو جمع کیا گیا، اور فقہ اسلامی کے موضوع پر بڑے فکر انگیز مقالات پڑھے گئے، اور مناقشے ہوئے، فقہی مسائل پر اجتماعی غور وخوض کے لئے س ۱۹۶۱ء میں جامعة الازہر قاہرہ کے ''مجمع البحوث الاسلامیة'' کی تاسیس ہوئی، یہ ادارہ عالم اسلام میں اجتماعی اجتہاد کے سلسلہ میں پہلا مبارک قدم ہے۔

اسی ادارے کی طرف سے مذکورہ بالا کانفرنس بلائی گئی تھی اور جامعہ الازہر کا یہ ادارہ اجتماعی اجتہاد کے سلسلے

میں کچھ نہ کچھ عملی اقدامات کرتا رہا، اوراس کے نتائج سامنے آتے رہے، اگرچہ بعد میں یہ ادارہ مختلف اسباب کی بنا پر زیادہ سرگرم عمل نہیں رہ سکا۔

عالم اسلام میں نئے مسائل پر اجتماعی غور وخوض اور اجتماعی اجتہاد کا جو آوازہ بلند کیا گیا تھا، اس کی گونج ہندوستان تک پہونچی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے، اور مسلم ممالک میں جو علمی اور فکری رجحانات پروان چڑھ رہے تھے اور جو تحریکیں بر پا تھیں ان سے بخوبی واقف تھے، حجاز اور مصر وشام وغیرہ کا سفر کرکے وہاں کی اہم علمی شخصیات، اداروں اور جامعات سے بخوبی واقف تھے، خاص طور سے مصر وشام کی اہم فکری اور علمی شخصیات سے براہ راست ملاقاتیں کر چکے تھے، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، شیخ مصطفی احمد زرقاء، شیخ ابوزھرہ وغیرہ سے ان کے گہرے شخصی رابطے تھے اور عالم عرب میں ہونے والے علمی، فقہی، ادبی، کاموں پر مولانا موصوف کی بڑی مبصرانہ نظر تھی، انھیں اس بات کا احساس تھا کہ عالم اسلام میں اور برصغیر ہندو پاک میں کن دعوتی، علمی، تحقیقی کاموں کی ضرورت ہے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا قیام

چنانچہ انھوں نے اپنے چند بلند پایہ معاصرین (حضرت مولانا منت اللہ رحمانی، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہم اللہ) کے مشورے سے برصغیر ہندو پاک میں نئے فقہی مسائل پر اجتماعی غور وخوض، اجتماعی استنباط واجتہاد کے عمل کو شروع کرنے کا فیصلہ فرمایا، مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی داغ بیل ڈالی، ستمبر ۱۹۶۳ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کی تاسیس ہوئی، اس کا طریقہ کار طے کیا گیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ملک کے ممتاز ترین علماء کا مشاورتی اجتماع ہوا، حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کی صدارت میں یہ مجلس منعقد ہوئی، جس میں نئے حالات سے پیدا ہونے والے مسائل پر شرعی نقطہ نظر سے غور وخوض اور ملت کی رہنمائی کے لئے مجلس تحقیقات شرعیہ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا، تلاوت قرآن کریم کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک مقالہ ''مسلم ممالک میں پرسنل لا اور جدید تمدن کے پیدا کئے ہوئے قابل غور مسائل'' کے عنوان پر پیش کیا اس میں مسلم پرسنل لا کے بارے میں مسلم ممالک کے اب تک کے اقدامات کا جائزہ لیا گیا تھا اور نئے مسائل پر غور کرنے کے لئے اجتماعی اجتہاد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی گئی تھی، دوسرا مقالہ مجلس تحقیقات شرعیہ کے پہلے ناظم حضرت مولانا تقی امینی صاحب نے ''تدوین فقہ کی تاریخ اور موجودہ حالات کا جائزہ'' کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا، اس مقالے میں ماضی میں اجتہادی کوششوں کے تسلسل کو پیش کرتے ہوئے موجودہ وقت میں اجتماعی غور وخوض کی

اہمیت اوراس کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی تھی، اس مجلس میں بعض دوسرے شرکاء نے بھی اظہار خیال فرمایا، جن میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا مفتی رضا انصاری فرنگی محلی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس مجلس میں درج ذیل قرارداد منظور کی گئی:

''نئے حالات اور ایجادات نے جو ایسے مسائل پیدا کردئے ہیں جن کا واضح حکم ہماری فقہ میں موجود نہیں یا وہ معاملات ومسائل جنھوں نے موجودہ زمانے میں نئی شکل اختیار کرلی ہے، ان مسائل میں غور وفکر اور ان کے بارے میں ممکن حد تک اجتماعیت پیدا کرنے کے لئے اصحاب نظر علماء کی ایک مجلس تشکیل کی جائے۔'' (روداد پہلی نشست، قلمی)

اس ابتدائی مشاورتی نسشت میں جن چودہ بزرگوں نے شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا محمد منظور نعمانیؒ (مدیر ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ)

(۲) مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ (معروف محدث)

(۳) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (ناظم ندوۃ العلماء)

(۴) مولانا فخر الحسنؒ (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

(۵) مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ (دارالمصنفین اعظم گڑھ)

(۶) مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (خانقاہ رحمانی مونگیر)

(۷) مولانا عمران خاں ندویؒ (تاج المساجد بھوپال)

(۸) مولانا ابواللیث ندویؒ (جماعت اسلامی ہند)

(۹) مولانا عبدالماجد دریابادی (مفسر قرآن ومدیر صدق جدید)

(۱۰) مولانا عتیق الرحمن سنبھلیؒ (مدیر الفرقان لکھنؤ)

(۱۱) مولانا محمد تقی امینیؒ (دارالعلوم ندوۃ العلماء)

(۱۲) مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ (دارالعلوم ندوۃ العلماء)

(۱۳) مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ (مدیر ماہنامہ برہان دہلی)

(۱۴) مولانا رضا انصاریؒ (مفتی فرنگی محل)

اس ابتدائی نشست میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے اراکین کے نام بھی طے پائے، اراکین کی فہرست اٹھائیس ناموں پر مشتمل ہے یہ سارے حضرات ملک کے ممتاز ترین چوٹی کے اہل علم تھے، جن کا تعلق مختلف مکاتب فکر اور حلقوں سے تھا۔

مجھے خوشی ہے کہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے رفیق مولانا منور سلطان ندوی نے ''مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء --مختصر تاریخ اور تشکیل نو کا خاکہ'' کے عنوان سے مجلس کا قیام اوراس کے کاموں کا تعارف بڑے سلیقے سے مرتب کردیا ہے، اور مجلس نے کتابی صورت میں اس کو شائع کردیا ہے، امید ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت پہونچ چکا ہوگا یا پہونچ جائے گا، اس رسالے میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے مقاصد اوراس کے علمی کاموں نیز مستقبل کے عزائم کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کے مقالہ کے بعض اقتباسات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بانی مجلس تحقیقات شرعیہ اوراس کے اولین صدر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی نشست میں پیش کردہ مقالہ کے بعض اہم اقتباسات پیش کردیئے جائیں، ان سے مجلس کے مقصد، طریقہ کار وغیرہ پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔

''اس علمی وسعت نظر اور وسعت قلب کے ساتھ جو ہمارا دینی فریضہ اور علماء سلف کی روایت و وراثت ہے، ہم اس حقیقت کا بھی برملا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی مسلم ملک قطعی وکلی طور پر واجب الاتباع اور واجب التقلید نہیں اور نہ کسی ملک کے جدید رجانات نئے قوانین اور حکومتی فیصلے ہمارے اوپر حجت بن سکتے ہیں، ماسوا اس بات کے کہ یہ کوئی شرعی اور فقہی دلیل نہیں۔

قانون اسلامی کے مآخذ اوراس کی بنیادیں کتاب وسنت، اجماع وقیاس عالمگیر ودائمی مآخذ ہیں اور انھیں کی روشنی میں ہر زمانے میں کام ہوا ہے، اور آئندہ کام ہوگا، اور ماسوا اس بات کے کہ ایک مسلمان پر کسی دوسرے مسلمان کا عمل یا رجحان حجت نہیں بن سکتا، حجت صرف اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت صحیحہ اور استنباط مسائل کے وہ مآخذ اور سرچشمے ہیں جن پر کسی ملک یا قوم کی اجارہ داری نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ کی زبان سے نکلا ہوا یہ فقرہ اب بھی فضا میں گونج رہا ہے اور قیامت تک گونجتا رہے گا کہ ''ائتونی بشئی من کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ حتی اقول بہ''

ماسوائے ان سب حقائق کے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود ہندوستان اپنی ایک مستقل ومنفرد علمی ودینی شخصیت رکھتا ہے، عالم اسلام کی دینی وعلمی تاریخ میں اس کا اپنا ایک مقام رہا ہے، جب سارے عالم اسلام پر فکری اضمحلال وعلمی انحطاط کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور کوئی ایسی شخصیت وہاں نہیں پیدا ہورہی تھی جو متوسط علمی سطح سے بلند ہو، اور کوئی مجتہدانہ فکر یا نئی علمی تحقیق پیش کرسکے تو ہندوستان نے ایسے باکمال اور مجتہد الفکر علماء ومصنف پیدا کئے جن کے علمی تفرد اور مجتہدانہ قابلیت کا سکہ عرب وعجم نے مان لیا، اور علمی وتدریسی حلقے عرصہ تک ان کی کتابوں اوران کے متون کی شروح سے گونجتے رہے۔

علامہ محمود جونپوریؒ، ملا محب اللہ بہاریؒ، مولانا عبدالعلی بحر العلومؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبدالعزیز، مولانا عبدالحئیؒ فرنگی محلیؒ، اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام خاص طور پر لئے جاسکتے ہیں،

عصر حاضر میں بھی مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بہاریؒ، اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، جیسے فقیہ النفس عالم پیدا کئے، جو اس اہم کام کی تکمیل کے لئے نہایت موزوں تھے، پھر اس سب کے ماسوا ہندوستان نے دینی استقامت، فکری توازن اور رسوخ فی العلم کا ایسا ثبوت دیا کہ وہ دوسرے عرب اور اسلامی ممالک کے لئے ایک قابل تقلید مثال بن گیا، اور آج بھی عرب اور قدیم اسلامی ممالک کے اہل علم و اہل فکر ہندوستان کی طرف عظمت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بہت سے مسائل میں اس سے دینی و علمی رہنمائی کے طالب ہوتے ہیں، اس لئے کسی ایسے مسئلے میں جس میں غلط تجدد، مغربی افکار و اقدار سے مرعوبیت، قانون سازی میں سطحیت و عجلت صاف جھلکتی ہو اور شرعی اصول اس کی تائید نہ کرتے ہوں، ہمارے لئے کسی بڑے سے بڑے مسلمان یا عرب ملک کا کوئی فعل یا قانون حجت نہیں بن سکتا، اگر سارا عالم اسلام کسی غلط چیز پر اتفاق کر لے اور سارے مسلمان ممالک اور وہاں کے علماء کوئی غلط فیصلہ کریں یا اپنے حدود سے تجاوز کریں تو بھی ہم ہندوستانی مسلمان شریعت اسلامی کو اپنے سینے سے لگائے رکھنے اور خدا کے قانون کو آخری قانون سمجھتے رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، اور اگر خدانخواستہ سارا عالم اسلام بھی دین و شریعت سے انحراف کرے تو بھی کسی چھوٹی سے چھوٹی اقلیت کے لئے بھی یہ انحراف حجت اور وجہ جواز نہیں ہوگا۔

دوسرے ہم پوری قوت کے ساتھ اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ کام تنہا ماہرین فن، اصحاب اختصاص اور ان علماء کرام کا ہے جو ہر قسم کے دباؤ اور نفوذ سے آزاد ہیں اور ہر غلط رجحان اور خام خیالی سے محفوظ ہیں، یہ کام خالص علمی انداز پر آزادانہ فضا میں اور پورے اخلاص، سنجیدگی و گہرائی، غور و فکر، مشورے و تعاون کے ساتھ ہونا چاہئے، اور درحقیقت اس مجلس کا انعقاد اسی راہ کا پہلا قدم ہے، خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی علمی و دینی ذمہ داریاں اچھے طریقے پر ادا کریں، اور قبل اس کے کہ یہ کام غلط طریقے پر ہو ہم صحیح طریقے پر انجام دینے کے توفیق پائیں۔ (مجلس تحقیقات شرعیہ کا علمی منہج ص ۱۷، ۱۸، ۱۹)

عالم عرب سے رابطہ کی کوشش

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندی رحمۃ اللہ علیہ نے یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو مجلس تحقیقات شرعیہ کی تاسیسی میٹنگ میں جو خطبہ پیش فرمایا اس سے مجلس کے تعلق سے ان کے عزائم اور مقاصد پر روشنی پڑتی ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد و منشا یہ تھا کہ نہ صرف برصغیر ہند و پاک کی سطح پر نئے مسائل کے بارے میں اجتماعی غور و خوض کا کام شروع کیا جائے، بلکہ عالم عرب کے ممتاز ترین فقہاء اور اصحاب افتاء سے بھی اس کام میں مدد لی جائے، اگر ان کی باقاعدہ شرکت دشوار ہو تو کم از کم خط و کتابت کے ذریعہ نئے مسائل کے بارے میں ان کی آراء حاصل کی جائیں اور ان سے استفادہ کیا جائے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کی کارروائی رجسٹر میں پہلی نشست کی تفصیلات کے ذیل میں بیرون ہند کے منتخب علماء کی جوفہرست درج ہے، ان میں عالم عرب کے دس معروف علماء کے نام بھی شامل ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ محمد حسنین محمد مخلوف (مصر)

(۲) علامہ ابوزہرہ (مصر)

(۳) شیخ محمد الغزالی (مصر)

(۴) استاذ مصطفیٰ احمد زرقاء (شام)

(۵) شیخ ابوالیسر عابدین (شام)

(۶) استاذ مصطفیٰ السباعی (شام)

(۷) شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ (شام)

(۸) شیخ حسن المشاطہ (مکہ)

(۹) شیخ امین الکتبی (مکہ)

(۱۰) شیخ عبدالعزیز بن باز (حجاز)

واقعہ یہ ہے کہ نئے پیش آمدہ مسائل پر اجتماعی غور وخوض اور اجتماعی اجتہاد کے لئے اب تک ایک ہی کوشش وجود پذیر ہوئی تھی، جامعہ الازھر میں ۱۹۶۱ء میں مجمع البحوث الاسلامیہ کا قیام عمل میں آیا تھا، اور اس کی ایک کانفرنس بھی ہوئی تھی، جس سے عالم اسلام میں نئے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کی ضرورت کا احساس بڑھا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل متعدد بار عالم عرب کا دورہ کر چکے تھے اور مصر وشام وحجاز کے علمی، تحقیقی اداروں کو دیکھ چکے تھے، اور وہاں کی بلند پایہ شخصیات یعنی عالم عرب کے مفکرین، فقہاء ومحدثین سے آپ کی ملاقاتیں ہوچکی تھیں، ملک شام کی دو بلند پایہ شخصیات ڈاکٹر محمد مصطفیٰ سباعی اور ڈاکٹر مصطفی احمد زرقاء کی تصنیفات سے خاص متاثر تھے، انھوں نے اپنے خطبہ میں اس بات کا ذکر بھی فرمایا کہ:

''مجھے اپنے فاضل دوست استاذ مصطفی الزرقاء کی اس رائے سے بالکل اتفاق ہے کہ اس زمانہ میں انفرادی اجتہاد اور شخصی اظہار رائے بہت خطرناک ہے، اور اس سے بڑے انتشار اور نئے نئے فتنوں کا اندیشہ ہے، ان مسائل پر مستند اور محتاط علماء کو اجتماعی طور پر غور کرنا چاہئے اور اجتماعی طور پر اپنا فیصلہ دینا چاہئے۔''

فقہ اکیڈمیوں کا قیام

عالم اسلام میں نئے فقہی مسائل پر غور وخوض اور فیصلے کے لئے جو اکیڈمیاں قائم ہوئیں وہ ۱۹۶۳ء سے بہت

بعد میں قائم ہوئیں، اس طرح کی اکیڈمی رابطہ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں قائم کی، اس کی پہلی کانفرنس ۱۹۷۸ء میں ہوئی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ابتداء ہی سے وفات تک مکہ فقہ اکیڈمی کے ممبر رہے، دوسری اکیڈمی مسلم ممالک کی تنظیم (OIC) نے قائم کی، اس کی پہلی کانفرنس ۱۹۸۴ء میں ہوئی، یہ دونوں اکیڈمیاں بین الاقوامی سطح پر اپنا کام انجام دیتی رہیں، مختلف ممالک کے ممتاز علماء، فقہاء اور ماہرین ان دونوں اکیڈمیوں کے تحت نئے پیش آمدہ، پیچیدہ مسائل پر غور وخوض کرکے ان کا شرعی حل تلاش کرتے ہیں، اور اب بھی ان کا سلسلہ جاری ہے۔

مختلف ممالک میں اجتماعی اجتہاد کے ادارے

الحمدللہ! ہندوستان میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے بعد ۱۹۸۹ء میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور محنت سے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا قائم ہوئی، اور اس نے جدید مسائل کے حل میں بہت نمایاں کردار ادا کیا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تاحیات فقہ اکیڈمی کے سرپرست رہے، حضرت نے فقہ اکیڈمی انڈیا کے متعدد سیمیناروں میں شرکت اور صدارت فرمائی، ایک سیمینار میں اجتماعی اجتہاد کے موضوع پر مقالہ بھی پیش فرمایا، الحمدللہ! یہ اکیڈمی برابر سرگرم عمل ہے، مجلس تحقیقات شرعیہ کے اس سیمینار میں اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا کے موجودہ جنرل سکریٹری حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں سفر عمرہ کی وجہ سے شرکت نہیں کرسکے اور انھوں نے معذرت کا خط بھیجا ہے لیکن اسلامی فقہ اکیڈمی کے سکریٹری برائے سیمینار حضرت مولانا عبیداللہ الاسعدی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔

اسی طرح ہندوستان کا دوسرا ادارہ جو فقہی موضوعات پر مذاکرے کی مجلسیں منعقد کرتا ہے، ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیت علمائے ہند جس کا پہلا فقہی اجتماع فروری ۱۹۹۱ء میں ہوا، یہ ادارہ بھی الحمدللہ نئے مسائل کو حل کرنے میں سرگرم عمل ہے اور تقریباً ہر سال اس کے پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ نئے مسائل کے ظہور کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ انھیں حل کرنے کے لئے بہت سے اداروں کی ضرورت ہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ان اداروں میں باہمی ربط ہو اور ایک دوسرے سے باہمی تعاون اور استفادہ کے ساتھ اس کام کو جاری رکھا جائے۔

ہندوستان کے علاوہ یورپ میں یورپین افتاء کونسل قائم ہے، جو نئے مسائل پر غور وخوض اور فیصلے کا کام کرتی ہے، سوڈان میں بھی ایک فقہ اکیڈمی موجود ہے، امریکہ میں بھی ایک فقہ اکیڈمی موجود ہے جو امریکہ اور کناڈا میں پیدا ہونے والے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب اداروں کو مفید بنائے اور صحیح خطوط پر کام کرنے

کی توفیق نصیب فرمائے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کے اجلاس

مجلس تحقیقات شرعیہ اپنے قیام کے ابتدائی چند سال خاص طور پر متحرک رہی، خصوصاً حضرت مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ کے دور نظامت میں، یکم ستمبر ۱۹۶۳ء میں مجلس کی تاسیس کے بعد سب سے پہلے انشورنس کے موضوع پر اجتماعی غور وخوض ہوا، دسمبر ۱۹۶۵ء میں انشورنس کے موضوع پر فیصلہ ہوا، مئی ۱۹۶۷ء میں رویت ہلال کے موضوع پر غور وخوض اور فیصلہ ہوا۔

نئے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کے لئے ۱۹۷۱ء میں مجلس کی پانچویں مشاورتی نشست ۱۵/۱۶ مئی ۱۹۷۱ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہوئی، حضرت مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ ندوی کے ۱۹۷۰ء میں پاکستان منتقل ہوجانے کی وجہ سے حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلیؒ کے دور نظامت میں یہ مشاورتی اجلاس منعقد ہوا، جو سرکاری قرضوں کے موضوع پر تھا، حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلیؒ مجلس کے ناظم مقرر کئے گئے تھے، یہ پانچواں اجلاس مجلس تحقیقات شرعیہ کا آخری اجتماعی اجلاس ثابت ہوا، مجلس تحقیقات شرعیہ اس کے بعد بھی قائم رہی اور حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب اس کے تحت انفرادی طور پر علمی اور تحقیقی کام کرتے رہے، نئے موضوعات پر مضامین اور کتابیں لکھتے رہے، لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اجتماعی غور وخوض کے لئے کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوسکا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا احیاء

مؤرخہ ۳/صفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۱۹ء کو سابق ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس تحقیقات شرعیہ کی نظامت کی ذمہ داری میرے سپرد فرمائی، حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کئی سال سے سخت علیل چل رہے تھے، اور ان کی معذوری آخری حد کو پہونچی ہوئی تھی، بالآخر ۱۷/جنوری ۲۰۲۰ء کو انھوں نے رحلت فرمائی، ۱۶/فروری ۲۰۲۰ء کو مجلس کے معاونین متعین ہوئے، اس کے چند دن بعد مجلس کا نیا دفتر قائم ہوگیا، اس طرح ایک طویل وقفے کے بعد مجلس تحقیقات شرعیہ کا دفتر دوبارہ علمی و تحقیقی کاموں کے لئے کھل گیا۔

سابق ناظمؒ ندوۃ العلماء کی خواہش اور ہدایت تھی کہ دوسرے علمی اور تحقیقی کاموں کے ساتھ فقہی مذاکروں کا سلسلہ از سر نو شروع کیا جائے، کیونکہ یہی مجلس تحقیقات شرعیہ کا اولین مقصد تھا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کی احیاء نو کے بعد پہلا فقہی اجتماع ۲۳، ۲۴/نومبر ۲۰۲۲ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء کے اسی عظیم الشان ہال میں جو عظیم محدث حضرت مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے نام سے موسوم ہے منعقد ہوا تھا، اس کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲۳/۲۴/نومبر ۲۰۲۲ء کی صدارت اس وقت کے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع

حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ انتہائی صدمہ اور افسوس ہے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی بابرکت شخصیت اب ہمارے درمیان نہیں ہے، اور موصوف کی رحلت سے پوری امت مسلمہ اور عالم انسانیت کا جو خسارہ ہوا ہے، اس کی تلافی بہت دشوار ہے، لیکن اللہ جل شانہ کا بے حد وحساب شکر واحسان ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جن اداروں کو اخلاص نیت کے ساتھ قائم فرمایا تھا، اور اپنی کوششوں اور قربانیوں سے انہیں پروان چڑھایا تھا، وہ سارے ادارے ان سے تربیت پائے ہوئے افراد کے ذریعہ بزرگوں کے قائم کئے ہوئے منہج پر سرگرم عمل ہیں، اور ترقی کی منزلیں طے کررہے ہیں، آج جب کہ ہم حالیہ فقہی اجتماع میں جمع ہیں مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کی یادوں سے ہمارا نہاں خانہ دل روشن ہے اور ہم سب ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شایان شان جزا عطا فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

ہمیں بے انتہائی خوشی ہے کہ اس باوقار افتتاحی نشست کی صدارت موجودہ ناظم ندوۃ العلماء عزیز گرامی حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی دامت فیوضہم کررہے ہیں، جو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ اور مرشد الامت حضرت مولانا سید رابع حسنی ندویؒ کے تربیت یافتہ اور ان دونوں کے علوم وافکار کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زائد سے زائد دین وملت کی خدمت کی توفیق دے اور ان سے امت مسلمہ اور انسانیت کی رہنمائی اور اصلاح وتربیت کا کام لے۔

اس سے پہلے کے فقہی سیمینار (منعقدہ: ۲۳/ ۲۴/نومبر ۲۰۲۲ء) میں دو موضوعات پر تبادلہ خیالات مذاکرات، اور فیصلے ہوئے تھے، ایک تو کرونا کے مسائل پر جو چند سال تک دنیا کا سب سے اہم مسئلہ تھا، اور اس نے ہر میدان میں نئے مسائل پیدا کئے تھے، کرونا کے موضوع پر جو شرعی مسائل زیر بحث آئے الحمدللہ ان سب پر اتفاق رائے سے شرکائے سیمینار نے تجویزیں مرتب اور منظور کیں، اللہ تعالیٰ کرونا اور اس طرح کی وبائی امراض سے پوری دنیا کی حفاظت فرمائے، دوسرا موضوع جو پہلے سے زیر بحث چلا آرہا تھا اور اس پر فیصلہ نہیں ہوسکا تھا، وہ سرکاری قرضوں کا موضوع تھا، پچھلے سیمینار میں از سر نو سرکاری قرضوں اور بینکوں کے قرضوں سے متعلق مختلف سوالات پر تبادلہ خیالات اور غور وخوض کیا گیا، الحمدللہ اس پر موضوع بھی اتفاق رائے سے تجاویز مرتب اور منظور ہوئیں۔

ان شاء اللہ اسی سمینار میں کرونا کے موضوع پر اردو مقالات اور فتاوی کا مجموعہ نیز عربی مقالات اور فتاوی کا مجموعہ آپ کے سامنے آئے گا، اسی طرح سرکاری قرضوں کے موضوع پر جو کتاب پچھلے سیمینار میں شائع ہوئی تھی اس کا نیا ایڈیشن چند مقالات کے اضافے کے ساتھ شائع ہوکر آپ کے سامنے آئے گا اس میں وہ فیصلہ بھی شامل ہوگا، جو سرکاری قرضوں کے بارے میں گذشتہ سیمینار میں کیا گیا تھا۔

اس فقہی سیمینار کے موقع پر چند کتابیں بھی شائع ہورہی ہیں، ان شاء اللہ کتابوں کے اجراء کے موقع پر اختصار کے ساتھ ان کا تعارف کرادیا جائے گا۔

اس سیمینار میں جس موضوعات پر غور وحوض ہونا ہے اور موضوع کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر ان کی بابت فیصلہ کرنا ہے، ان کا مختصر تعارف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اس سیمینار میں تین موضوعات پر سوالنامہ مرتب کئے گئے۔ مستند علماء اور اصحاب افتاء نے ان کے جوابات لکھے، اور مجلس تحقیقات شرعیہ کے آفس نے آنے والے مقالات کا خلاصہ تیار کرایا، جنہیں شائع کر دیا گیا ہے۔ اور شرکائے سیمینار کی فائلوں میں اسے رکھ دیا گیا تاکہ اطمینان کے ساتھ مطالعہ کر سکیں۔

پہلا موضوع ہے ''عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ''، آپ کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ تقریباً ایک سال پہلے لکھنؤ کے لولو مال میں نماز ادا کرنے والوں کے خلاف کاروائی ہوئی، انہیں جیل بھیجا گیا اور بڑی مشکل سے ان کی رہائی ہوئی، اس کے بعد یوپی کے دوسرے مقامات پر بھی ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز ادا کرنے پر اسی انداز کی کاروائیاں ہوئیں اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے دوسرے صوبوں تک پہنچ گیا، سچائی تو یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات ملک میں بڑھتے ہوئے، تعصب کا نتیجہ ہیں، ملک کی آزادی سے پہلے انگریزوں کے زمانے میں اور آزادی کے بعد، مسلمان عوامی مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے، جب انسان سفر کرے گا تو دوران سفر پنج وقتہ نمازوں کے اوقات آئیں گے، اس سے پہلے مسلمان پارکوں میں ریلوے اسٹیشنوں پر، ائیرپورٹ پر بے تکلف نمازیں ادا کرتے تھے۔ حکومت کو اس پر اعتراض تھا نا عوام کو، بلکہ غیر مسلم حضرات عزت واحترام کے ساتھ نماز کے لئے جگہ دیتے تھے، لیکن ادھر چند سالوں سے ملک میں جو ماحول پیدا کیا جارہا ہے، اس کے نتیجے میں بہت سی جگہوں پر لوگ نماز پڑھنے پر معترض ہونے لگے ہیں، بلکہ یہ بیماری عامۃ الناس سے آگے بڑھ کر پولیس اور حکومت کے بعض ذمہ داروں میں بھی پیدا ہوگئی ہے، حتی کہ بعض مقامات پر اپنے گھر میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بھی کاروائی کی گئی ہے۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء نے اس مسئلہ کو اس سیمینار کا ایک موضوع بنایا، سوالات قائم کر کے علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا، اور الحمدللہ بڑی تعداد میں مفتیان کرام نے جوابات لکھے، ان شاء االلہ یہ مسئلہ جو مختلف پہلوؤں کا حامل ہے، اس کا تمام جہتوں سے جائزہ لینے اور تبادلہ خیالات کے بعد متوازن اور قابل عمل تجاویز مرتب کی جائیں گیں جو مسلمانوں کے لئے رہنما ہوں اور اس سلسلہ میں جو زیادتیاں ہو رہی ہیں، ان کی جانب حکومت اور برادران وطن کو بھی توجہ دلائی جائے۔

اس سیمینار کا دوسرا موضوع مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم ہے یہ مسئلہ بھی دور حاضر میں کافی اہمیت حاصل کر چکا ہے، اس کے بارے میں مختلف نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ سوشل میڈیا وغیرہ پر اس مسئلے میں بڑی جارحانہ بحثیں بھی ہونے لگتی ہیں جو توازن واعتدال سے خالی ہوتی ہیں۔

دور حاضر میں خواتین کا مسئلہ ویسے بھی کافی اہمیت کا حامل ہے، اسلام جس نے پہلی بار خواتین کو ان کے جائز

حقوق دئے اورعورتوں کے ہر طرح کے حقوق کا تحفظ کیا اس پر یہ الزام عائد کیا جا رہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ بہت ظلم کیا۔ ان کی حق تلفی کی، ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مسجد جیسی مقدس جگہ سے دور کر دیا ہے اور عورتوں کے مسجد میں جانے پر پابندی عائد کر دی، ایک مسلمان خاتون نے سپریم کورٹ میں یہ کیس دائر کر دیا ہے کہ ہمیں مسجد میں داخل نہیں ہونے دیا گیا اور صنفی بنیاد پر ہمارے ساتھ بے انصافی کی گئی۔ غرضیکہ مساجد میں عورتوں کی آمد کا مسئلہ کافی حد تک افراد و تفریط کا شکار ہوا اور خود مسلمان خواتین کی ایک تعداد مطالبہ کرنے لگی کہ ہمیں مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے، اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس مسئلے کا بھر پور جائزہ لیا جائے اور اس سلسلے میں جو سوال کھڑے ہوتے ہیں ان کے اطمینان بخش جوابات مہیا کئے جائیں، چنانچہ اس موضوع پر سوالنامہ مرتب کرے علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا، الحمد للہ اس موضوع پر بھی اچھی خاصی تعداد میں جوابات موصول ہوئے، انشاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بھی تبادلہ خیالات کے بعد بھی قابل عمل متوازن اور معتدل تجاویز منظور ہوں گیں، جو مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

سیمینار کا تیسرا موضوع ''نصاب زکوۃ کے معیار اور ضم نصاب کے مسئلہ سے متعلق چند سوالات'' ہے'' اس موضوع کی وضاحت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے مختلف مالوں میں زکوۃ لازم ہونے کے لئے نصاب متعین کیا ہے کہ اگر وہ مال اس مقدار میں ہوگا۔ تو اس میں زکاۃ لازم ہوگی ورنہ لازم نہیں ہوگی، مثلاً: چاندی کا نصاب، سونے کا نصاب، اونٹ کا نصاب، بھیڑ کا نصاب، بکری کا نصاب وغیرہ، جن اموال کے نصاب کی شریعت نے صراحت کر دی ہے، ان میں تو وہی نصاب قیامت تک رہے گا، لیکن جن اموال کے نصاب کی صراحت شریعت نے نہیں کی ہے، ان کا نصاب چاندی یا سونے کے نصاب کی مالیت کے اعتبار سے طے پاتا ہے، عہد نبوی میں چاندی اور سونے کا نصاب قیمت کے لحاظ سے تقریباً برابر تھا، لیکن رفتہ رفتہ دونوں کی قیمتوں میں غیر معمولی تفاوت ہوگیا، چاندی کے نصاب کے اعتبار سے بہت تھوڑے مال میں نصاب بن جاتا ہے اور سونے کے نصاب کو بنیاد بنا کر حساب کرنے میں اس مال کا مقدار نصاب بہت بڑھ جاتا ہے، سونے اور چاندی کی قیمتوں میں غیر معمولی تفاوت ہوجانے کی بنا پر بہت سے سوالات پیدا ہوئے ہیں جن پر غور کرنا اور شرعی حکم متعین کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، اسی پس منظر میں اس موضوع کی بھی اس سیمینار کے موضوعات میں شامل کیا گیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان موضوعات پر صحیح شرعی بنیادوں پر غور فکر کرنے اور فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اجتماعیت اور شورائیت میں خیر ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے۔ ''وأمرهم شورى بينهم'' اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت ہے: ''وشاورهم في الامر'' ہمیں امید بلکہ یقین ہے کہ شرعی مسائل میں اجتماعی غور وخوض کا یہ طریقہ جو دور نبوت سے چلا آ رہا ہے اسے اختیار کرنے کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس فقہی سیمینار میں شریک ہونے

والے خداترس علمائے ربانیین کا کیا گیا متفقہ فیصلہ صواب وسداد کے موافق ہوگا، اورشریعت کے اصول ومقاصد سے ہم آہنگ ہوگا۔

مجلس تحقیقات شریعہ جن کاموں کوانجام دے رہی ہے ان میں سے ایک اہم کام ''مسلم فیملی لالکچرسریز'' ہے، ہر مہینہ میں خاص طور سے وکلاء اور ماہرین قانون کے لیے مسلم پرسنل لا کے کسی موضوع پرلکچر کا اہتمام ہوتا ہے، جس میں بڑی تعداد میں وکلاء، ججز اور قانون اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم شرکت کرتے ہیں، علمائے کرام کی اچھی خاصی تعداد بھی اس میں شرکت کرتی ہے، لکچر عام طور سے تحریری شکل میں ہوتا ہے، ہندی زبان میں اس کا خلاصہ پیش کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے، الحمدللہ لکچرسریز کا یہ پروگرام بہت مفید اور دلچسپ رہا، اس میں شرکت کرنے والے وکلاء، ججز اور علماء لکچر کے بعد موضوع سے متعلق سوالات کرتے ہیں، جن کی وضاحت کی جاتی ہے، اب تک الحمدللہ ۱۷/لکچر ہو چکے ہیں، ان کا مجموعہ ''اسلامی عائلی قانون'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، جوان شاءاللہ آپ کے سامنے آئے گا۔

مجلس تحقیقات شریعہ کی تحریک پر اور فیملی لا لکچر سریز میں شریک ہونے والے متعدد وکلاء، ججز اور ماہرین قانون کے مشورے سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ اخری جماعتوں کے طلبہ کے لیے ہفتہ میں ایک دن ''لیگل لٹریسی کورس'' شروع کیا جائے، جس میں طلبہ کو دستور ہند ہندوستانی قوانین اور نظام حکومت کے بارے میں بنیادی باتیں بتائی جائیں، الحمدللہ اس سلسلے کا آغاز بھی چند مہینے پہلے ہو چکا ہے، اس پروگرام کو مرتب کرنے میں انٹیگرل یونیورسٹی کے شعبہ قانون کے صدر جناب نسیم احمد جعفری اوران کے رفقاء نے نیز فیملی لالکچرسریز میں شرکت کرنے والے بعض ججز اور وکلاء نے بھرپور تعاون کیا۔ الحمدللہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ اس پروگرام سے بہت فائدہ محسوس کررہے ہیں، جس میں دستور وقانون کی بنیادی معلومات حاصل ہورہی ہیں، پورے ملک میں اس پروگرام کا استقبال کیا گیا اور اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، اللہ کرے یہ مفید سلسلہ جاری رہے اوراس کی افادیت میں اضافہ ہوتا رہے۔

مجلس تحقیقات شریعہ کا یہ بھی منصوبہ ہے کہ وکلاء کے لیے فیملی لاء سے متعلق اسلامی قوانین سے واقف کرانے کے لیے مختصر کورس تیار کیا جائے، خود وکلاء کی طرف سے اس طرح کے کورس کا برابر مطالبہ جاری ہے، تاکہ وکلاء اسلام کے صحیح قوانین اوران کی اسپرٹ سے بخوبی واقف ہوسکیں اور عدالتوں میں اسلامی قوانین کی صحیح ترجمانی کریں، اس سلسلے میں ابتدائی تیاریاں جاری ہیں، ہمیں امید ہے ان شاءاللہ مستقبل قریب میں اس پروگرام کو شروع کیا جاسکے گا، جو قانون کے میدان میں ایک اہم پیش رفت ہوگی، اللہ تعالی ہی تمام منصوبوں کو پورا کرنے والا اور تمام کاموں کو مفید بنانے والا ہے۔

گفتگو ختم کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ندوۃ العلماء اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تمام ذمہ داروں

اور اساتذہ کا شکریہ ادا کروں، جن کی سرپرستی اور تعاون سے مجلس تحقیقات شریعہ ان کاموں کو انجام دے رہی ہے، خاص طور سے ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی اور ناظر عام ندوۃ العلماء جناب مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی صاحب کا حد درجہ شکر گزار ہوں، ان حضرات کی خصوصی توجہ اور سرپرستی سے مجلس تحقیقات شریعہ کے سارے کام بحسن وخوبی انجام پا رہے ہیں۔

مجلس کے کاموں کی انجام دہی میں جو لوگ برابر سرگرم عمل رہتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے ہے ان کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی، مجلس تحقیقات شریعہ کے معاونین ورفقاء جناب مولانا محمد ظفر عالم ندوی صاحب، جناب مولانا رحمت اللہ ندوی صاحب، جناب مولانا نصر اللہ ندوی صاحب، جناب مولانا ڈاکٹر علی شفیق ندوی صاحب، جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب، جناب مولانا مفتی مسعود حسن حسنی صاحب اور جناب مولانا مفتی مستقیم صاحب ندوی کا شکریہ ادا کرنا میرا اسلامی اور انسانی فریضہ ہے، ان حضرات کے قیمتی مشوروں اور سرگرم عملی تعاون سے مجلس تحقیقات شریعہ کے مختلف کام انجام پا رہے ہیں اور ان میں بہتری پیدا ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح عزیز گرامی مولانا منور سلطان صاحب ندوی مرتب فتاویٰ ندوۃ العلماء و رفیق علمی مجلس تحقیقات شرعیہ کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی، موصوف بڑی مستعدی سے مجلس تحقیقات شریعہ کے تمام کاموں کو مرتب اور منظم کرنے میں سرگرم عمل رہتے ہیں اور اپنے وقت کا بڑا حصہ ان کاموں میں صرف کرتے ہیں، خصوصا فیملی لا لکچر سریز اور لیگل لٹریسی کورس کو عملی شکل دینے اور بروقت انہیں منعقد کرنے میں ان کا بنیادی رول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں مزید برکت عطا فرمائے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کے ایک خادم ہونے کی حیثیت سے اس فقہی مذاکرے کے انعقاد پر میں رب کریم کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اس کی رحمتوں اور عنایتوں ہی سے اس باوقار فقہی سیمینار کا انعقاد ہو سکا، ان تمام علماء اور اصحاب افتاء کا ممنون ہوں، جنھوں نے علمی ریاضت اور عرق ریزی سے سوالات کے جوابات لکھے، اور ان تمام حضرات کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ملک کے طول وعرض سے اس فقہی سیمینار میں شرکت فرمائی ہے۔

شہر لکھنؤ کے معززین جو مجلس کی دعوت پر اس افتتاحی نشست میں شریک ہیں ان کا میں تہ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے وقت نکال کر اس پروگرام میں شرکت کر کے ہماری ہمت افزائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خطبہ استقبالیہ

برائے دوروزہ فقہی سمینار

از: مولانا کمال اختر ندوی

(مشیر ناظر عام ندوۃ العلماء)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین، امابعد!

قابل صداحترام صدر جلسہ حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء زید مجدہ، حضرات علماء وفضلاء، اصحاب افتاء وقضاء، ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے ذمہ داران مدارس وجامعات اور موقر مہمان گرامی!

ندوۃ العلماء کے کیمپس اور سابق شیخ الحدیث ومہتمم علامہ حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے منسوب اس خوبصورت ہال میں آپ سب کا استقبال کرتے ہوئے ہم اپنے دلوں کو خوشیوں سے معمور پا رہے ہیں، آپ کی تشریف آوری پر ندوۃ العلماء کی جانب سے ہم آپ کا خیر مقدم بھی کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، یقیناً آپ کے کاندھوں پر تدریسی، تربیتی، دعوتی اور ملی ذمہ داریوں کا بڑا بوجھ ہے، اس پر مستزاد سفر کی صعوبتیں اور راہ کی دشواریاں ہیں، ہجوم مسائل کے اس دور میں وقت فارغ کرنا بھی ایک اہم مسئلہ ہے، یہ تمام چیزیں ذمہ داران ندوۃ العلماء کے سامنے ہیں اور اس لئے وہ آپ حضرات کی آمد پر قلبی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرات! اسلام ہر حیثیت سے ایک مکمل دین ہے اور اس کی تکمیل کا اعلان خود رب العالمین کی جانب سے قرآن میں ہوا ہے، اللہ کے یہاں اس سے ہٹ کر کوئی دین ومذہب قابل قبول نہیں ہے، اور یہ دین جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مکمل کیا گیا ہے، عالمی بھی ہے اور دائمی بھی اور قیامت تک کے لئے ہے ہمیشہ یہ دین انسانیت کی رہنمائی اور مسائل کا حل پیش کرتا رہے گا، شریعت مطہرہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ایسے اصول ونمونے رکھ دیئے ہیں جن کو سامنے رکھ کر ائمہ مجتہدین، فقہاء اور ارباب افتاء پیش آمدہ مسائل

کی گتھیاں سلجھاتے رہیں گے، منصوص احکام اوران کے اندر مشترک علتیں تلاش کرکے غیر منصوص پر منصوص کا حکم لگاتے رہیں گے، اس طرح یہ شریعت زندہ وتابندہ، قوت ونمواور قیادت کی صلاحیت سے بھر پور ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ مصادر شریعت پر پوری نظر ہو، اور حالات کی صحیح تطبیق ہوایک فقیہ کا تفقہ یہی ہے کہ وہ صحیح صحیح انطباق کر سکے، اور جو شرعی حل ہے وہ اس سے متعین کر سکے، یہ ایک ایسا کام ہے جو ہر کس و ناکس کا نہیں ہے، اس کے لیے رسوخ فی العلم کی بھی ضرورت ہے اور خدا ترسی کی بھی ضرورت ہے، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے سامنے علم وفضل کی یہ جو کہکشاں موجود ہے اس مقصد کو پانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

حضرات! مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امت کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، وہ بہت سارے ہیں، لیکن بعض کام وہ ایسے کر کے دنیا سے رخصت ہوئے کہ وہ انوکھے بھی ہیں اور ہمیشہ یادگار رہنے کے قابل ہیں، مثال کے طور پر ''آل انڈیا پیام انسانیت فارم'' کی تشکیل ہے، ''دینی تعلیمی کونسل'' کی تشکیل ہے اور اسی طریقے سے ''رابطۂ ادب اسلامی'' کی تشکیل ہے، یہ وہ انوکھے کام ہیں جن کو حضرت مولانا نے اپنی فکر، اپنے مطالعے اور عالم اسلام کے حالات پر گہری بصیرت رکھنے کے نتیجے نے یہ کام ان سے اللہ نے لیے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' کا قیام بھی ان کے عظیم کاموں میں شمار کیا جانے کے قابل ہے، ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' کا قیام ۱۹۶۳ میں ہوا ہے، اس سے پہلے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کی آوازیں عالم اسلام سے بلند ہو چکی تھی، لیکن ہندوستان میں اس آواز پر سب سے پہلے جس شخصیت نے لبیک کہا وہ حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذات گرامی تھے، بات یہ تھی کہ مسائل پر غور وخوض انفرادی نہ ہو بلکہ اجتماعی ہو، اجتماعی غور وفکر کے نتیجے میں جو فیصلے آئیں گے وہ فیصلے قابل قدر بھی ہوں گے اور نافذ العمل بھی ہوں گے، آج کا یہ پروگرام اسی سمت اٹھنے والا ایک مبارک قدم ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ہمارے مندوبین اور علماء وفضلاء، ارباب افتاء ایسے فیصلے اجتماعی طور پر کریں گے جو ملت کے لیے مفید اور نافع ہوں گے اور شریعت کی روح اس کے اندر پائی جائے گی، حضرات میں اپنی بات کو طول دینا نہیں چاہتا اسی پر ختم کرتا ہوں، ایک مرتبہ پھر آپ سب کا اس ہال میں اور دار العلوم میں خیر مقدم کرتا ہوں اور اپنی محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

تاثرات

مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی
(عمید کلیۃ الشریعۃ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

حمد وصلاۃ کے بعد!

مجلس تحقیقات شرعیہ کے قیام کا پس منظر اور اس کی سرگرمیوں کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد فرمایا:

یہ فقہی سیمینار ہر وقت کے پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں ہوتے ہیں، زمانہ تغیر پذیر ہے، حالات بدلتے رہتے ہیں، نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کو حل کرنے کے لیے الحمدللہ ثم الحمدللہ علمائے کرام اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت اور کوشش کرتے رہے ہیں، ہر زمانہ میں علماء نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس طرح کے مسائل کا مقابلہ کیا ہے اور ان کے جوابات وفتاویٰ ملت کو دیے ہیں اور اس کے مطابق الحمدللہ ملت نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھایا ہے، اس وقت زمانہ کی تیز رفتاری پہلے کے بالمقابل بہت زیادہ ہوگئی ہے، ہر روز اور ہر وقت نئے نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں، جن مسائل پر اس سہ روزہ فقہی سیمینار میں گفتگو ہوگی، وہ کچھ مسائل تو ایسے ہیں جو پہلے سے تھے اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی چند دنوں یا چند سالوں کے اندر پیش آئے ہیں، آپ حضرات کو ان کے حل کے لیے یہاں دعوت دی گئی ہے، مجلس کی طرف سے بھی آپ کا استقبال کرتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری پر دار العلوم کی طرف سے بھی۔ جو آپ کا میزبان ہے۔ آپ کا استقبال کرتے ہیں۔

اس وقت جو حضرات علمائے کرام یہاں تشریف فرما ہیں، وہ واقعی ملت کے علمی خانوادہ کا کریم ہیں۔ الحمدللہ یہاں بڑے باوقار، ذی استعداد اور صاحبِ علم علماء موجود ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی یہاں تشریف آوری کو ہر طرح مبارک کرے اور ہر طرح کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔

تاثرات

مولانا مفتی عبیداللہ اسعدی

(سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد!

حضرات! مجلس تحقیقات شرعیہ اپنے وجود میں ایک قدیم ادارہ ہے، ابھی کچھ تفصیل ہم نے سن لی ہے، اس وقت جو چند سال سے اس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو جو ماہانہ یا دوماہی نشستیں ہورہی ہیں معاشرتی مسائل وغیرہ پر وہ ایک بڑا قیمتی کام ہے جو اس کے واسطہ سے انجام پا رہا ہے، اور سیمینار کے سلسلہ کی یہ دوسری کڑی ہے اللہ تعالیٰ بحسن خوبی اس کو اختتام تک پہنچائے۔

جس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مدارس جن کی خدمات بڑی نمایاں ہیں وہ ذہن ان کے حق میں برابر باقی ہے کہ کیا ضرورت ہے، کیا نفع ہے، کیا فائدہ ہے؟ یہاں پڑھنے والوں کو یا ڈگری لینے والوں کو کیا حاصل ہوتا ہے؟ کیا ملتا ہے؟ اسی طرح ایک ذہن یہ بھی ہے کہ اس قسم کی مجالس اور اداروں کی کیا ضرورت ہے، نئے نئے مسائل کی تحقیقات اور اس کے پیچھے اتنا بڑا اہتمام، انتظام اس کی کیا ضرورت ہے؟ کون پوچھتا ہے اور کون مانتا ہے؟ بات یہاں تک لوگ کہتے ہیں، ہم نے سنا ہے معتبر ذریعہ سے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے جب "الحیلۃ الناجزۃ" جیسا کارنامہ انجام دیا جس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی جس انداز میں اس کام کو انجام دیا گیا ہے، تب بھی بعض لوگوں نے کچھ اس طرح کی بات کہی کہ گویا ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھول دیا گیا، یہ صورت اختیار کر کے کہ ہم فقہ حنفی کو چھوڑ کر، فقہ مالکی یا کسی دوسری فقہ سے استفادہ کریں، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ایک مشہور رسالہ ہے جو گویا "الحیلۃ الناجزۃ" کا ہی ایک نقش اور عکس ہے "کتاب الفسخ و التفریق" اس کے مقدمہ میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ کیا ضرورت ہے ان کاموں کی، تم کہتے ہو ضرورت یہ ہے کہ بہت سے لوگ خواتین مثلاً مرتد ہورہی ہیں اور ان کی مشکلات کو حل نہ کرنے کی صورت میں وہ ارتداد کی راہ اختیار کررہی ہیں، تو جو مرتد ہورہا ہے ہونے دو، تمہیں کیا پریشانی ہے، اس قسم کی چیزیں ملتی ہیں، لوگ کہتے ہیں، لیکن بات اس کی ہے کہ جو لوگ دین کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ کیا انھیں آگے بڑھ کر امت کو درپیش اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کی، سامنے آنے

سے پہلے سمجھنے کی اور سامنے آنے پر اس کی تیاری اور جب کہ مسائل درپیش ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ ناپید ہیں ان کی فکر کی جائے، یہ اسوہ اور نمونہ ہے ہمارے سامنے ہمارے اکابر ممتاز فقہائے امت کا، اور یہ ذہن کہ کون پوچھتا ہے، کون مانتا ہے یہ دراصل ناواقفیت ہے یا پھر کچھ اور ہے۔

ایک مسلمان اسلام سے وابستگی رکھتا ہے، بلاشبہ ایک بڑی تعداد بے پرواہ ہو کر اپنے کاموں میں لگی ہے، لیکن کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے کوئی چیز ہوتی ہے تو ان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے، وہ سوال کرتے ہیں، مسئلہ پوچھتے ہیں، یہاں ارباب افتاد موجود ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کئی حضرات اس کی تائید کریں گے، شہادت دیں گے کہ پوچھنے والا بسا اوقات یہ کہتا ہے کہ مولانا/مفتی صاحب اگر یہ جائز ہو تو ہم کریں گے اور اگر یہ ناجائز ہو تو ہم نہیں کریں گے۔

جیسے آج ہم اپنے ملک میں دیکھ رہے ہیں، اپنے اکابر کے فیض سے کہ کئی طرح کے ادارے کام کر رہے ہیں جن سے مجموعی طور پر مسلمانوں کی، اسلام کی حفاظت ہو رہی ہے اور مذہبی تشخص باقی و برقرار ہے اسی طرح نئے مسائل پر تحقیق کرنے ان اداروں کی بھی ضرورت ہے، عالمی سطح پر بھی یہ ادارے ہیں ہمیں معلوم ہے اور ملکی سطح پر بھی الحمدللہ اس وقت ہمارے یہاں کئی ادارے کام کر رہے ہیں اور ابھی بات آئی کہ مجلس تحقیقات شرعیہ کو یہاں برصغیر میں خالی ہندوستان کی بات نہیں ہے سبقت حاصل ہے، اس میں دخل ہے ندوۃ العلماء جس چیز کا نام ہے اس کا، جو ذہن و مزاج تھا اس کے بانیان کا، کہ پوری امت اور امت کی تمام ضروریات ان کے سامنے ہیں اس کا دخل اور پھر ہم سب کے مخدوم، ہم سب کے مربی، ہم سب کے محسن حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن و مزاج کا دخل تھا۔

انھوں نے اس ضرورت کا احساس کیا اور پہل کی اور ایک تسلسل سے اس کی مجلسیں ہوئیں، اور ان مجلسوں کی بازگشت برصغیر کے دوسرے ملکوں تک بھی گئی، وہاں بھی سوالات گئے، وہاں بھی مذاکرہ ہوا اور فائدہ اٹھایا گیا سوال جواب سے۔

حالات ہیں، دنیا ہے جس کی بنا پر کچھ تعطل ہوا، اس کے بعد پھر دوسری مجالس وجود میں آئیں، مباحث فقہیہ جمعیت علماء ہند کے ماتحت اور اسلامک فقہ اکیڈمی جس کے بانی حضرت قاضی مجاہد الاسلام رحمۃ اللہ اور سرپرستی ہمارے تمام اکابر کی تھی جس میں حضرت مولانا بھی شامل تھے، مولانا منت اللہ صاحب بھی تھے، اس وقت کے تمام اکابر تھے، فقہ اکیڈمی کے قیام اور اس کی ان فقہی مجالس نے ایک تحریک پیدا کی، جس کے نتیجہ میں ہمارے ملک میں ایسی کئی مجلسوں کا وجود ہوا، ملکی پیمانہ پر، صوبائی پیمانہ پر، علاقائی پیمانہ پر، ادارتی پیمانہ پر، سب خبریں ہم تک نہیں آتیں لیکن الحمدللہ ایک مزاج بنا، ایک فکر ہوئی، ایک احساس ہوا کہ ضرورت ہے اس بات کی کہ درپیش مسائل جو ہمارے دارالافتاء میں آئے ہیں، بعض مرتبہ علاقائی ہوتے ہیں، ان میں ہم اجتماعی غور و خوض کریں، مل جل کر بیٹھ کر، یا رابطہ کی

دوسری شکلوں کے واسطہ سے مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر کوئی ایسا فیصلہ سامنے آئے کہ جس میں کسی ایک کی ذمہ داری پر بات نہ ہو اور آج کے حالات میں اگر یہ کہا جائے کہ تمام مجامع فقہیہ اس پر متفق ہیں کہ یہ جو عصری پیچیدہ مسائل ہیں جو بسا اوقات بالکل نئے ہوتے ہیں، خالص حالات کے پیدا کردہ اور بعض قدیم ہوتے ہیں لیکن ان میں کچھ ایسی چیزیں سامنے آتی ہیں کہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ غور وخوض کیا جائے تو جمع ہوکر، بیٹھ کر جس کے نتیجہ میں کچھ نئے پہلو سامنے آتے ہیں بعض احباب کے سامنے، کچھ رائے بدلتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے، معلومات کا فرق ہے اور پھر ایک محتاط فیصلہ سامنے آتا ہے جس کی ذمہ داری پوری جماعت کے کندھوں پر ہوتی ہے کسی ایک فرد پر نہیں ہوتی، تو یہ ایک بڑی ضرورت ہوگئی ہے، عالمی سطح پر کئی مجامع ہیں جو کام کر رہی ہیں اور ہمارے یہاں الحمدللہ جیسا کہ ذکر کیا قریبی وقت میں مجمع الفقہ الامام الشافعی کا بھی قیام ہو چکا ہے، ظاہر ہے کہ یہاں ہمارے ہندوستان میں دوسری کوئی فقہ اگر ہے جو اپنا ایک بڑا احاطہ رکھتی ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور ان کا مذہب ہے، اور بھی مجالس ہیں، تو یہ ایک بڑی ضرورت ہے علمی، دینی اور ملی، جو کچھ بھی اس کے پیچھے لوازم ہوں، محنت ہو، وقت، خرچ، تمام چیزیں، جس حکم تک رسائی ہو اور سامنے آئے، اگر امت کے ایک فرد نے بھی اس سے فائدہ اٹھالیا اور اس کی بے چینی ختم ہوگئی تو یہ ساری محنت اور سارا خرچ وصول ہو جائے گا، ان شاء اللہ! کیوں کہ دین تو قیامت تک کے لیے ہے اور سب کے لیے ہے، سارے مسائل جو بے چینی کے ہیں ان لوگوں کے لیے جو چاہتے ہیں کہ ہم دین حق پر اس کی رہنمائی میں چلیں، اور اپنے کاموں کو، ضروریات کو اور کاروبار کو انجام دیں تو ایسے بے چین افراد، طالب حق افراد ان مجالس کے ذریعہ ان کے حق میں سکون دل کا انتظام ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ روایت معروف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے ایک موقع پر دریافت کیا کہ اگر کوئی چیز ایسی ہمارے سامنے آئے جو کتاب وسنت میں موجود نہ ہو تو کیا کریں تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "**اجمعوا الھا الفقھاء العابدین، الفقھاء و العابدین**" واو کے ساتھ بھی ہے اور واو کے بغیر بھی، واو کے ساتھ ہے تو دونوں طرح کے طبقے اور واو کے بغیر ہے تو ایک ہی طبقہ، علم بھی چاہیے، ورع وتقویٰ بھی چاہیے، احتیاط بھی چاہیے، خدا ترسی بھی چاہیے، جب خدا کے لیے کوئی کام کیا جائے گا تو خدا ترسی بھی تو چاہیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**الفقھاء العابدین**" فقہاء عابدین کو جمع کرو، اتنا بڑا مجمع جو ایسی مجالس میں جمع ہوتا ہے ظاہر ہے جو کچھ ہو، جو بھی حالات ہوں لیکن اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ اتنے بڑے مجمع کے واسطہ سے جو کام ہوگا، ان شاء اللہ وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہوگا، جب نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ اجتماعیت کے ساتھ اللہ کی نصرت ہے، "**ید اللّٰہ علی الجماعۃ**" جماعت کتنی بڑی ہو اس کا تذکرہ نہیں، بات یہی ہے کہ پھر احتیاطیں جمع ہو جاتی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان مجالس کو اور ان محنتوں کو قبول فرمائے اور ہمارے اکابر کے اس سرمایہ کو برابر باقی رکھے۔

تاثرات

مولانا رحمت اللہ میر

(بانی ومہتمم دارالعلوم رحیمیہ، کشمیر)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی أما بعد!

اس حقیر کا اس کہکشاں میں آپ حضرات کی خدمت میں موجود ہونا یہ ہمارے اکابر کی شفقت کا مظہر ہے، میرے پاس مبارک باد کے لیے الفاظ نہیں، مجلس تحقیقات شرعیہ کا یہ احیاءِ نو اور اس کی نشاۃ ثانیہ جو ہمارے حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں اس وقت جاری ہے، اور ہمارے بزرگ محترم حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب دامت برکاتہم اس کارواں کو اپنے رفقاء کے ساتھ لے کر چل رہے ہیں، اور ان کے پر مغز کلیدی خطاب میں انھوں نے جس سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے، اس پر قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرنا فریضہ سمجھتا ہوں، یہاں جو مجمع موجود ہے، یہ خیر کا مجموعہ ہے، خالق کائنات نے اپنی مخلوقات میں اشرف المخلوقات کے لیے ہدایت کا جو نظام بھیجا اور جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین مبعوث ہو کر آپ اس امت کے سپرد کر گئے اور اس کو مکمل کر گئے، ہمارا ماننا ہے کہ یہ کامل دین ہے اور اس کامل دین کے تمام شعبوں میں اس نئی زندگی میں مسائل ہی مسائل ہیں، اس لیے اس اجتماعی اجتہاد کی اور اس غور وفکر کی بہت ضرورت ہے، ایمانیات کے شعبہ میں بھی مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اور عصر حاضر کے ماحول میں، عبادات کے بھی، معاملات کے بھی، معاشرت کے بھی، اخلاق کے بھی، اور اس سے بڑھ کر چوں کہ ہم دین کامل میں یہ بھی مانتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام شعبوں کے علاوہ ابواب الملاحم کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اشراط الساعۃ کا بھی ذکر فرمایا ہے، ان ملاحم میں اور اشراط الساعۃ میں امت مسلمہ منتشر ہوتی ہے حالات کے سامنے آنے سے، ان سب شعبوں میں اگر کوئی رہبری کر سکتے ہیں تو وہ یہی خیر کا مجمع ہے، جن کو اوّلاً خیر امت کا خطاب ملا، پھر "**خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ**" میں بھی خیر کا خطاب ملا، اور اس سے آگے بڑھ کر "**من یرد اللّٰہ بہ خیر اً یفقھہ في الدین**" میں بھی خیر کا خطاب ملا، جس طبقہ کو اللہ نے اتنی بار خیر کے خطاب کا اعزاز عطا فرمایا ہو، تو اس کے سوا کسی

سے اس رہبری کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جتنے بھی اجتماعات ہورہے ہیں، جتنی ضرورت ہے، یہ اس سے بہت کم ہیں، کیوں کہ مسائل کا ہجوم اس مشنری دور میں بہت تیزی سے امت کی طرف آرہا ہے، اس لیے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ضرورت کے وقت ضرورت کا پورا کرنا اور اس کے لیے ہمارے جن اکابر نے فکر کیا ہے یہ ان کا امت پر احسان ہے، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں خوب برکت عطا فرمائے۔

خصوصاً ابھی جو تذکرہ ہوا مسلم فیملی لا سے متعلق خصوصی کورس کا، مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں جب جب مجموعی قوانین اسلامی کا تذکرہ آتا تھا، تو ہم اپنے محدود تجربات کی روشنی میں یہ عرض کرتے تھے کہ جن قانون داں حضرات سے اور ماہرین سے ہمارا واسطہ پڑتا تھا، وہ اکثر اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے، کہ ایسا ایک مرتب مجموعہ چاہیئے، ورنہ بہت سے قانون سے تعلق رکھنے والے مسلم پرسنل لا سے متعلق بہت غلط فہمیوں کا شکار رہتے ہیں، اور اب بھی یہ صورتیں صرف اس ملک میں نہیں بلکہ باہر کے عرب اور یورپین ممالک میں بھی ہیں، اسی طرح سے یہ جو فیملی لا سے متعلق اس وقت صورتِ حال ہے، جو اس میں تذکرہ ابھی آیا، بہت خوشی ہوئی سن کر، کہ اس سلسلہ میں خصوصی کورس بھی تحقیقات شرعیہ کے تحت میں مرتب کیا جارہا ہے، وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اللہ کرے یہ سارے پروگرام بہت ہی عافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچیں۔ آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اپنی مختصر بات کو ختم کرتا ہوں۔

تاثرات

مفتی حبیب اللہ قاسمی (اعظم گڑھ)

سلام اور حمد وصلوٰۃ کے بعد!

قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: فقیه واحد أشد علی الشیطان من ألف عابد، أو کما قال علیه الصلاۃ والسلام۔

صدر محترم، مقتدر حضرات علمائے کرام معزز حاضرین!

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے: **موت الأکابر کبرنا**، بھائی ہم نے تو نہیں کبھی سوچا تھا کہ ہم بڑے بنیں گے، نہ کبھی اس کی خواہش کی تھی اور نہ کبھی بڑے کی مسند پر بیٹھنے کو خواب میں دیکھا تھا، لیکن کریں کیا، دنیا کا نظام ہے۔

ان آنکھوں نے دیکھا ہے اس منظر کو، یہ بڑا آپ کا حال ہے، اسی طرح کے ہال میں ادبِ اسلامی کا پروگرام ہوا تھا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ موجود تھے اور بڑی تعداد علمائے عرب کی یہاں پر آئی تھی، اور کوئی عالم ایسا نہیں تھا جو کھڑا ہوکر یہ نہ کہہ رہا ہو: **کما قال شیخنا، کما قال مربینا، کما قال: أستاذنا** اور مولانا کی طرف اشارہ کرتا تھا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی طرف اشارہ کرکے ہر عرب عالم یوں کہتا تھا کہ جیسا کہ ہمارے حضرت نے فرمایا۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ جن کا تذکرہ بہت دیر سے چل رہا ہے، اور جن کا لگایا ہوا اور سینچا ہوا یہ چمنستان علم وعمل ہے، اور جس کی رونقیں ہمارے اور آپ کے سامنے میں، حضرت مولانا ایک مرتبہ جون پور تشریف لے گئے، مولانا کرامت علی شاہ ملاٹولہ ایک محلہ ہے، اہل علم حضرات جانتے ہیں، وہاں حضرت کا خطاب تھا۔ اس خطاب میں حضرت نے فرمایا: "**المعلم لا یکون معلما حتی یکون ملهما**" کوئی بھی مدرس اور کوئی بھی استاد اس وقت تک کامل استاذ نہیں ہوسکتا جب تک وہ ملہم من جانب اللہ نہ ہو، اور ملہم من جانب اللہ کب ہوگا؟ **من عمل بما علم أورثه اللہ** سبحانہ وتعالیٰ **علم مالم یعلم**، جب معلومات کو آپ معمولات بنالیں گے۔

ماشاء اللہ! ایک زمانہ تک دنیا والے یہ سمجھتے رہے کہ ندوۃ العلماء والے سیرت، تاریخ وسوانح کی ہی صرف تعلیم دیتے ہیں، لیکن اب اس مجلس اور نورانی محفل نے ثابت کردیا کہ نہیں! امت کے اہم مسائل کے سلسلہ میں بھی ندوۃ

العلماء سرگرداں ہے اور ندوۃ العلماء کے ذمہ دار حضرات فکرمند ہیں، میں مبارک باد دیتا ہوں اور قابلِ مبارک باد سمجھتا ہوں ان حضرات کو جو اس تحریک سے وابستہ ہیں، ان اکابرین کو مبارک باد دیتا ہوں جو اس کی سرپرستی کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمروں کو دراز فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں صحیح ڈھنگ سے اور پوری یکسوئی کے ساتھ فقہ اور تفقہ میں لگنے کی ہمت، قوت، طاقت اور توفیق عطا فرمائے۔

تاثرات

مولانا ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی

(سکریٹری جماعت اسلامی ہند)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلّي علی رسول الکریم، أما بعد!

ندوۃ العلماء میں میری حاضری اور مجلس تحقیقات شرعیہ کے سیمینار میں میری شرکت میرے لیے بہت زیادہ خوشی اور سعادت کی بات ہے۔ پچھلے سال بھی یہاں میری حاضری ہوئی تھی۔

ہر مدرسہ کا ایک امتیاز ہوتا ہے، اسلامی علوم میں اسے کچھ خوبیاں حاصل ہوتی ہیں اور کچھ پہلوؤں میں کمی ہوتی ہے، لیکن ادھر گزشتہ چند سالوں میں جتنی تیزی سے فقہ کے موضوع پر ابنائے ندوہ کی کتابیں سامنے آئی ہیں اور فقہ کے میدان میں ان کی سرگرمیوں میں برابر اضافہ ہوا ہے، سیمیناروں کا انعقاد ہو رہا ہے، دوسری مجالس منعقد ہو رہی ہیں، اس سے جو بعض لوگ یہ بات کہتے تھے کہ فقہ کے میدان میں ندوہ کا کوئی خاص قابل ذکر کام نہیں ہے، ان کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا تذکرہ بار بار آرہا ہے، ۱۹۶۳ء میں اس کی تاسیس ہوئی تھی، مجلس کی تاسیس سے پہلے ندوہ کی مجلس انتظامی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے فقہی موضوعات پر اور خاص طور سے اجتماعی اجتہاد کے موضوع پر اظہار خیال کیا تھا اور اسی میں ایک ادارہ کے قیام کی تجویز پیش کی تھی، جس کا بعد میں عملی انطباق کیا گیا۔ مولانا ہی کی ایک تحریر میں یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ ندوہ کے سابقہ اجلاس جو ہوتے تھے اس میں بھی اس طرح کی تجاویز پیش ہوتی رہی ہیں، چنانچہ مولانا نے ۱۹۲۶ء کے ندوۃ العلماء کے اجلاس کانپور کا تذکرہ کیا ہے کہ اس میں حکیم محمد اجمل خاں۔ جو ندوہ کی مجلس انتظامی کے رکن تھے۔ انھوں نے ہی فقہ کے میدان میں کاموں کی ضرورت اور ندوہ کے اکابر کو اس میدان میں آگے بڑھنے کا احساس دلایا تھا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کی تاسیس کے موقع پر اس کے جو مقاصد طے کیے گئے تھے، ان میں ۳/ باتوں کا تذکرہ ملتا ہے:

(ا) نئے مسائل پر غور کرنا اور کسی اجتماعی فیصلہ تک پہنچنا۔

(۲) خاص طور سے مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل کی تنقیح، ترتیب اور تدوین۔

(۳) جن مسائل میں اس دور میں عامۃ المسلمین کے لیے نا قابل عبور دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں، فقہ اسلامی کے مسلم مگر وسیع حدود کی پابندی کرتے ہوئے ان میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔ گویا یہ کہ عوام کو جن مسائل میں دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں، ان کے لیے نئے حالات میں ایسی صورتیں نکالی اور بیان کی جائیں کہ جس سے ان کو دین کے احکام پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔ یہاں پر ایک بات کا میں تذکرہ کرنا چاہوں گا کہ اگر ضرورت ہو کسی ایک فقہ پر عمل کرتے ہوئے اگر ہم عوام کے لیے کوئی آسانی نہیں نکال سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسری فقہ میں اگر کچھ آسانی پیدا ہو رہی ہے تو اس کو اختیار کیا جائے۔ اس سے پہلے بھی علماء اس کو اختیار کرتے رہے ہیں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا مقصد قیام ہی یہ بیان کیا گیا تھا کہ فتاویٰ میں عوام کی سہولت کو مدنظر رکھا جائے۔

اس سیمینار کے جو تین موضوعات مقرر کیے گئے ہیں ان کا بھی تعلق عوام سے ہے۔ سونے چاندی کے نصاب کو ضم کرنے کا مسئلہ، جو فتاویٰ ہیں اس اعتبار سے چاندی کا نصاب اتنا معمولی ہو گیا ہے کہ غریب سے غریب آدمی بھی اب صاحب نصاب ہو گیا ہے۔ عام طور سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اگر ایک شخص صاحب نصاب ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ یہ عام لوگوں کا مسئلہ ہے، اس لیے ہم ضم نصاب کے تعلق سے ایسی صورتیں بیان کریں جس سے عوام دشواری سے بچے۔

عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے تو یہ شر پسندوں اور عصبیت کے مارے لوگوں کی وجہ سے ہے، اب اس میں طرح طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اس میں ہم ایسی صورتیں بنائیں کہ جس سے عام لوگوں کو نمازوں کی ادائیگی میں آسانی ہو۔

خاص طور پر جو تیسرا موضوع ہے: خواتین کی مسجد میں حاضری، یہ موضوع بہت اہم ہے، اس معنی میں ہم یہ سمجھتے تھے کہ شریعت عورتیں تو گھر میں رہتی ہیں، اور گھر سے باہر جو عورتیں ہیں وہ تو بس ایسے ہی ہیں، لیکن اب معاملہ بدل گیا ہے، پابند شرع باحجاب خواتین بھی تعلیمی اداروں میں ہیں، ملازمت کے اداروں میں ہیں، کئی کئی گھنٹے ان کو گھر سے باہر رہنا ہوتا ہے، تو کیا جب وہ گھر سے باہر ہوں تو نماز نہ پڑھیں، یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے، موجودہ دور کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ان مسائل کو اس طرح حل کرنا چاہیے کہ جو عام مسلمان، مرد ہوں یا عورت وہ اپنے روزمرہ کی زندگی میں جن مسائل سے دوچار ہیں، ان کو ان کا حل مل سکے۔

میں اس سیمینار کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے مدعو کیا اور مزید یہ شکریہ کہ اس موقع پر اظہار خیال کا موقع دیا۔

تاثرات

مفتی عبدالرزاق قاسمی

(استاذ فقہ دارالعلوم دیوبند)

حمد وصلوٰۃ کے بعد:

فقد قال النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا یزال اللّٰہ یغرس في ھذا الدین غرسا ثم یستعملھم في طاعتہ۔ (رواہ ابن ماجۃ)۔

اللہ تعالیٰ تا قیامت اس دین کے اندر کچھ پودے لگا تا رہے گا اور پھر اللہ تعالیٰ ان پودوں کو اپنی اطاعت کے لیے استعمال کرتا رہے گا۔)

حضرات محدثین نے اس حدیث کی تشریح میں بہت وسعت سے کام لیا ہے۔ مختصراً عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں جن پودوں کا ذکر ہے، اس سے مراد کوئی ہرے بھرے پودے نہیں ہیں بلکہ علمی پودے ہیں اور علمی پودوں کے اندر وہ تمام ادارے وہ تمام مجامع اور وہ تمام افراد داخل ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کی خدمت کے لیے کسی بھی جہت سے منتخب کر رکھا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ بشارت دے دی ہے کہ حالات جیسے بھی آئیں، لیکن اللہ تعالیٰ ایسی شجرکاری علمی پودوں کی آب یاری قیامت تک جاری اور ساری رکھے گا، یہ ادارے، یہ فقہی مجامع انھیں کا جیتا جاگتا ایک ثبوت ہیں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کے کئی ایک مقاصد بیان کیے گئے، جن میں جو بنیادی اور اہم مقصد ہے وہ جدید پیش آمدہ مسائل میں اجتماعی غور وفکر کرنا ہے، اجتماعی طور پر فقہی مسائل کا حل تلاش کرنا یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، کسی ایک فرد کی رائے کو اختیار مت کیجیے، اس لیے کہ فرد واحد کی رائے میں خطا کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں، اجتماع کی شکل میں جو غور وفکر کیا جاتا ہے، اس میں غلطی کے امکانات کم ہوتے ہیں، عہد خیر القرون سے ہی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ دور فاروقی کے اندر بھی اس طرح کی مجامع موجود تھیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات فقہاء صحابۂ کرامؓ کو اکٹھا فرمایا کرتے تھے اور ان سے مذاکرہ اور مشورہ کرنے کے بعد مسائل کا حل تلاش کیا کرتے تھے، جن کے اندر حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور دیگر اکابر

صحابہ موجود تھے، ان سے بار بار مسائل شرعیہ میں حضرت عمر فاروقؓ مذاکرے فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد فقہائے سبعہ کا دور آتا ہے، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، قاسم بن ابی بکر، عبید اللہ، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، یہ فقہائے سبعہ ہیں، ان کی اجتماعی جدوجہد اور کوششیں کسی سے چھپی نہیں ہیں، یہ سب کے سب اکٹھے ہوکر مختلف مسائل کے اندر غور وفکر کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور آتا ہے، وہ بھی اپنے دورِ خلافت کے اندر کوئی اہم مسئلہ پیش آیا کرتا تھا، تو جب تک اکابر سے، علماء سے، فقہاء سے مسئلہ کے بارے میں اجتماعی حل تلاش نہ کرلیا جاتا تھا تب تک کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا کرتے تھے۔ فقہائے اربعہ کا دور آتا ہے، بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہؒ نے چالیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی، جس نے اجتماعی اجتہاد کو پروان چڑھایا۔ موسوعہ فقہیہ الکویتیہ کے مقدمہ میں اجتماعی اجتہاد کی امثلہ پیش کی ہیں، ان امثلہ کو پیش کرتے ہوئے انھوں نے یہ لکھا ہے کہ:

”و من الأمثلة للجهد الجماعي في المؤلفات الفقهية الجارية مجرى الموسوعات الكتاب المعروف في الفقه الحنفي بالفتاوى الهندية، الذي اشترك في إنجازه ثلاث وعشرون فقهاء من كبار علماء الهند۔“

یعنی عہد عالمگیری میں ۲۳؍افراد پر مشتمل بڑے بڑے علماء کی ایک کمیٹی تھی، بڑے بڑے علماء کی ایک کمیٹی، ایک اسلامی نظام کو فقہ اسلامی کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اور جو قضا اور فیصلے عدالتوں کے اندر کیے جائیں، ان کو اسلامی شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اورنگ زیب عالمگیرؒ نے ”فتاویٰ عالمگیری“ کی شکل میں یہ مجموعہ تیار کرایا۔

تو اس طرح سے اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ اجتماعی غور وخوض، اجتماعی غور وفکر کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اس امت مسلمہ کے لیے۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کو یہ سبقت حاصل ہے کہ اس وقت کے اکابر نے اس سلسلہ میں پہل کی ہے اور ۱۹۶۳ء کے اندر مجلس تحقیقات شرعیہ کو قائم کیا ہے۔ اس کے بعد ۱۹۷۰ء کے اندر ادارہ مباحث فقہیہ قائم کیا گیا، ۱۹۸۹ء کے اندر اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کا وجود ہوا، یہ تین ادارے ایسے ہیں جو ہمارے اکابر نے قائم کیے ہیں اور ہمارے اکابر نے دوررس نگاہوں کے نتیجے میں ان اداروں کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ سب سے پہلے قائم مجلس تحقیقات شرعیہ ہوئی، لیکن اس کے فقہی سیمینار سب سے کم ہوئے، کل اب تک ۴؍فقہی سیمینار ہوئے اور یہ پانچواں سیمینار ہے، جس میں آپ اور ہم شریک ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں ادارہ مباحث فقہیہ قائم ہوا، جمعیۃ علماء ہند کے زیر نگرانی اور اس کے فقہی اجتماعات کل ۱۸؍ہوئے ہیں۔ اور آخر میں سب سے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا وجود ہوا اور اس کے فقہی سیمینار سب سے زیادہ ہوئے ہیں، ۳۱؍فقہی سیمینار ہوچکے ہیں اور ۳۲؍ویں کی تیاری ہے۔ لیکن ان خدمات کو تاریخ

فراموش نہیں کرسکتی، جیسے انوکھے اور اہم مسائل کو یہ ادارے اٹھا رہے ہیں اور ان پر اجتماعی غور وخوض ہو رہا ہے، اس اجتماعی غور وخوض کے نتیجے میں جو تجاویز اور فیصلے امت کے سامنے آتے ہیں، وہ انتہائی قیمتی فیصلے ہوتے ہیں، اور پھر ایک چیز اور ہے، ان اداروں میں چاہے وہ مجلس تحقیقات شرعیہ ہو، ادارہ مباحث فقہیہ ہو، یا اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ہو، انھوں نے ہمارے نوجوان علماء اور فضلاء کو لکھنے کا ایک راستہ دکھلایا ہے، حضرت مولانا اختر امام عادل صاحب کی کتاب ۶/جلدوں میں آرہی ہے، یہ انھیں فقہی سیمیناروں کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مجلس تحقیقات شرعیہ کو استقلال کے ساتھ اور تسلسل کے ساتھ نئے پیش آمدہ مسائل پر اسی طرح کے سیمینار منعقد کرنے اور اس کے دائرہ کو مزید وسیع کرنے کی توفیق دے۔

تاثرات

مولانا نیاز احمد ندوی

(صدر مفتی دارالافتاء، ندوۃ العلماء)

میں صرف دو تین جملے کہہ کر اپنی بات ختم کروں گا: پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مرحوم سیاسی جماعت کے کچھ افراد ابھی چند دن پہلے ہمارے یہاں آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ یہ علماء کرام نئے مسائل پر، مختلف فیہ مسائل پر اجتماعی غور وفکر کیوں نہیں کرتے، تو میں نے ان تینوں فقہی اکیڈمیوں کے حوالے سے بتایا کہ بہت مفید کام ہو رہا ہے، دوسری بات مجلس تحقیقات شرعیہ یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو قائم ہوئی اور ۱۹۷۰ء-۱۹۷۱ء تک اس کے بہت مفید اور بڑے علمی کام ہوئے۔ اگرچہ مختصر سے تھے لیکن بہت مفید کام ہوئے لیکن جب ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۹ء میں یا ۱۶/فروری ۲۰۲۰ء میں جس کو نئی زندگی دی گئی، اس کی نئی شکل قائم ہوئی تو اس کے بعد سے اس نے مختلف نوعیتوں کے بہت سارے مفید کام کیے، جن کی تفصیلات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔

چند سال پہلے ایک سوال آیا کہ ایک عالم دین نے گنیش کی مورتی کی پوجا کی اور پھر پوجا کی پوری تفصیل تھی، پھر سوال یہ تھا کہ قوم یہ جاننا چاہتی ہے کہ مذکورہ عالم دین مسلمان رہے یا نہیں رہے اور یہ کسی دینی ادارہ کے رکن رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ سوال جب آیا تو میں نے یہ سمجھا کہ سائل کو سوال کا جواب معلوم ہے، وہ ہمارے دارالافتاء کو استعمال کرنا چاہتا ہے، میں نے فوری طور سے جواب دیا کہ غالباً مذکورہ عالم دین کے بارے میں یہ باتیں آپ کو بذریعہ اخبار معلوم ہوئی ہوں گی، ہمارے دارالافتاء سے کسی اخباری خبر پر کوئی فتویٰ جاری نہیں ہوتا، اگر آپ کو اس مسئلہ سے واقعہ دلچسپی ہے تو اس اخبار کا تراشہ اسی عالم دین کو بھیجئے اور ان سے پوچھئے کہ آپ کے بارے میں اخبار میں یہ خبر آئی ہے، یہ خبر کتنی صحیح ہے اور کتنی غلط ہے اور آپ نے دوسروں کے مذہبی پروگرام میں کیوں اور کس حد تک شرکت کی ہے؟ ان کی وضاحت کے بعد شریعت کا جو حکم ہوگا، بتا دیا جائے گا، پھر اس کے بعد جواب نہیں آیا، اگر میں نے (جیسے عام طور سے ہے) کہ اگر سوال صحیح ہے، واقعہ صحیح ہے تو مذکورہ عالم دین مسلمان نہیں رہے اور کسی دینی ادارہ کے رکن نہیں رہ سکتے، تو اگلے دن اخبار میں یہ خبر آتی کہ ندوۃ العلماء نے فلاں عالم دین کو کافر قرار دیا اور ان کے استعفیٰ کی مانگ کی۔

باب دوم

سوالنامہ

موضوع: عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کی ادائیگی اور صحت کے لئے شریعت نے نماز کی جگہ کے پاک ہونے کو شرط قرار دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، حدیث نمبر: ۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، حدیث نمبر: ۴۳۸، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، حدیث نمبر: ۵۲۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دنیا بھر کے تمام مقامات پر نماز ادا کی جاسکتی ہے لیکن اسی کے ساتھ بعض دوسری احادیث میں ان مقامات کا بھی تذکرہ ہے جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ مایصلی الیہ وفیہ، حدیث نمبر: ۳۴۶، ۳۴۸)

فقہ کی کتابوں میں اشتراک علت کی بناء پر ان مقامات کے علاوہ اور بھی چند جگہوں کا ذکر ہے جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ (درمختار، ج ا، ص: ۵۵، ردالمختار، ج ا، ص: ۳۷۹)

اسی طرح فقہ کی کتابوں میں ''ارض مغصوبۃ'' اور ''ارض غیر مغصوبۃ'' کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ (ردالمحتار ج ا، ص: ۳۷۹، ردالمحتار ج ا، ص: ۳۸۱)

احادیث صریحہ اور فقہاء کی مذکورہ بالا تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے حالات میں ہمارے سامنے عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ آتا ہے۔

اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے یہ بات بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ ملکیت کے اعتبار سے زمین کی مختلف نوعیتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً:

الف: کسی شخص کی ذاتی ملکیت والی زمین۔

ب: زمین کی ملکیت ذاتی اور شخصی ہے، مگر وہ زمین ایسی ہے جہاں عوام کی آمد ورفت معروف ومروج ہے۔

ج: حکومت کی زیر ملکیت وہ اراضی جہاں عام لوگوں کے لئے آنا جانا منع ہے۔

د: حکومت کی زیر ملکیت ایسی جگہیں جو عوام کی سہولت کے لئے بنائی گئی ہوں جیسے ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ وغیرہ۔

ان تفصیلات کی روشنی میں عوامی مقامات پر نماز سے متعلق درج ذیل سوالات قابل توجہ ہیں، جن پر غور کرنا اور امت کی رہنمائی کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے:

سوالات

۱۔ نماز کے لئے زمین کی بابت ''ارض غیر'' اور ''ارض مغصوبہ'' اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمدورفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضروت ہوگی؟

۳۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

۴۔ فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

۶۔ ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

۷۔ ''ارض غیر'' اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

تجاویز

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کی ادائیگی وقت کے اندر ضروری ہے، لہٰذا مسلمان جہاں بھی ہوں وقت کے اندر نماز پڑھنا فرض ہے۔

۱۔ہندوستان میں صدیوں سے مسلمان آباد ہیں اور ان کے برادران وطن کے ساتھ برابر اچھے تعلقات رہے ہیں، مسلمانوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، جن کی ادائیگی مسلمان حسب ضرورت عوامی مقامات پر بھی کرتے تھے، اور برادران وطن کو اس پر کبھی اعتراض نہیں تھا، بلکہ وہ تعاون کرتے تھے، لیکن ادھر چند سالوں سے افسوس ناک واقعات پیش آرہے ہیں، ہم غیر مسلم برادران وطن سے درخواست کرتے ہیں کہ ماضی میں ہمارے ملک میں رواداری اور باہمی اعتماد کا جو ماحول تھا اس کو قائم رکھنے کی کوشش کریں اور جو تھوڑی تعداد اس ماحول کو خراب کر رہی ہے انہیں سمجھانے اور قابو میں رکھنے کی کوشش کریں۔

۲۔ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، یہاں کے آئین میں تمام باشندوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے، جس میں نماز بھی شامل ہے۔نماز پر امن اور کم وقت میں ادا کی جانے والی عبادت ہے، اس لئے حکومت ہند کو چاہئے کہ اس میں رکاوٹ ڈالنے والوں پر قدغن لگائے۔

۳۔سفر کے دوران عوامی مقامات جیسے پارک، ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ، ٹرین، اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بھی استطاعت کے بقدر وقت پر نماز پڑھنا ضروری ہے۔

۴۔عوامی مقامات پر نماز پڑھنے والوں کو خاص خیال رکھنا چاہئے کہ دوسروں کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔

۵۔جس جگہ نماز پڑھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو اور کسی طرح نماز پڑھنے کی صورت نہ بنتی ہو وہاں نماز مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔

تلخیص مقالات

موضوع: عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

کلیم اللہ خاں ندوی

محمد مرغوب الرحمن ندوی

(باحثین مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

سوال نمبر ا۔ نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر تسلط زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

اس سوال کے جواب کی پہلی شق میں تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ارض غیر میں نماز ادا کرنے کے لئے دلالۃ یا صراحۃ اجازت ضروری ہے ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا انور علی اعظمی قاسمی، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا زبیر احمد بہرائچی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا عبید اللہ کنڈلوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار احمد خان ندوی، مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولوی عبد السبحان، مولانا جاوید اختر قاسمی، مولانا فصیح الدین ندوی۔

دلائل:

(۱) "تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ الا إذا کانت بینہما صداقۃ أو رأی صاحبہا لا یکرہ فلا بأس" (شامی: ۱/۲۷۹ تا ۲۸۱)

(۲) "حکم الأرض المملوکۃ العامرۃ: ہو أنہ لا یجوز لأحد أن یتصرف فیہا من غیر إذن

صاحبہا“۔(موسوعۃالفقہالإسلامی والقضایا المعاصرۃ:۴۱۵/۵)

(۳)”أما الصلاۃ فی أرض الغیر فصحیحۃ مجزئۃ و کذلک التیمم بترابہا لکن إن لم یعلم و لم یظن رضا مالکہا بذلک حرم“۔(فتاوی الرملی)

(۴) ”تجوز الصلاۃ فیہا و التیمم منہا إن علم بقرینۃ حال أو اطراد عرف أن مالکہا لا یکرہ ذلک، فإن علم کراہتہ لذلک أو شک فیہا لم یجز“۔(فتاوی النووی:۲۸/۱)

اس سوال کی دوسری شق میں مقالہ نگاروں کی آراء دوطرح کی ہیں:

پہلی رائے: ارض مغصوبہ میں نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوجائیگی البتہ اعادہ کرنا ہوگا۔

اس رائے کے حاملین میں: مفتی راشدحسین ندوی، مفتی اختر امام عادل قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد ذاکرنعمانی، مفتی انورعلی اعظمی، مولانا نثارعالم ندوی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولوی عبدالسبحان بیگوسرائے اور مولانا جاویداختر قاسمی شامل ہیں۔

دلائل:

۱۔”الصلوۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ و لکن یعاقب بظلمہ، فما کان بینہ و بین اللہ تعالی یثاب و ما کان بینہ بین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاوی، الصلوۃ جائزۃ فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطہا و أرکانہا و تعاد علی وجہ غیر مکروہ۔(فتاوی ہندیہ:۱۰۹/۱)

۲۔”فالصلاۃ فیہا مکروھۃ تحریما فی قول و غیر صحیحۃ فی قول آخر“۔(شامی:۲۸۱/۱)

دوسری رائے: نماز کراہت کے ساتھ ہوجائیگی، نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس رائے کے حاملین: مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مولانا محمد صابرحسین، مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا محمد مقصود فرقانی، مولانا خورشید اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا زبیر احمد بہرائچی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مفتی ابراراخاں ندوی، مولانا فصیح الدین ندوی، مولانا عبیداللہ کنڈلوری اور ڈاکٹرمحمدعلی شفیق ندوی ہیں۔

دلائل:

(۱)”الصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ حرام بالإجماع لأن اللبث فیہا یحرم فی غیر الصلاۃ، فلأن یحرم فی الصلاۃ أولی، و ھل تصح الصلاۃ فی المکان المغصوب؟ قال الجمہور غیر الحنابلۃ: الصلاۃ صحیحۃ، لأن النہی لا یعود إلی الصلاۃ فلم یمنع صحتہا“۔(الفقہ الاسلامی و أدلتہ وھبہ زحیلی: ص۸۱۸)

(۲) ”وإن صلى فى ثوب مغصوب أو توضأ بماء مغصوب أو صلى فى أرض مغصوبة فصلاته فى ذلک كله صحيحة“۔ (الجوهرة النيرة)

(۳) ”ولا تحل الصلاة فى أرض مغصوبة ولا ثوب مغصوب لأجل حق الغير۔۔ فإن صلى فيه لم يعد، لأن المنع لا يختص بالصلاة، نعم: هل يقال: إنها صحيحة فيسقط الفرض بها أو سقط عندها لا بها؟ هذا ما اختلف فيه الناس فى الأرض المغصوبة، والذى ذهب اليه الأكثرون؛ الصحة“۔ (كفاية التنبيه فى شرح التنبيه)

(۴) ”الصلاة فى الأرض المغصوبة حرام بالاجماع و صحيحة عندنا و عند الجمهور من الفقهاء و أصحاب الأصول، و قال أحمد بن حنبل و الجبائى و غيره من المعتزلة: باطلة“ (المجموع: ۳/۱۶۴)

(۵) ”أما الصلاة فى الأرض المغصوبة فلما فيه من استعمال حق الغير بغير إذنه فيحرم و تصح ولا ثواب فيها“ (عمدة القارى: ۴/۱۹۰)

(۶) ”لو صلى السنة فى أرض مغصوبة كان آتيا بها مع ارتكاب المنهى عنه“۔ (رد المحتار: ۱/۳۴۱)

(۷) ”الصلوة فى أرض مغصوبة جائزة و لكن يعاقب بظلمه“۔ (الفتاوى الهندية: ۱/۱۰۹)

(۸) ”کوئی صریح فقہی دلیل نہیں ہے جو صراحۃً غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنے سے روکتی ہو“ (مقالہ از: ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، ص ۱۸)

پہلے سوال کی اس تیسری شق میں اکثر مقالہ نگاروں نے حکومت کی زیر ملکیت زمین کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ان کی آراء مختلف ہیں:

(۱) علاقہ ممنوعہ یعنی وہ جگہیں جو حکومت کی تحویل میں ہوتی ہیں (۲) اور وہ زمینیں جن سے مفاد عامہ وابستہ ہوں۔

پہلی قسم کے بارے میں درج ذیل مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ ایسی جگہوں پر صریح اجازت کے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

مقالہ نگاروں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی اختر امام عادل قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا محبوب فروغ احمد، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عبید اللہ

کنڈلوری، مولانا قمر الزماں ندوی

دلیل: ”تنبيه: نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ اسماعيل أن النزول في أرض الغير، ان كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا، والمعتبر فيه العرف، قال يعني عرف الناس بالرضا و عدمه، فلا يجوز الدخول في أيام الربيع إلى بساتين الوادي بدمشق إلا بإذن صاحبها“۔ (الدر المختار ورد المحتار: ۲/۴۴۱ تا ۴۵)

قاضی محمد حسن ندوی نے اپنے مقالہ میں موسوعۃ الفقہ الاسلامی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”حکومت کے قبضہ میں جو زمین ہے اس میں نماز ادا کرنے سے احتراز کرنا چاہئے“۔

اور دوسری قسم کے بارے میں درج ذیل مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ جو سرکاری جگہیں مفاد عامہ کے لئے ہوں ان میں لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے اگر دلالۃ یا صراحۃ اجازت ہو تو نماز پڑھنا بغیر کراہت کے جائز ہے۔

اس رائے کے قائلین یہ حضرات ہیں: مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا فصیح الدین ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ کنڈلوری، مولانا قمر الزماں ندوی

دلیل: ”ان جگہوں سے تمام لوگوں کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں، لہٰذا وہ شخص بھی اپنا حق استعمال کرسکتا ہے“۔ (ماخوذ از مقالہ مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اختر امام عادل قاسمی)

”فان اضطر بين أرض مسلم و كافر يصلي في أرض مسلم إذا لم تكن مزروعة، فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق أي لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل“۔ (شامی: ۱/۲۸۹ تا ۲۸۱)

تیسری رائے:

ڈاکٹر شاہجہاں ندوی اپنے مقالہ میں رقمطراز ہیں: ”حکومت کے زیر ملکیت خالی زمین میں نماز پڑھنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے“۔

یہی رائے مولانا ابرار خاں ندوی اور مولوی عبد السبحان کی بھی ہے۔

دلیل: ”حکومت کی زیر ملکیت زمین دراصل عام لوگوں کی ملکیت ہے، حکومت کی اپنی کوئی ملکیت نہیں ہوتی“ (ماخوذ: از مقالہ ڈاکٹر شاہجہاں ندوی)

چوتھی رائے: حکومت کی زیر ملکیت زمین پر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ (مولانا سلمان بن سلیمان ندوی)

پانچویں رائے: بلاضرورت مکروہ اور بوقت ضرورت بلا کراہت درست۔(مولانا زبیر احمد بہرائچی ندوی)

چھٹی رائے: حکومت کی خصوصی زمین میں اس سے متعلق افراد کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں البتہ عوام کے لئے اجازت لینا ضروری ہے اور عمومی زمین میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ وہاں نماز ادا کرنے سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔(ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی)

سوال ۲۔ پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمد و رفت اور لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی۔

جواب ۲۔اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں کی آراء درج ذیل ہیں:

پہلی رائے: اکثر مقالہ نگاروں نے فقہاء کے اقوال کی روشنی میں لکھا ہے کہ اگر صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہوتو بلا اجازت نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اس رائے کے قائلین میں مفتی راشد حسین ندوی، مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی اختر امام عادل قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا نثار عالم ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا عبید اللہ کنڈلوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا خورشید اعظمی، مولانا زبیر احمد بہرائچی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد مقصود فرقانی، مولانا ابرار خاں ندوی اور مولوی عبد السبحان ہیں۔

(۱)"تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ إلا إذا کانت بینہما صداقۃ أو رأی صاحبہا لا یکرہ فلا بأس"(شامی: ۱/۲۸۱)

(۲)"ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر إذنہ یجوز لوجود الإذن دلالۃ"۔(الفتاوی التاتار خانیہ: ۲/۲۱۴)

(۳)"لأن صاحب الأرض أذن دلالۃ"۔(التنجنیس والمزید: ۱/۳۹۵)

(۴)"لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم"(مستفاد از معارف القرآن: ۶/۳۸۱، جمالین: ۴/۲۱۲)

۲۔اگر حکومت نے سد فتنہ کے طور پر عوامی جگہ پر نماز پڑھنا منع کر دیا ہوتو ایسی صورت میں مالک کی اجازت کے بغیر وہاں نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔(دیکھئے مقالہ از قاضی محمد حسن ندوی)

۳۔اگر فتنہ کا اندیشہ ہوتو صریح اجازت لینا چاہئے۔

قائلین: مفتی راشد حسین ندوی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا نثار عالم ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی

۴۔اقامتی ہوٹل میں اگر کمرہ بک کرلیا ہے تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(مفتی انور علی اعظمی)

۵۔اجازت لینا ضروری ہے الا یہ کہ مخصوص جگہ موجود ہو۔(مولانا سلمان بن سلیمان ندوی)

۶۔مالک یا اس کے قائم مقام سے اجازت لے کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

قائلین:

مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا عبدالتواب اناوی، مفتی قمر الزماں ندوی

مفتی زبیر احمد بہرائچی ندوی کا کہنا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب مالک غیر مسلم ہو۔

۷۔مولانا فصیح الدین ندوی لکھتے ہیں کہ: بغیر اجازت ان مقامات پر نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی، کیونکہ جب عام انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو نماز ایک مذہبی فریضہ ہے جس کو مسلمان بلا شرعی عذر کے چھوڑ نہیں سکتا، تو اس کے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہوگی۔

۸۔ اگر صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہو تو بلا اجازت نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔(ڈاکٹر علی شفیق ندوی)

سوال ۳۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں کی ۶ آراء ہیں:

پہلی رائے: زمین خالی ہو، مالک کا کوئی نقصان نہ ہو اور دلالۃ یا صراحۃ اجازت ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا نثار عالم ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا عبیداللہ کنڈلوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا عبدالتواب اناوی، مفتی سلمان منصور پوری، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد مقصود فرقانی، مولانا فصیح الدین ندوی

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں نے مندرجہ ذیل فقہاء کے اقوال کا ذکر کیا ہے:

(۱) ”تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ إلا إذا کانت بینھما صداقۃ أو رأی صاحبھا لا یکرہ فلا بأس“(شامی: ۱/۲۸۱)

(۲) ”والإذن ضربان: أحدھما الإذن الصریح فی النفقۃ والصدقۃ، والثانی: الإذن المفھوم من اطراد العرف والعادۃ کاعطاء السائل کسرۃ و نحوھا مما جرت العادۃ بہ، و اطرد العرف فیہ و علم بالعرف رضاء الزوج و المالک بہ فإذنہ فی ذلک حاصل و إن لم یتکلم“(المنھاج فی شرح مسلم: ۷/۹۲)

(۳) ”و قولہ (و تکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ) بأن کانت لذمی مطلقا لأنہ یأبی أو لمسلم وھی مزروعۃ أو مکروبۃ و لم یکن بینھما صداقۃ و لا مودۃ أو کان صاحبھا سئی الخلق“(حاشیۃ الطحاوی: ۱/۳۵۸)

(۴) ”ولو صلی علی أرض غیرہ ولو کانت مزروعۃ بلا ضرر ولا غصب أو صلی علی مصلاہ بلا غصب ولا ضرر جاز وصحت صلاتہ“(الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ۱/۷۹۶)

(۵)”أما الصلاۃ فی أرض الغیر فصحیحۃ مجزئۃ وکذلک التیمم بترابھا لکن إن لم یعلم ولم یظن رضا مالکھا لذلک حرم“(فتاوی الرملی: ۱/۱۸۲)

(۶)”ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر اذنہ یجوز لوجود الاذن دلالۃ“۔(الفتاوی التاتار خانیۃ: ۲/۲۱۴)

دوسری رائے: اگر فتنہ کا اندیشہ ہو یا زمین خالی نہ ہو تو اجازت لینی چاہئے۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا نثار عالم ندوی

(۱)”ولو کان فی بیت إنسان، الأحسن أن یستأذنہ“(طحطاوی: ۳۵۸)

(۲) اس لئے کہ جب اذیت کے اندیشہ کے تحت اونٹ کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا تو موجودہ حالات میں بعض اوقات اس طرح نماز پڑھنے سے اس سے کہیں زیادہ بڑا اندیشہ ہوسکتا ہے۔

”لا تصلوا فی مبارک الإبل“۔(سنن ابی داود: ۱۸۴)

صاحب عون المعبود اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”لأن الإبل كثيرة الشر و تشوش قلب المصلی و ربما نفرت و هو فی الصلاۃ فتؤدی إلی قطعها أو أذی یحصل منها“۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کی یہ علت جہاں بھی ہو، یعنی اذیت کا اندیشہ، وہاں نماز مکروہ ہوگی۔ (ماخوذ از مقالہ مفتی راشد حسین ندوی)

تیسری رائے: اگر ان کا مالک غیر مسلم ہے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قائلین:

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی

(۱) ”وإذا ابتلی بالصلاۃ فی أرض الغیر و لیست مزروعۃ أو الطریق إن کانت لمسلم صلی فیها و ان کانت لکافر صلی فی الطریق“۔ (مراقی الفلاح: ۱۳۱)

(۲) بلاضرورت نماز جیسی عبادت کے لئے اس (غیر مسلم) کی زمین کا استعمال مناسب نہیں کہ یہ عبادت الہی میں مشرک سے مدد لینا ہے:

”إنا لا نستعین بمشرک“۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۲)

البتہ ایسی صورت میں نماز کراہت تنزیہی کے ساتھ ہوجائے گی۔

چوتھی رائے: جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز کو مؤخر کر کے بعد میں ادا کرے گا۔ (مولانا عبید اللہ کنڈلوری)

دلیل: ”الخوف علی مال للإمام أو غیرہ أو علی نفس من التلف لو استمر فی صلاتہ اذا خاف الإمام سرۃ أو غصبا أو خاف علی صبی الوقوع فی بئر أو نار یحصل لہ شدۃ أذی، وجب علیہ قطع الصلاۃ لحفظ المال و إنقاذ النفس من الهلاک“۔ (الفقہ الإسلامی و أدلتہ: ۱۲۷۳/۲)

پانچویں رائے: مذکورہ مقامات کے مالکان سے اگر اجازت ملنے کی امید ہو تو اجازت طلب کرنا ضروری ہے، بغیر اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اجازت ملنے کی امید نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دے۔

دلیل: ”لو کان مع رفیقہ ماء و ظن أنہ إن سألہ أعطاہ لم یجز التیمم و إن کان عندہ أنہ لا یعطیہ لا یجوز التیمم“ (الفتاوی الهندیۃ: ۲۹/۱)

شیخ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں:

”فإن منعہ تیمم لتحقق العجز۔۔۔۔وإن تیمم قبل الطلب أجزأہ عند الإمام“ (مجمع الأنهر: ۱۴۴)

چھٹی رائے: پلاٹ، کھیتی کی زمین اور بڑی دوکان میں اگر صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہو تو بلا اجازت نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو اور اگر دوکان چھوٹی ہو تو صریح اجازت لینا ضروری ہے۔ (ڈاکٹر علی شفیق ندوی)

سوال ۴۔ فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں کی متعدد آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے: راستہ کشادہ ہو، لوگوں کو کوئی تنگی نہ ہو تو کراہت کم ہوگی۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا نثار عالم ندوی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مولانا زبیر احمد ندوی بہرائچی، مفتی قمر الزماں ندوی، مولوی عبدالسبحان

دلائل:

دلیل: "عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ نهى أن يصلى في سبعة مواطن: في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام ومعاطن الإبل وفوق ظهر بيت اللہ"۔ (ترمذی: ۳۴۶)

اس صورت میں کراہت کی علت درج ذیل ہیں۔

پہلی علت: راستوں کا نجاست سے آلودہ ہونا۔

دلیل: وأما قوارع الطريق فقيل: إنها لا تخلو عن الأرواث والأبوال عادة على هذا لا فرق بين الطريق الواسع والضيق۔ (بدائع الصنائع: ۱/۱۱۵)

دوسری علت: راستہ میں نماز پڑھنے سے خشوع اور خضوع متاثر ہوتا ہے۔

(۱) "وينقطع خشوعه بممر الناس"۔ (المهذب: ۱/۶۴)

(۲) "وكذا كل ما يشغل باله عن أفعالها ويخل بخشوعها كائنا ما كان"۔ (الدر المختار: ۱/۳۸)

مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی نے اپنے مقالہ میں شامی کے حوالہ سے ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ اس میں لوگوں کو گزرگاہ سے روکنا اور راستہ کو غیر محل میں استعمال کرنا لازم آئے گا، اس لئے کہ راستہ عوام الناس اور راہ چلنے کے

لئے ہے۔

"لأن الصلاة فی نفس الطریق أی طریق العامة مکروهة بسترة و بدونها، لأنه أعد للمرور یها لا یجوز شغله بما لیس له حق الشغل، کما فی المسجد"۔ (ردالمحتار: ۲/۲۱۷)

دوسری رائے: اگر راستہ کشادہ ہو اور آدمی کنارے اس طور پر نماز ادا کرے کہ کسی گزرنے والے کو کوئی دشواری نہ پیش آئے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہے۔

قائلین:

مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا انور علی اعظمی قاسمی، مفتی اشرف قاسمی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عبید اللہ کنڈلوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا زبیر احمد ندوی بہرائچی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولانا جاوید اختر قاسمی، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی

دلائل:

(۱ "و معنی النهی فی قوارع الطریق أنه یستضر به المار علی ہذا إذا کان الطریق واسعا لا یکره، و حکی ابن سماعة أن محمدا رحمه الله کان یصلی علی الطریق فی البادیة"۔ (المبسوط: ۱/۳۸۰)

(۲) یجوز الصلاة فی الطریق ان لم یکن ثم طارقون و الا کرهت الصلاة فیه۔ (المجموع: ۴/۱۸۵)

(۳)" و الصلاة فیها مکروہة و لا کراہة فی البراری اذا لم یکن هنا ک طارقون"(نهایة المحتاج: ۲/۶۳)

(۴) "لا بأس بالصلاة فیما علا منها یمنة و یسرة و لم یکثر قرع الأقدام فیه و کذلک لا بأس بالصلاة فی الطریق التی یقل سالکوها کطریق الأبیات الیسیرة"(المغنی: ۲/۵۳)

(۵)"استثنوا طریق البیوت القلیلة و ما علا عن جادة الطریق یمنة و یسرة فتصح الصلاة فیه بلا کراهة لأنه لیس بمحجة"۔ (الفقه الإسلامی و أدلته: ۲/۹۷۹)

مولانا محمد ابرارا خان ندوی نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر وهبہ زحیلی کی مذکورہ عبارت سے فٹ پاتھ پر نماز درست ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

تیسری رائے: اگر لوگوں کو دشواری ہو تو نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مفتی راشد

حسین ندوی)

دلیل: ’’الصلاۃ أی فی الطریق العامۃ مکروھۃ، و عللہ فی المحیط البرھانی بما یفید أنھا کراھۃ تحریم بقولہ: لأن فیہ منع الناس عن المرور و الطریق حق الناس أعد للمرور فیہ، فلا یجوز شغلہ بما لیس لہ حق الشغل‘‘ (البحر الرئق: ۲/۲۰ ۷)

چوتھی رائے: اگر راستہ میں نماز پڑھے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو راستہ میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، جیسا کہ مفتی راشد حسین ندوی نے فتوی دارالعلوم دیوبند کے حوالہ سے لکھا ہے۔

پانچویں رائے: چلتے ہوئے راستہ پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا عبدالتواب اناوی)

دلیل: ’’لأن الصلاۃ فی نفس الطریق أی طریق العامۃ مکروھۃ بسترۃ و بدونھا، و ظاھرہ أن الکراھۃ للتحریم‘‘۔ (شامی: ۲/۴۰۴)

چھٹی رائے: اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو احتیاط ضروری ہے۔ (مقالہ از مفتی جمیل احمد نذیری)

ساتویں رائے: کراہت آبادی کے اندر ہوگی۔ (مولانا عبیداللہ ندوی)

آٹھویں رائے: آبادی کے باہر کراہت کا حکم نہیں ہوگا۔ (مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا عبیداللہ ندوی)

نویں رائے: کراہت کا حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے ہوگا۔ (مولانا محمد مقصود فرقانی، مولانا فصیح الدین ندوی)

دسویں رائے: مفتی محمد ذاکر نعمانی نے فتاوی محمودیہ، احسن الفتاوی اور محقق و مدلل جدید مسائل کے حوالہ سے لکھا ہے کی بوقت ضرورت راستہ کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی راہ گذر کو تکلیف نہ ہو۔

سوال ۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں کی دس آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے: اگر نماز کے لئے کوئی مخصوص جگہ ہے تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی اشرف قاسمی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی، مولوی عبدالسبحان

دوسری رائے: اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو فیصلہ مبتلی بہ کے اوپر ہوگا۔ (مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد نثار عالم ندوی)

تیسری رائے: اگر اذیت کا اندیشہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دینا چاہئے۔

قائلین:

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد زبیر احمد ندوی بہرائچی، مفتی محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ابرار خاں

دلائل:

(۱) "ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة" (۱۹۵/۲)

(۲) "والمحصور فاقد الماء والتراب (الطهورين) بأن حبس في مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده وقالا: يتشبه) بالمصلين وجوبا فيركع و يسجد ان وجد مكانا يابسا والا يؤمى قائما ثم يعيد كالصوم (به يفتى واليه صح رجوعه) أي الامام كما في الفيض" (الدر المختار: ۴۲۳/۱)

(۳) جس طرح غزوۂ خندق کے موقع پر مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر اور مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت قضاء کی۔

(۴) "يختار أهون الشرين" (مجلة الأحكام مادة: ۲۹)

چوتھی رائے: حکومت کے قانون کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے ان مقامات پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

قائلین:

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا انور اعظمی قاسمی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی

دلیل اول: "ليس عليكم جناح أن تدخلوا بيوتا غير مسكونة فيها متاع لكم"۔ (النور/ ۲۹)

پانچویں رائے: حکومت کی زیر ملکیت وہ جگہیں جس میں دخول کے لئے کرایہ لازم ہے تو ایسے مقامات میں نماز پڑھنا جائز ہے، جبکہ مجبوری ہو اور کسی کو کوئی نقصان نہ ہو۔

دلیل: "اذا استأجر دارا أو بيتا ولم يسم الذي يريدها حتى جازت الإجارة استحسانا كان للمستأجر أن يسكنها وله أن يضع متاعه فيها وله أن يعمل ما بدا له من العمل مما لا يضر بالبناء ولا يوهنه نحو الوضوء وغسل الثياب، أما كل عمل يضر بالبناء ويوهنه نحو الرحى والحدادة والقصارة فليس له ذلك الا برضاه" الفتاوى الهندية: ۴۷۰/۴)

اور جس جگہ داخلہ کے لئے کرایہ لازم نہ ہو اس کا حکم راستہ کا ہوگا۔ (محمد عثمان بستوی)

چھٹی رائے: حکومت کی طرف سے ممانعت نہ ہو اور کسی کو کوئی حرج نہ ہو تو ان جگہوں کے خالی حصہ میں نماز ادا کرنا درست ہے ورنہ مکروہ۔

قائلین: مولانا عبید اللہ کنڈلوری، مولانا خورشید اعظمی، مولانا محمد مقصود فرقانی

دلیل: ”و تکرہ الصلاۃ فی الطریق لشغلہ حق العامۃ و منعھم من المرور“۔ (مراقی الفلاح: ۱۳۰۲۱)

ساتویں رائے: اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو نماز مؤخر کرنے کی اجازت دینے سے کہیں بہتر ہے کہ ''جمع بین الصلاتین'' کی اجازت دی جائے۔ (مولانا عبید اللہ ندوی)

آٹھویں رائے: عوامی تکلیف کے باعث نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (مولانا عبدالتواب اناوی)

نویں رائے: مذکورہ مقامات پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسروں کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

قائلین:

مفتی سلمان منصور پوری، مولانا فصیح الدین ندوی، مولوی عبدالسبحان

دسویں رائے: خالی جگہ پر جن لوگوں کو اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہوگی ان کو نماز کی بھی دلالۃ اجازت ہوگی۔ (ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی)

سوال ۶۔ ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں کی مختلف آراء ہیں:

پہلی رائے: کسی کو ضرر نہ ہو اور کسی نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا انور اعظمی قاسمی، مولانا نثار عالم ندوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد مقصود فرقانی، مفتی محمد سلمان منصور پوری، مولانا جاوید اختر قاسمی، مولوی عبدالسبحان

دلیل: ان کی حیثیت پبلک مقامات کی ہے۔

قاضی محمد حسن ندوی مذکورہ شرائط کے ساتھ حکومت کی اجازت کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔

دوسری رائے: اگر پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو نماز مؤخر کر دے اور بعد میں ادا یا قضا کرے۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، مولانا اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولوی عبدالسبحان

دلائل:

(۱) ”لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا“۔ (البقرۃ: ۲۸۶)

(۲) ”وکذا لو اجتمعوا فی مکان ضیق لیس فیہ الا موضع یسع أن یصلی قائما یصبر و یصلی قائما بعد الوقت کعاجز عن القیام و الوضوء فی الوقت و یغلب علی ظنہ القدرۃ بعدہ۔۔۔۔۔۔بحر ملخصا عن التوشیح“۔ (ردالمحتار: ۱/۳۹۶)

تیسری رائے: اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو موجودہ حالات میں نماز مؤخر اور قضا کرنے کی اجازت ہوگی۔

یہ رائے قاضی محمد حسن ندوی، مولانا زبیر احمد بہرائچی ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی اور مولانا ابرار خاں ندوی کی ہے۔

(۱) ”فإن کانت المفسدۃ أعظم من المصلحۃ درأنا المفسدۃ و لا نبالی بفوات المصلحۃ“۔ (قواعد الفقھیۃ: ۱/۳۱۴)

(۲) ”و من أخر الصلاۃ عن وقتھا لعذر مشروع فلا اثم علیہ، و من العذر خوف العدو، لأنہ علیہ السلام أخر الصلاۃ یوم الخندق، قال ابن مسعود: ان المشرکین شغلوا رسول اللہ ﷺ عن أربع صلوت یوم الخندق حتی ذھب من اللیل ما شاء اللہ فأمر بلالا فأذن ثم أقام فصلی المغرب، ثم أقام فصلی العشاء“ (سنن الترمذی: ۱/۳۳۷)

چوتھی رائے: گزرگاہ والی خالی جگہوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ (مفتی محمد اشرف قاسمی)

پانچویں رائے: ٹرین کے گیٹ پر نماز پڑھنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی)

چھٹی رائے: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو مجبوراً اپنے برتھ پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

قائلین:

مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مفتی محمد قمر الزماں ندوی

ساتویں رائے: نماز بالکل جائز ہے، جمع بین الصلاتین کرنا چاہئے۔ (مولانا عبید اللہ ندوی)

آٹھویں رائے: اشارہ سے نماز پڑھے گا اور بعد میں اعادہ کرے گا۔ (مولانا عبد التواب اناوی)

دلیل: (کتاب الفتاوی: ۷/۴۱۰)

نویں رائے: ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنا چاہئے اور نماز ادا کرنا جائز ہے۔ (مولانا فصیح الدین ندوی)

دسویں رائے: فلائٹ یا ٹرین کے چھوٹے سفر میں اگر کوئی ایک نماز ٹکرا رہی ہو تو ظہر عصر اور مغرب وعشاء میں

جمع بین الصلاتین کر لی جائے، خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر۔(مولانا محمد ذاکر نعمانی)

سوال ۷: ''ارض غیر''اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

اس سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگاروں کی متعدد آراء سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے: ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے لئے کافی ہے۔

قائلین:

مفتی راشد حسین ندوی، ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا انور اعظمی قاسمی، مولانا نثار عالم ندوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مولانا خورشید انور علی اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد مقصود فرقانی، مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولانا جاوید اختر قاسمی، مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا عبد التواب اناوی، مولوی عبد السجان

دلائل:

(۱)''ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر اذنہ یجوز لوجود الاذن دلالۃ''(الفتاوی التاتا خانیہ)

(۲)''وان کانت لمسلم فالأفضل أن یصلی فی الأرض لأن صاحب الأض أذن دلالۃ لأنہ اذا بلغ سر بذلک أن ینال أجرا ن غیر اکتساب منہ''۔(التنجنیس والمزید: ۱/۳۹۵)

دوسری رائے: جماعت خانہ کا موجود ہونا بھی اجازت کے لئے کافی ہے۔(قاضی محمد حسن ندوی، مولانا نثار عالم ندوی)

تیسری رائے: مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی نے ذرا تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

(۱) ارض غیر مسلمان کی ہو، اگر مزروعہ ہے تو صراحۃ اجازت ضروری ہے، غیر مزروعہ ہے تو دلالۃ اجازت کافی ہے۔

(۲) غیر مسلم کی زمین میں نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ وممنوع ہے۔

(۳) سرکاری زمین اگر مفاد عامہ کے لئے ہے تو دلالۃ اجازت کافی ہے، اگر ممنوعہ علاقہ ہے تو صراحۃ اجازت ضروری ہے۔

اسی طرح کی رائے مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی اور مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی کی بھی ہے۔

تفصیل کے لئے مذکورہ مقالہ نگاروں کے مقالات دیکھے جاسکتے ہیں۔

چوتھی رائے: درج ذیل اوراس جیسے دیگر قواعد فقہیہ کی بنیاد پر یہ حضرات مولانا صابر حسین ندوی، مولانا نثار عالم ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی اور مولانا محمد مقصود فرقانی اجازت میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں۔

(۱)" و الإذن ضربان: أحدهما الإذن الصريح۔ و الثاني: الإذن المفهوم من اطراد العرف و العادة"۔(نووی شرح مسلم: ۱۱۲/۷)

(۲)"الإذن العرفي يقوم مقام الإذن الحقيقي"۔(المغنی: ۳۵۰/۴)

پانچویں رائے: ممنوع الدخول کی علامات عدم اجازت کی علامات ہوں گی۔(مفتی محمد اشرف قاسمی)

چھٹی رائے: ممانعت نہ ہونا کافی ہے لیکن اجازت لے لینا بہتر ہے۔(مفتی جمیل احمد نذیری)

ساتویں رائے: ممانعت کا نہ ہونا مطلقا اجازت پر محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اجازت لینی چاہئے۔(مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا جاوید اختر قاسمی)

آٹھویں رائے: اگر زمین غیر مسلم یا جھگڑالو مسلمان کی ہوتو اجازت لیناضروری ہوگا۔(مولانا عبدالتواب اناوی)

نویں رائے: ارض غیر مسلمان کی ہو، زمین کا کوئی نقصان نہ ہو یا زمین نا قابل کاشت ہوتو اجازت کی علامت ہوگی۔

زمین یا مکان و دوکان غیر مسلم کے ہوں لیکن ایسے تعلقات ہوں کہ اس کے نماز پڑھنے سے اس کو نا گواری نہیں ہوگی تو یہ بھی اجازت کے لئے کافی ہے۔(مولانا ابرار خان ندوی)

دسویں رائے: اگر وہاں عام لوگوں کے آنے کی اجازت ہے تو اسی میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی داخل ہوگی۔ (مفتی محمد سلمان منصور پوری)

گیارہویں رائے: ممانعت کا نہ ہونا ان لوگوں کے لئے اجازت ہوگی جن کو آمد و رفت کی اجازت ہو اور یہ مشروط ہوگی ان شکلوں کے ساتھ جس میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

عوامی مقامات سے متعلق بعض مقالہ نگار کے کچھ مشورے درج ذیل ہیں۔

۱۔موجودہ حالات کے پیش نظر ان مقامات پر تھوڑا بچ بچا کر ہی نماز پڑھنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ہر جگہ اپنے اوپر خوف مسلط کریں اور نمازیں قضا کرتے رہیں، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:"إن الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا"(النساء: ۱۰۳)(مفتی انور علی اعظمی)

۲۔لازم ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ تمام مسلمان دوران سفر سرکاری مقامات پر نماز ادا کریں اور کوئی رد عمل سامنے آنے کی صورت میں حکومت سے عوامی مقامات پر نماز کے لئے مخصوص جگہوں کا مطالبہ کریں۔(مولانا اختر امام عادل قاسمی)

۳۔حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں اگر ممانعت کا حکم آئے تو مسلمان قیادت کی ذمہ داری ہے کہ دستوری حقوق کا سہارا لے کر عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور دستوری وجمہوری طریقہ پر اس کے لئے جد جہد کرے۔(مولانا محمد ابرارخان ندوی)

۴۔مفتی سلمان منصور پوری اپنے مقالہ کے اختتام پر لکھتے ہیں: ’’احقر کی نظر میں ہندوستان میں عوامی جگہوں پر نماز کی ممانعت کے مسئلہ کا تعلق شرعی حکم سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک خالص سیاسی موضوع ہے، کیونکہ نفس نماز سے نہ کسی کی حق تلفی ہی ہے اور نہ کسی کے مفاد پر زد پڑتی ہے، اس لئے ہمیں بجا طور پر لوگوں کو اس بات کی رہنمائی کرنی چاہیے کہ عوامی مقامات پر نماز پڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور ملکیت غیر والا مسئلہ اس پر صادق نہیں آتا، کیونکہ جب وہاں عام لوگوں کو وہاں اٹھنے بیٹھنے کی کوئی ممانعت نہیں تو صرف نماز سے روکنا (جو فی الجملہ اٹھنے بیٹھنے ہی پر مشتمل ایک عبادت ہے) سراسر تعصب ہے، ہمیں اس سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے‘‘۔

یہ اقوال وآراء کا خلاصہ تھا، جو پیش کردیا گیا، اگر کسی کی رائے یا دلیل نقل ہونے سے رہ گئی ہے یا غلط منسوب ہوگئی ہے تو اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

عرض مسئلہ

موضوع: عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی
(استاذ المعہد العالی، پٹنہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے زیر انتظام ہونے والے پانچویں فقہی سیمینار کے اہم موضوع ''عوامی مقامات پر نماز کا حکم'' سے متعلق عرض مسئلہ کی ذمہ داری مجھ جیسے کم علم پر ڈالی گئی ہے، اللہ تعالی کی توفیق سے اس کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس موضوع پر مجلس سے میرے پاس کل ۳۲/مقالات آئے اور ایک رائے آئی۔ مقالہ نگار حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مفتی جمیل احمد نذیری، (۲) مفتی محمد سلمان منصور پوری، (۳) مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، (۴) مفتی انور علی اعظمی، (۵) مفتی راشد حسین ندوی، (۶) مولانا خورشید انور اعظمی، (۷) مفتی اختر امام عادل قاسمی، (۸) مفتی محمد اقبال بن محمد ٹنکاروی، (۹) ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، (۱۰) مفتی حبیب اللہ قاسمی، (۱۱) راقم الحروف بدر احمد مجیبی، (۱۲) مفتی اشرف قاسمی، (۱۳) مولانا محمد عثمان بستوی، (۱۴) مولانا مقصود عالم فرقانی، (۱۵) مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، (۱۶) مفتی محمد قمر الزماں ندوی، (۱۷) مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، (۱۸) مولانا محمد ابرار خاں، (۱۹) مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، (۲۰) مولانا جاوید اختر قاسمی، (۲۱) قاضی محمد حسن ندوی، (۲۲) مولانا فصیح الدین ندوی، (۲۳) ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی، (۲۴) مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی کنڈلوری، (۲۵) مولانا محمد نثار عالم ندوی، (۲۶) مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، (۲۷) مولانا عبید اللہ ندوی، (۲۸) مولانا عبد التواب ندوی، (۲۹) مولانا محمد ذاکر مفتی شہر جے پور (۳۰) مولانا محمد صابر حسین ندوی، (۳۱) مولوی عبد السبحان بیگوسرائے، (۳۲) مولوی یاسر ندوی اور (۳۳) مفتی ظفر الاسلام صدیقی صاحب کی رائے۔

اب میں سوال نمبر کے اعتبار سے تمام مقالہ نگار حضرات کے جوابات کا تجزیہ پیش کر رہا ہوں۔

سوال نمبر(۱) نماز کے لئے زمین کی بابت ''ارض غیر'' اور ''ارض مغصوبہ'' اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں دو رائیں آئی ہیں۔

(الف) پہلی رائے: ارض غیر اور ارض مغصوبہ کا ایک ہی حکم ہے۔ یہ فرد کی ملکیت ہیں، مالک کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں ہے، اس لئے وہاں نماز مکروہ ہے۔ ارض غیر میں اجازت کے بعد جائز ہے اور ارض مغصوبہ میں مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی خورشید انور اعظمی، مفتی عثمان بستوی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا فصیح الدین ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا عاشق صدیقی ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولوی عبد السبحان بیگوسرائے، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی۔

(ب) دوسری رائے: ارض غیر اور ارض مغصوبہ کے حکم میں فرق ہے۔

ارض مغصوبہ میں کے بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز صحیح ہو جائے گی اور ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ لیکن دوسرے کی زمین ظلماً اپنے قبضہ میں لینے کی وجہ سے عند اللہ گنہگار رہوگا۔

دلائل:

لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ۔ (الدار قطنی: ۲۸۵۰)

الصلاة فی ارض مغصوبة جائزة، ولکن یعاقب بظلمه، فما کان بینه وبین الله تعالی یثاب، وما کان بینه وبین العباد یعاقب۔ (هندیة: کتاب الصلاة، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره، ۱/۱۰۹)

وکذلک لو صلی فی ارض مغصوبة او صلی وعلیه ثوب مغصوب، عنده لا یجوز، لان العبادة لا تتادی بما هو منهی عنه، والنهی عندنا اذا لم یکن لمعنی فی الصلاة لا یمنع جوازها۔ (المبسوط للسرخسی کتاب الصلاة، ۱/۱۸۹)

ولا تحل الصلاة فی ارض مغصوبة ولا ثوب مغصوب لأجل حق الغیر۔۔۔ فان صلی فیه لم یعد لأن المنع لا یختص بالصلاة، نعم هل یقال: انها صحیحة فیسقط الفرض بها او سقط عندها؟ هذا

ما اختلف فیہ الناس فی الارض المغصوبۃ، والذی ذھب الیہ الاکثرون الصحۃ۔ (کفایۃ النبیہ بشرح التنبیہ ۲/۵۳۳، ۵۳۴)

جو مقالہ نگار حضرات ارض غیر اور ارض مغصوبہ میں تفریق کرتے ہیں ان کے نزدیک ارض غیر میں تفصیل ہے۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی اور ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا زبیر ندوی بہرائچی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا جاوید اختر قاسمی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا، مولانا عبدالتواب اناوی، مفتی محمد ذاکر جے پور نے ارض غیر کی دو صورتیں لکھی ہیں۔

(۱) جہاں عرفاً و دلالۃً نماز پڑھنے کی اجازت ہو۔ مثلاً کسی مسلمان کی زمین ہو یا باغ ہو یا کاشت والی زمین میں کوئی خالی جگہ ہو کہ نماز پڑھنے سے کاشت کا کوئی نقصان نہ ہو اور نماز پڑھنے سے مالک زمین کو ناراضگی نہ ہو، یا کسی روادار محبت کرنے والے غیر مسلم کی زمین ہو اور معلوم ہو کہ نماز پڑھنے سے اس کو ناراضگی نہیں ہوگی تو ان صورتوں میں دلالۃ و عرفاً اجازت ہے، لہٰذا نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

(۲) کسی متعصب غیر مسلم کی زمین ہو اور قرینہ سے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس کی زمین میں بلا اجازت نماز پڑھنے سے اسے تکلیف ہوگی یا کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں صراحۃً اجازت ضروری ہوگی اور بلا اجازت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

مفتی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ نماز چند ہیئات پر مشتمل ایک عمل ہے، جس جگہ عام لوگوں کے لئے قیام وقعود کی صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہو وہاں مطلقا نماز ادا کرنے کی شرعا اجازت ہوگی۔ ایسی جگہوں پر اگر صرف نماز کی ممانعت کی جائے جبکہ دیگر لوگوں کے لئے اٹھنے بیٹھنے کی کوئی ممانعت نہ ہو تو یہ سراسر زیادتی کہلائے گی اور محض تعصب پر مبنی اقدام ہوگا۔ البتہ کوئی ایسی مخصوص جگہ جہاں عام لوگوں کے آنے جانے کی اجازت نہ ہو جیسے گھر یا مملوکہ کھیت وغیرہ تو وہاں نماز ادا کرنے کے لئے بیشک مالک کی اجازت ضروری ہوگی۔ اس بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ عبارتوں کا محمل یہی خاص صورت ہے۔

مفتی راشد حسین ندوی لکھتے ہیں کہ ارض مغصوبہ، ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت ایسی زمین جس سے عوام کے حقوق متعلق ہوں ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن مغصوبہ زمین میں کراہت بڑھی ہوئی ہے۔

دونوں فریق کے دلائل درج ذیل ہیں:

ارض غیر میں نماز کی کراہت کی دو علتیں ہیں۔ (الف) مالک کا ناپسند کرنا (ب) دوسرے کی زمین یا کاشت کا نقصان ہونا۔ جہاں ان دونوں علتوں میں سے کوئی نہیں پائی جاتی وہاں ارض غیر کو نماز کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ دوسرے کے مال کھانے یا استعمال کرنے کی ممانعت کے نصوص اس صورت پر محمول ہیں جس میں دلالۃ یا عرفاً استعمال

کی اجازت نہ ہو۔ اس لئے جہاں ظن غالب ہو کہ مالک زمین ناخوش ہوگا وہاں صراحۃً اجازت ضروری ہوگی۔

وتکره فی اماکن وقوله وفی طریق لأن فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له لأنها حق العامة للمرور ولما رواه ابن ماجه والترمذی عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة، والمجزرة، والمقبرة، وقارعة الطریق، وفی الحمام، ومعاطن الابل، وفوق ظهر بیت اللّٰہ۔ (الدر المختار: کتاب الصلاۃ، الاماکن التی تکره الصلاۃ)

قوله: وارض مغصوبة او للغیر۔ لاحاجة الی قوله: او للغیر، اذ الغصب یستلزمه، اللهم الا ان یراد الصلاۃ بغیر الاذن وان کان غیر غاصب۔ افاده ابو السعود، ط۔ وعبارة الحاوی القدسی: والارض المغصوبة فان اضطر بین ارض مسلم وکافر، یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعة، فلو مزروعة او لکافر یصلی فی الطریق، اھ، ای لان فی الطریق حقاً کما فی مختارات النوازل۔ وفیها: تکره فی ارض الغیر لو مزروعة او مکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة او رأی صاحبها لایکرهه فلا بأس۔ (رد المحتار: کتاب الصلاۃ، فصل فی مکروهات الصلاۃ)

تنبیه: ونقل السید عبد الغنی عن الاحکام لوالده الشیخ اسماعیل: ان النزول فی ارض الغیر ان کان لها حائط او حائل یمنع منه والا فلا والمعتبر فیه العرف، قال: یعنی عرف الناس بالرضا وعدمه۔ (رد المحتار: کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلاۃ فی أرض المغصوبة)

الصلاۃ فی ارض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلمه، فما کان بینه وبین اللّٰہ تعالی یثاب، وما کان بینه وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاوی، والصلاۃ جائزة فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطها وارکانها، وتعاد علی وجه غیر مکروه۔ (الفتاوی الهندیة: کاب الصلاۃ، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاۃ)

فان اضطر بین ارض مسلم وکافر، یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعة، فلو مزروعة او لکافر یصلی فی الطریق۔ (الحاوی القدسی: کتاب الصلاۃ، باب ما یکره فی الصلاۃ ومالا یکره، ۲۰۸/۱)

لأن الصلاۃ فی الطریق ای طریق العامة مکروهة، وعلله فی المحیط بما یفید انها کراهة تحریم بقوله: لأن فیه منع الناس عن المرور والطریق حق الناس اعد للمرور فیه، فلا یجوز شغله بما لیس له حق الشغل، واذا ابتلی بین الصلاۃ فی الطریق وبین ارض غیره، فان کانت مزروعة فالافضل ان یصلی فی الطریق لأن له حقا فی الطریق ولا حق له فی الارض، وان لم تکن مزروعة فان کانت لمسلم یصلی

فیھا لأن الظاھر انہ یرضی بہ لأنہ اذا بلغہ یسر بذلک لأنہ احرز اجرا من غیر اکتساب منہ وفی الطریق لا اذن، لأن الطریق حق المسلم والکافر، وان کانت لکافر یصلی علی الطریق لأنہ لا یرضی بہ۔ (البحر الرائق: ۲۰/۲)

وتکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ، واذ ابتلی بالصلاۃ فی ارض الغیر ولیست مزروعۃ او الطریق ان کانت لمسلم صلی فیھا وان کانت لکافر صلی فی الطریق۔ (مراقی الفلاح: کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروھات)

(وتکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ) بان کانت لذمی مطلقا او لمسلم وھی مزروعۃ او مکروبۃ ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ او کان صاحبھا سیئی الخلق۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروھات)

وذکر القاضی فی شرحہ مختصر الطحاوی: أنہ اذا طاف زحفا أجزاہ لأنہ أدی ما أوجب علی نفسہ، کمن نذر أن یصلی فی أرض مغصوبۃ أو یصوم یوم النحر فانہ یجب علیہ ان یصلی فی موضع آخر ویصوم یوما آخر وصلی فی الأرض المغصوبۃ أو صام یوم النحر اجزأہ وخرج عن عھدۃ النذر، کذا ھذا ھکذا حکی فی البدائع۔ (فتح القدیر: کتاب الحج، ۵۲/۲)

وان صلی فی ثوب مغصوب او توضا بماء مغصوب او صلی فی ارض مغصوبۃ فصلاتہ فی ذلک کلہ صحیحۃ۔ (الجوھرۃ النیرۃ: باب شروط الصلاۃ التی تتقدمھا)

لا یجوز لأحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ او وکالۃ منہ او ولایۃ علیہ، وان فعل کان ضامناً۔ (شرح المجلۃ)

اما الصلاۃ فی ارض الغیر فصحیحۃ مجزئۃ وکذلک التیمم بترابھا، لکن ان لم یعلم ولم یظن رضا مالکھا بذلک حرم۔ (فتاوی الرملی، ۴۹)

لا تصح الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ لحرمۃ لبثہ فیھا۔ (منار السبیل ۷۷/۱)

ڈاکٹر شاہجہاں ندوی نے مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ کی کتابوں کے حوالے بھی پیش کئے ہیں۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنا حرام ہے البتہ نماز صحیح ہوجائے گی۔ حنابلہ کے نزدیک غصب کی زمین میں نماز پڑھنے سے نماز ہی صحیح نہیں ہوتی۔ البتہ غیر کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے۔

حکومت کی زیر ملکیت زمین کے بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ حکومت کی جو زمین عوامی مفاد کے لئے ہو اس میں ہر فرد کا حق ہے۔ اس کو استعمال کرنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں

نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ دوسروں کے حقوق جو اس سے وابستہ ہوں وہ پامال نہ ہوں۔یعنی آنے جانے والوں کو اس سے دشواری نہ ہو یا سرکاری کاموں میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ درج ذیل مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے:

مفتی اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا زبیر ندی بہرائچی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولوی عبدالسبحان بیگوسرائے، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی خورشید انور اعظمی، مولانا فصیح الدین ندوی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی کنڈلوری، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی ماٹلی والا گجرات، مولانا عبد التواب اناوی، مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، مولانا محمد ذاکر جے پور۔

دلیل:

وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔ (صحیح البخاری)

کتب فقہ کے حوالے پہلے آچکے ہیں۔

قاضی محمد حسن ندوی لکھتے ہیں کہ حکومت کے زیر قبضہ زمین میں نماز ادا کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ مولانا سلمان بن سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ حکومت کی زیر ملکیت زمینوں کا استعمال عام حالات میں جائز نہیں ہے، کیونکہ حکومت کی طرف سے صراحۃ یا دلالۃ اس کی اجازت ثابت نہیں ہے، ہاں لوگ اس کو استعمال کر لیتے ہیں، اس لئے بغیر ضرورت کے وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ ارض مغصوبہ میں نماز مکروہ تحریمی ہے، مگر اس میں پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ ارض غیر میں صراحۃ یا دلالۃ یا عرفاً اجازت سے نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔ اگر ایسی کوئی اجازت نہ ہو تو اجازت لینا ضروری ہوگا ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ اکثر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک حکومت کی زمینوں میں جہاں ممانعت نہ ہو نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

سوال نمبر (۲) پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے اس لئے عام لوگوں کی آمد ورفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمولی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی تین رائیں سامنے آئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(الف) پہلی رائے: صراحۃ یا دلالۃ اجازت ہو تو نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ اجازت لینی ہوگی خواہ اصل مالک سے اجازت لیں یا اس کے وہاں پر ملازمین سے۔ اس رائے کے حاملین درج ذیل حضرات ہیں۔

مفتی عاشق صدیقی ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا عبید اللہ ابو بکر ندوی کنڈلوری، مولانا صابر حسین ندوی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولوی عبد السبحان بیگوسرائے، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا عثمان بستوی، مفتی اشرف قاسمی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مولانا نثار عالم ندوی کیرالا، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی۔

دلائل:

نقل سیدی عبد الغنی عن الاحکام لوالدہ الشیخ اسماعیل ان النزول فی ارض الغیر ان کان لھا حائط أو حائل یمنع منه، والا فلا، والمعتبر فیه العرف قال: عرف الناس بالرضی وعدمه۔ (رد المحتار ج ۱، ص: ۲۵۵)

تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ الا اذا کانت بینھما صداقۃ او رأی صاحبھا لا یکرھه فلا بأس۔ (رد المحتار، ج ۱، ص: ۳۵۸)

(ب) دوسری رائے: اگر غیر مسلم کا پٹرول پمپ یا ریسٹورنٹ ہے تو مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ نماز ہو جائے گی۔ مسلمان کا ریسٹورنٹ یا پٹرول پمپ ہے تو بلا اجازت بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا زبیر ندوی بہرائچی، قاضی محمد حسن ندوی۔

دلائل:

لأن فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له، لأنھا حق العامۃ للمرور۔ (رد المحتار ۲/۳۹)

وتکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ بان کانت لذمی مطلقا لأنه یابی، او لمسلم وھی مزروعۃ او مکروبۃ ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ او کان صاحبھا سیئی الخلق۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ۳۵۸)

الملتقط: لو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر اذنه یجوز لوجود الاذن دلالۃ۔ (تاتارخانیۃ: کتاب الصلاۃ، فصل ما یکرہ للمصلی وما لا یکرہ)

(ج) تیسری رائے: ان مقامات پر اجازت کی ضرورت نہیں ہے، نماز بلا کراہت درست ہوگی۔ یہ رائے مفتی حبیب اللہ قاسمی اور مولانا فصیح الدین ندوی کی ہے۔

سوال نمبر (۳) افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین، یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت

ضروری ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں تین رائیں آئی ہیں۔

(الف) پہلی رائے: جو مقالہ نگاران کی اکثریت کی رائے ہے وہ یہ ہے کہ اس میں مالک کی عرفی اجازت کافی ہے، اگر کسی نزاع یا فتنہ کا اندیشہ ہوتو صریح اجازت ضروری ہوگی، ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اس رائے کے حاملین درج ذیل مقالہ نگار ہیں۔

ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی انور علی اعظمی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا محمد نثار عالم ندوی کیرالا، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا عثمان بستوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا فصیح الدین ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا جاوید اختر قاسمی، مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی کنڈلوری، مولانا عبدالتواب اناوی۔ ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی۔

دلائل:

نقل سیدی عبدالغنی عن الاحکام لوالدہ الشیخ اسماعیل ان النزول فی ارض الغیر ان کان لھا حائط او حائل یمنع منه، والا فلا، والمعتبر فیه العرف قال : عرف الناس بالرضی وعدمه۔ (ردالمحتار ۱/۲۵۵)

انه سئل عمن صلی بصحراء عالما بانھا مملوکة لغیرہ وتیمم بترابھا فھل یصح تیممه وصلاته او لا؟ فاجاب بقوله: اما الصلاہ فی ارض الغیر فصحیحة مجزئة وکذلک التیمم بترابھا لکن ان لم یعلم ولم یظن رضا مالکھا بذلک حرم۔ (فتاوی الرملی ۱/۸۲)

ولو صلی علی ارض غیرہ ولو کانت مزروعة بلاضرر ولا غصب او صلی علی مصلاہ بلا غصب ولا ضرر جاز وصحت صلاته۔ (الفقه الاسلامی وادلته ۱/۷۹۶)

(ب) دوسری رائے: یہ ہے کہ اگر وہاں نماز پڑھنے سے زمین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسے اس میں فصل لگی ہوئی ہو یا جتائی کی ہوئی ہوتو مکروہ ہے۔ اگر نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتو مکروہ نہیں ہے۔ یہاں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب غیروں کی طرف سے تکلیف پہنچنے یا فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنہ وتکلیف کا اندیشہ ہوتو مکروہ تحریمی ہے۔ یہ مولانا راشد حسین ندوی اور مفتی محمد ذاکر جے پور کی رائے ہے۔

وفیھا: تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعة او مکروبة الا اذا کانت بینھما صداقة او رأی صاحبھا لا یکرھه فلا بأس۔ اھ (ردالمحتار ۱/۸۰)

لاتصلوا فی مبارک الابل۔(ابوداؤد: کتاب الطهارة، باب النهی عن الصلاة فی مبارک الابل)

لأن الابل کثیرة الشر فتشوش قلب المصلی وربما نفرت وهو فی الصلاة فتؤدی الی قطعها اوأذی یحصل له منها (عون المعبود)

(ج) تیسری رائے: مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا نے اس مسئلہ کی تین صورتیں بتائی ہیں اور ان کا حکم ذکر کیا ہے۔

(الف) اگر زمین یا پلاٹ کا مالک غیر مسلم ہے تو اس کی اجازت کے بغیر وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(ب) اگر مالک مسلمان ہے اور زمین خالی پڑی ہوئی ہے تو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج) اگر مالک مسلمان ہے اور زمین میں فصل لگی ہوئی ہے، یا کوئی مخصوص عمارت یا دوکان ہو تو اجازت لے کر نماز پڑھی جائے، بلا اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

دلائل:

فان کانت الاراضی مزروعة لایصلی فی الاراضی ولکن علی الطریق، لان الضرر فی الصلاة فی الاراضی فی هذه الصورة أکثر من الضرر فی الصلاة فی الطریق۔ (المحیط البرهانی: کتاب الصلاة، الفصل الخامس والثلاثون فی المتفرقات)

وتکره فی ارض الغیر بلا رضاه، واذا ابتلی بالصلاة فی ارض الغیر ولیست مزروعة او الطریق ان کانت لمسلم صلی فیها وان کانت لکافر صلی فی الطریق۔ (مراقی الفلاح: کتاب الصلاة)

مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ نماز پڑھنے کے لئے کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کریں، اگر کسی غیر مسلم کی زمین ہو اور اس کی رضامندی بھی ہو تو بھی بلا ضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے لئے اس کی زمین کا استعمال مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے مدد لینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انا لانستعین بمشرک۔

سوال نمبر (۴) فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں۔ قومی شاہراہیں اور صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی بھی جگہ مختص ہوتی ہے۔ اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں۔ اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں متعدد مقالہ نگار حضرات نے کچھ تفصیل سے تحریر کیا ہے کہ حدیث نبوی میں قارعة

الطریق پرنماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔اس کی علت فقہاء کرام نے مختلف بیان کی ہے:

(الف) گزرنے والوں کوتکلیف ہوگی۔

(ب) راستے عموماناپاک اشیاء سے خالی نہیں ہوتے، جانوروں کی لید اور پیشاب وغیرہ نجاست ہوتی ہے اور نجس جگہوں میں نماز پڑھنا منع ہے۔

(ج) راستہ سفر کرنے کے لئے بنایا گیاہے،اس میں نماز پڑھنا اسے غیر مقصد میں استعمال کرنا ہے۔اس لئے یہ درست نہیں ہے۔

(د) راستے میں نماز پڑھنے سے دل میں استحضار کی کیفیت میں کمی ہوگی۔ان علتوں کے حوالے بھی کتب حدیث وفقہ سے پیش کئے ہیں۔

لیکن ممانعت کی اصل علت گزرنے والوں کی مشقت و پریشانی ہے۔عام طور سے فقہاء کرام نے اسی کوذکرکیاہے۔

سوال نمبر(۴) کے جواب میں دوطرح کی رائے سامنے آئیں۔

(الف) پہلی رائے: کشادہ اور تنگ راستوں کے احکام الگ الگ ہیں۔اگر راستہ وسیع ہو اور گزرنے والوں کودشواری نہ ہوتو راستے کے کنارے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔اکثر مقالہ نگار حضرات کی یہی رائے ہے۔ان کے نام درج ذیل ہیں۔

ڈاکٹر ظفرالاسلام صدیقی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی کنڈلوری، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا، مولانا محمد ابررخان ندوی، مفتی عاشق صدیقی ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی انور علی اعظمی، مفتی اشرف قاسمی، مولوی یاسر بن اعجاز ندوی، مولانا نثار عالم ندوی کیرالا، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا فصیح الدین ندوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا جاوید اختر قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولوی عبد السبحان بیگوسرائے، مفتی جمیل احمد نذیری۔ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی۔

دلائل:

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یصلی فی سبعة مواطن: فی المزبلة، والمجزرة، والمقبرة، و قارعة الطریق، وفی الحمام، وفی معاطن الابل، وفوق ظہر بیت اللہ۔ (سنن الترمذی:ابواب الصلاة،باب ما جاء فی کراھیة ما یصلی الیہ وفیہ)

اما قوارع الطرق فقیل: انھا لا تخلو عن الارواث والابوال عادة، فعلی ھذا لا فرق بین الطریق الواسع والضیق، وقیل: معنی النھی فیھا انہ یستضرہ المارة، وعلی ھذا اذا کان الطریق واسعا

لایکرہ، وحکی ابن سماعۃ ان محمدا کان یصلی علی الطریق فی البادیۃ۔ (بدائع الصنائع: فصل فی شرائط ارکان الصلاۃ)

أن الصلاۃ فی الطریق ای طریق العامۃ مکروھۃ، وعللہ فی المحیط بما یفید انھا کراھۃ تحریم بقولہ: لأن فیہ منع الناس عن المرور والطریق حق الناس اعد للمرور فیہ، فلا یجوز شغلہ بما لیس لہ حق الشغل، واذا ابتلی بین الصلاۃ فی الطریق وبین ارض غیرہ، فان کانت مزروعۃ فالافضل ان یصلی فی الطریق لأن لہ حقا فی الطریق ولا حق لہ فی الارض، وان لم تکن مزروعۃ فان کانت لمسلم یصلی فیھا لأن الظاھر انہ یرضی بہ لأنہ اذا بلغہ یسر بذلک لأنہ احرز اجرا من غیر اکتساب منہ وفی الطریق لا اذن، لأن الطریق حق المسلم والکافر، وان کانت لکافر یصلی علی الطریق لأنہ لا یرضی بہ۔ (البحر الرائق: ۲/ ۲۰)

وفی طریق لان فیہ منع الناس من المرور وشغلہ بما لیس لہ لانھا حق العامۃ للمرور۔ (رد المحتار: کتاب الصلاۃ ۱/ ۲۵۴)

المصلی اذا ابتلی بین الصلاۃ فی الطریق وبین الصلاۃ فی ارض انسان، فھذا علی وجھین: اما ان کانت الارض مزروعۃ او غیر مزروعۃ، فان کانت الارض مزروعۃ فالافضل ان یصلی فی الطریق، لان لہ حقا فی الطریق ولا حق لہ فی الارض، وان کانت غیر مزروعۃ فان کانت الارض لیھودی او نصرانی فکذلک، وان کانت للمسلم فالافضل ان یصلی فی الارض لان صاحب الارض اذن لہ دلالۃ، لانہ اذا بلغہ سر بذلک ان ینال اجراً من غیر اکتساب منہ، وفی الطریق لا اذن لہ لان الطریق حق العامۃ واسم العامۃ یتناول المسلم والکافر۔ (التجنیس والمزید للمرغینانی: کتاب الصلاۃ، باب فیما یتقدم الصلاۃ من الشروط، فصل فی مکان الصلاۃ ۱/ ۳۹۵، ۳۹۶)

والطریق اولی من ارض الغیر۔۔۔ لان لہ فیہ حقا۔ (مختارات النوازل ۱/ ۳۱۸)

وقارعۃ الطریق۔۔۔ فالمراد بھا الطریق الذی یقرعہ الناس والدواب بارجلھم لاشتغال القلب بالخلق عن الحق، ولذا اشترط بعضھم ان یکون فی العمران لا البریۃ۔ (مرقاۃ: کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ)

یجوز الصلاۃ فی الطریق ان لم یکن ثم طارقون والا کرھت الصلاۃ فیہ (المجموع شرح المھذب ۴/ ۱۸۵)

والصلاۃ فیھا مکروہۃ فلا کراھۃ فی البراری اذ لم یکن ھناک طارقون (نھایۃ المحتاج ۲/ ۶۳)

وفی الطریق والبنیان وقت مرور الناس به کالمطاف لأنه یشغله بخلاف الصحراء الخالی عن الناس۔ (اعانۃالطالبین ۱؍۲۲۷)

لابأس فی الصلاۃ فیما علا منها یمنۃ او یسرۃ ولم یکثر قرع الاقدام فیه، وکذلک لابأس بالصلاۃفی الطریق التی یقل سالکوھاکطریق الابیات الیسیرۃ۔ (المغنی لابن قدامۃ ۲؍۵۳)

(ب) دوسری رائے: چلتے ہوئے راستے خواہ تنگ ہوں یا وسیع ان میں نماز مکروہ ہے۔ البتہ مجبوری میں پڑھ سکتے ہیں۔ درج ذیل مقالہ نگار حضرات کی یہ رائے ہے۔

مولانا عبدالتواب اناوی، مفتی محمد ذاکر جے پور، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی عثمان بستوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی۔

متعدد مقالہ نگار حضرات نے جواب دینے کے بعد حالات حاضرہ کے اعتبار سے یہ رائے بھی پیش کی ہے۔

موجودہ حالات میں جب کہ حکومت نام نہاد سیکولر ہے اور فرقہ پرستی خصوصا مسلم دشمنی عروج پر ہے، مسلم دشمنوں کو حکومت کی پوری سرپرستی حاصل ہے، ان حالات میں مذکورہ جگہوں پر نماز پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اب ویڈیو بنا کر کیس کردیا جارہا ہے۔ ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ (البقرۃ) گنجائش نہ ملے تو اللہ تعالی سے معافی مانگتے ہوئے بعد میں قضاء کرلے۔

سوال نمبر (۵) ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ جہاں دوسروں کو تکلیف نہ ہو اور عرفا اجازت ہو تو وہاں شرعا نماز پڑھنا بغیر کراہت کے درست ہے۔ مگر حالات کے اعتبار سے ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کے مقامات میں جہاں نماز پڑھنے کی جگہ بنی ہو وہاں جاکر نماز پڑھے، حکومت کے قوانین وضوابط کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے۔ درج ذیل مقالہ نگاران کی یہ رائے ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری، مولوی عبدالسبحان بیگوسرائے، مفتی حبیب اللہ قاسمی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا قمرالزماں ندوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا فصیح الدین ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا نثار عالم ندوی کیرالا، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی عثمان بستوی، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی سلمان منصورپوری، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، راشد حسین ندوی، مفتی محمد ذاکر جے پور، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، ڈاکٹر ظفرالاسلام صدیقی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی۔

مولانا جاوید اختر قاسمی لکھتے ہیں کہ ریلوے اسٹیشن اور ایرپورٹ اور حکومت کے مقامات پر نماز پڑھنے کے

لئے صرف ممانعت کا نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ صراحۃ یا دلالۃ اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر اذنہ یجوز لوجود الاذن دلالۃ۔ (تاتارخانیۃ: ۲/۱۴۲)

مولانا عبدالتواب اناوی لکھتے ہیں کہ ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ، ہاسپٹل، پارک وغیرہ عوامی مقامات میں حکومت کی اجازت کے بعد بھی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مولانا محبوب احمد فروغ قاسمی لکھتے ہیں: اگر جان و مال یا عزت وآبرو کا خطرہ ہو تو اس عذر کا لحاظ کر کے اگر قضاء کی اجازت دی جائے تو عنداللہ وہ ترک ادا کا مجرم نہیں ہوگا، ان شاء اللہ۔ بوقت عذر و حاجت نمازوں کی قضاء دور نبوی سے چلی آرہی ہے۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں: نماز بہرحال وقت پر ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، سفر مختصر بھی ہوتا ہے اور طویل بھی، اگر انسان وقت پر نماز ادا نہ کرسکے تو بہت سی قضاؤں کا بار اس پر آجائے گا جس کا تحمل آسان نہیں ہے۔ یہ بھی ایک دن یا ایک شخص کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ کروڑوں مسلمانوں کا مسئلہ ہے، اس لئے اس میں کمزوری اختیار کرنا شرعی یا جمہوری دونوں طور پر صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر (٦) ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی متعدد آراء سامنے آئی ہیں:

(الف) پہلی رائے: ضرورت کے وقت ٹرین یا جہاز میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ ٹرین کی سیٹ پر یا ٹرین کے ڈبہ میں موجود گزرگاہ میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے درست نہیں ہے۔ کیونکہ ٹرین کی سیٹیں اجارہ کے طور پر لیتے ہیں اس لئے ڈبہ کے راستے پر سب کا حق ہے۔ سب کو اپنے مصرف میں استعمال کرنے کی اجازت ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ دوسرے مسافروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ دو چار منٹ رکنے میں کوئی خاص زحمت نہیں ہوتی، اکثر اوقات غیر مسلم بھی بخوشی رک جاتے ہیں، حقوق العباد کا حوالہ دے کر نماز سے روکنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی کنڈلوری، مولانا عبیداللہ ندوی ماٹلی والا، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مفتی محمد ذاکر جے پور، مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا مقصود عالم فرقانی

دلائل:

ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء: ۱۰۳)

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الارض کلها مسجد الا المقبرہ والحمام۔ (سنن أبی داؤد)

وقد قالت عائشة رضی اللہ عنها: ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین شیئین الا اختار اهونهما، فمن ابتلی ببلیتین فعلیہ أن یختار أهونهما۔ (بدائع الصنائع ۱/۱۱۷)

فان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعة، فلو مزروعة او لکافر یصلی فی الطریق لأن له فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل۔ (رد المحتار: الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة ودخول البساتین)

اذا استاجر داراً او بیتاً ولم یسم الذی یریدها له حتی جازت الاجارة استحساناً کان للمستاجر ان یسکنها وأن یسکنها وله ان یضع متاعه فیها وله ان یعمل فیها ما بدا له من العمل مما لا یضر بالبناء ولا یوهنه نحو الوضوء وغسل الثیاب، أما کل عمل یضر بالبناء ویوهنه نحو الرحی والحدادة والقصارة فلیس له ذلک الا برضا صاحبه۔ (هندیة ۴/۴۷۰)

ولا یجوز له أن یصلی فی ارض مغصوبة لأنه لا یجوز له دخولها فی غیر الصلاة، ففی الصلاة اولی، فان صلی فیها صحت صلاته خلافا لداؤد، ودلیلنا انها ارض طاهرة وانما المنع فیها لمعنی فی غیرها وهو حق المالک، وذلک لا یمنع صحة الصلاة۔ (البیان للعمرانی الشافعی ۲/۱۱۳)

(ب) دوسری رائے: ٹرین اور جہاز پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ البتہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی انور علی اعظمی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، ڈاکٹر شاہجہاں ندوی، مفتی خورشید انور اعظمی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مولانا جاوید اختر قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولوی عبد السبحان بیگوسرائے،

دلائل:

ومعنی النهی فی قوارع الطریق انه یستضر به المار، فعلی هذا اذا کان الطریق واسعا لا یکره، وحکی ابن سماعة ان محمدا رحمه اللہ تعالی کان یصلی علی الطریق فی البادیة۔ (المبسوط للسرخسی ۱/۲۰۸)

(ج) تیسری رائے: مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد اشرف قاسمی اور مولانا سلمان بن سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن گزرگاہ میں نماز نہ پڑھے۔

(د) چوتھی رائے: مولانا ابرارخاں ندوی اور مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا محمد فصیح الدین ندوی، مولانا قمرالزماں ندوی لکھتے ہیں کہ ٹرین و جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے۔لیکن اگر شرپسند عناصر یا پولیس کے متعصب افراد کی جانب سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتو احتیاط کا تقاضا ہے کہ نماز کو مؤخر کردے اور بعد میں کسی محفوظ جگہ پر یا گھر آکر نماز قضاء کرلے۔ وہ عنداللہ معذور ہوگا۔

(ہ) پانچویں رائے: مولانا عبید اللہ ندوی ماٹلی والا لکھتے ہیں کہ ایسے حالات میں نماز مؤخر کرنے کی گنجائش ہے، تاہم میرے خیال میں نماز مؤخر کرنے کی اجازت دینے سے بدرجہا بہتر ہے کہ جمع بین الصلاتین کا حکم دیدیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جمع بین الصلاتین صوری کی پوری کوشش کرے جو احناف کے یہاں بھی درست ہے۔لیکن اگر جمع حقیقی کے بغیر چارہ نہ ہوتو جمع حقیقی بھی کرسکتا ہے۔

سوال نمبر(۷): ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی متعدد رائیں ہیں۔

اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ ارض غیر میں قرینہ حالیہ ہو یا صراحۃ اجازت ہو یا تعامل ہو۔ یہ اجازت کی علامت ہے۔حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں صریح ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے لئے کافی ہے، وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ قانونی طور پر ہر شہری کو سرکاری مقامات سے انتفاع کا حق حاصل ہے۔ البتہ اگر ممانعت کی صراحت ہوتو اجازت نہیں ہوگی۔ اس رائے کے حاملین درج ذیل حضرات ہیں۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا عبید اللہ ندوی ماٹلی والا، مولانا ابرارخاں ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی محمد ذاکر جے پور، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، مفتی عثمان بستوی، مولانا سلمان بن سلیمان ندوی، مولانا نثار عالم ندوی کیرالا، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا محمد فصیح الدین ندوی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا قمرالزماں ندوی، مفتی خورشید انور اعظمی، راقم الحروف بدر احمد مجیبی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی جلیل احمد نذیری، ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی،

دلائل:

لا اذن فی الطریق لأنہ حق المسلم والکافر کذا فی الشرح، قولہ صلی فی الطریق لأنہ لا یرضی بھا کذا فی البرھان، والطریق لیس للکافر علی الخصوص کذا فی الشرح۔ (حاشیۃ الطحطاوی :

کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروھات)

لأن صاحب الارض اذن لہ دلالۃ۔ (التجنیس والمزید)

وتکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ۔۔۔ او لمسلم وھی مزروعۃ او مکروبۃ ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ۔ (حاشیۃ الطحطاوی)

لو صلی فی بیت رجل بغیر اذنہ یجوز لوجود الاذن دلالۃ۔ (تاتارخانیۃ ۲/۲۱۴)

والاذن ضربان: احدھما الاذن الصریح فی النفقۃ والصدقۃ۔ والثانی الاذن المفھوم من اطراد العرف والعادۃ کاعطاء السائل کسرۃ ونحوھا مماجرت العادۃ بہ واطرد العرف فیہ وعلم بالعرف رضاء الزوج والمالک بہ فاذنہ فی ذلک حاصل وان لم یتکلم۔ (المجموع شرح المھذب للنووی ۳/۱۶۳)

الاذن العرفی یقوم مقام الاذن الحقیقی۔ (المغنی لابن قدامۃ ۴/۳۵۰)

مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا نثار عالم ندوی کیرالا لکھتے ہیں کہ اجازت کے لئے عرف کا اعتبار ہوگا۔

مفتی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ اگر ان جگہوں پر عام لوگوں کو آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے کی مطلق اجازت ہے تو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی ہوگی الگ سے نماز پڑھنے کی اجازت لینے کی شرعا ضرورت نہیں ہوگی۔

مولانا جاوید اختر قاسمی لکھتے ہیں کہ ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے لئے کافی نہیں ہے۔ صراحۃ یا دلالۃ اجازت ضروری ہے۔

ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں کہ ارض غیر میں نماز پڑھنے کی اجازت کی علامت درج ذیل ہے۔

(الف) نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی ہے۔

(ب) دلالۃ اور عرفا اجازت بھی کافی ہے۔

(ج) متعصب غیر مسلم کی زمین ہو تو صراحۃ اجازت لی جائے۔

(د) حکومتی مقامات میں نماز کے لئے اجازت کی علامت یہ ہوگی کہ اس طرح نماز ادا کی جائے جس سے کسی کو کوئی مضرت لاحق نہ ہو۔

الحمد للہ تمام سوالات اور مقالہ نگار حضرات کے جوابات مکمل ہو گئے۔

بدر احمد مجیبی

پھلواری شریف

۲۹ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ - ۱۵/ اکتوبر ۲۰۲۳ء

باب سوم

مقالات

عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم

مولانا اختر امام عادل قاسمی
(جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور)

نماز اسلام کا بنیادی رکن اور سب سے بڑی عبادت ہے، تمام عبادات میں اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مخصوص احوال وظروف کی پابند نہیں ہے، بلکہ جب تک انسان کے ہوش وحواس قائم ہیں ہر حال میں اور ہر مقام پر اس کی ادائیگی لازم ہے، بہت سی احادیث میں نماز کی اس آفاقیت کا ذکر آیا ہے:

نماز ایک آفاقی عبادت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ساری روئے زمین میرے لئے مسجد اور ذریعۂ تطہیر بنادی گئی ہے، اس لئے میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز ادا کرلے، متعدد صحابہ سے یہ مضمون مروی ہے:

قال حدثنا جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (أعطيت خمسا لم يعطهن أحد من الأنبياء قبلي نصرت بالرعب مسيرة شهر وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا وأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل وأحلت لي الغنائم وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس كافة وأعطيت الشفاعة (الجامع الصحيح ج 1 ص 168 حديث نمبر: 427)

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدْ الْمَاءَ (الجامع الصحيح ج 1 ص 168 حديث نمبر: 427

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي أُمَامَةَ وَأَبِي ذَرٍّ قَالُوا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا (الجامع الصحيح ج 1 ص 168 حديث نمبر: 427)

جن مقامات پر نماز پڑھنا ممنوع ہے

البتہ اس سے ان مقامات کا استثناء ہے جہاں درج ذیل باتوں میں سے کوئی بات پائی جاتی ہو:

۱۔غیر اللہ کی عبادت کا شبہ ہو، مثلاً قبرستان، مندر، کلیسا وغیرہ۔

۲۔ طہارت میں شبہ ہو، مثلاً حمام، جانوروں کے رہنے کی جگہ، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، یا بیت الخلاء کی چھت یا اس کے آس پاس کی جگہیں وغیرہ۔

۳۔ خانۂ کعبہ کی بے احترامی ہوتی ہو، مثلاً بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا۔

۴۔عام لوگوں کو حرج یا ضرر پیش آئے، مثلاً راستہ یا گذرگاہ پر اس طرح نماز پڑھنا کہ چلنے والوں کو دشواری پیش آئے، البتہ اگر راستہ کشادہ ہو اور کسی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے سے راہگیروں کو دشواری نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۵۔خود نمازی کو خلل یا ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہو، مثلاً دشمن کی قید میں نماز پڑھنا، اسی ضمن میں بعض علماء کے نزدیک وہ جگہ بھی شامل ہے جہاں اونٹ بندھے ہوئے ہوں، اس لئے کہ اونٹ ماہرین حیوانات کے نزدیک کینہ پرور اور ضرر رساں جانور مانا گیا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں بھی بکری اور اونٹ کی جگہوں میں فرق کیا گیا ہے، بکری کے باندھنے کی جگہ اگر پاک ہے تو نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، جب کہ اونٹ کے باندھنے کی جگہ پاک بھی ہو تب بھی نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے، اور اس کا سبب شارحین اور فقہاء نے اونٹ سے پہونچنے والا ممکنہ ضرر قرار دیا ہے۔

اسی میں وہ صورت بھی داخل ہے جس میں نمازی کو نماز میں خلل یا تشویش پیدا ہو، مثلاً کسی تیز آواز والی مشین کے پاس نماز پڑھنا، یا کھلے مقام پر بغیر سترہ کے نماز پڑھنا وغیرہ۔

۶ ۔دوسرے کی مملوکہ زمین بھی اسی حکم میں داخل ہے، خواہ وہ کلیتاً مغصوبہ ہو یا مالک زمین کی طرف سے نماز پڑھنے کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت موجود نہ ہو۔ البتہ اگر کسی مسلمان کی زمین ہو اور اسے نماز پڑھنے پر کوئی اعتراض یا نقصان نہ ہو تو بلا اجازت بھی نماز پڑھنے میں حرج نہیں، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔

ان میں سے بعض مقامات کا ذکر خود احادیث نبویہ میں ہے اور بعض کو اشتراک علت کی بنیاد پر فقہاء نے شامل کیا ہے۔

اس سلسلہ کی احادیث درج ذیل ہیں:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ

حُجْرٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ أَبُو مَرْثَدٍ اسْمُهُ كَنَّازُ بْنُ حُصَيْنٍ (الجامع الصحيح سنن الترمذي ج2ص 177

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم صلوا في مرابض الغنم ولا تصلوا في أعطان الإبل قال الشيخ الألباني: صحيح (الجامع الصحيح سنن الترمذي ج2ص180

عن أنس بن مالك: أن النبي صلى الله عليه و سلم كان يصلي في مرابض الغنم قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح (الجامع الصحيح سنن الترمذي ج2ص 180

عن سالم عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يصلى على قارعة الطريق أو يضرب الخلاء عليها أو يبال فيه (سنن ابن ماجه ج1ص120 حديث نمبر :330

کتب فقہ میں مقامات ممنوعہ کا ذکر

کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ ان مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، امام سرخسی تحریر فرماتے ہیں:

وكذلك لو صلى في أرض مغصوبة أو صلى وعليه ثوب مغصوب عنده لا يجوز لأن العبادة لا تتأدي بما هو منهى عنه، والنهي عندنا إذا لم يكن لمعنى في الصلاة لا يمنع جوازها. وأصل النهي في هذا الباب حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة في سبع مواطن: المجزرة والمزبلة والمقبرة والحمام وقوارع الطريق ومعاطن الإبل وفوق ظهر بيت الله. فأما المجزرة والمزبلة فموضع النجاسات لا يجوز الصلاة فيها لإنعدام شرطها وهو الطهارة من حيث المكان. وأما المقبرة، فقيل: إنما نهى عن ذلك لما فيه من التشبه باليهود، كما قال صلى الله عليه وسلم: "لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد فلا تتخذوا قبري بعدي مسجدا". ورأى عمر رضي الله تعالى عنه رجلا يصلي بالليل إلى قبر فناداه: القبر القبر، فظن الرجل أنه يقول: القمر، فجعل ينظر إلى السماء فما زال به حتى بينه فعلى هذا القول تجوز الصلاة وتكره. وقيل: معنى النهى أن المقابر لا تخلو عن النجاسات فالجهال يستترون بما يشرف من القبور فيبولون ويتغوطون خلفه فعلى هذا لا تجوز الصلاة لانعدام طهارة المكان. ومعنى النهي في الحمام: أنه مصب الغسالات والنجاسات عادة فعلى هذا إذا صلى في موضع جلوس الحمامى لا يكره. وقيل معنى النهى: أن الحمام بيت الشيطان فعلى هذا الكراهة في كل موضع منه سواء غسل ذلك الموضع أو لم يغسل.

ومعنى النهي في قوارع الطريق: أنه يستضر به المار فعلى هذا إذا كان الطريق واسعا لا يكره وحكي ابن سماعة أن محمدا رحمه الله تعالى كان يصلى على الطريق في البادية. وقيل: معنى النهى في قوارع الطرق أنها لا تخلو عن الأرواث والأبوال عادة فعلى هذا لا فرق بين الطريق الواسع والضيق. ومعنى النهى في معاطن الإبل، قيل، لأنها لا تخلو عن النجاسة عادة إلا أنه جاء في الحديث: "صلوا في مرابض الغنم ولا تصلوا في معاطن الإبل". وفيما يكون منها المعاطن والمرابض سواء. وقيل معنى النهي أن الإبل ربما تصول على المصلى فيبتلى بما يفسد صلاته وهذا لا يتوهم من الغنم. وأما فوق ظهر بيت الله: النهى عندنا لأن الإنسان منهى عن الصعود على سطح الكعبة لما فيه من ترك التعظيم فلا يمنع جواز الصلاة. وعند الشافعي رضي الله تعالى عنه هذا النهي لافساد صلاته حتى إذا صلى على سطح الكعبة وليس بين يديه سترة لا تجوز صلاته عنده على ما بينه في آخر الكتاب. (المبسوط للسرخسي ج1 ص380)

الصلاة فى الحمام ان لم يكن تماثيل ومكانها طاهر لا تكره، وكان اسماعيل الزاهدى يصلى فيه مع الخادم۔ (الفتاوى البزازية: ج ا ص/ ۲۱ الفصل الثانى فى مقدمتها وصفتها نوع فيما يكره)

مقام نماز کے سلسلے میں یہ شریعت کا عمومی مزاج ہے، اس کی روشنی میں چند سوالات کی تنقیح پیش خدمت ہے، جو مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کی جانب سے بھیجے گئے ہیں:

ارض غیر، ارض مغصوبہ اور سرکاری زمین کے احکام میں فرق

سوال نمبر(۱): نماز کے لئے زمین کی بابت "ارض غیر" اور "ارض مغصوبہ" اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

الجواب:" ارض مغصوبہ" ارض غیر اور سرکاری زمین کے احکام میں فرق ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنا

☆مغصوبہ زمین میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی اور قابل اعادہ ہے، گوکہ فی الجملہ فریضۂ نماز ادا ہو جاتا ہے، مگر ادا کرنے والا گناہ گار رہتا ہے:

الصَّلَاةُ في أَرْضٍ مَغْصُوبَةٍ جَائِزَةٌ وَلَكِنْ يُعَاقَبُ بِظُلْمِهِ فما كان بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى يُثَابُ وما كان بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعِبَادِ يُعَاقَبُ كَذَا في مُخْتَارِ الْفَتَاوَى۔ (الفتاوى الهندية في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان ج1 ص108)

وعندنا ينال التضعيف ويلزمه مقتضى الكراهة أو الحرمة كما لو صلاها في أرض مغصوبة رحمتي ونحوه۔ (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار. ج1 ص570

ونظيره لو صلى السنة في أرض مغصوبة كان آتيا بها مع ارتكاب المنهي عنه اهـ قلت وأصل الجواب مصرح به في كافي النسفي حيث قال: لأن النهي في غيره فلا ينفي مشروعيته كما لو توضأ بماء مغصوب أو استنجى بحجر مغصوب قلت والظاهر أن أراد بالمشروعية الصحة لكن يقال عليه إن المقصود من السنة الثواب وهو مناف للنهي بخلاف الفرض فإنه مع النهي يحصل به سقوط المطالبة كمن توضأ بماء مغصوب فإنه يسقط به الفرض وإن أثم (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ج1 ص341)

وَلَوْ صَلَّى فِي الْمَغْصُوبَةِ أَوْ صَامَ يَوْمَ النَّحْرِ أَجْزَأَهُ وَخَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ النَّذْرِ, كَذَا هَذَا ، هَكَذَا حُكِيَ فِي الْبَدَائِعِ (فتح القدير: ج ٣ص /٥٢ كتاب الحج فصل ومن طاف طواف القدوم محدثا فعليه صدقة قوله وليس عليه لترك السعي شيء)

وفي مختارات الفتاوى الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه وبين العباد يعاقب كما في الفتاوى الهندية قوله 'صلى فيها' لأن الظاهر أنه يرضى بها لأنه ينال أجرا من غير اكتساب منه ولا أذن في الطريق لأنه حق المسلم والكافر كذا في الشرح، قوله 'صلى في الطريق' لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليست للكافر على الخصوص كذا في الشرح۔ (حاشية الطحطاوي ج١ص /٣٥٨، فصل في المكروهات)

کسی مسلمان کی مملوکہ زمین پر نماز پڑھنا

(الف) اگر زمین کسی مسلمان کی ہواور قرائن سے یہ بات معلوم ہو کہ اسے وہاں نماز پڑھنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ یک گونہ خوشی محسوس کرے گا تو صریح اجازت کے بغیر بھی وہاں پر نماز پڑھنا درست ہوگا بشرطیکہ زمین خالی ہواور وہاں کوئی کاشت وغیرہ لگی ہوئی نہ ہو، یا کاشت ہواور اس کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔

غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا

(ب) لیکن اگر زمین غیر مسلم کی ہو تو اس کی صریح اجازت کے بغیر اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، الا یہ کہ باہم ایسے مخلصانہ تعلقات ہوں کہ کسی منفی ردعمل کا اندیشہ نہ ہو، فقہاء نے لکھا ہے کہ غیر مسلم کی زمین میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ راستہ پر نماز پڑھی جائے کہ اس لئے کہ راستہ میں سب کا حق ہے۔

وعبارة الحاوي القدسي والأرض المغصوبة فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق اهـ أي لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل وفيها تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس اهـ (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار ج ١ ص ٣٨١)

وَقَيَّدُوا بِقَوْلِهِمْ وَلَمْ يُوَاجِهْ الطَّرِيقَ لِأَنَّ الصَّلَاةَ فِي الطَّرِيقِ أَيْ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ مَكْرُوهَةٌ وَعَلَّلَهُ فِي الْمُحِيطِ بِمَا يُفِيدُ أَنَّهَا كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ بِقَوْلِهِ لِأَنَّ فِيهِ مَنْعَ النَّاسِ عَنْ الْمُرُورِ وَالطَّرِيقُ حَقُّ النَّاسِ أُعِدَّ لِلْمُرُورِ فِيهِ فَلَا يَجُوزُ شَغْلُهُ بِمَا لَيْسَ لَهُ حَقُّ الشَّغْلِ وَإِذَا ابْتُلِيَ بَيْنَ الصَّلَاةِ فِي الطَّرِيقِ وَبَيْنَ أَرْضِ غَيْرِهِ فَإِنْ كَانَتْ مَزْرُوعَةً فَالْأَفْضَلُ أَنْ يُصَلِّيَ فِي الطَّرِيقِ لِأَنَّ لَهُ حَقًّا فِي الطَّرِيقِ وَلَا حَقَّ لَهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَزْرُوعَةً فَإِنْ كَانَتْ لِمُسْلِمٍ يُصَلِّي فِيهَا لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ يَرْضَى بِهِ لِأَنَّهُ إذَا بَلَغَهُ يُسَرُّ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ أَحْرَزَ أَجْرًا مِنْ غَيْرِ اكْتِسَابٍ مِنْهُ وَفِي الطَّرِيقِ لَا إذْنَ لِأَنَّ الطَّرِيقَ حَقُّ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ وَإِنْ كَانَتْ لِكَافِرٍ يُصَلِّي عَلَى الطَّرِيقِ لِأَنَّهُ لَا يَرْضَى بِهِ.اهـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 2 ص 20)

حکومت کے زیر ملکیت زمین پر نماز پڑھنا

حکومت کے زیر ملکیت زمین کا حکم وہی ہے جو عام راستہ کا ہے، اس لئے کہ دونوں سے حقوق عامہ وابستہ ہیں، الا یہ کہ حکومت کی طرف سے کسی مخصوص خطہ کو علاقہ ممنوعہ قرار دیا جائے یا وہاں کے متعلقہ لوگوں کو اس سے تنگی ودشواری پیدا ہو۔

الا ترى أنه لو شهد مسلمان على رجل أنه بنى داره هذه في طريق المسلمين أمره الإمام بهدمها حتى يعيدها طريقاً كما كانت ومعلوم أن في الطريق حقاً لكل أحد فكان الشاهد منتفعاً بشهادته من هذا الوجه (شرح السير الكبير ج 4 ص ٥)

وفي "الأصل" أيضاً: يكره للمسافر أن يصلي على الطريق، بل ينبغي له أن يتنحى عن الطريق؛ لأن الطريق مشغول بحق المسلمين، فهو كما لو صلى في أرض مغصوبة، فإن وجد موضعاً مباحاً يصلي في ذلك الموضع ولا يصلي على الطريق، فإن لم يجد موضعاً مباحاً ولكن وجد أراضي الناس، فإن كانت الأراضي مزروعة لا يصلي في الأراضي، ولكن على الطريق؛ لأن الضرر في الصلاة في الأراضي في هذه الصورة أكثر من الضرر في الصلاة في الطريق، وإن لم تكن الأراضي مزروعة يصلي في الأراضي، ولا يصلي في الطريق، وإن كانت الأرض للذمي، فالصلاة في الطريق أولى من الصلاة

في الأرض۔ (المحيط البرهاني في الفقه النعماني ج2 ص219)

پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ وغیرہ پر نماز پڑھنا

سوال نمبر (۲): پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں جہاں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اسلئے عام لوگوں کی آمد ورفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

الجواب:۔ایسے مقامات جن سے حقوق عامہ وابستہ ہوگئے ہوں وہ عام راستہ کے حکم میں ہیں گوکہ وہ کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوں، یعنی حقوق عامہ اور متعلقہ لوگوں کی دشواریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وہاں نماز پڑھنا درست ہے، ادارہ یا زمین کے مالک سے صریح اجازت لینا ضروری نہیں، فقہاء نے عام راستہ کے ضمن میں جو گفتگو کی ہے اس سے یہی مستفاد ہوتا ہے، اسی طرح ارض غیر کے بارے میں فقہاء نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر باہم تعلقات یا قرائن کی بنیاد پر امید ہو کہ مالک زمین کو وہاں اس کے نماز پڑھنے پر اعتراض نہ ہوگا تو وہاں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا۔(حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، ج ا ص ۳۸۱)

اس مسئلہ میں البحر الرائق کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج2 ص20)

وتكره الصلاة في الطريق لشغله حق العامة ومنعهم من المرور. . قوله (شغله حق العامة) ولشغل البال عن الخشوع فيشتغل بالخلق عن الحق وعن هذا شرط بعضهم أن يكون في العمران لا في البرية أفاده شارح المشكاة (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ج ا ص۳۵۶)

ابتلى بين الصلاة فى الطريق وارض الغير لومزروعة او لكافر، فالطريق والافالأرض۔ (الفتاوى البزازية: ج ا ص/ ۲۱ الفصل الثانى فى مقدمتها وصفتها نوع فيما يكره)

ولا أذن في الطريق لأنه حق المسلم والكافر كذا في الشرح، قوله (صلى في الطريق) لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليس للكافر على الخصوص كذا في الشرح۔ (حاشية الطحطاوي ج١ص/٣٥٨ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

کسی کے خالی پلاٹ، کھیت کی زمین یا دکان پر نماز پڑھنا

سوال نمبر (۳):۔افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی

اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :۔(الف)اگر زمین یا پلاٹ کا مالک غیر مسلم ہے تو اس کی اجازت کے بغیر اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اسے اعتراض ہوسکتا ہے۔

(ب)البتہ اگر مالک زمین مسلمان ہو اور زمین خالی پڑی ہو تو نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ بحیثیت مسلمان یہ اس کے لئے خوشی کا موقعہ ہے، اعتراض کا نہیں۔

(ج)لیکن اگر مسلمان کی زمین میں فصل لگی ہو یا کوئی مخصوص عمارت یا دکان ہو تو بہتر ہے کہ اجازت لے کر نماز پڑھی جائے، بلا اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے، الا یہ کہ مالک زمین سے خاص ربط اور شناسائی ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

"قوله(وتكره في أرض الغير بلا رضاه) بأن كانت لذمي مطلقا لأنه يأبى أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة أو كان صاحبها سيء الخلق ولو كان في بيت إنسان الأحسن أن يستأذنه وإلا فلا بأس كما في الفتح۔ (حاشية الطحطاوي ج١ص/٣٥٨ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

والافضل أن يستأذن من صاحب الدار للصلواة فيها۔ (الفتاوى البزازية:ج ١ ص/ ٢١ الفصل الثانى فى مقدمتها وصفتها نوع فيما يكره)

وَفِي أَرْضِ غَيْرِهِ. فَإِذَا ابْتُلِيَ بَيْنَ ذَلِكَ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ فِي الطَّرِيقِ إنْ كَانَتْ الْأَرْضُ مَزْرُوعَةً أَوْ لِكَافِرٍ فَفِي الطَّرِيقِ وَإِلَّا فَفِي الْأَرْضِ. وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ إنْسَانٍ إنْ اسْتَأْذَنَهُ فَأَحْسَنُ وَإِلَّا فَلَا بَأْسَ۔ (-فتح القدير على الهداية ج1 ص418)

و"تكره في "أرض الغير بلا رضاه" وإذا ابتلى بالصلاة في۔۔۔أرض الغير وليست مزروعة أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها وإن كانت لكافر صلى في الطريق۔ (مراقي الفلاح شرح متن نور الإيضاح ص131)

عام راستہ، ٹرین، جہاز وغیرہ میں نماز پڑھنا

سوال نمبر(۴):۔فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے

اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہو؟

سوال نمبر(٦): ۔ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ۔راستہ یا کسی بھی عام مقام پر نماز پڑھنا علی الاطلاق مکروہ نہیں ہے، بلکہ اس وقت مکروہ ہے جب راستہ یا وہ جگہ تنگ ہو اور لوگوں کو دشواری پیش آئے، لیکن اگر راستہ کشادہ ہو اور آدمی ایک الگ کنارے میں اس طور پر نماز ادا کرے کہ کسی گذرنے والے کو دشواری پیش نہ آئے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہے، ٹرین اور جہاز کا بھی یہی حکم ہے۔

وَمَعْنَى النَّهْيِ فِي قَوَارِعِ الطَّرِيقِ أَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ الْمَارُّ، فَعَلَى هَذَا إذَا كَانَ الطَّرِيقُ وَاسِعًا لَا يُكْرَهُ وَحَكَى ابْنُ سِمَاعَةَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَانَ يُصَلِّي عَلَى الطَّرِيقِ فِي الْبَادِيَةِ، وَقِيلَ: مَعْنَى النَّهْيِ فِي قَوَارِعِ الطُّرُقِ أَنَّهَا لَا تَخْلُو عَنْ الْأَرْوَاثِ وَالْأَبْوَالِ عَادَةً، فَعَلَى هَذَا لَا فَرْقَ بَيْنَ الطَّرِيقِ الْوَاسِعِ وَالضَّيِّقِ۔ (المبسوط للسرخسي ج1 ص380)

ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور سرکاری مقامات پر نماز پڑھنا

سوال نمبر(٥) ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

سوال نمبر(٧): ۔ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

الجواب: ۔حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر ہندستان جیسے جمہوری ملک میں جب تک صریح ممانعت نہ ہو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ قانونی طور پر ہر شہری کو سرکاری مقامات سے انتفاع کا حق حاصل ہے، اور نماز بہر حال وقت پر ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، اور سفر مختصر بھی ہوتا ہے اور طویل بھی، اگر انسان وقت پر نماز ادا نہ کر سکے تو بہت سی قضاؤں کا بار اس پر آجائے گا، جس کا تحمل آسان نہیں، اور یہ بھی ایک دن یا ایک شخص کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ کروڑوں مسلمانوں کا مسئلہ ہے، اس لئے اس میں کمزوری اختیار کرنا شرعی اور جمہوری دونوں طور پر صحیح نہیں ہے۔ راستہ یا عام زمینات کے تعلق سے فقہاء نے جو گفتگو کی ہے جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے، اس سے اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ولا أذن في الطريق لأنه حق المسلم والكافر كذا في الشرح، قوله (صلى في الطريق) لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليس للكافر على الخصوص كذا في الشرح۔ (حاشية الطحطاوي ج۱ص/۳۵۸ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

ہندستان کا عرف اور قانون عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے!

آزادی کے بعد سے آج سے چند سال قبل تک جس طرح کا تعامل نماز کی ادائیگی کے سلسلے میں چلا آرہا ہے، جس میں حکومت یا عوام کی طرف سے عموماً کوئی منفی ردعمل سامنے نہیں آیا تھا، بلکہ غیر مسلم بھی بخوشی اس امر میں تعاون کرتے رہے ہیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ سرکاری مقامات پر حکومت کی طرف سے نماز پڑھنے پر کوئی قانونی پابندی نہیں ہے، اور نہ کہیں ملک کے دستور میں ایسی کسی ممانعت کا ذکر موجود ہے، یہاں تمام مذاہب کے لوگوں کو عوامی مقامات پر اپنے مذہبی رسوم کی ادائیگی کی اجازت ہے، فقہ کی اصطلاح میں اسی کو عرف کہتے ہیں، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر عرف سے رضامندی کا ثبوت ملتا ہو تو پھر صریح اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اور نماز پڑھنا درست ہے، جب تک کہ حکومت کی طرف سے صریح ممانعت کا حکمنامہ جاری نہ ہوجائے۔ (قانونی ماہرین کا کہنا ہے کہ دستور وقانون میں عوامی مقامات پر عبادت کی اجازت ہے۔۔ ۱۹۹۴ء میں سپریم کورٹ نے آرڈر دیا تھا، کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد ضروری نہیں ہے، نماز کہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے، یہاں تک کہ کھلے مقامات پر بھی۔۔۔۔۔ سپریم کورٹ کے سینئر وکیل سنجے ہیگڑے نے پولیس کی جانب سے متعدد دفعات لگائے جانے پر کہا کہ دوگروپوں میں دشمنی پیدا کرنے کی دفعہ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب عمداً کوئی ایسا عمل کیا جائے، جس سے دشمنی پیدا ہونے کا خطرہ ہو، لیکن ایسا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ طلحہ عبدالرحمن ایڈوکیٹ کہتے ہیں کہ کوئی عمل اسی وقت جرم بنتا ہے جب اس سے دوسرے کو نقصان پہونچے، قانونی ماہرین کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص الگ تھلگ مقام پر نماز پڑھتا ہے تو وہ جرم کیسے ہوگیا۔ (ماخوذ از انٹرنیٹ)

وأرض مغصوبة أو للغير تنبيه نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في ارض الغير إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا والمعتبر فيه العرف اهـ قال يعني عرف الناس بالرضا وعدمه فلا يجوز الدخول في أيام الربيع إلى بساتين الوادي بدمشق إلا بإذن أصحابها فما يفعله العامة من هدم الجدران وخرج السياج فهو أمر منكر حرام ثم قال وفي شرح المنية للحلبي بنى مسجدا في أرض غصب لا بأس بالصلاة فيه وفي الواقعات بنى مسجدا على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه لأنه حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في أرض مغصوبة اهـ(حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار ج1 ص379-381)

ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر اذنہ، یجوز لوجود الاذن دلالۃً، الصیرفیۃ: ویکرہ أن یؤم الرجل للرجل فی بیتہ الا باذنہ، الا أن یکون الضیف سلطاناً، فحسن الامامۃ لہ (الفتاوی التاتارخانیۃ ج ۲ ص/ ۲۱۴ کتاب الصلاۃ الفصل الرابع ما یکرہ للمصلی وما لا یکرہ)

بعض حضرات فرقہ پرستوں کی جانب سے ممکنہ حملوں کا حوالہ دیتے ہیں، جس میں حکومت کے کارندے بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں، مگر ظاہر ہے کہ یہ ایک غیر جمہوری اور غیر قانونی عمل ہے، جو ہندستان میں جاری اب تک کی روایات کے خلاف ہے، اور اس کا مقصد محض ایک فرقہ پرست جماعت کے سیاسی مقاصد کی تکمیل ہے، اس میں کسی صورت میں معاونت نہیں کی جاسکتی، نیز کسی ممکنہ اندیشہ سے ایک مقررہ فریضہ کا ترک درست نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (النساء:103)

بلاشبہ فقہاء نے خوف کے مقامات کے لئے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر دشمن کے خوف سے نماز کی باقاعدہ ادائیگی ممکن نہ ہو تو اشارہ کنایہ سے نماز ادا کرلی جائے اور بعد میں اس کی قضا کرلی جائے، مگر یہ حکم ان مسلم قیدیوں کے لئے جو سخت گیر دشمن کے قبضے میں ہوں یا یہ حکم دشمن کی سرزمین کے لئے ہے، جس کو قدیم فقہی اصطلاح میں دارالحرب کہا جاتا ہے، اور عام مسلمانوں کو اس ابتلاء کی نوبت کم ہی آتی تھی، لیکن جس ملک میں جمہوری قانون نافذ ہو، اور جو مسلمانوں کے لئے دارالعہد کی حیثیت رکھے اور جہاں ہر روز مسلمانوں کے چھوٹے بڑے اسفار کا سلسلہ جاری ہو، وہاں ایسی جزئیات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، بلکہ لازم ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ تمام مسلمان دوران سفر سرکاری مقامات پر نماز ادا کریں، اور کوئی ردعمل سامنے آنے کی صورت میں حکومت سے عوامی مقامات پر نماز کے لئے مخصوص جگہوں کا مطالبہ کریں، مگر اس کے لئے کہ شرط یہ ہے کہ مسلمان اس کو اپنے قومی اور مذہبی حق اور اجتماعی حیات وموت کا مسئلہ بنالیں، نماز سے ہماری غفلتوں نے ہی فرقہ پرستوں کو اتنا جری کردیا ہے کہ دین کے ساتھ ساتھ آج ہماری جان کا تحفظ بھی مشکل ہوگیا ہے۔

وفي التَّجْنِيسِ رَجُلٌ أَرَادَ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَمَنَعَهُ إنْسَانٌ عن أَنْ يَتَوَضَّأَ بِوَعِيدٍ قِيلَ يَنْبَغِي أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيُصَلِّيَ ثُمَّ يُعِيدَ الصَّلَاةَ بَعْدَ ما زَالَ عنه لِأَنَّ هذا عُذْرٌ جاء من قِبَلِ الْعِبَادِ فَلَا يُسْقِطُ فَرْضَ الْوُضُوءِ عنه اهـ فَعُلِمَ منه أَنَّ الْعُذْرَ إنْ كان من قِبَلِ اللَّهِ تَعَالَى لَا تَجِبُ الْإِعَادَةُ وَإِنْ كان من قِبَلِ الْعَبْدِ وَجَبَتْ الْإِعَادَةُ ثُمَّ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ في الْخَوْفِ من الْعَدُوِّ هل هو من اللَّهِ فَلَا تَجِبُ الْإِعَادَةُ أو هو بِسَبَبِ الْعَبْدِ فَتَجِبُ الْإِعَادَةُ ذَهَبَ صَاحِبُ مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ إلَى الْأَوَّلِ وَذَهَبَ صَاحِبُ النِّهَايَةِ إلَى الثَّانِي وَالَّذِي يَظْهَرُ تَرْجِيحُ ما في النِّهَايَةِ لِمَا نَقَلْنَاهُ من مَسْأَلَةِ مَنْعِ السَّيِّدِ عَبْدَهُ بِوَعِيدٍ من الْحَبْسِ أو الْقَتْلِ فإنه ليس فيه إلَّا الْخَوْفُ لَا الْمَنْعُ الْحِسِّيُّ وَكَذَا ظَاهِرُ ما نَقَلْنَاهُ عن التنجيس كما لَا يَخْفَى (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج1 ص150)

واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحكم

☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی محمد سلمان منصورپوری
(خادم تدریس دارالعلوم دیوبند)

تمہید:۔نماز اِسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کی اَدائیگی اور صحت کے لئے شریعت نے نماز کی جگہ کے پاک ہونے کوشرط قرار دیا ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ/ باب فرض الوضوء حدیث:۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے پوری روئے زمین کوسجدہ گاہ قرار دیا ہے۔(صحیح البخاری/ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت الارض مسجداً وطہوراً حدیث: ۴۳۸، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ/ باب جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً حدیث:۵۲۱)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ دنیا بھر کے تمام مقامات پر نماز اَدا کی جاسکتی ہے؛لیکن اسی کے ساتھ بعض دوسری اَحادیث میں اُن مقامات کا بھی تذکرہ ہے جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔(سنن الترمذی/ باب ماجاء فی کراہیۃ مایصلی الیہ وفیہ حدیث:۳۴۶-۳۴۸)

فقہ کی کتابوں میں اشتراک علت کی بنا پر اِن مقامات کے علاوہ اور بھی چند جگہوں کا ذکر ہے، جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔(درمختار ۱/ ۵۵، ردالمحتار ۱/ ۳۷۹)

اِسی طرح فقہ کی کتابوں میں ''ارضِ مغصوبہ'' کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات بھی درج ہیں۔(ردالمحتار ۱/ ۳۷۹-۳۸۱)

اَحادیث صریحہ اور فقہاء کی مذکورہ بالا تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے حالات میں ہمارے سامنے عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔

اِس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے یہ بات بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ ملکیت کے اعتبار سے زمین کی مختلف نوعیتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً:

الف:۔ کسی شخص کی ذاتی ملکیت والی زمین۔

ب:۔ زمین کی ملکیت ذاتی اور شخصی ہے، مگر وہ زمین ایسی ہے جہاں عوام کی آمدورفت معروف ومروج ہے۔

ج:۔ حکومت کی زیرملکیت وہ اَراضی جہاں عام لوگوں کے لئے آنا جانا منع ہے۔

د:۔ حکومت کی زیرملکیت ایسی جگہیں جو عوام کی سہولت کیلئے بنائی گئی ہوں، جیسے: ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ وغیرہ۔

اِن تفصیلات کی روشنی میں عوامی مقامات پر نماز سے متعلق درج ذیل سوالات قابل توجہ ہیں، جن پر غور کرنا اور اُمت کی رہنمائی کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے۔

سوال (۱):۔ نماز کے لئے زمین کی بابت ''اَرضِ غیر'' اور ''اَرضِ مغصوبہ'' اور حکومت کی زیرملکیت زمین میں فرق ہوگا یا اِن سب کا حکم یکساں ہوگا؟

سوال (۲):۔ پیٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا اِدارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چوں کہ اِن جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اِس لئے عام لوگوں کی آمد ورفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اِجازت ہوگی یا اِس کے لئے اصل مالک سے اِجازت کی ضرورت ہوگی؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق:۔ نماز چند ہیئات (قیام، رکوع، قعود) پر مشتمل ایک عمل ہے، پس جس جگہ عام لوگوں کے لئے قیام وقعود کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو، وہاں مطلقاً نماز اَدا کرنے کی شرعاً اِجازت ہوگی، ایسی جگہوں پر اگر صرف نماز کی ممانعت کی جائے (جب کہ دیگر لوگوں کے لئے بیٹھنے اُٹھنے کی کوئی ممانعت نہ ہو) تو یہ سراسر زیادتی کہلائے گی، اور محض تعصب پر مبنی اقدام ہوگا۔

البتہ کوئی ایسی مخصوص جگہ جہاں عام لوگوں کے آنے جانے کی اِجازت نہ ہو، جیسے گھر یا مملوکہ کھیت وغیرہ، تو وہاں نماز اَدا کرنے کے لئے بے شک مالک کی اِجازت ضروری ہوگی۔ اور اِس بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ عبارتوں کا محمل یہی خاص صورت ہے۔

تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة، إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔ تنبيه: نقل سيد عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في أرض الغير إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا، والمعتبر فيه العرف۔ قال: يعني عرف الناس بالرضا وعدمه۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة/مطلب في الصلاة في الأرض ۲؍۴۴)

فلو مزروعة أو لكافرٍ يصلي في الطريق، أي لأن له في الطريق حقًا كما في مختارات النوازل۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة/مطلب في الصلاة في الأرض ۲؍۴۴)

سوال (۳):۔ اَفراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی

اِجازت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ایسی ملکیت والی زمین میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اِجازت ضروری ہے؛ جب کہ مالک کی طرف سے ناگواری کا اندازہ ہو۔

تکره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة، إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأی صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في الصلاة في الأرض ۲/ ۴۴)

الصلاة في أرض مغصوبة جائزة؛ ولكن يعاقب بظلمه، فما كان بينه وبين اللّٰه تعالیٰ يثاب وما كان بينه وبين العباد يعاقب۔ (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ۱/ ۱۶۸)

سوال (۴):- فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے؛ لیکن آج کل عموماً راستے چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہ راہیں اور صوبائی شاہ راہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اُس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اِس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بیچ راستے میں نماز کی ممانعت اُس صورت پر محمول ہے جب کہ گذرنے والوں کو تنگی اور پریشانی پیش آتی ہو؛ لہٰذا اگر راستہ کے کنارے پر کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ ممنوع نہ ہوگا۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: نهی رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن يصلي في سبعة مواطن: في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق . . . فالمراد بها الطريق الذي يقرعه الناس والدواب بأرجلهم لاشتغال القلب بالخلق عن الحق۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ۲/ ۴۱۲)

نهی أن يصلي في سبعة مواطن: في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام ومعاطن الإبل وفوق ظهر بيت اللّٰه۔ (سنن الترمذي / أبواب الصلاة ۱/ ۸۱ رقم: ۳۴۶)

فلو مزروعة أو لكافرٍ يصلي في الطريق، أي لأن له في الطريق حقًا كما في مختارات النوازل۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في الصلاة في الأرض ۲/ ۴۴)

سوال (۵):- ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ مقامات میں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ دوسروں کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الأرض کلہا مسجد إلا المقبرۃ والحمام۔ (سنن ابن ماجة/المساجد والجماعات ص: ۵۴ رقم: ۷۴۵)

سوال (۶): - ٹرین اور جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، تو ایسی جگہوں پر نماز اَدا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ٹرین اور جہاز جیسی بڑی سواری پر نماز اَدا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ دیگر سواریوں کو ناگواری یا تکلیف نہ ہو، مثلاً گذرگاہ میں نیت نہ باندھیں۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الأرض کلہا مسجد إلا المقبرۃ والحمام۔ (سنن ابن ماجة/المساجد والجماعات ص: ۵۴ رقم: ۷۴۵)

سوال (۷): - ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اِجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اِجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر ان جگہوں پر عام لوگوں کو آنے جانے اور اُٹھنے بیٹھنے کی مطلق اجازت ہے تو اسی میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی داخل ہوگی، الگ سے نماز کی اِجازت لینے کی شرعاً ضرورت نہ ہوگی۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الأرض کلہا مسجد إلا المقبرۃ والحمام۔ (سنن ابن ماجة/المساجد والجماعات ص: ۵۴ رقم: ۷۴۵)

الصلاۃ جائزۃ في جمیع ذلک۔ (الفتاویٰ الہندیة، کتاب الصلاۃ/الفصل الثاني فیما یکرہ في الصلاۃ وما لا یکرہ ۱/۱۶۸ زکریا)

نوٹ: - احقر کی نظر میں ہندوستان میں عوامی جگہوں پر نماز کی ممانعت کے مسئلہ کا تعلق شرعی حکم سے نہیں ہے؛ بلکہ یہ خالص ایک سیاسی موضوع ہے؛ کیوں کہ نفس نماز سے نہ تو کسی کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ کسی کے مفاد پر زد پڑتی ہے، اِس لئے ہمیں بجا طور پر لوگوں کو اِس بات کی رہنمائی کرنی چاہئے کہ عوامی مقامات پر نماز پڑھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اور ملکیت غیر والا مسئلہ اِس پر صادق نہیں آتا ہے؛ کیوں کہ جب وہاں عام لوگوں کو اُٹھنے بیٹھنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے تو صرف نماز سے روکنا (جو فی الجملہ اُٹھنے بیٹھنے ہی پر مشتمل ایک عبادت ہے) سراسر تعصب ہے، ہمیں اِس سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللّٰہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆

عوامی مقامات پرنماز کا مسئلہ

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی
(استاذ المعہد العالی، پٹنہ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين، امابعد!

نماز شریعت اسلامی کا ایک اہم رکن ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی فضیلت، اس پر اجر وثواب اور اس کے تارک پر وعیدیں بھی احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ نماز کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے، اس لئے فقہاء کرام جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو سنت موکدہ یا واجب قرار دیتے ہیں۔ لیکن حدیث میں اس امت کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالی نے روئے زمین کو مسجد بنایا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو جائے اور قریب میں کوئی مسجد نہ ہو تو اسی جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے نماز کے صحیح ہونے کے لئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی۔ بعض احادیث میں کچھ مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ وہ جگہیں پاک وصاف نہیں ہوتیں یا وہاں نماز پڑھنے والے کو کوئی پریشانی لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یا اس سے دوسروں کو تکلیف و پریشانی ہو سکتی ہے۔ فقہاء کرام نے اشتراک علت کی بناء پر کچھ مزید مقامات کو اس ممانعت میں شامل کیا ہے، ذیل میں اس سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے سوالات کے جواب پیش خدمت ہیں۔

(۱) نماز کے لئے ''ارض غیر'' اور ''ارض مغصوبہ'' اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں کچھ فرق ہے یا ان سب کا حکم یکساں ہے؟

دوسرے کی زمین میں اس کی حقیقۃ یا عرفا اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے، اسی طرح غصب کی زمین پر بھی نماز پڑھنے کو مکروہ لکھتے ہیں۔ لیکن نماز درست ہو جائے گی۔

وان صلى فى ثوب مغصوب أو توضا بماء مغصوب أوصلى فى أرض مغصوبة فصلاته فى ذلك كله صحيحة۔ (الجوهرة النيرة، باب شروط الصلاة التى تتقدمها)

قوله: وللمغصوب۔ نقل فی الفتاوی الهندیة عن مختارات النوازل: الصلاة فی أرض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلمه فما کان بینه وبین الله تعالی یثاب وما کان بینه وبین العباد یعاقب۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص ۱۴۱)

وکذا تکره فی أماکن کفوق کعبة وفی طریق۔ ۔ ۔ وأرض مغصوبة أو للغیر لو مزروعة أو مکروبة۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة)

حکومت کی زیر ملکیت زمین جو عام ہو سب کو وہاں جانے کی اجازت ہو اس میں ساری رعایا کا حق ہوتا ہے خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، نماز پڑھنے سے زمین کو کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچتا اور اس سے حق غیر بھی متعلق نہیں ہے۔ اس لئے ایسی جگہوں میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

وعبارة الحاوی القدسی: والأرض المغصوبة، فان اضطر بین أرض مسلم وکافر یصلی فی أرض المسلم اذا لم تکن مزروعة، فلو مزروعة او لکافر یصلی فی الطریق۔ اھ۔ ای لان له فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل، وفیها: تکره فی أرض الغیر لو مزروعة أو مکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة أو رأی صاحبها لا یکرهه فلا بأس۔ اھ (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة)

(۲) پٹرول پمپ، ریسٹورینٹ، لائن ہوٹل جیسی جگہیں جو عام طور سے کسی کی ملکیت ہوتی ہیں، وہاں لوگوں کا آنا جانا اور کچھ دیر ٹھہرنا معمول کی بات ہے۔ یہ مقامات بھی ارض غیر ہیں، ارض غیر کا جو حکم ہے وہی ان کا بھی ہوگا، اس لئے یہاں بغیر اجازت کے نماز پڑھنے میں کراہت ہوگی لیکن نماز درست ہوجائے گی۔ مالک سے حقیقۃً یا عرفاً اجازت کے بعد نماز پڑھے تو کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

(۳) ایسے مقامات جو برادران وطن کی ملکیت ہیں جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین جو فصل سے خالی ہے تو احتیاط کرنا چاہئے۔ ان کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے میں کراہت ہے۔ اگر کسی مسلمان کی ہے تو بلا کراہت نماز درست ہے کیونکہ یہاں عرفا اجازت ہوتی ہے۔ کھیت میں فصل لگی ہوئی ہے خواہ وہ مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی وہاں نماز پڑھ کر اس حصہ کی فصل کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔ فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ اس میں نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے کہ روڈ پر نماز پڑھ لیں۔

وتکره فی أرض الغیر بلا رضاه، واذا ابتلی بالصلاة فی أرض الغیر ولیست مزروعة أو الطریق

ان کانت لمسلم صلی فیھا وان کانت لکافر صلی فی الطریق۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ)

فان کانت الاراضی مزروعۃ لا یصلی فی الاراضی ولکن علی الطریق لان الضرر فی الصلاۃ فی الاراضی فی ھذہ الصورۃ أکثر من الضرر فی الصلاۃ فی الطریق۔ (المحیط البرھانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس والثلاثون فی المتفرقات)

کسی مسلمان کی دوکان یا اس کے مکان میں نماز پڑھنا ہے تو بہتر ہے کہ اس سے اجازت لے کر نماز پڑھے۔ اگر بغیر اجازت کے نماز پڑھ لی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ عرفاً اس کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر کسی غیر مسلم کی دکان یا مکان ہے تو اس کی اجازت کے بغیر وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وتکرہ فی أرض الغیر بلارضاہ بأن کانت لذمی مطلقا، لأنہ یأبی أو لمسلم وھی مزروعۃ أو مکروبۃ ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ أو کان صاحبھا سیئ الخلق، ولو کان فی بیت انسان الاحسن أن یستأذنہ والا فلا باس کما فی الفتح۔ (حاشیۃ الطحطاوی عی المراقی ص ۳۵۸)

(۴) حدیث نبوی میں جن جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان میں قارعۃ الطریق بھی ہے۔ یعنی عام راستے پر نماز نہ پڑھی جائے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے بھی راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اگرچہ یہ نماز درست ہوجاتی ہے۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ وقارعۃ الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظھر بیت اللہ۔ (الجامع للترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ ما یصلی الیہ وفیہ، وکذا فی السنن لابن ماجہ، باب المواضع التی تکرہ فیھا الصلاۃ)

وفی الاصل ایضا: یکرہ للمسافر أن یصلی علی الطریق بل ینبغی لہ أن یتنحی عن الطریق، لان الطریق مشغول بحق المسلمین، فھو کما لو صلی فی أرض مغصوبۃ، فان وجد موضعا مباحا یصلی فی ذلک الموضع و لا یصلی علی الطریق، فان لم یجد موضعا مباحا ولکن وجد أراضی الناس، فان کانت الأراضی مزروعۃ لا یصلی فی الأراضی ولکن علی الطریق لأن الضرر فی الصلاۃ فی الأراضی فی ھذہ الصورۃ اکثر من الضرر فی الصلاۃ فی الطریق، وان لم تکن الاراضی مزروعۃ یصلی فی الاراضی ولا یصلی فی الطریق، وان کانت الارض للذمی فالصلاۃ فی الطریق اولی من الصلاۃ فی الارض۔ (المحیط البرھانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس والثلاثون فی المتفرقات)

فقہاء کرام نے راستے میں نماز کے مکروہ ہونے کی علت یہ تحریر فرمائی ہے کہ ''لشغلہ حق العامۃ ومنعھم من المرور'' عوام کے حق کو مشغول کر دینا اور ان کو گزرنے سے روک دینا ہے۔ یعنی وہ راستہ ہے، ہر طرح کے لوگ آرہے ہیں جارہے ہیں۔ وہاں پر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے تو لوگوں کو آنے جانے میں پریشانی ہوگی اور تھوڑی دیر کے لئے راستہ بند ہو جائے گا۔

فقہاء کرام نے جو علت بیان فرمائی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شارع عام ہے، اس میں سواریوں کے لئے وسیع وعریض جگہ ہے، پیدل چلنے کے لئے بھی الگ سے فٹ پاتھ بنا ہوا ہے۔ وہاں ایک طرف روڈ کے کنارے پر نماز پڑھنے سے سواریوں اور لوگوں کی آمد ورفت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔ حدیث میں بھی قارعۃ الطریق کے الفاظ ہیں جس کے معنی راستے کا درمیانی حصہ ہیں۔

وتکرہ الصلاۃ فی الطریق لشغلہ حق العامۃ ومنعھم من المرور۔ (مراقی الفلاح للشرنبلالی)

وقولہ: وفی الطریق۔ لان فیہ منع الناس من المرور وشغلہ بما لیس لہ لأنھا حق العامۃ للمرور۔ (الدر المختار مع الرد ۴۲/۲)

(۵) ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ، یا اسی طرح حکومت کے ایسے مقامات جہاں حکومت اجازت (ٹکٹ) کے بغیر کسی کو جانے نہیں دیتی وہاں اگر حکومت کی طرف سے نماز پڑھنے کی عرفاً اجازت ہے (جیسے اسلامی ممالک میں) تو کراہت نہیں ہوگی، ورنہ کراہت ہوگی، خصوصاً ایر پورٹ پر اب الگ سے عبادت خانہ (Prayer Room) بنا ہوتا ہے تاکہ نماز وہیں پڑھی جائے، ایر پورٹ انتظامیہ دوسری جگہوں میں نماز پڑھنے کو پسند نہیں کرتی۔

(۶) ٹرین حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اس میں سب کا حق ہوتا ہے، اس کے اندر نماز پڑھنے سے حکومت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہوتی، صرف کچھ شر پسند عناصر یا کسی حکومت کے فرقہ پرست ذمہ دار اس سے منع کرتے ہیں، اس لئے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر نماز پڑھنے سے کوئی پریشانی کا قوی اندیشہ تو احتیاط کرنی چاہیے۔

جہاز سرکاری بھی ہوتے ہیں اور پرائیویٹ بھی ہوتے ہیں، ان میں بھی نماز پڑھنے سے ممانعت نہیں ہوتی، اس لئے جگہ خالی ہو اور دوسرے مسافروں کو اس سے تکلیف نہ ہو تو نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۷) ''ارض غیر'' اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

اگر لوگ وہاں پہلے سے نماز پڑھتے رہے ہیں ان کو کبھی روکا نہیں گیا ہے۔ جیسے پہلے ہمارے ملک میں عام طور

سے نمازی حضرات جہاں نماز کا وقت ہوتا جانماز بچھا کر دو چار منٹ میں فرض نماز پڑھ لیتے تھے اور برادران وطن خود جگہ دیدیتے تھے۔ ایسی صورت جہاں ابھی بھی باقی ہے وہاں اس کو عرفاً اجازت کہیں گے۔ لیکن ہندوستان میں اس وقت جو حالات ہیں خصوصاً بعض صوبہ میں عوامی مقامات پر نماز پڑھنے سے جو ہنگامہ خیزی اور گرفتاری کی خبر آ رہی ہے اور وہاں کی فرقہ پرست حکومت کی طرف سے اس پر پابندی لگائی جا رہی ہے اس حالت میں اب یہ عرفاً اجازت نہیں ہے بلکہ یہ صاف ممانعت ہے۔ اس لئے احتیاط ضروری ہے۔

☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا محبوب فروغ احمد
(استاذ دار العلوم دیوبند)

نماز اسلام کا ایک رکن ہے جو بالغ ہونے سے لے کر ہوش وحواس کے قائم رہنے تک ادا کی جاتی ہے اور دین و ایمان کی بنیاد سمجھی جاتی ہے، حق و ناحق کے مابین فارق اور شریعت کی رو سے دین متین کا شعار سمجھی جاتی ہے۔ بے شمار نصوص قرآن وسنت سے موکد عقلی و نقلی دلائل و براہین سے مبرہن ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے سابقہ شریعت میں رائج رہے ہیں ان میں نماز کو وہ مقام حاصل ہے کہ ہر شریعت میں بطور عبادت وفریضہ قائم ودائم رہی ہے، تفصیلات و تشریحات میں اختلاف ضرور رہا ہے مگر بنیادی ومرکزی حیثیت سے موجود ضرور رہی ہے۔ سابق شرائع میں تمام عبادات خاص طور پر نماز مخصوص عبادت گاہوں میں ادا کی جاسکتی تھیں، لیکن شریعت اسلامیہ میں اس پابندی کو اٹھالیا گیا، اب نماز کے لیے کسی مسجد کی قید نہیں ہیں، اس روئے زمین کا ہر حصہ کچھ شرائط کے ساتھ مسلمانوں کے لیے مسجد ہے، اسی لیے ہر انسان اپنی ذاتی ملکیت نیز ہر ایسی جگہ جہاں سے کسی غیر کا ایسا حق متعلق نہ ہو جو نماز کی وجہ سے پامال ہور ہا ہو نماز ایسی جگہ پر پڑھتا آیا ہے، بشرطیکہ وہ جگہ پاک بھی ہو اور حقوق نماز میں خلل واقع نہ کر رہا ہو، لیکن کرونا کی وبا نے مسئلہ نماز کو سب سے زیادہ متاثر کیا، اور مکمل آزادی کے ساتھ نماز ادا کی جارہی تھی اس پر قدغن لگا دیا گیا۔ اس وبا کے خاتمہ کے بعد بھی مخالفین کو بہانہ ہاتھ آیا، چوں کہ دشمنان اسلام کو حکومت کی کچھ نہ کچھ سر پرستی حاصل ہے، اس لیے جو فضا کرونا کے وقت میں قائم ہوئی وہ ختم ہو نہ سکی، نتیجتاً عوامی مقامات کیا پرائیوٹ پراپرٹی میں بھی نماز و جماعت کھٹکنے لگی، اس بابت اچھے اچھوں کے خیالات میں الٹ پھیر آیا، بعض خوف کے مارے تو بعض مصلحت پسندی کی خاطر پرانے طرز وادا کو چھوڑنے کے روادار نظر آنے لگے، ضرورت ہے کہ اس پورے مسئلہ کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے اور جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے شریعت اسلامیہ کا مزاج کیا ہے اس کو سامنے لایا جائے، مندرجہ ذیل تحریر اسی فکر کی عکاس ہے۔

(۱) ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومتی اراضی میں نماز کا مسئلہ

نماز کی صحت کا مدار شرائط وارکان کے موجود ہونے پر ہے، البتہ کراہت بعض اوقات خارجی اسباب کی بنا پر آجاتی ہے، انہی اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ جہاں نماز پڑھ رہا ہے نہ تو اس کی ملکیت ہے اور نہ اس جگہ میں اس کا حق پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کراہت کا سبب یہ بھی ہے کہ اس کی نماز سے دوسرے کو ایسی تکلیف ہو رہی ہے جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے مثلاً راستہ پر اس انداز سے نماز پڑھ رہا ہے کہ گزرنے والے کو تکلیف ہو رہی ہے نیز ان گزرنے والوں کی طرف سے اذن بھی نہیں ہے۔

تكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق؛ لأن فيه منع الناس من المرور وشغله بما ليس له؛ لأنها حق العامة للمرور ولما رواه ابن ماجه والترمذي عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن يصلي في سبعة مواطن في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام و معاطن الابل وفوق ظهر بيت الله۔ (در مختار مع الرد: ۱/۲۷۹ كتاب الصلاة، الأماكن التي تكرة الصلاة)

(مختلف مواضع میں نماز مکروہ ہے: کعبۃ اللہ کے اوپر، راستے میں، اس لیے کہ اس میں لوگوں کو گزرنے سے روکنا ہے اور ایسی چیز میں مشغول کر دینا ہے جس کا حق اس کو نہیں ہے، اس لیے کہ یہ عام لوگوں کے گزرنے کے لیے ہے، نیز ابن ماجہ، ترمذی میں حضرت ابن عمر سے مرفوعا روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے: کوڑا کی جگہ، مذبح، قبرستان، عین گزرگاہ، حمام، اونٹوں کے باڑے اور بیت اللہ کی چھت)

الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه، فما كان بينه وبين الله تعالى يثاب وما كان بينه وبين العباد يعاقب كذا في مختار الفتاوى، الصلاة جائزة في جميع ذلك لاستجماع شرائطها وأركانها وتعاد على وجه غير مكروه۔ (الفتاوى الهندية: كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة)

(نماز ارض مغصوبہ میں جائز ہے لیکن ظلم کا عقاب ہوگا، پس جو اس کے اور اللہ کے مابین ہے اس پر ثواب ہوگا اور جو اس کے اور بندوں کے مابین ہے اس پر عقاب ہوگا، ایسا ہی مختار الفتاوی میں ہے، نماز ان تمام صورتوں میں جائز ہے اس لیے کہ شرائط وارکان کو جامع ہے اور غیر مکروہ طریقے پر اعادہ کیا جائے گا)

البتہ ارض غیر مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت جو پبلک کے لئے عام ہو جس کو عوامی مقام کہا جاتا ہے ان دونوں انواع میں فرق ہے۔ ارض غیر ہو یا ارض مغصوبہ وہ فرد کی ملکیت ہے۔ اس فرد کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف جائز نہیں لیکن حکومت کے زیر ملکیت زمین جو عوامی مفاد کے لیے ہے اس میں ہر فرد کا حق ہے اس کو استعمال

کرنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، بس اتنا کافی ہے کہ دوسروں کے حقوق جو اس زمین سے وابستہ ہیں وہ پامال نہ ہوں، اگر دوسرے کا حق سلامت ہے تو اس کو استعمال کرنا خواہ نماز پڑھنے کے لیے ہو بلا کراہت جائز ہے، حدیث مذکور میں قارع الطریق میں نماز پڑھنے سے روکا گیا، قارع الطریق بیچ راستہ کو کہا جاتا ہے جس پر آنا جانا کثرت سے ہو، کیوں کہ اس وقت لوگوں کو گزرنے میں پریشانی ہوگی اگر ایسا نہیں ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔

يصلي في الطريق أي: لأن له في الطريق حقاً كما في مختارات النوازل۔ (ردالمحتار: ۲۸۰/۱ كتاب الصلاة. مطلب في تكره الصلاة في الكنيسة)

(راستے میں نماز پڑھے یعنی اس لیے کہ اس کا حق راستے میں ہے جیسا کہ مختارات النوازل میں ہے)

طحطاوی میں ہے:

ولا إذن في الطريق، لأنه حق المسلم والكافر كذا في الشرح، وإن كانت الأرض لكافر صلى في الطريق لأنه لا يرضى بها .... والطريق ليست للكافر على الخصوص. (حاشية الطحطاوى، ص: ۳۵۸ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

طریق میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں مسلم و کافر دونوں کا حق ہے، اگر زمین کافر کی ہو تو راستے میں نماز پڑھ لے، اس لیے کہ کافر اس پر راضی نہیں ہوگا، اور راستہ خاص کافر کا نہیں ہے)

العلة في النهي عن الصلاة في قارعة الطريق هي لشغله حق العامة ومنعهم من المرور ولتشغل البال عن الخشوع فيشتغل بالخلق عن الحق (الموسوعة الفقهية: ۱۱۲/۲۲)

(گزرگاہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت عام لوگوں کے حق کو مشغول کر دینا ہے اور گزرنے سے روک دینا ہے، نیز نمازی کے قلب کا خشوع سے غافل ہونا ہے، چنانچہ اللہ کو چھوڑ کر مخلوق میں مشغول ہوگا)

ایسے ہی مفاد عامہ سے مربوط مکانات کا حکم بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ليس عليكم جناح أن تدخلوا بيوتاً غير مسكونة فيها متاع لكم (سورة النور)

(تمہارے اوپر کوئی حرج نہیں ہے کہ ایسے غیر رہائشی گھروں میں (بلا اجازت) داخل ہو جاؤ جن میں تمہارا نفع و حق ہو)

صاحب جلالین متاع کی تفسیر کرتے ہوئے "منفعة لكم باستكنان وغيره كبيوت الربط و حق والخانات" تحریر فرماتے ہیں۔

(۲) پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہوں پر نماز پڑھنے کا حکم

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ اور ہر ایسی جگہ جو مخصوص افراد کی ملکیت ہے وہاں نماز پڑھنے کے لیے مالک کی

اجازت ضروری ہے، بلا اذن نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وتكره في أرض الغير بلا رضاه وإذا ابتلى بالصلاة في أرض الغير وليست مزروعة أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها وإن كانت لكافر صلى في الطريق۔ (مراقی الفلاح: ۳۵۸ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

دوسرے کی زمین میں بلا اس کی رضا کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر ضرورت پڑ جائے ارض غیر میں جب کہ اس میں کاشت نہ ہو یا راستہ میں نماز پڑھنے کی، تو اگر زمین مسلمان کی ہے تو اس میں پڑھے، اگر کسی کافر کی ہے تو راستہ میں نماز پڑھ لے)

لیکن اس اجازت کا مدار عرف پر ہوگا، اگر عرفاً نماز پڑھنے میں پٹرول پمپ یا ریسٹورنٹ کے مالکان کو کوئی گرانی نہیں ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی طرف سے اجازت ہے، پھر نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے۔ کیوں کہ اجازت جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح حال سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ تجنیس ہے:

فالأفضل أن يصلي في الأرض لأن صاحب الأرض أذن له دلالة لأنه إذا بلغه سر بذلك أن ينال أجراً من غير اكتساب منه۔ (التجنيس والمزيد ۳۹۵/۱۰ كتاب الصلاة، باب فيما تفسد الصلاة من الشروط)

افضل یہ ہے کہ اس ارض میں نماز پڑھ لے، اس لیے کہ صاحب ارض نے دلالتاً اجازت دے رکھی ہے کیوں کہ جب اس کو معلوم ہوگا تو خوش ہوگا کہ بلا محنت اس کو اجر مل رہا ہے۔

صلى فيها لأن الظاهر أنه يرضى به۔ (طحطاوي على المراقي، ص: ۳۸۵، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

اس میں نماز پڑھ لے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔

استعمال الناس حجة يجب العمل بها والعرف والاستعمال معتبر فيما لا نص فيه۔ (قواعد الفقه، ص: ۳۴)

لوگوں کا عمل حجت ہے، اس پر عمل واجب ہے، عرف وعادت وہاں معتبر ہے جہاں نص نہ ہو۔

(۳) افراد کی ملکیت: خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین میں نماز پڑھنے کا حکم

خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین وغیرہ جو افراد کی ملکیت ہوتی ہے ایسی تمام جگہوں پر نماز پڑھنے کی لئے مالک کی اجازت صراحتاً یا دلالۃً ضروری ہے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی:

تکرہ في أرض الغیر بما رضاہ بأن کانت لذمی مطلقاً لأنہ یابی أو لمسلم وھي مزروعۃ أو مکروبۃ ولم یکن بینھا صداقۃ ولا مودۃ أو کان صاحبھا سئي الخلق، ولو کان في بیت انسان الأحسن أن یستأذنہ والافلا بأس کما في الفتح۔ (حاشیۃ الطحطاوي، ص: ۳۵۸کتاب الصلاۃ، فصل في المکروھات)

دوسرے کی زمین میں بلا اس کی رضا نماز مکروہ ہے بایں طور کہ کسی ذمی کی ہو مطلقا اس لیے کہ وہ نہیں چاہے گا یا کسی مسلم کی ہے دراں حالیکہ مزروعہ ہے یا ہل چلائی ہے یا اس کا مالک بدخلق ہے اور ان دونوں کے مابین دوستی و صداقت نہیں ہے، اور اگر کسی انسان کے گھر میں ہے تو بہتر ہے کہ اجازت لے ورنہ حرج نہیں ہے۔

(۴) کشادہ راستہ پر نماز پڑھنے کا حکم

کشادہ راستے جہاں گاڑیوں کے گزرنے کی جگہ الگ ہوتی ہے اور پیدل چلنے کی الگ، یا اتنا کشادہ ہے کہ بلا کسی تکلیف واذیت گاڑیاں گزرتی رہیں گی اور پیدل چلنے والے چلتے رہیں گے، اگر کوئی نماز پڑھنا چاہے تو نماز بھی پڑھی جاتی رہے گی، تو علت ممانعت کے مفقود ہونے کی وجہ سے ایسی جگہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ممانعت معلول بعلۃ الایذاء وحبس حق المرور ہے جو کہ مذکورہ بالا صورت میں بالکل مفقود ہے، اس لیے ممانعت بھی معدوم ہوگی، چنانچہ موسوعہ کی عبارت ہے:

العلۃ في النھي عن الصلاۃ في قارعۃ الطریق ہي لشغلہ حق العامۃ ومنعھم من المرور ولشغل البال عن الخشوع فیشتغل بالخلق عن الحق۔ (الموسوعۃ الفقھیۃ: ۲۲/۱۱۴)

شاہراہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت عام لوگوں کے حق کو مشغول کردینا اور ان کو گزرنے سے روکنا ہے، نیز خشوع سے قلب کا غافل ہوتا ہے، چنانچہ حق سے غافل ہوکر خلق میں مشغول ہوجائے گا۔

(۵) ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ جیسے حکومت کی ملکیت والے مقامات پر نماز کی ادائیگی

یہ وہ مقامات ہیں جو حکومت کی زیر ملکیت ہیں مگر مفاد عامہ کے لیے وقف ہیں، بعض ایرپورٹ پر تو اسی لیے مسلمانوں کے لیے مصلیٰ و جماعت خانہ کا نظم ہے، دوسرے مقامات پر بھی جس طرح دنیاوی بہت سے غیر متعلق امور انجام دیے جاتے ہیں اور کوئی روک ٹوک نہیں ہے، اسی طرح نماز پڑھنے میں بھی روک ٹوک نہیں ہے۔ اگر ائیرپورٹ جیسے مقامات پر مسافروں کے لیے نماز کی جگہ مختص کردی گئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک نظام کو مخصوص کردیا گیا ہے، اب وہیں نماز ادا کرنی چاہیے، جیسے سگریٹ نوشی کے لیے جو نظام مخصوص ہے اسی جگہ سگریٹ نوشی کی جائے گی، جہاں ایسا انتظام نہیں ہے یا ریلوے اسٹیشن ہے اگر وہاں مسجد بنی بھی ہے تو واردین وصادرین سے

زیادہ وہ ملازمین مقصود ہیں جو وہاں کام کرتے ہیں، اس لیے جب تک صریح حکم امتناعی من جانب حکومت نہ ہو اس وقت تک ایسے مقامات پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نمازی کی نماز سے کسی گزرنے والے کو دشواری نہ ہو۔

وإن كانت الأرض لكافر يصلي في الطريق لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليست للكافر على الخصوص كذا في الشرح۔ (حاشية الطحطاوي، ص:۳۵۸ كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

(اگر زمین کسی کافر کی ہے تو راستے میں نماز پڑھے، اس لیے کہ کافر اس کو پسند نہیں کرے گا، ایسا ہی برہان میں ہے۔اور راستہ کافر کے لیے مخصوص نہیں ہے)

ٹھیک اسی طرح مذکورہ بالا مقامات کسی مخصوص فکر کی جماعت کے لیے مختص نہیں ہیں، البتہ اگر جان ومال یا عزت وآبرو کا خطرہ ہو تو اس عذر کا لحاظ کر کے اگر قضاء کی اجازت دی جائے تو عند اللہ وہ ترک ادا کا مجرم نہیں ہوگا ان شاء اللہ، بوقت عذر وحاجت نمازوں کی قضاء دور نبوی سے چلی آرہی ہے، لہٰذا ایسے مقامات پر ان امور کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔

(٦) ٹرین وجہاز پر نماز پڑھنے کا حکم

اگر ٹرین یا جہاز میں نماز کا وقت ہو جائے اور کسی کو تنگی میں مبتلاء کیے بغیر نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو فرض نماز کی ادائیگی بھی ضروری ہے، قضاء کرنے کی رخصت نہیں ہوگی۔ مثلاً ٹرین کا گیٹ آج کل اتنا کشادہ ضرور ہوتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر دوگانہ ادا کی جاسکتی ہے، اس لیے اس جگہ پر ادا کر لی جائے یا کیبن میں دو سیٹوں کے بیچ میں جبکہ سب آرام کر رہے ہوں، یا ان حضرات کی اجازت ورضاء سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ بلکہ راقم ناچیز کے خیال میں سیٹوں کے بیچ میں نماز پڑھنے کے لیے ان سے اجازت ضرور لی جائے کیوں کہ بمقدار سفر ان مسافرین کا حق وابستہ ہے لیکن گیٹ سے کسی کا حق وابستہ نہیں ہے، ہاں وہاں کوئی کھڑا ہو تو اس کے جانے کا انتظار کر لیا جائے یا ان سے محبت کے ساتھ ریکویسٹ کر لیا جائے پھر نماز ادا کی جائے، حالات کی نزاکت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(۷) اجازت کی علامت

اجازت جس طرح صراحتاً معتبر ہوتی ہے اگر قرینہ ودلالت موجود ہو تو تب بھی اجازت معتبر مانی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے مابین علاقۂ صداقت ومودت ہو تو ایک دوسرے کی زمین میں نماز پڑھنے کے لیے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ تجنیس کی عبارت میں "لأن صاحب الأرض اذن له دلالة" سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے،

نیز حاشیہ طحطاوی کی عبارت میں جو قید ہے: وتكره في أرض الغير بلا رضاه ..... أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة الخ لم یکن بنھما صداقہ ولا مودۃ سے قرینہ کا پتا چلتا ہے، لہٰذا اگر قرینہ حالیہ ہو یا صراحتاً اجازت ہو یا تعامل ہو، یہ سب اجازت کی علامت ہے، فقہ کا مشہور ومعروف قاعدہ (ولا ينسب إلى ساكت قول" کے خلاف بھی نہیں ہے کیوں کہ قاعدہ مذکور کا مصداق وہ ساکت ہے جس میں کوئی قرینہ نہ پایا جائے نیز یہ قاعدہ بھی قطعی نہیں ہے بلکہ ابن نجیم نے اس سے (۳۷) مسائل کو مستثنیٰ کیا ہے، اس لیے منع نہ کرنا بھی علامت ہے اجازت کی، الا یہ کہ کسی دلیل سے اس کی ناگواری وعدم رضامندی معلوم ہو جائے تو پھر اجازت مفقود ہوگی۔

خلاصہ

(۱) ارض غیر وارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت آراضی کے مابین فرق ہے، ارض غیر میں بلا اجازت مالک نماز مکروہ ہے، جبکہ اُراضی حکومیہ (جو عام پبلک کے لیے ہوں) میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ آراضی حکومیہ عام لوگوں کے لیے نہیں ہیں تو پھر حکومت کی اجازت وہاں بھی ضروری ہوگی۔

(۲) پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ وغیرہ شخصی ملکیت ہیں، اس لیے ان کے مالکان سے اجازت صریحاً یا حکماً ضروری ہے۔

(۳) خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین بھی افراد کی ملکیت ہیں، اس لیے نماز پڑھنے کے لیے ان کے مالکان سے اجازت خواہ صریحاً یا حکماً ضروری ہے۔

(۴) کشادہ راستہ پر نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی راہ گیر کو دشواری وتنگی نہ ہو۔

(۵) ایرپورٹ پر بنے جماعت خانہ میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اگر جماعت خانہ نہیں ہے، تو کسی بھی جگہ نماز ادا کی جاسکتی ہے بظاہر اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) ٹرین وجہاز پر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن ضروری ہے کہ وہاں نماز پڑھے جہاں کسی کو واقعی تکلیف نہ ہو، اگر کیبن میں سیٹوں کے مابین پڑھنا ہو تو جن کی سیٹیں ہیں ان سے اجازت ضروری ہے یا ان کے سونے کا انتظار کرے، البتہ گیٹ پر نماز پڑھنے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) منع نہ کرنا بھی اجازت ہے الا یہ کہ کسی قرینے سے ناگواری کا علم ہو جائے۔

☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی
(جامعہ سید احمد شہید کٹولی، ملیح آباد)

تمہید

نماز کا دین اسلام میں بڑا مقام ہے، کلمہ طیبہ کے بعد نماز دوسرا رکن ہے جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، نماز کی اہمیت اور مقام ومرتبہ کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بے دلی سے نماز پڑھنے کو منافقین کی صفت قرار دیا گیا ہے، اس کے برعکس خوش وخرم اور ہشاش و بشاش ہو کر نماز پڑھنا مخلص اور کامل مومن کی نشانی ہے، لہٰذا نماز کا اہتمام اور اس کی کثرت ہر وقت اور ہر جگہ مطلوب ہے، ان اوقات اور جگہوں کے علاوہ جہاں نماز پڑھنے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ایک کا جواب

نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہے، ان ساری زمینوں کا حکم یکساں نہیں ہے بلکہ ان کے حکم میں فرق ہے جو درج ذیل ہے:

(الف)۔ ارض غیر یعنی دوسرے کی مملوکہ زمین میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ تحریمی ہے جبکہ عرفاً و دلالتاً بھی اجازت نہ ہو لیکن اگر عرفاً و دلالتاً اجازت حاصل ہو مثلاً: زمین کسی مسلمان کی ہو اور وہ خالی ہو، یا باغ ہو جس میں خالی جگہ ہو یا کاشت والی زمین میں کوئی حصہ خالی ہو کہ نماز پڑھنے سے کاشت کا کوئی حصہ نقصان نہ ہوگا، اور نماز پڑھنے سے مالک زمین کو خوشی ہوگی تو ان صورتوں میں دلالتاً اور عرفاً اجازت ہی کافی ہے۔

(ب)۔ رواداراور محبت کرنے والے غیر مسلم کی زمین ہو اور نماز پڑھنے سے اسے خوشی ہوگی تو اس صورت میں بھی دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہوگی۔

(ج) متعصب غیر مسلم کی زمین ہو اور قرینہ سے ایسا معلوم ہو رہا ہو کہ اس کی زمین میں بلا اجازت نماز پڑھنے سے اسے تکلیف ہوگی یا کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں صراحتاً اجازت ضروری ہوگی، اور بلا اجازت نماز

پڑھنا مکروہ تحریمی قرار پائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز دمشقیؒ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: وأرض مغصوبة أو للغير لا حاجة إلى قوله: ’’أو للغير" إذا الغصب يستلزمه اللهم الا أن يراد: الصلاة بغير الإذن، وإن كان غير غاصب، أفاده أبو السعود وعبارة الحاوي القدسي: والأرض المغصوبة، فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر، يصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة، فلو مزروعة أو لكافر يصلى في الطريق. اهـ. أي لأن له في الطريق حقا، كما في مختارات النوازل. وفيها: تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل: في مكروهات الصلاة: مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ۱/۳۱۱)

سطور بالا میں ذکر کردہ فقہی اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ ارض غیر میں نماز کی کراہیت کی علت دو باتیں ہیں:

1- مالک کا ناپسند کرنا

2۔ دوسرے کی زمین یا کاشت کا نقصان ہونا

لہٰذا جہاں دونوں باتیں نہیں پائی جائیں وہاں ارض غیر کو نماز کے لیے استعمال کر لینا جائز ہے۔

جہاں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا يحل مال امرئى الا بطيب نفس منه (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۵۴۸۸)

کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

یہی حکم غیر مسلم معاہد کے مال کا بھی ہے جیسا کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الا لا تحل اموال المعاهدين الا بحقها' (سنن ابي داود، كتاب الاطعمه، باب النهي عن اكل السباع، حدیث نمبر ۳۸۰۶، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۶۸۱۶، اور یہ صحیح لغیرہ درجے کی حدیث ہے)

آگاہ ہو جاؤ معاہد کے اموال حلال نہیں مگر یہ ان کے حق کے مطابق لیا جائے۔

علامہ آلوسی باطل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بالرشوة وسائر الوجوه المحرمة۔ (روح المعانی ۳/۱۸۹)

(رشوت اور دیگر حرام طریقوں سے مال کھاتے ہیں)

یہ تمام نصوص اس صورت پر محمول ہیں کہ دلالتاً اور عرفاً بھی استعمال کی اجازت نہ ہو، لہٰذا جہاں ظن غالب ہو کہ

دوسروں کی زمین میں نماز پڑھنے سے مالک زمین ناخوش ہوگا وہاں صراحتاً اجازت لینا لازم ہوگا۔

ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ نماز صحیح رہے گی اور ذمہ سے فرض وقت ساقط ہو جائے گا لیکن دوسرے کی زمین ظلما اپنے قبضے میں لینے کی وجہ سے سزا پائے گا اور محفوظ ہوگا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یا أیھا الذین أمنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو غلط طریقے پر ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ۔

علامہ فقیہ و مفسر خطیب شربینی محمد بن احمد شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وإنما عبر بالأکل: لأنه معظم المراد من المال۔ (السراج المنیر ۲/۲۹۲)

استعمال کرنے کی تعبیر 'اکل' سے اس وجہ سے کی گئی ہے کہ یہی مال کا عظیم مقصد ہوتا ہے۔

علامہ محمد رشید بن علی رضا حسینی بغدادی مصری رحمۃ اللہ تعالی نے بھی اس طرح کی بات لکھی ہے۔ (تفسیر المنار، ج ۷، ص: ۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من اقتطع شبرا من الارض ظلما طوقه الله اياه يوم القيامة من سبع أرضين۔ (صحیح مسلم کتاب المساقاة، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرہا، حدیث نمبر ۱۶۱۰)

جو از راہ ظلم ایک بالشت زمین لے گا قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی گردن میں سات زمین کا طوق ڈال دے گا۔

فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے، ہندیہ میں ہے:

الصلاه في أرض مغصوبة جائزه ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه وبين الله تعالى يثاب وما كان بينه وبين العباد يعاقب۔ (الفتاوی الهندية، کتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاه وما لا يكره ۱/۱۰۹)

مالکی دبستان فقہ

مالکیہ کے نزدیک بھی غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنا حرام ہے، البتہ حرمت کے باوجود نماز صحیح رہے گی۔

مشہور مالکی فقیہ احمد بن محمد خلوتی صاوی تحریر فرماتے ہیں:

فإن الحرمة فيها لأمر خارج عن ذات العبادة.... نظير الصلاة في الأرض المغصوبة۔ (حاشية الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۱، ص: ۴۱۴)

ان صورتوں میں حرمت عبادت کی ذات سے خارج امر کی وجہ سے ہے جیسے غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنے

کی صورت میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔

علامہ عبدری ابوعبداللہ محمد بن یوسف غرناطی مواق مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فإن مذهب مالك أن صلاة المرء في ملك غصبه صحيحة۔ (التاج والاكليل ۵/۲/۱)

نیز مالکیہ کے نزدیک مسلمانوں کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے۔مواق مالکی تحریر فرماتے ہیں:

وإن الصلاة في أرض المسلمين بغير إذنهم جائزة بلا خلاف۔ (مرجع سابق، کتاب الصلاة، فضل في ستر العورة ۵۰۶۱)

واضح رہے کہ غصب کردہ میں حرمت مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں ہے جبکہ غاصب نے عمارت کھڑی کرلی ہو یا احاطہ بندی کرلی ہو۔

علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی نے اس کی صراحت کی ہے۔(دیکھئے: شرح خلیل للخرشی ۲۳۷/۳)

شافعی فقہی مذہب:

شافعیہ کے نزدیک بھی غصب کردہ زمین میں نماز حرام ہے، البتہ کوئی پڑھ لے تو نماز صحیح رہے گی۔علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والصلاة في الأرض المغصوبة حرام بالاجماع وصحيحة عندنا وعند الجمهور من الفقهاء وأصحاب الأصول۔ (المجموع شرح المهذب، کتاب الصلاة، ۱۶۵/۳،)

حنابلہ کا مسلک:

حنابلہ کے نزدیک غصب کردہ زمین میں نماز درست نہیں ہے، یعنی نماز باطل ہو جائے گی۔علامہ مرداوی حنبلی علی بن سلیمان دمشقیؒ رقمطراز ہیں:

قوله: والموضع المغصوب يعني لا تصح الصلاة فيه وهو المذهب وعليه جمهور الأصحاب۔ (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، کتاب الطهارة، باب اجتناب النجاسة ۵/۱/۳)

مصنف کا قول: غصب کردہ جگہ یعنی اس میں نماز صحیح نہیں ہے، وہی حنبلی مذہب ہے اور اسی پر جمہور فقہاء حنابلہ ہیں۔

البتہ حنابلہ کے نزدیک غصب کیے بغیر دوسرے کی زمین یا نماز گاہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔مرداوی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

لا بأس بالصلاة في أرض غيره أو مصلاه بلا غصب بغير إذنه على الصحيح من المذهب.. وأن

الأرض المزروعة كغيرها. قال: والمراد: لاضرر، ولو كانت لكافر۔ (مرجع سابق ۱/۳۴۶)

اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ عام طور سے دلالتاً اور عرفاً اجازت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم عاصمی حنبلی نجدیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وتصح في أرض غيره بلا ضرر ولا غصب ولا حائل ولا حائط والا فلا، والمعتبر عرف الناس بالرضى وعدمه وتصح على مصلاه بغير إذنه بلا غصب۔ (حاشية الروض المربع، ج ۱، ص: ۵۴۲)

مناقشہ وترجیح

جمہور اہل علم وفقہ کا مسلک راجح ہے کہ غصب کردہ زمین میں نماز صحیح رہتی ہے، البتہ غصب کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا، کیونکہ کوئی صریح نقلی دلیل نہیں ہے جو صراحتاً غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنے سے روکتی ہو، دراصل حرمت غصب کی ہے نہ کہ نماز پڑھنے کی۔ لہٰذا حنابلہ کا قول کمزور ہے کہ غصب کردہ زمین میں نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، کیونکہ غصب کردہ زمین میں ٹھہرنے کی ممانعت ہے، لہٰذا یہ منہی عنہ طریقہ ہوا اور نماز منہی عنہ طریقہ سے باطل ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد۔ (صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود)

جو ہمارے اس دین میں ایسی بات پیدا کرکے جو اس میں نہ ہو تو وہ قابل رد ہے۔

اور صحیح مسلم کے الفاظ میں: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد۔ (صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محركات الأمور، حدیث نمبر ۱۷۱۸)

جو کوئی ایسا عمل کرے جو ہماری شریعت کے مطابق نہ ہو تو وہ قابل رد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غصب کردہ زمین میں جانا خواہ کسی مقصد سے ہو حرام ہے تو نماز اور ٹھہرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا، لیکن یہ حرمت نماز کی ذات میں کسی قباحت اور نقص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خارجی امر یعنی غصب کی وجہ سے ہے، لہٰذا نماز صحیح رہے گی، اگرچہ نماز پڑھنے والے کو گناہ ہوگا۔

اسی طرح دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کے جواز کے سلسلہ میں جمہور اہل علم وفقہ کا مسلک راجح ہے کہ اس سلسلہ میں دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے، صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہے، جیسے دوسرے کی زمین میں عرفی اجازت کی وجہ سے جاسکتے ہیں اور چل سکتے ہیں۔

علامہ محمد خطیب شربینی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

يجوز السعي في أرض الغير اذ لم يخش أن يتخذ بذلك طريقا ولا عاد ضرره على المالك بوجه

آخر کا لنظر في مرآة الغير و الاستظلال بجدارہ۔ (مغنی المحتاج ۲/۱۸۵)

یعنی اس سلسلہ میں دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے۔

(۳) حکومت کے زیر ملکیت زمین کا حکم

جو زمین حکومت کے زیر ملکیت ہو اور خالی ہو، اس میں نماز پڑھنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، اس سے روکنا سخت ظلم اور اللہ تعالی کے عذاب کو دعوت دینے والی چیز ہے کیونکہ جو زمین حکومت کے زیر ملکیت ہو وہ دراصل عام لوگوں کی ملکیت ہے، حکومت کی اپنی کوئی ملکیت نہیں ہوتی ہے، اور پبلک سیکٹر کی زمین اور دیگر سامانوں میں حکومت کو محض مصلحت کے مطابق تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے۔ علامہ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم بن محمد حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة۔ (الاشباہ والنظائر، ص: ۱۲۳)

رعیت کے حق میں حاکم کا تصرف مصلحت کے ساتھ مربوط ہے۔

چونکہ حکومت کے زیر ملکیت زمین میں نماز پڑھنے والے کا بھی حق ہے اور زمین کے خالی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے سے حکومت یا کسی دوسرے اشخاص کا کوئی نقصان نہیں ہے، اس لیے ایسی زمین میں نماز پڑھنے سے روکنا سراسر ظلم ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من أميريلي أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم وينصح بالالم يد خل معهم الجنة۔ (صحیح مسلم، كتاب الايمان: باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار، حدیث نمبر ۱۳۳)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ سلم نے فرمایا:

ما من عبد يسترعيه الله رعيته يموت يو م بموت وهو غاش لرعيته الا حرم الله عليه الجنة۔ (صحيح مسلم، كتاب الايمان باب استخفاف الوالي الغاش لرعيته النار، حدیث نمبر: ۱۴۲)

مشہور شافعی فقیہ ابراہیم بن علی ابو اسحاق فیروز آبادی شیرازی ورحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

ويلزمه النظر في مصالح الرعية من أمر الصلاة والأئمة وأمر الصوم والأهلة، وأمر الحج والعمرة... (التنبیہ، ج:۱:ص: ۲۶۲)

حاکم پر لازم ہے کہ رعیت کے مصالح پر نظر رکھے یعنی نماز اور ائمہ نماز، روزہ اور حج اور عمرہ کے معاملات کا اہتمام کرے۔

اگر سیکولر حکومت بھی ہو جسے مذہب سے کوئی سروکار نہ ہو، تو بھی اس پر لازم ہے کہ جس طرح رعیت کے دیگر

افراد کو آزادی فراہم کرتی ہے اسی طرح رعیت میں سے دیندار لوگوں کو بھی آزادی فراہم کرے اور ان کے معاملات میں دشواریاں پیدا نہ کرے۔

۲۔سوال نمبر کا جواب:

کیا پٹرول پمپ وغیرہ پر نماز پڑھنے کے لیے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں جو عام طور سے کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں اور جو اپنے گاہکوں کو مختلف تجارتی مقاصد سے سہولیات فراہم کرتی ہیں، وہاں نماز پڑھنا جائز ہے، اور اس سلسلہ میں دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے، صراحتاً اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اگر کسی پٹرول پمپ کا مالک بداخلاق یا متعصب ہندو ہو تو اس سے صراحتاً اجازت لے لینی چاہیے تاکہ کسی طرح کا کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

علامہ برہان الدین ابن مازہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز بخاری مرغینانی۔رحمہ اللہ تعالی علیہ رقمطراز ہیں:

وفي الأصل أيضا: يكره للمسافر أن يصلي على الطريق بل ينبغي له أن يتنحى من الطريق لأن الطريق مشغول بحق المسلمين فهو كما لو صلى في أرض مغصوبة، فإن وجد موضعا مباحا يصلي في ذلك الموضع، ولا يصلي على الطريق، فإن لم يجد موضعا مباحا، ولكن وجد أراضي الناس، فإن كانت الأراضي مزروعة لا يصلي في الأراضي، ولكن على الطريق؛ لأن الضرر في الصلاة في الأراضي في هذه الصورة أكثر من الضرر في الصلاة في الطريق، وإن لم تكن الأراضى مزروعة يصلي في الأراضي، ولا يصلي في الطريق، وإن كانت الأرض للذمي، فالصلاة في الطريق أولى من الصلاة في الأرض۔ (المحيط البرهانی، كتاب الصلاة ۲/۳۹۲)

اقتباس بالا سے واضح ہے کہ ذاتی ملکیت والی جگہ میں نماز پڑھنے کا جواز دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، ۱۔ اس میں کوئی ضرر نہ ہو۔ ۲۔ دلالتاً اور عرفاً اجازت حاصل ہو، لہٰذا اگر ظن غالب ہو کہ نماز پڑھنے سے پٹرول پمپ کے مالک کو خوشی ہوگی تو یہی عرفی اجازت کافی ہے۔

لیکن کسی پٹرول پمپ یا ریسٹورنٹ میں بلا صریح اجازت کے نماز پڑھنا باعث فتنہ وفساد ہو تو وہاں صریح اجازت لے لی جائے۔ بہر حال صریح اجازت لینا اولی اور بہتر ہے کہ ایسی جگہوں پر مالک یا اس کا نمائندہ باختیار موجود ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لیے مالک کی عرفی اجازت کافی

ہے، صریح اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر ایسی صورت میں کسی نزاع یا فتنہ یا ہنگامہ کا اندیشہ ہوتو پھر مالک سے صریح اجازت لینی چاہیے۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی مصری حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وتكره في أرض الغير بلا رضاه وإذا ابتلي بالصلاة في أرض الغير وليست مزروعة أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها، وإن كانت لكافر صلى في الطريق۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل في المكروهات)

اس عبارت میں اگرچہ مطلقا اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی کراہت کی بات کہی گئی ہے، لیکن آگے کی عبارت سے ظاہر ہے کہ دلالتاً اور عرفاً اجازت بھی کافی ہے بہرحال مالک موجود ہوتو صراحتاً اجازت لے لینا ہی بہتر ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

راستہ میں نماز پڑھنے کے سلسلہ میں شرعی حکم

راستے میں نماز پڑھنے کی ممانعت خود حدیث پاک میں آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے:

نهى أن يصلى في سبعة مواطن: في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق، وفي الحمام، وفي معاطن الإبل، وفوق ظهر بيت الله۔ (سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء في كراهية ما يصلى إليه وفيه، حدیث نمبر 346)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ راستہ میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، اس کی علتیں کئی ہیں:

(الف) نماز کی وجہ چلنے والوں کو دقت ہوتی ہے۔

علامہ سرخسی محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی تحریر فرماتے ہیں:

ومعنى النهي في قوارع الطريق: أنه يستضر به المار، فعلى هذا اذا كان الطريق واسعا لا يكره وحكى ابن سماعة أن محمدا - رحمه الله تعالى - كان يصلي على الطريق في البادية۔ (المبسوط، کتاب الصلاۃ، ۱۹۰/۱)

(ب) راستے بالعموم نجاست، لید، گوبر اور پیشاب سے خالی نہیں ہوتے ہیں، علامہ سرخسی رقمطراز ہیں:

وقيل: معنى النهي في قوارع الطرق أنها لا تخلو من الأرواث والأبوال عادة فعلى هذا لا فرق بين الطريق الواسع والضيق۔ (مرجع سابق ۱۹۰/۱)

علامہ کاسانی علاء الدین ابوبکر بن مسعود بن احمد حنفیؒ سپرد قرطاس فرماتے ہیں:

وأما قوارع الطرق فقيل انها لا تخلو عن الأرواث والأبوال عادة فعلى هذا لا فرق بين الطريق الواسع والضيق۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ)

مالکیہ کے نزدیک بھی علت راستہ کے بارے میں نجس ہونے کا شک ہے۔ (الثمر الداني في تقريب المعاني ص: ۳۸)

(ج) ایک اور علت کی طرف شافعیہ نے اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ راستے میں نماز پڑھنے کی صورت میں خشوع اور خضوع متاثر ہوتا ہے۔ علامہ شیرازی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرمائے:

وينقطع خشوعه بممر الناس۔ (المهذب، كتاب الصلاة، فصل في الصلاة في قارعة الطريق ۱۶۱/۶۴)

اور نماز پڑھنے والے کا خشوع لوگوں کے گزرنے کی وجہ سے متاثر ہوگا۔

لہٰذا اگر ایسا راستہ ہو جہاں لوگ بہت کم گزرتے ہوں تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔

امام نووی یحیٰ بن شرف شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وإن قلنا: العلة فوات الخشوع فلا كراهة في البراري إذ لم يكن هناك طارقون۔ (المجموع شرح المهذب، ۱۶۵/۳/)

البتہ اگر علت نجاست کا غلبہ ہو تو پھر ایسی صورت میں آبادی اور جنگل کے راستے میں فرق نہیں ہوگا، لیکن اگر راستہ کے ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو مگر یقین نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق نماز صحیح رہے گی، اور اگر اس پر کوئی پاک چیز بچھالے تو نماز صحیح رہے گی، لیکن دوسری دو علتوں: لوگوں کو گزرنے سے روکنے اور خشوع کے فوت ہونے کی وجہ سے کراہت باقی رہے گی۔ (مرجع سابق ۱۶۵ / ۳)

احقر کے نزدیک عام حالات میں چھوٹے اور تنگ راستوں اور چوڑے راستے مثلاً: قومی شاہراہوں اور صوبائی شاہراہوں کے درمیان حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ لوگ پیدل چلنے کی جگہ اور اس کے بعد بچی ہوئی جگہ میں عام طور سے پیشاب وغیرہ کرتے رہتے ہیں، لہٰذا نجس ہونے کے امکان کی وجہ سے کراہت باقی ہے۔ لیکن مجبوری کی حالت میں جائے نماز وغیرہ بچھا کر راستہ سے کنارہ پر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، البتہ کراہت تنزیہی باقی رہے گی، اس لیے کہ کبھی گاڑی وغیرہ کنارے تک آ جاتی ہے جس سے خشوع متاثر ہوگا۔ علامہ شرنبلالی حسن بن عمار بن علی مصری حنفی تحریر فرماتے ہیں:

وإن كانت النجاسة رطبة فألقى عليها لبدا أو ثنى ما ليس ثخيناً، أو كبسها بالتراب فلم يجد ريح النجاسة جازت صلاته۔ (مراقي الفلاح كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ۱۲۵)

چھوٹے راستہ میں لوگوں کو دشواری میں ڈالنے کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا، علامہ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم بن محمد مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں:

الصلاة في الطريق أي في طريق العامة مكروهة، وعلله في المحيط بما يفيد أنها كراهة تحريم بقوله: لأن فيه منع الناس عن المرور والطريق حق الناس أعد للمرور فيه فلا يجوز شغله بما ليس له حق الشغل۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۲/۳۰ ۲)

البتہ اگر پورے یا آدھے راستہ کو انتظامیہ سے بلاک کرالے، جیسا کہ مختلف مقاصد کے تحت راستے بلاک ہوتے رہتے ہیں اور روٹ چینج ہوتے رہے ہیں، تو پھر مخصوص حالات میں کراہت باقی نہیں رہے گی۔

سوال نمبر ۵ کا جواب

ریلوے اسٹیشن اور دیگر حکومت کی ملکیت والے مقامات پر نماز پڑھنے کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر

ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور دیگر سرکاری مقامات حکومت کی ملکیت نہیں، بلکہ یہ عام پبلک اور باشندگان ملک کی ملکیت ہیں، حکومت کو محض اس پر نگرانی اور مصلحت کے مطابق تصرف کرنے کا حق ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی محمد امین بن عامر بن عبدالعزیز دمشقی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

قوله: كأراضي بيت المال الكاف للتمثيل بأن أريد بقوله: مملوكة أي لعامة المسلمين۔ (رد المحتار، باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره ۵۹۸)

اس عبارت سے عیاں ہے کہ سرکاری خزانہ کی زمینیں عام باشندگان ملک کے ملکیت ہے، کوئی چیز حکومت کی ملکیت نہیں ہے، اور پبلک سیکٹر کی چیزوں میں تمام شہریوں کا حق ہے، جن سے ضابطۂ حکومت کے تحت تمام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لہذا ریلوے اسٹیشن اور ایر پورٹ وغیرہ دیگر حکومتی مقامات پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ اس سے کسی کو بھی کوئی ضرر نہیں لاحق ہوتا ہے، اور نمازی کسی کنارہ میں اپنے رب کی بندگی بجالاتا ہے، اس لئے اس سے روکنا کھلا ہوا ظلم اور صریح زیادتی ہے اور غضب الٰہی کو دعوت دینے والی چیز ہے، فرمان باری ہے:

أرأيت الذي ينهى عبدا اذا صلى۔ (سورہ علق: ۹)

ابوجہل لعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام پبلک کے حق والی جگہ بیت اللہ سے روکا تھا، جس پر اللہ تعالی نے اسے سخت سزا کی دھمکی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كلا لئن لم ينته لنسفعاً بالناصية ناصية كاذبة خاطئة۔ (سورہ علق: ۱۶-۱۵)

سوال نمبر ٦ کا جواب:

ٹرین اور جہاز وغیرہ میں نماز پڑھنے کے سلسلے میں شرعی حکم

ٹرین اور جہاز وغیرہ میں اس طرح نماز ادا کرنا کہ کسی کو ضرر نہ ہو بلا کراہت جائز ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ٹرین اور جہاز وغیرہ پبلک سیکٹر کی چیزیں ہیں جو اصلا عام باشندگان ملک کی ملکیت ہیں، حکومت کو محض نگرانی اور مصلحت کے مطابق تصرف کرنے اور ضابطے اور قاعدے قوانین بنانے کا حق ہے:

سوق السلطان لعامة المسلمين (بدائع الصنائع ۲۹۰/۷)

سلطان کا بازار عام مسلمانوں کی ملکیت ہے۔

لہٰذا ٹرین یا جہاز وغیرہ میں نماز پڑھنے سے روکنا سنگین ظلم اور زیادتی ہے اور اللہ تعالی کے عذاب کو دعوت دینے والی چیز ہے۔ ذکر الٰہی اور نماز سے روکنا شیطانی حربہ ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة۔ (سورہ مائدہ: ۹۱)

اور شیطان تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے۔

اس لئے ٹرین اور جہاز وغیرہ میں کسی کی مضرت اور دشواری کا باعث بنے بغیر نماز پڑھنا شرعا مطلوب ہے، اس سے روکنا سراسر ظلم ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ألا لعنة الله على الظالمين الذين يصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجا وهم بالآخره هم كافرون۔ (سورہ ہود: ۱۸)

سوال نمبر ۷ کا جواب:

ارض غیرہ اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی علامت درج ذیل ہے:

۱۔ نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی ہے۔

۲۔ دلالتا اور عرفا اجازت ہونا بھی کافی ہے، مثلاً: نماز پڑھنے سے مسلم اور روادار غیر متعصب غیر مسلم کو خوشی ہوتی ہے، اتنی بات اجازت لینے کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم بن محمد مصری حنفی اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وإذا ابتلي بين الصلاة في الطريق وبين أرض غيره فإن كانت مزروعة فالأفضل أن يصلي في الطريق لأن له حقا في الطريق ولا حق له في الأرض وإن لم تكن مزروعة وكانت لمسلم يصلي فيها فإن الظاهر أنه يرضى به لأنه إذا بلغه يسره بذلك لأنه أحرز أجرا من غير اكتساب منه وفي الطريق لا إذن لأن الطريق حق المسلم والكافر وإن كانت لكافر يصلي على الطريق لأنه لا يرضى به۔ (البحر الرائق،

کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا، ج ۲، ص: ۲۰)

۳۔ اگر بد اخلاق یا متعصب غیر مسلم کی زمین ہو تو صراحتاً اجازت لینی ہوگی۔

۴۔ حکومتی مقامات پر نماز کی اجازت کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ نماز پڑھنے سے کسی کو کوئی تکلیف، دشواری، مشقت اور مضرت لاحق نہ ہو، ایسی جگہ اور ایسے وقت کا انتخاب کرے کہ لوگ اس جگہ کم آتے ہوں۔

خلاصہ بحث:

۱۔ نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین کے احکام میں فرق ہے جو درج ذیل ہے:

(الف) ارض غیر میں نماز کے لیے دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے، نیز اس طرح نماز ادا کرے کہ کاشت وغیرہ کا نقصان نہ ہو۔

(ب) ارض مغصوبہ میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(ج) حکومت کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی ہے، بلکہ حکومتی زمین عام لوگوں کی ملکیت ہے اور اس سے عام لوگوں کا حق وابستہ ہے۔ حکومت مصلحت کے مطابق تصرف کا صرف اختیار رکھتی ہے، لہٰذا حکومت کی زمین میں اس طرح نماز ادا کرنے کا حق ہے کہ زمین اور کسی کو کوئی ضرر لاحق نہ ہو۔

۱۔ پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ وغیرہ ذاتی ملکیت والے مقامات پر نماز پڑھنے کی دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے۔

البتہ اگر کسی پٹرول پمپ وغیرہ کا مالک متعصب غیر مسلم یا بد اخلاق شخص ہو تو صریح اجازت لے لینی چاہیے۔

۳۔ افراد کی ملکیت والی جگہیں جیسے خالی پلاٹ، کھیت کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لیے بھی دلالتاً اور عرفاً اجازت کافی ہے۔ لیکن صراحتاً اجازت لے لینا بہتر ہے۔

۴۔ ہر طرح کے راستے پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ مجبوری کی حالت میں راستہ کے کنارہ جگہ کی طہارت کا تیقن حاصل کر کے یا جائے نماز وغیرہ بچھا کر نماز ادا کر لینا جائز ہے، لیکن کشادہ راستے کے کنارہ بھی گاڑی وغیرہ کے آجانے سے خشوع کے متاثر ہونے کی وجہ سے کراہت تنزیہی اس حالت میں بھی باقی ہے۔

۵۔ ریلوے اسٹیشن اور ایر پورٹ وغیرہ پر اس طرح نماز ادا کرنا کہ کسی کو کوئی ضرر نہ ہو، بلا کراہت جائز ہے۔ اس سے روکنا سنگین ظلم اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

۶۔ ٹرین اور جہاز وغیرہ میں اس طرح نماز ادا کرنا کہ کسی کو دقت و پریشانی نہ ہو، بلا کراہت جائز ہے۔ اس سے روکنا سخت ظلم اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

۷۔ارض غیر میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی علامت درج ذیل ہیں:

الف: نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی ہے۔

ب: دلالتاً اور عرفاً اجازت بھی کافی ہے۔

ج: متعصب غیر مسلم کی زمین ہو تو صراحتا اجازت لے لی جائے۔

د: حکومتی مقامات میں نماز کے لیے اجازت کی علامت بس اس کو سمجھا جائے گا کہ اس طرح نماز ادا کی جائے کہ کسی کو کوئی مضرت لاحق نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پرنماز کا مسئلہ

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری
(مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارک پور اعظم گڑھ)

امتِ مسلمہ کو، دیگر امتوں کے مقابلے میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے جو امتیازات اور خصوصیات حاصل ہیں، ان میں سے چند کا تذکرہ، ان احادیثِ کریمہ میں یوں آیا ہے:

أعطیت خمساً لم یعطهن قبلی۔۔۔ وجعلت لی الأرض مسجداً وطهوراً فأیما رجل من أمتی ادرکته الصلوٰة فلیصل۔ (صحیح بخاری ۱/۴۰ باب التیمم، حدیث نمبر: ۳۳۵)

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔۔۔۔ میرے لئے ساری زمین سجدہ گاہ اور ذریعۂ طہارت بنادی گئی ہے، پس میری امت کے جس فرد کو، نماز کا وقت آگیا ہو، وہ وہیں پڑھ لے۔

جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً أینما ادرک رجل من امتی ألصلوٰة صلّی۔ (سنن نسائی، المساجد، حدیث نمبر ۷۳۵)

میرے لئے (ساری) زمین سجدہ گاہ اور سببِ طہارت بنادی گئی ہے، پس میری امت کا جو شخص نماز کا وقت پاجائے وہ نماز پڑھ لے۔

اِن سے ملتی جلتی اور بھی احادیث ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد اگرچہ اسلامی شان وشوکت کا مظہر اور ادائیگی نماز کی مخصوص جگہیں ہیں، مگر نماز جیسی عظیم الشان عبادت، وقت ہوجانے پر، مسجد کے علاوہ میں بھی ہوجائے گی۔

البتہ دیگر احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھی جارہی ہوتو ایسی جگہ ہو جو پاک وصاف ہو، خطرات واندیشوں سے محفوظ ہو، وہاں کسی قسم کی ناگہانی رکاوٹ کا امکان نہ ہو وغیرہ وغیرہ، تاکہ نماز پورے خشوع وخضوع اور دل جمعی کے ساتھ، وساوس سے خالی ہوکر پڑھی جائے۔

اگر اس قسم کے مقامات ہوں تو وہاں نماز نہ پڑھی جائے:

عن ابن عمر أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهیٰ أن یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة

وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهر بیت اللہ۔ (ترمذی ۱/۸۱ باب ماجاء فی کراہۃ مایصلّی الیہ وفیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، راستہ کے بیچ میں، غسل کی جگہ، اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ، خانۂ کعبہ کی چھت پر۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلّوا فی مرابض الغنم ولا تصلّوا فی أعطان الابل۔ (ترمذی ۱/۸۱ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مرابض الغنم واعطان الابل)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو، لیکن اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں بطور اشتراکِ علت کے، صاحبِ درمختار ایک قاعدۂ کلیہ یوں لکھتے ہیں

وکذا کل (مایشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا) کائناً ما کان۔ (ردالمحتار ۲/۴۳ و ۴۴)

پھر آگے لکھتے ہیں

وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ أو للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء۔ (حوالۂ مذکورہ)

ایسے ہی ہر وہ (چیز یا جگہ) جو آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے غافل کردے، اور اس کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے، کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو۔

ایسے ہی مکروہ ہے کچھ جگہوں میں بھی، جیسے کعبہ کے اوپر، راستہ میں، گندگی ڈالنے کی جگہ، جانور ذبح کرنے کی جگہ، جہاں قبریں ہوں، غسل کرنے کی جگہ، حمام میں، ٹیلوں اور پہاڑوں کی نشیبی جگہ، اونٹوں اور بکری، بھیڑ وگایوں کے باڑے میں۔ کافی میں یہ اضافہ ہے کہ چوپایوں کے باندھنے کی جگہ، اصطبل، چکی، بیت الخلاء اور اس کی چھت، وادی کا پانی بہنے کی جگہ، غصب کردہ زمین پر، غیر کی زمین پر (اس کی اجازت کے بغیر) اگر بوئی یا جوتی ہوئی ہو، اور صحراء میں۔

بھیڑوں، بکریوں کا باڑہ نجاست وغیرہ سے پاک وصاف ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ حدیث میں ایسے باڑے میں نماز کی اجازت ہے۔ (کتاب مذکور ص ۲۸۰) کیوں کہ بکریوں، بھیڑوں سے کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

تنبیہ: یوخذ من التعلیل بأنہ محل الشیاطین کراہۃ الصلوٰۃ فی معابد الکفار لأنہا مأوی

الشياطين كماصرح به الشافعية ويؤخذ مما ذكروه عندنا، ففى البحر من كتاب الدعوىٰ عند قول الكنز ولا يحلفون فى بيت عباداتهم۔ فى التاتارخانية يكره للمسلم الدخول فى البيعة والكنيسة، وانما يكره من حيث انه مجمع الشياطين لا من حيث أنه ليس له حق الدخول اھ قال فى البحر: والظاہر انها تحريمية لأنها المرادة عند اطلاقهم وقد أفتيت بتعزير مسلم لازم الكنيسة مع اليهود اھ، فاذا حرم الدخول فالصلوٰة اولىٰ، وبه ظهر جعل من يدخلها لاجل الصلوٰة فيها۔ (رد المحتار ۲/۴۳)

تنبیہ: حمام میں نماز کے مکروہ ہونے کی جو یہ علت بیان کی گئی ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہے، اس سے یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ کفار کے عبادت خانوں میں نماز مکروہ ہو، اس لئے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانا ہوتے ہیں، جیسا کہ شوافع نے اسے صراحۃً بیان کیا ہے، انھوں نے جو باتیں ذکر کی ہیں، وہ ہمارے نزدیک بھی لی جائیں گی، بَحر کے کتاب الدعویٰ میں کنز کے اس قول ولا یحلفون فی بیت عباداتھم (کفار کی عبادت کے گھروں میں حلف نہ لیا جائے) کے تحت ہے کہ تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان کے لئے کلیسا اور گرجا گھروں میں جانا مکروہ ہے، کیوں کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں، اس لئے مسلمان وہاں نہ جائیں، ورنہ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان کو وہاں داخل ہونے کا حق نہیں ہے، صاحبِ بحر کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہاں جانا مکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ مطلقاً مکروہ کہنے سے یہی مراد ہوتی ہے اور میں نے اس مسلمان کی تعزیر کا فتویٰ دیا ہے جو یہود کے ساتھ کلیسا یا گرجا گھر میں رہتا ہو، پس جب داخل ہونا حرام ہوا تو وہاں نماز پڑھنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا، اس سے ان لوگوں کی جہالت ظاہر ہوگئی جو نماز پڑھنے کے لئے وہاں جاتے ہیں۔

ترمذی کی روایات میں جن جگہوں کا تذکرہ ہے، اسی طرح کتب فتاویٰ میں جن مقامات کا ذکر ہے، ان کی روشنی میں درج ذیل جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت سمجھ میں آتی ہے۔

۱۔غصب کردہ زمین ۲۔حق غیر، عوام سے متعلق

۳۔حق غیر، سرکاری زمین ۴۔نجاست کی جگہ

۵۔خطرات کی جگہ ۶۔کفار و مشرکین کے بت خانے

۷۔ایسی جگہیں جہاں نماز میں دل نہ لگنے کا خطرہ ہو، بلکہ ذہن کسی دوسری طرف لگا ہوا ہو، جس سے خطرہ لاحق ہوسکتا ہو۔

سوالنامہ کے جوابات

۱۔نماز کے لئے "ارضِ غیر" "اَرضِ مغصوبہ" اور "حکومت کی زیرِ ملکیت زمین" میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

(قوله وأرض مغصوبة أو للغير) لا حاجة الىٰ قوله أو للغير اذا الغصب يستلزمه اللهم إلّا ان يراد

الصلوٰۃ بغیرالاذن وان کان غیرغاصب أفادہ ابوالسعود ط وعبارۃ الحاوی القدسی والارض المغصوبۃ فان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی أرض مسلم اذالم تکن مزروعۃ فلو مزروعۃ أو لکافر یصلی فی الطریق اھ أی لأن لہ فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل وفیھا تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ الا اذا کانت بینھما صداقۃ أو رأی صاحبھا لا یکرہہ فلا بأس اھ (تنبیہ) نقل سیدی عبدالغنی لوالدہ الشیخ أن النزول فی ارض الغیر ان کان لھا حائط او حائل یمنع منہ والا فلا، والمعتبر فیہ العرف اھ قال یعنی عرف الناس بالرضا وعدمہ فلا یجوز الدخول فی ایام الربیع الیٰ بساتین الوادی بد مشق الا باذن اصحابھا فما یفعلہ العامۃ من ہدم الجدران وخرق السیاج فھو امر منکر حرام ثم قال وفی شرح المنیۃ للحلبی بنیٰ مسجداً فی ارض غصب لا بأس الصلوٰۃ فیہ وفی الواقعات بنیٰ مسجداً علیٰ سور المدینۃ لا ینبغی ان یصلی فیہ لانہ حق العامۃ فلم یخلص للہ تعالیٰ کالمبنیٰ فی ارض مغصوبۃ۔ (ردالمحتار ۲/۴۴)

(ماتن کا قول "ارض مغصوبۃ" یا "غیر کی زمین") یہاں "غیر کی زمین" کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ غصب اس کو مستلزم ہے۔ اللّٰھم۔ اِلَّا یہ کہ اس سے مراد یہ ہو کہ غیر کی زمین پر بلا اس کی اجازت، نماز پڑھی جائے، اگرچہ وہ غصب کردہ نہ ہو، ابوسعود نے یہی مطلب بتایا ہے۔ حاوی قدسی کی عبارت ہے کہ اگر ارض مغصوبہ ہو اور مسلمان کی ہو اور نماز پڑھنے والا مجبور ہو کہ مسلمان کی زمین پر نماز پڑھے یا کافر کی زمین پر تو مسلمان کی زمین پر نماز پڑھے بشرطیکہ وہ مزروعہ نہ ہو، اور اگر مزروعہ ہو یا کافر کی ہو تو راستہ میں پڑھے، کیوں کہ راستہ پر اس کا بھی حق ہے، جیسا کہ مختارات النوازل میں ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ غیر کی زمین اگر مزروعہ یا جوتی ہوئی ہو تو اس میں نماز مکروہ ہے، اور اس کے مالک اور اس شخص کے درمیان دوستی ہو، یا یہ گمان ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا، تب بھی وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، (تنبیہ)۔۔۔اگر غیر کی زمین میں احاطہ بندی ہو یا کوئی رکاوٹ ہو تو وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے گا، ورنہ نہیں، اور اس میں عرف کا اعتبار ہے۔۔۔یعنی رضامندی یا عدم رضامندی کے معاملے میں لوگوں کا عرف دیکھا جائے گا، لہٰذا ایام ربیع میں دمشق کی وادیوں کے باغات میں بلا اجازتِ مالکان داخل ہونا جائز نہ ہوگا، پس جو عام لوگ کرتے ہیں کہ دیواروں کو گرادیتے ہیں اور باڑ کو توڑ دیتے ہیں، یہ امر منکر اور حرام ہے، حلبی کی شرح منیہ میں ہے کہ جو مسجد، غصب کردہ زمین میں بنی ہے، اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور واقعات میں ہے کہ جو مسجد شہر پناہ کی فصیل پر بنی ہو، اس میں نماز پڑھنا مناسب نہیں، کیوں کہ اس میں تمام لوگوں کا حق ہے، پس وہ خالص اللہ کے لئے نہیں ہوئی، جیسے ارضِ مغصوبہ میں تعمیر شدہ مسجد (خالص اللہ کے لئے نہیں ہوئی)۔

اِن تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ "ارض غیر" کا مطلب ہوا غیر کی ملکیت والی زمین، ارضِ مغصوبہ کا مطلب ہوا

جس کے قبضے میں وہ زمین ہے، وہ اس کی ملکیت نہیں ہے، لیکن اس نے کسی دوسرے کی زمین پر غصب کر کے قبضہ کیا ہوا ہے اور وہ عوام الناس میں سے ہے، حکومت کی زیرِ ملکیت زمین سرکاری زمین ہوئی، وہ سرکار کی ملکیت کی بھی ہوسکتی ہے اور بلا معاوضہ ادا کئے ہوئے، زبردستی قبضہ والی بھی ہوسکتی ہے۔

بظاہر یہ لگتا ہے کہ "ارض غیر" پر اس کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت سے نماز پڑھی جاسکتی ہے، "ارضِ مغصوبہ" پر جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے، مجبوری کے درجہ میں جبکہ دوسری جگہ نہ مل رہی ہو، نماز پڑھ لے تو ہوجائے گی، سرکاری زمین فی الوقت سرکار کے استعمال میں ہو، اور وہاں نماز پڑھنے میں سرکاری کاموں میں رکاوٹ ہوتو نماز وہاں نہ پڑھی جائے، سرکاری کاموں میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں جو عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں مگر ان جگہوں سے عام افراد کی ضروریات بھی وابستہ ہوتی ہیں، کوئی پٹرول بھروانے آتا ہے، کوئی کھانا کھانے اور چائے پینے آتا ہے، اسی بہانے کچھ نہ کچھ دیر وہاں رکنا ہی پڑتا ہے، اگر نماز کا وقت آجائے ان جگہوں پر مالک کی اجازت سے نماز پڑھی جاسکتی ہے، اگر مالک نہ ہوتو وہاں، مالک کی غیر موجودگی میں جو ذمہ دار ہو، لین دین کرتا ہو، اس کی اجازت بھی کافی ہوگی۔

۳۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین جہاں کھیت بویا، یا جوتا ہوا نہ ہو، کسی دکاندار کی دکان کی خالی جگہ پر نماز پڑھنے میں مالکان کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت ضروری ہوگی، یا ایسا اندازہ ہو کہ مالکِ زمین یا کھیت یا دکان برا نہ مانے گا، تو یہ اندازہ بھی نماز پڑھنے کی گنجائش کے لئے کافی ہوگا۔

تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ الا اذا بینہما صداقۃ أو رأی صاحبہا لا یکرہہ فلا بأس۔ (حوالۂ مذکورہ)

۴۔ قومی وصوبائی شاہراہیں جو کافی وسیع اور کشادہ ہوں، سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہو، یہاں تک کہ آنے اور جانے کی سڑکوں کے بیچ میں پھلواری، پارک اور پیڑ وغیرہ لگے ہوں اور وہاں بھی اچھی خاصی جگہ ہو، اور نماز پڑھنے کی وجہ سے راستہ چلنے والوں اور گاڑیوں کی آمد ورفت میں کوئی خلل نہ ہوتو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی:

ولم یضر للمارین جاز (ردالمحتار ۴/۳۷۷)

"ارضِ غیر" میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر وہ مزروعہ یا جوتی ہوئی ہے، البتہ اگر اس کے مالک اور اس شخص کے درمیان دوستی ہو، یا یہ گمان ہو کہ برا نہیں مانے گا، تو کوئی حرج نہیں۔

لیکن موجودہ حالات میں جب کہ حکومت نام نہاد سیکولر ہے اور فرقہ پرستی، خصوصاً مسلم دشمنی عروج پر ہے، مسلم

دشمنوں کوحکومت کی پوری سر پرستی حاصل ہے اور ایسی سر پرستی کہ آزادیٔ ہند کے بعد کسی حکومت نے فرقہ پرستوں کی ایسی پشت پناہی نہیں کی جو آج دیکھنے میں آرہی ہے، اِن حالات میں مذکورہ جگہوں پر نماز پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیوں کہ اب تو سبھی جان رہے ہیں کہ فوٹو لے کر ویڈیو بنا کر کیس کر دیا جا رہا ہے، اللہ کی پناہ ایسے دشمنوں سے۔

۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ، جہاں نماز پڑھنے کی جگہ بنی ہو، وہاں جا کر پڑھی جائے، حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر بھی نماز پڑھنے میں، ابھی چند سال قبل تک، کہیں کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوتا تھا، مگر اب جو صورتِ حال ہے وہ یکسر بدل چکی ہے، خالی جگہیں، جہاں کسی کو کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہو، شرعاً نماز پڑھنے کی پوری پوری گنجائش ہے مگر دشمنوں سے ہوشیار رہنا بھی ضروری ہے، آیتِ کریمہ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (بقرہ/ ۱۹۵) کے تحت دشمنوں کی نظروں سے بچ کر نماز پڑھنا چاہئے، اور گنجائش نہ ملے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے، اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے، بعد میں قضاء کر لینی چاہئے۔

۶۔ ٹرین، ہوائی جہاز سب کا معاملہ ایک جیسا ہے، جہاں کسی اسلام دشمن کے پھنسانے اور عزت سے کھیلنے کا معاملہ نہ ہو، وہاں خالی جگہ دیکھ کر نماز پڑھ لینی چاہئے، ٹرین تو لمبی چوڑی ہوتی ہے، اس کا اصل ذمہ دار تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے، جہاز کا عملہ وہیں آس پاس موجود ہوتا ہے، اس سے پوچھ کر اور بتا کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔ ٹرین میں ریزرویشن کی صورت میں اپنے برتھ پر نماز پڑھنے میں کسی دشمن کی دشمنی کا خطرہ نہیں لگتا، اس لئے اپنے برتھ پر پڑھ لے، کیوں کہ برتھ پر خاص اسی کا حق ہے اور چونکہ وہاں وہ کھڑا نہیں ہو پائے گا اس لئے مجبوراً بیٹھ کر پڑھ لے۔

۷۔ "ارضِ غیر" میں نماز پڑھنے کی اجازت کی علامت، وہاں ممانعت نہ ہونا کافی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ وہاں اگر کوئی موجود ہو، مالک یا اس کا کارندہ تو اجازت لے لی جائے۔

حکومت کے زیرِ ملکیت مقامات میں ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی ہوگا، لیکن وہاں بھی بہتر یہ ہے کہ وہاں موجود ذمہ داروں سے اجازت لے لی جائے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہٗ اتم واکمل

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز

مفتی راشد حسین ندوی
(مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی)

ارض غیر ارض مغصوبہ وسرکاری زمین میں فرق ہے یا نہیں؟

سوالات کی تمہید میں وضاحت اور دلائل کے ساتھ بہت اچھی طرح بیان کر دیا گیا ہے کہ اس امت کو جو خصوصی امتیازات دیے گئے انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے، نماز پڑھنے کے لیے دوسری اقوام کی طرح عبادت گاہ کو مشروط نہیں کیا گیا اور بعض مقامات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا، وہ مقامات ایسے ہیں جہاں یا تو خود نماز پڑھنے والے کو نقصان پہنچ سکتا ہے، یا عام لوگوں کو دشواری ہوسکتی ہے، یا لوگوں کے حقوق پامال ہوسکتے ہیں، یا وہاں نجاست کا وہم ہوسکتا ہے، یا شرک کی بو آسکتی ہے:

”عن ابن عمر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی أن یصلي فی سبعة مواطن: فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظھر بیت اللّٰہ۔“ (الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی کراھیة ما یصلی الیہ وفیہ: ۳۴۶، ابن ماجة، کتاب المساجد والجماعات، باب المواضع التی تکرہ فیھا الصلاة: ۷۴۶)

اور شرح کرتے ہوئے صاحب تحفۃ الاحوذی نے قاضی ابوبکر بن عربی کے حوالہ سے مختلف احادیث کے ذریعہ ان سات میں اضافہ کرتے ہوئے ان کی تعداد ۱۳؍ تک پہنچا دی ہے اور حافظ عراقی کے حوالہ سے مزید مقامات کا اضافہ کرتے ہوئے یہ تعداد ۱۹؍ کر دی ہے، معلوم ہوا کہ نص میں جن مقامات کا ذکر ہے ان پر اشتراک علت کی بنیاد پر دوسرے مقامات کا اضافہ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ فقہاء نے اضافہ کیا بھی ہے جیسا کہ سوالات کی تمہید میں بتایا گیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کیا ”ارض غیر“ ”ارض مغصوبہ“ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے ان کے درمیان واضح طور سے فرق کیا ہے، لہٰذا وہ فرق بہر حال ملحوظ رکھنا چاہیے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ ”وكذا تكره فی أماكن (أي) وأرض مغصوبة أو للغير۔۔الخ“

قوله: ”وأرض مغصوبة أو للغير“ لا حاجة الى قوله أو للغير اذ الغصب يستلزمه، اللهم الا أن يراد الصلاة بغير الاذن وان كان غير غاصب، أفاده أبو السعود ط، وعبارة الحاوی القدسی: والأرض المغصوبة فان اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلی فی أرض المسلم اذ لم تكن مزروعة فلو مزروعة أو لكافر يصلی فی الطريق، اهـ، أي لأن له فی الطريق حقا كما فی مختارات النوازل وفيها: تكره فی أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرہه فلا بأس، اهـ“(شامی: ۲۸۱-۱/۲۷۹، كتاب الصلاة، باب مطلب فی الصلاة فی الأرض المغصوبة)

۲-فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”الصلاة فی أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه، فما كان بينه وبين اللّٰہ تعالی يثاب وما كان بينه وبين العباد يعاقب، كذا فی مختار الفتاویٰ، الصلاة جائزة فی جميع ذلك لاستجماع شرائطها وأركانها وتعاد علی وجه غير مكروه۔“(هندية: ۱/۱۰۹، كتاب الصلاة، الباب السابع فی ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانی فی ما يكره فی الصلاة)

۳-”فان اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلی فی أرض المسلم اذا لم تكن مزروعة، فان كانت مزروعة أو لكافر يصلی فی الطريق۔“(الحاوی القدسي، كتاب الصلاة، باب ما يكره فی الصلاة وما لا يكره: ۱/۲۰۸)

۴-”المصلی اذا ابتلي بين الصلاة فی الطريق وبين الصلاة فی أرض انسان فهذا علی وجهين، اما إن كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فان كانت الأرض مزروعة فالأفضل أن يصلی فی الطريق لأن له حقا فی الطريق، ولا حق له فی الأرض وإن كانت غير مزروعة، فان كانت الأرض ليهودي أو نصراني فكذلك وان كانت للمسلم فالأفضل أن يصلي فی الأرض لأن صاحب الأرض أذن له دلالة لأنه اذا بلغ سر بذلك أن ينال أجرا من غير اكتساب منه وفی الطريق لا اذن له لأن الطريق حق العامة واسم العامة يتناول المسلم والكافر۔“(التنجيس والمزيد، كتاب الصلاة، باب فی ما يتقدم الصلاة من الشروط، فصل فی مكان الصلاة: ۳۹۵-۱/۳۹۴، ادارة القرآن كراچی (یہ دونوں حوالے ایک آن لائن فتوے سے ماخوذ ہیں۔)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مغصوبہ زمین، ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت ایسی زمین جس سے عوام کے حقوق متعلق ہوں، سب میں عام حالات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن مغصوبہ زمین میں کراہت بڑھی ہوئی ہے،

یہاں تک کہ ہندیہ میں (عبارت ۲ ۔) وہاں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے تک کا حکم ہے اور شامی میں اس میں نماز کو ایک قول میں مکروہ تحریمی اور ایک قول میں غیر صحیح کہا گیا ہے:

"فالصلاۃ فیہا مکروھۃ تحریما فی قول وغیر صحیحۃ فی قول آخر۔" (۱/۲۸۱)

لیکن دوسرے کی وہ زمین جو غصب نہ کی گئی ہو، اگر مسلمان کی ہو اور وہاں نماز پڑھنے سے اس کے نقصان کا کوئی اندیشہ بھی نہ ہو تو راستہ اور سڑک کے مقابلہ میں وہاں نماز پڑھنا بہتر ہوگا، جب یہی دو جگہیں نماز کے لیے میسر ہوں اور اگر کسی غیر مسلم کی زمین ہو یا زمین مسلمان کی ہو لیکن وہاں نماز پڑھنے سے اس کا کسی طرح کا کوئی نقصان ہو تو اس کے مقابلہ عام حالات میں راستہ یعنی حکومت کی زیر ملکیت زمین میں نماز پڑھنا بہتر ہوگا، اس لیے کہ وہ جگہ عوام کے لیے ہے، اس طرح اس کا بھی اس سے حق متعلق ہے۔

معلوم ہوا کہ ان زمینوں میں بہر حال فرق مراتب ہے، اگر چہ اوپر بیان کردہ احکام عام حالات میں ہیں، اگر عوامی مقامات میں نماز پڑھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو یقینا ان احکام میں تبدیلی ہو جائے گی۔ واللہ اعلم!

پیٹرول پمپ وغیرہ میں نماز پڑھنا

اس طرح کی جگہیں بھی ارض غیر کے حکم کے تحت صراحت سے آتی ہیں، لہٰذا ان جگہوں میں بھی بغیر اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، جیسا کہ فقہی عبارات میں صراحت سے آیا ہے:

"وکذا تکرہ فی أماکن (الی) وأرض مغصوبۃ أو للغیر (قولہ وأرض مغصوبۃ أو للغیر) لا حاجۃ الی قولہ أو للغیر اذ الغصب یستلزمہ اللہم الا أن یراد الصلاۃ بغیر الاذن وان کان غیر غاصب۔۔ الخ" (شامی: ۱/۲۸۰)

اسی طرح بعد کی عبارتوں میں بھی مسئلہ کا ذکر ہے۔

البتہ سفر کرتے ہوئے اکثر یہ نوبت آتی ہے کہ ایسی جگہوں پر نماز پڑھے بغیر چارہ نہیں ہوتا، پہلے عموماً نمازی مسافر ان جگہوں پر اطمینان سے نماز پڑھ بھی لیا کرتے تھے اور اس میں ان جگہوں کے مالکوں کا کوئی نقصان بھی نہیں تھا، لیکن فی الحال ملکی فضا جس طرح تعصب آلود ہو گئی ہے، اس میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اجازت لے کر ہی نماز پڑھی جائے، تاکہ اگر وہاں نماز پڑھنا وہاں کے ماحول کے اعتبار سے مناسب نہ ہو تو اس کا پتہ چل جائے، البتہ اگر پہلے سے وہاں پر لوگ نماز پڑھتے آئے ہوں اور نماز پڑھنے کا عام عرف ہو تو بغیر اجازت بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، اس لیے کہ اجازت کا قرینہ موجود ہے اور اجازت کے قرینہ کو بھی اجازت کے حکم میں مانا جاتا ہے:

"لأن صاحب الأرض اذن لہ دلالۃ۔" (التجنیس والمزید: ۱/۳۹۵)

دوسرے افراد کی زمین میں نماز پڑھنا

سوال ا کے تحت جو عبارات گزری ہیں ان میں صراحت سے ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

(قوله وأرض مغصوبة أو للغير)۔۔۔۔اللهم الا أن يراد الصلاة بغير الاذن وإن كان غير غاصب۔ (شامی: ۱/۲۸۰)

لیکن ساتھ ہی فقہاء نے صراحت سے لکھا ہے کہ یہ ممانعت اور کراہت اسی وقت ہے جب اس کے نماز پڑھنے سے نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً: وہ ایسی زمین ہو جس میں فصل اُگی ہوئی ہو اور فصل کو نقصان پہنچ سکتا ہو، یا کھیت کی جتائی ہوگئی ہو اور نماز پڑھنے سے زمین سپاٹ ہوجائے گی اور پھر سے جتائی کرنی پڑے گی اور اس شکل میں بھی اگر پتہ ہو کہ زمین کا مالک برا نہیں مانے گا تو نماز پڑھی جاسکتی ہے:

”وفيها تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة الا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس، اهـ“ (شامی: ۱/۲۸۰)

اس کا مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کھیتی نہ ہو یا زمین جوتی ہوئی نہ ہو یعنی بالفاظ دیگر اس کے نماز پڑھنے سے مالک کا کوئی نقصان نہ ہو تو نماز پڑھی جاسکتی ہے، یہاں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کی گئی، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دونوں کی زمین کا ہوگا، جب کہ اس سے پہلے غیر مسلم کی زمین میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

”اذا لم تكن مزروعة فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق۔“ (شامی: ۱/۲۸۰)

دونوں عبارتوں میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اصل مسئلہ خوشی سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت کا ہے، اگر معلوم ہو کہ غیر مسلم کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر معلوم ہو کہ مسلم کو اس سے تکلیف ہے تو وہاں اجازت نہیں ہوگی، اگرچہ نماز ہوجائے گی اور کراہت بھی تنزیہی رہے گی۔

یہ تمام تفصیلات اس وقت ہیں جب نماز پڑھنے والے کو کوئی اندیشہ اپنی توہین یا اذیت کا نہ ہو، ورنہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا، اس لیے کہ جب اذیت کے اندیشہ کے تحت اونٹ کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا تو موجودہ حالات میں بعض اوقات اس طرح نماز پڑھنے سے اس سے کہیں زیادہ بڑا اندیشہ ہوسکتا ہے:

”لا تصلوا في مبارك الابل“ (أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب الوضوء من لحوم الابل: ۱۸۴ و ۴۹۳، باب النهي عن الصلاة في مبارك الابل)

اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب ”عون المعبود“ لکھتے ہیں:

”لأن الابل كثيرة الشر فتشوش قلب المصلي وربما نفرت وهو في الصلاة فتؤدي الى قطعها أو

أذی یحصل له منها۔"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ علت جہاں بھی ہو یعنی اذیت کا اندیشہ ہو وہاں نماز مکروہ ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی دوسرے شخص کی خالی زمین میں اصلاً بغیر اجازت کے نماز پڑھنا منع ہے، لیکن صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ واللہ أعلم!

کشادہ شاہراہ پر نماز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جن میں سے ایک ''قارعۃ الطریق'' بھی ہے:

"عن ابن عمر أن رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی أن یصلی فی سبعة مواطن: فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهر بیت الله۔" (الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی کراهیة ما یصلی الیه وفیه: ۳۴۶، ابن ماجة، کتاب الطهارة، باب النهي عن الخلاء علی قارعة الطریق: ۳۳۰)

اور شامی میں ہے: "قوله کفوق کعبة۔ الخ"

"وفی طریق لأن فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له لأنها حق العامة للمرور۔" (شامی: ۱/۲۷۹)

اور ملا علی قاری ''مرقاۃ المفاتیح'' میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"والمقبرة وقارعة الطریق... فالمراد بها الطریق الذی یقرعه الناس والدواب بأرجلهم لاشتغال القلب بالخلق عن الحق، ولذا اشترط بعضهم أن یکون فی العمران لا البریة۔" (مرقاة، کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة: ۷۳۸)

معلوم ہوا کہ راستہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی دو علتیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس سے لوگوں کو تنگی ہوگی اور دوسری علت یہ ہے کہ ایسی جگہوں میں نماز پڑھنے سے دل میں استحضار کی کیفیت میں کمی ہوگی، اگر راستہ چوڑا اور کشادہ ہے تو پہلی علت تو نہیں ہوگی، لیکن دوسری علت بہرحال باقی رہے گی، پھر شاہراہ اگر بڑی ہے تو اسی اعتبار سے اس میں ٹریفک بھی عموماً زیادہ رہتا ہے، لہٰذا بعض جگہوں میں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ تنگی والی علت نہ پائی جائے، لیکن کچھ جگہوں میں یہ علت بھی شاہراہ کشادہ ہونے کے باوجود پائی جائے گی، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ممانعت کا یہ حکم ہر طرح کی شاہراہ پر لاگو ہوگا، اس لیے کہ عوام پر تنگی کرنا اگرچہ نہ پایا جائے، لیکن وہاں دل جمعی کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکے گی اور موجودہ ماحول میں تو اور زیادہ دوسرے قسم کے خطرات لاحق رہیں گے، بقیہ سوال نمبر ا۔ کے تحت "التنجیس والمزید"

کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ اگر راستہ میں نماز پڑھے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتو راستہ میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، چنانچہ دار العلوم دیوبند کے فتوے میں ہے:

''اگر کہیں مجبوری ہوتو اپنے سامنے سترہ رکھ کر مختصر وقت میں جلدی سے نماز پڑھ لے، نماز ہوجائے گی، اکثر سفر میں ایسی صورت پیش آتی ہے، اس میں نماز قصر ہوتی ہے، جو دو ایک منٹ میں پڑھی جاسکتی ہے۔'' (فتویٰ: ۵۷۹-۴۹۰/۱۴۳۳/B=/۴)

خلاصہ کلام یہ کہ کشادہ شاہراہ جس پر نماز پڑھنے سے راہ گیروں کو کوئی دقت نہ ہو وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت کی بعض علتیں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا وہاں نماز پڑھنے میں کم کراہت ہوگی، لیکن کچھ دوسری علتیں چونکہ پائی جاتی ہیں لہٰذا مجبوری کی حالت ہی میں وہاں نماز پڑھنا چاہیے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تب تو خاص طور سے احتیاط برتے۔ واللہ أعلم!

ایرپورٹ اور ریلوے اسٹیشن جیسے مقامات پر نماز پڑھنا

ایرپورٹ پر عام طور سے عبادت کے لیے جگہ مخصوص ہوتی ہے، جہاں اس طرح کی جگہ موجود ہو وہاں کہیں اور نماز پڑھنے کے بجائے وہیں نماز پڑھنی چاہیے، لیکن جس ایرپورٹ پر یہ سہولت موجود نہ ہو یا اگر ریلوے اسٹیشن یا حکومت کے زیر ملکیت کسی اور مقام پر نماز کا وقت ہوجائے اور وہاں نماز پڑھے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتو اس جگہ کا حکم طریق کے حکم جیسا ہوگا اور طریق کا حکم سوال: ا کے تحت گذر چکا ہے:

"فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق اهـ، (الى) لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل۔" (شامی: ۱/۲۸۰)

اور "التنجيس والمزيد" میں ہے:

"فان كانت الأرض مزروعة فالأفضل أن يصلي في الطريق لأن له حقا في الطريق۔ ۔ ۔ الخ" (۱/۳۹۴)

اور دونوں کا حکم ایک اس لیے ہے کہ دونوں سے عوام کے حقوق متعلق ہیں اور یہ خود بھی عوام میں سے ایک ہے، البتہ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کے نماز پڑھنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، کسی کونے کنارے میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو چلا جائے اور صرف فرائض کی ادائیگی اختصار کے ساتھ کرلے، کسی ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہاں لوگوں کی زیادہ آمد و رفت ہو اور اگر ہندوستان جیسی کسی ایسی جگہ ہو جہاں لوگوں کی طرف سے اذیت کا اندیشہ ہو تو موقع محل کی مناسبت سے احتیاط کو بھی ملحوظ رکھے، اس لیے کہ جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے، اسی طرح اپنے کو اذیت اور تکلیف نیز بلا وجہ کی توہین سے بچانا بھی ضروری ہے، ابھی تک ان مقامات پر ہم سب بلا تکلف نماز پڑھتے رہے ہیں اور اب بھی

اکثر جگہ پڑھتے ہیں، لیکن بدلے ہوئے حالات میں اس نکتہ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اصلاً ایر پورٹ، ریلوے اسٹیشن اور پبلک مقامات پر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے، لیکن عام طور سے صورت حال ایسی ہوتی ہے کہ وہاں نماز پڑھنی پڑتی ہے، تو اس طرح کی صورت حال میں ان مقامات پر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن نماز پڑھنے والے کو اس کا پورا خیال رکھنا چاہیے کہ نماز پڑھنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ مبتلیٰ بہ کو کرنا چاہیے کہ کس طرح کا فتنہ ہوسکتا ہے اور اسی کے اعتبار سے بروقت فیصلہ کرنا چاہیے۔

واللہ أعلم!

ٹرین میں نماز

ٹرین پر نماز کو علماء دیوبند نے شروع ہی سے جائز قرار دیا ہے، علماء بریلی نے ٹرین رکی ہو تو جائز قرار دیا ہے، چل رہی ہو تو ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور یہ بحث دراصل دوسری وجوہات سے ہے جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، علماء دیوبند کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی گاڑی اس طرح کی ہو کہ اس کا کوئی حصہ جانور کے اوپر نہ ہو تو فقہاء نے اس کو تخت کے حکم میں قرار دے کر اس پر نماز کو جائز قرار دیا ہے اور ٹرین کی یہی حیثیت ہوتی ہے، اس کا کوئی حصہ انجن پر نہیں ہوتا، انجن اس کو صرف کھینچتا ہے:

”وأما الصلاة على العجلة ان كا طرف العجلة على الدابة وهي تسير أو لا تسير فهي صلاة على الدابة تجوز حالة العذر ولا تجوز في غيرها وان لم يكن طرف العجلة على الدابة وهي بمنزلة الصلاة على السرير۔ “(فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، علی هامش الهندية: ۱/۱۷۱)

اسی طرح ہوائی جہاز پر نماز کے جواز پر اگرچہ کچھ اختلاف رہا ہے لیکن عمومی فتویٰ اس کے جواز کا ہے، مفتی نظام الدینؒ سابق مفتی دیوبند فرماتے ہیں:

”ہوائی جہاز پر بھی نماز جائز ہوتی ہے، اس لیے کہ ”وضع الجبهة على الأرض “میں ارض کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔“ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/ ۶۸) (تفصیل کے لیے دیکھئے مذکورہ کتاب کا حاشیہ، صفحہ ۶۸-۷۱)

پھر جب ہم قائل ہو گئے کہ فی نفسہٖ ٹرین، ہوائی جہاز اور سرکاری ملکیت کی جگہوں پر نماز جائز ہے تو پھر اس کے احکام وہی ہوں گے جو سوال ۴ اور ۵ کے تحت راستہ اور پبلک مقامات کے گذر چکے ہیں کہ ان میں نماز پڑھنا جائز ہوگا، اس لیے کہ لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کیے بغیر ان میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، چنانچہ ان اشیاء کی ایجاد سے لے کر اب تک مسلمان ان مقامات پر نماز پڑھتے رہے ہیں اور صرف اس وجہ سے انہوں نے نماز ترک نہیں کی کہ یہ

حکومت کی پراپرٹی ہے، لیکن نماز پڑھتے ہوئے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ لوگوں کو دشواری نہ ہونے پائے، ہوائی جہاز میں بعض اوقات موسم کی خرابی سے چلنے پھرنے اور حرکت کرنے سے روک دیا جاتا ہے، کبھی ٹرین میں بے پناہ ہجوم ہوجاتا ہے، ان حالات میں اگر پوری شرائط اور ارکان کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر فی الحال تشبہ بالمصلین اختیار کرلے یا اشارہ سے نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرلے:

{لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا} (البقرة: ۲۸۶)

"وأما فاقد الطهورين ففي الفيض وغيره أنه يتشبه عندهما واليه صح رجوع الامام وعليه الفتویٰ۔" (الدر المختار أوائل كتاب الطهارة: ۱/۶۰)

اس سلسلہ میں ایک طرف موجودہ زمانہ میں نفرتی لوگوں نے آفت مچا رکھی ہے، دوسری طرف بعض لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ ٹرین یا جہاز میں جماعت سے پڑھنے کا اہتمام شروع کردیتے ہیں یا دیر تک پڑھتے ہیں جس سے لوگوں کو آنے جانے میں پریشانی ہوتی ہے اور آج کے دور میں اس کی ویڈیو بنا کر لوگ سوشل میڈیا پر ڈال دیتے ہیں جس سے خود اس کو دقت ہوجاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان مقامات میں اصلاً نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن ضروری ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ اس عمل سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو احتیاط کرنا چاہیے اور مصلحت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ واللہ أعلم!

نوٹ:- یہ خیال رہے کہ اوپر کی تفصیلات سوال نامہ کے اعتبار سے ہیں، ورنہ اب ہندوستان میں کوئی بھی ایروپلین کمپنی حکومتی ملکیت کی نہیں بچی ہے، بلکہ کئی ٹرینیں بھی پرائیویٹ کمپنیوں کی ہیں، لہٰذا ان کے احکام اب سوال ۲ کے مطابق ہوں گے۔ واللہ أعلم!

اجازت کی علامت

سوال ا کے تحت یہ عبارت گذر چکی ہے کہ کسی دوسرے شخص کی زمین پر اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا منع ہے:

"الا أن أراد الصلاة بغير الاذن۔" (شامی: ۱/۲۷۹)

لیکن یہ بھی بتایا گیا کہ اگر زمین کے مالک اور اس کے درمیان دوستانہ تعلقات ہیں یا اس کو پتہ ہے کہ زمین کا مالک اس کو ناپسند نہیں کرے گا تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ دلالۃً اس کی طرف سے اجازت ہوگی، لہٰذا وہاں نماز پڑھ سکتا ہے، اس جگہ مالک کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں لگائی گئی:

"الا اذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔" (أيضا: ۲۸۰)

یہ عبارت بھی پیچھے گذر چکی ہے کہ مسلمان کی غیر مزروعہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر بھی نماز پڑھنا جائز

ہے، اس لیے کہ بظاہر وہ اس سے خوش ہی ہوگا:

”وإن كانت للمسلم فالأفضل أن يصلي في الأرض لأن صاحب الأرض أذن له دلالة لأنه إذا بلغ سره بذلك أن ينال أجرا من غير اكتساب منه۔“ (التجنيس والمزيد: ۱/۳۹۵)

اس عبارت سے محسوس ہوتا ہے کہ غیر مسلم بھی اگر بااخلاق ہو اور اندازہ ہو کہ وہ نماز پڑھنے کو ناپسند نہیں کرے گا تو اس کی زمین میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

جہاں تک سوال میں مذکورہ مقامات کا تعلق ہے تو ان میں تو خود نماز پڑھنے والے کا حق متعلق ہوتا ہے:

”لأن له حقا في الطريق (أيضا) أي لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل۔“ (شامی: ۱/۲۸۰)

ان عبارات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو تو ان مقامات میں لوگوں کو تکلیف سے بچانے کا اہتمام کرتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہوگا اور ممانعت کا نہ ہونا ہی اجازت کے لیے کافی ہوگا، البتہ اگر صراحت سے منع کر دیا جائے یا نماز پڑھنے سے فتنہ کا خوف ہو تو احتیاط کی جائے اور موقع محل کے اعتبار سے کوئی اور شکل اختیار کی جائے۔ واللہ أعلم!

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی
(مہتمم جامعہ اسلامیہ مہذب پور، اعظم گڑھ)

الجواب وباللہ التوفیق

۱۔ارض غیر میں نماز پڑھنا، ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا، حکومت کے زیر ملکیت زمین میں نماز پڑھنا، ان سب کے احکام مختلف ہیں، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہے، ارض غیر میں مالک کی صریحی یا عرفی اجازت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، لیکن بلا اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وہاں لوگوں کی آمد و رفت معروف ہو اور مالک زمین کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہو تو یہ عرفی اجازت تصور کی جائے گی اور نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

رہا حکومت کے زیر ملکیت اراضی کا مسئلہ تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ اراضی جہاں عام لوگوں کا داخلہ ممنوع ہے ایسی زمین میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ وہ اراضی جو عوام کی سہولت کے لئے بنائی گئی ہوں جیسے ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈہ وغیرہ مقامات، اس میں نماز بلا کراہت جائز و درست ہے، کیونکہ یہاں اذن عرفی پائی جاتی ہے۔

و كذا تكره في أماكن كفوق كعبة الخ و أرض مغصوبة (الدر المختار ... بحوالہ فتاوی دار العلوم ۴/۱۳۳)

و تكره في أرض الغير بغير رضاه بان كانت لذمي مطلقا لانه يأبى أو لمسلم و هي مزروعة أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة أو كان صاحبها سيئ الخلق۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۹۷، فتاوی محمودیہ ۶/۶۷۹، مکمل و مدلل تخریج مولانا سلیم اللہ صاحب)۔

۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، لیکن ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اور وہاں لوگ اپنی ضرورت کے تحت آتے جاتے ہیں، چنانچہ ان مقامات پر استنجاء

وبیت الخلاء وغیرہ کا بھی انتظام ہوتا ہے، لہٰذا ان مقامات پر نماز پڑھنا درست ہے، مالک سے اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہاں کے کچھ قوانین وضوابط ہوں جن میں نماز وغیرہ کی ممانعت ہو تو بلا اجازت نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں، قرآن کریم کے سورہ نور میں جہاں مسئلہ استیذ ان کو بیان کیا گیا ہے اور گھر کی چار قسمیں اوران کے احکامات ذکر کیے گئے ہیں ان میں چوتھی قسم عمومی مقامات ہیں جو کسی خاص شخص کی رہائش نہیں، اوران سے عوامی مفادات و فوائد وابستہ ہیں، جیسے ریلوے اسٹیشن، مسافر خانے، دینی مدارس، ہسپتال، ڈاکخانے وغیرہ وغیرہ۔ ’’لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیہا متاع لکم‘‘ (سورہ نور ۲۹)۔ متاع کے معنی لغت میں برتنے اور استفادہ کرنے کے ہیں اورحق استعمال کو بھی کہتے ہیں، یہ وہ عمومی مقامات ہیں جو کسی کے لئے مخصوص نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو ان سے استفادہ کا حق ہوتا ہے، جیسے مسافر خانے، اوراشتراک علت کی وجہ سے مسجدیں، خانقاہیں، دینی مدارس، ہسپتال، ڈاکخانے، ریلوے اسٹیشن وغیرہ وغیرہ، بھی ’’بیوتا غیر مسکونة‘‘ میں داخل ہیں (مستفاد معارف القرآن ۶/۳۸۱، جمالین ۴/۴۱۲) لیکن اگر ان عمومی مقامات کے لئے منتظمین کی طرف سے کچھ شرائط ہوں تو اس کا خیال کرنا ضروری ہے اوراس کے بغیر داخلہ ممنوع ہے جیسے پلیٹ فارم ٹکٹ، ہسپتال کے مخصوص کمرے، یا مدارس، خانقاہوں کے مخصوص کمرے، ان میں اجازت ضروری ہے۔

۳۔ افراد کی زیر ملکیت اراضی جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین، دوکان، وغیرہ میں نماز پڑھنے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مالک سے دوستی یا تعارف ہو اور قوی امید ہو کہ بلا اجازت نماز پڑھنے سے اس کو تکلیف نہیں ہوگی تو اس صورت میں بلا کراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر مالک اجنبی مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، یا مسلم بدخلق ہو اور احتمال یا ظن غالب ہو کہ نماز پڑھنے سے اس کو تکلیف ہوگی، یا اس کی طرف سے کسی ایذاء رسانی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا بغیر اجازت کہ مکروہ ہوگی، تاہم احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غیر کی زمین میں بلا اجازت خواہ اذن صریحی ہو یا اذن عرفی ہو، نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے تا کہ کسی ضرر یا تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے، چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح کی درج ذیل عبارت سے یہی مستفاد ومفہوم ہوتا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

و تکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ بان کانت لذمی مطلقا لانہ یأبیٰ أو لمسلم و ہی مزروعة أو مکروبة ولم یکن بینہما صداقة ولا مودة أو کان صاحبہا سیئ الخلق۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۹۷)

۴۔ فقہاء کرام نے جو راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے اس کی علت ہے گزرنے والوں کی ایذاء رسانی، اوراگر یہ علت نہیں ہے تو پھر کراہت کا بھی حکم نہیں، لہٰذا سوال میں مذکورہ صورت کہ قومی یا صوبائی شاہراہیں جو وسیع و

کشادہ ہیں اور سڑک کے کنارے جو خالی جگہیں ہیں جہاں سے لوگوں کا گزر نہیں ہوتا اور نماز پڑھنے سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ایسی شاہراہوں میں نماز پڑھنا یعنی خالی جگہوں میں سڑک کے درمیان نہیں، بلا کراہت جائز و درست ہے، اور فقہاء کا کراہت کا فتوی تنگ راستوں کے ساتھ مختص ہے جہاں نماز پڑھنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو۔اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ مؤلفۃ القلوب یعنی نو مسلم حضرات کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی غرض سے زکوۃ دی جاتی تھی اور زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے یہ بھی ایک مصرف تھا، چونکہ اس حکم کی علت اسلام کا عدم غلبہ تھا لیکن جب یہ علت ختم ہوگئی اور اسلام کا غلبہ ہوگیا تو باتفاق صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں مؤلفۃ القلوب کو زکوۃ کے مصرف سے خارج کردیا گیا، چنانچہ ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

والاصل فيه قوله تعالىٰ إنما الصدقات للفقراء الأية فهذه ثمانية أصناف وقد سقه منها المؤلفة قلوبهم لان الله تعالى أعز الاسلام وأغنى عنهم وعلى هذا انعقد الاجماع (ہدایہ ۱/ ۲۰۴)۔

۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ، اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات جہاں لوگوں کی آمد و رفت کی اجازت ہوتی ہے ان میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن حکومت کے قوانین اور ضوابط کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری ہے: ”و ليس عليكم جناح أن تدخلوا بيوتا غير مسكونه فيها متاع لكم“ (سورہ نور ۲۹)

۶۔ٹرین و جہاز میں بھی خالی جگہوں میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے لیکن اس کا لحاظ کیا جائے کہ لوگوں کو آمد و رفت میں تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی قسم کا ضرر نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ: ”وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره“ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۵۰)۔حدیث نبویؐ ہے: من كان يومن بالله واليوم الأخر فلا يوذ جاره أو كما قال عليه السلام لا ضرر ولا ضرار في الاسلام (ابن ماجہ ۲/ ۱۶۹، مسند احمد ۱/ ۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی ۲/ ۸۶، بحوالہ فتاوی قاسمیہ ۲۵/ ۱۶۴)۔

۷۔ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا نہ ہونا یہ بھی عرفا اجازت تصور کی جائے گی اور نماز پڑھنا شرعاً درست ہے تاہم ارض غیر میں اجازت لے کر نماز پڑھنا بہتر ہے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے، البتہ حکومت کے زیر ملکیت اراضی میں اجازت کی ضرورت وہاں نہیں ہے جہاں داخلہ کی عمومی اجازت ہو اور اگر ان مقامات میں داخلہ کی عمومی اجازت نہیں ہے تو اجازت لے کر ہی نماز پڑھنی چاہئے، چنانچہ فقہاء کا ضابطہ ہے کہ عرف و عادت کو حاکم بنایا جائے اور جو عرف و رواج ہے اس پر عمل ہوگا، مگر یہ کہ خلاف عرف کی تصریح پائی جائے:

العادة تجعل حكما إذا لم يوجد التصريح بخلافه (قواعد الفقه ص: ۸۹، قاعده ۱۷۵)

اس قاعدہ کے ذیل میں حاشیہ پر شرح السیر کے حوالہ سے منقول ہے:

من فارق المنعة عند الاستيمان فانه يكون أمنا عادة و **العادة تجعل حكما إذا لم يوجد التصريح بخلافه** فاما عند وجود التصريح بخلافه يسقط اعتباره كمقدم المائدة بين يدی انسان إذا قال لا تأكل۔ (قواعد الفقه ص: ۸۹-۹۰)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پرنماز کا مسئلہ

مفتی محمد ذاکر نعمانی
(مفتی شہر، جے پور)

(۱) نماز کے لئے زمین کی بابت ارضِ غیر اور ارض مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یانہیں؟

ذہب الفقہاء إلی أن الصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ حرام، لأن اللبث فیہا یحرم فی غیر الصلاۃ، فلأن یحرم فی الصلاۃ أولی۔ [بدائع الصنائع ۱۱۶/۹، کذا فی الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۸۹/۳۰]

فقال الجمہور [الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ]: الصلاۃ صحیحۃ۔ ویسقط بہا الفرض مع الإثم، ویحصل بہا الثواب، فیکون مثاباً علی فعلہ عاصیا بمقامہ، وإثمہ للمکث فی مکان مغصوب۔۔۔۔۔۔ وذہب الحنابلۃ علی الراجح عندہم إلی أنہ لا تصح الصلاۃ فی الموضع المغصوب، [الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۸۹/۳]

ارض مغصوبہ میں ناجائز، ارض غیر میں نجی مستعمل میں بہ اجازت جائز اور عام کھلی ہوئی جگہ جہاں تسامح سے کام لیتے ہیں، وہاں جائز ہے، حکومت کے زیر ملکیت میں تفصیل ہے، مخصوص، محدود، اور ممنوع الدخول میں منع، جہاں عوام پبلک کو کسی کی عبادت ونماز سے خلل واقع نہ ہوتا ہو، وہاں درست، جہاں قانونی ممانعت ہو فرقہ واریت، عصبیت م، منافقت، کدورت، رنجش، ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر ڈالا جاتا ہو، ایف آئی آر درج ہو جاتی ہو وہاں منع:

لا یحل لمؤمن أن یذل نفسہ۔ (کنوز الحقائق للمناوی ۲/۳۳۵)

(۲) پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہے، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمدورفت لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی۔

علامہ شامی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ إلا إذا کانت بینہما صداقۃ أو رأی صاحبہا لا یکرہہ

فلا بأس اھـ [تنبیہ] نقل سیدی عبد الغنی عن الأحکام لوالدہ الشیخ إسماعیل أن النزول فی أرض الغیر إن کان لہا حائط أو حائل یمنع منہ وإلا فلا، والمعتبر فیہ العرف اھـ قال یعنی عرف الناس بالرضا وعدمہ۔ [شامی، کتاب الصلوٰۃ ۱/۲۸۰]

ریسٹورنٹ میں عام طور پر ایک ہال ہوتا ہے، ٹیبل کرسی لگی ہوتی ہے، وہاں جانماز بچھانے کی جگہ نہیں ہوتی، ایسی جگہ اجازت کے الفاظ بول دیئے جائیں تو بہتر ہے، البتہ بعض ریسٹورنٹ میں الگ سے بھی جگہ ہوتی ہے، وہاں نماز بلا اجازت پڑھی جاسکتی ہے، وہاں اعتراض کا حق صرف مالک و منیجر کو ہوسکتا ہے، اور وہ اپنے گراہک کے حق میں رعایت اختیار کریں گے۔

پٹرول پمپ پر بہت سی رعایتیں نہ صرف یہ کہ پٹرول لینے والوں کو بلکہ راہ گیروں کو بھی دیدی جاتی ہیں، اس لئے وہاں استنجا خانے، پانی کی سبیل، مفت ہوا بھرائی کا بھی نظم ہوتا ہے، البتہ موجودہ ملکی حالات میں بعض صوبوں یا علاقوں میں عصبیت، منافرت بڑھائی جارہی ہے، اور غیر مسلمین کو اقلیت کے خلاف بھڑکا کر نماز کے خلاف ماحول بنایا جارہا ہے، ایسے حالات میں ان مخصوص علاقوں میں یہ صورت حال پائے جانے تک بلا اجازت نماز ادا نہ کی جائے، تو مناسب حال ہے۔

(۳) افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

شیخ امام فرید الدین دہلویؒ المتوفی ۷۸۶ھ رقم طراز ہیں: الملتقط ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر إذنہ، یجوز لوجود الإذن دلالۃ۔ [الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الصلوٰۃ، ما یکرہ للمصلی وما لا یکرہ ۲/۲۱۴]

وتکرہ الصلاۃ فی أرض الغیر إذا کانت مزروعۃ أو مکروبۃ إلا إذا کان بینہما صداقۃ أو رأی صاحبہا لا یکرہہ فلا بأس بہ، والطریق أولی من أرض الغیر لأن لہ فیہ حقا۔ [مختارات النوازل، ۱/۳۱۸، فصل فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وفیما لا یکرہ]

جو کھیت جوتا ہوا، بویا ہوا ہو، یا کھیتی اُگی ہوئی ہو، فصل کھڑی ہوئی، اس میں نماز کی ادائیگی درست نہیں، البتہ صاحب کاشت یا مالک کی اجازت سے گنجائش ہے، اور کھیت، باغ کی وہ جگہ جہاں جتائی، بوائی، اُگائی نہیں کی گئی ہے، وہاں نماز بے اجازت بھی پڑھی جاسکتی ہے، پلاٹ سے اگر قطعۂ زمین مراد ہے، جو کھلا ہوا ہو تو اس میں بھی نماز ادائیگی بلا اذن درست ہے، مگر وہ پلاٹ جہاں چہار دیواری کردی گئی ہو، یا دروازہ لگا دیا گیا ہو، وہاں نماز ادا کرنے کے لئے اجازت ضروری ہوگی۔

واضح رہے کہ ایک اجازت صریح ہوتی ہے، اور ایک اجازت عرفی، اور ایک جازت توہّمی یعنی یہ گمان ہو کہ صاحب پلاٹ ناراض نہ ہوگا، تو یہ بھی کافی ہے۔

اور فقہاء نے غیر مسلم کی زمین میں نماز ادائیگی کی بہ نسبت شارع عام، راستہ میں نماز ادا کرنے کو ترجیح دی ہے، کہ راستہ میں خود اس نمازی کا بھی بہر صورت حق ہے۔

سوال (۴) فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے

لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

جواب: چلتے ہوئے راستہ پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے:

لأن الصلوٰة فی نفس الطریق أی طریق العامة مکروہة بسترة وبدونہا، وظاہرہ أن الکراہة للتحریم۔ [شامی ۲/۴۰۴]

ما فی "فتاویٰ قاضیخان" قال الفقیہ أبو جعفر علیہ الرحمۃ، إن کان لا یضر ذلک بأہل الطریق جاز طریق العامة ہی واسع فبنی فیہ أہل المحلة مسجدا للعامة، ولا یضر ذلک بالطریق، قالوا لا بأس بہ ہکذا روی عن أبی حنیفة علیہ الرحمۃ ومحمد علیہ الرحمۃ لأن الطریق للمسلمین والمسجد لہم أیضا۔ [۴/۲۹۸، کتاب الوقف، بال الرجل یجعل دارہُ مسجداً أو خاناً أو سقایة] ما فی "مجمع الأنہر" ولوضاق المسجد وبجنبہ طریق العامة یوسع منہ (ضاق) أی علی المصلین [منہ] أی من الطریق إذا لم یضر بأصحاب الطریق۔ [۳/۵۹۵]

حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بوقت ضرورت راستے کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی راہ گزر کو تکلیف نہ ہو۔ [احسن الفتاویٰ ٦ / ۴۴۴، فتاویٰ محمودیہ، ۱۴ / ۵۱۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۲ / ۱۱۲]

علامہ علاء الدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تکرہ فی أماکن کفوق کعبة وفی طریق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل"۔۔۔۔۔۔ وقال الشامی علیہ الرحمۃ وقولہ وفی طریق لأن فیہ منع الناس من المرور وشغلہ بما لیس لہ لأنہا حق العامة للمرور ولما رواہ ابن ماجة والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی أن یصلی فی سبعة

مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الإبل وفوق ظہر بیت اللہ۔ (شامی، کتاب الصلوٰۃ، ۱۱/۲۷۹)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

”وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یصلّی فی سبعة مواطن: فی المزبلة والمجزرة والمقبرة، وقارعة الطریق وفی الحمام وفی معاطن الابل وفوق ظہر بیت اللہ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ۔)

اس کی شرح میں علامہ ملاعلی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ تحریر فرماتے ہیں:

”(وقارعة الطریق) فالمراد بہا الطریق الذي یقرعه الناس والدواب بأرجلہم، لاشتغال القلب بالخلق عن الحق، ولذا شرط بعضہم أن یکون فی العمران لا البریة۔ (مرقاة المفاتیح) [باب المساجد ومواضع الصلاة ۲/۴۱۲ رقم:۷۳۸]

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

”عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صلّوا فی مرابض الغنم، ولا تصلوا فی أعطان الإبل“ رواہ الترمذی)

اس کی تشریح میں علامہ ملا قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”والفارق أن الإبل کثیرة الشراد شدیدة النفار، فلا یأمن المصلی فی أعطانہا أی معاطنہا من أن تنفر وتقطع الصلاة علیه أو تشوّش قلبه فتمنعه عن الخشوع فیہا، بخلاف الغنم.....۔أی فالعلة الصحیحة شدة نفارہا المؤدی إلی قطع الصلوٰۃ، أو منع الخشوع۔۔۔۔۔ألا ترون أنہا إذا نفرت کیف تشمخ بأنفہا۔ [مرقاة المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۲/۴۱۳ رقم:۷۳۹]

اعطان ابل کی حدیث اگرچہ بظاہر طریق عام سے متعلق نہیں، لیکن وجہ استدلال اس معنی کر ہے کہ عام راستہ میں بھی طمانیت قلب ویکسوئی حاصل نہیں ہوتی اور خطرہ وسوسہ لگا رہتا ہے، جس طرح اونٹ سے خطرہ لگا رہتا ہے کہ وہ حملہ نہ کرجائے، ٹانگ نہ ماردے، کاٹ نہ لے، وہاں خشوع وخضوع برقرار نہیں رہ پاتا، یہی علت آج کل شہر وتحصیل کے تنگ راستوں، ٹریفک زیادہ ہونے، ازدحام، گاڑیوں کی کثرت، پھران حالات میں گندگی، ناپاکی، جانوروں کی آمدورفت، اعداء اسلام ومسلمین کی کارستانی، فوٹوگرافی شرانگریزی میں بھی پائی جاتی ہے، اس لئے ایسے راستوں میں نماز نہ پڑھی جائے گی۔

مراقی الفلاح میں یہ عبارت ہے:

"وتکرہ [الصلاۃ فی الطریق] لشغلہ حق العامۃ ومنعھم من المرور" اس کی شرح میں علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: [شغلہ حق العامۃ] ولشغل البال عن الخشوع، فیشتغل بالخلق عن الحق، وعن ہذا شرط بعضھم أن یکون فی العمران، لا فی البریۃ أفادہ شارح المشکاۃ [حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۔۔۔۔۔ [فصل فی المکروہات، ص:۳۸۶)

شیخ امام فرید الدین دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

الخانیۃ: ویکرہ الصلوٰۃ فی سبعۃ مواطن: فی قوارع الطریق م: ویکرہ الصلوٰۃ فی طریق العامۃ۔ [الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۲۱/۲۲-۱۴۳]

اختلف الفقہاء فی الاماکن التی تکرہ الصلوٰۃ فیہا۔ ذہب الحنفیۃ والشافعیۃ إلی کراہۃ الصلاۃ فی الطریق۔ وقارعۃ الطریق۔ والعلۃ فی النہی عن الصلاۃ فی قارعۃ الطریق ہی لشغلہ حق العامۃ، ومنعہم من المرور، ولشغل البال عن الخشوع فیشغل بالخلق عن الحق، قال الخطیب الشربینی: المعتمد أن الکراہۃ فی البنیان دون البریۃ۔ [الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۷/ ۱۱۳ -۱۱۴]

فإن اضطر بین أرض مسلم وکافر یصلی فی أرض المسلم إذا لم تکن مزروعۃ فلو مزروعۃ أو لکافر یصلی فی الطریق اھ أی لأن لہ فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل۔ [ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ ۱/۲۸۰]

سوال (۵) ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: "التعلیق المجد علی موطا الامام محمد" میں ہے کہ:

روی یونس بن بکیر عن ہشام بن عروۃ عن أبیہ عن ابن عمرو مرفوعاً: صلّوا فی مرابض الغنم، ولا تصلوا فی أعطان الإبل"۔ وورد من روایۃ جماعۃ من الصحابۃ۔ وأصح ما قیل فی الفرق أن الإبل لا تکاد تہدأ ولا تقرُّ، بل تثور، فربما تقطع الصلوٰۃ۔ [التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد ۲/۱۷۲]

اس مذکورہ بالا حدیث اور اس کی تشریح کا تعلق اگرچہ براہ راست ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات سے نہیں ہے، تاہم وجہ استدلال اس معنی کر ہے کہ جن صوبوں، یا علاقوں میں مندرجہ بالا مقامات پر نماز ادا کئے جانے کی ممانعت نہیں ہے، اور عوام کو اعتراض نہیں ہوتا، بلکہ بنظر مستحسن اس کو دیکھتے ہیں، وہاں لوگوں کو اذیت دیئے بغیر کسی ایک کنارہ، یا دیوار سے لگ کر بہ عجلت نماز ادا کر لی جائے، تاکہ کسی راہ گیر کا کوئی کام نہ اٹکا رہے۔

لیکن موجودہ دور میں زہر افشاں میڈیا، متعصب اعداء اسلام و مسلمین اسی بات کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی موقع

ایسا ہاتھ آئے کہ کسی نمازی کی تصاویر سوشل میڈیا پر ڈال کر اور پولیس تھانہ میں ایف آئی آر درج کرادی جاتی ہے، اور امر موہوم ہی نہیں بلکہ یقینی ہے کہ اس پر گرفتاری ہوجاتی ہے، الجھا دیا جاتا ہے، اس لئے ایسے مقامات پر ہرگز نماز ادا نہ کی جائے۔

سوال: (٦) ٹرین جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہ پر نماز کا حکم؟

جواب: سعودی ایئر لائنس کے اندر پیچھے کے حصہ میں مستقل طور پر مع قبلہ نما ایک جگہ جس میں کم وبیش پانچ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں، بنائی جاتی ہے، [جس کا مشاہدہ کیا ہے] اگر اس طرح کسی بھی فلائٹ کے اندر کوئی مقام مخصوص ہے تو اس میں یقینا نماز ادا کرنی ہی چاہئے اور ایسا نظم ہونے کے باوجود نماز قضا کر دینا خسارہ کی بات ہے۔

رہا مسئلہ ٹرین کے اندر نماز کی ادائیگی کا، تو اگر چہ اس میں ایسی کوئی مخصوص ومتعین جگہ نہیں ہوتی، تاہم مؤمنین وہاں بھی بروقت نماز نہ صرف انفرادی، بلکہ باجماعت بھی ادا کر لیتے ہیں۔

برادران وطن کو دیکھا گیا کہ وہ بھی اس عمل کو بہ نظر تحسین دیکھتے ہیں، اور انسانیت وشرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیر سکیڑ لیتے ہیں، ایک طرف ہوجاتے ہیں، تعظیم وتکریم سے پیش آتے ہیں، اس صورت میں ہرگز نماز قضا نہیں کرنی چاہئے، وقت پر پڑھ لینی چاہئے، [معذورین کے احکام اور دوران نماز رعایت اپنی جگہ پر ہے]

افسوس کہ اب اسلام دشمن طاقتیں اور ان کے ساتھ زہر افشاں میڈیا، اور بعض عصبیت ذہن ڈھالے ہوئے افراد انتظامیہ اور کچھ وہ سیاسی متفرین جن کی سیاست صرف ہندو مسلم منازعہ مجادلہ ومنافرہ پر مبنی ہے، ایسے لوگ ٹرین میں نماز پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں، افسوس در افسوس یہ ہے کہ ان کے اعتراض، اور تصویر کشی، ویڈیو پر پولیس تھانہ سے بھی عملاً کارروائی شروع ہوجاتی ہے [اگر چہ ابھی پورا ملک اس لپیٹ میں نہیں آیا ہے] ایسے حالات میں ٹرین میں اپنی ہی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نماز ادا کر لی جائے، اور بعد میں اس کا اعادہ کرلیا جائے، اس لئے کہ وہاں نہ کوئی اجازت دینے والا ہے، اور نہ ہی کسی کو سرکاری قانونی طور پر اجازت دینے کا حق حاصل ہے۔ خواہ مخواہ قانونی پیچیدگی میں آنا، بلاوجہ کی ذلت ورسوائی اٹھانا درست نہیں ہے، لا یحل لمؤمن أن یذل نفسہ، (کنز الحقائق ۱۵۳۱۹-۲/۳۳۵)

یہاں ایک بات عرض کردی جاتی ہے وہ بہ ظاہر سوالنامہ کے مطابق نہیں ہے، لیکن ایک چھوٹے سے حل کے طور پر ہے، کہ فلائٹ، بس اور ٹرین کے چھوٹے سفر میں اگر کوئی ایک نماز ٹکرا رہی ہو تو ظہر وعصر، اور اسی طرح مغرب وعشاء میں جمع بین الصلاتین کر لی جائے، خواہ وہ جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر۔

بے شک دلائل سب کے اپنی جگہ اور یہ مسئلہ خود ہمارے درمیان مختلف فیہ ہونا اپنی جگہ، بندہ نے اپنی زندگی میں بہت مجبوری میں ان حالات میں پہلی مرتبہ اس پر عمل کیا، بلکہ کہئے کہ عمل کرنا پڑا۔

سوال:(۷)ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب:وقد یعتبر السکوت إذنا فی بعض التصرفات والأصل أن السکوت لا یعتبر إذنا، وذلک لقاعدۃ:"لا ینسب لساکت قول"[الموسوعۃ الفقہیۃ ۲/۳۸۶]

قاعدۃ-لا ینسب إلی ساکت قول لکن السکوت فی معرض الاجاجۃ بیان (قواعد الفقہ،اشرفی بک ڈپو،ص:۱۳۳)

شیخ امام فرید الدین دہلویؒ المتوفی ۷۸۶ھ تحریر فرماتے ہیں کہ

الملتقط: ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر إذنہ، یجوز لوجود الإذن دلالۃ۔ [الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الصلوٰۃ، فصل ما یکرہ للمصلی وما لا یکرہ ۲/۲۱۴]

وہ سرکاری مقامات جہاں عامۃ الناس، پبلک کو نازک، سنجیدہ اور حساس جگہ معلوم ومحسوس ہوتی ہو، مثلاً ایئرپورٹ کا ایمیگریشن، چکنگ کا ہال، ریزرویشن ٹکٹ بکنگ کی جگہ وہاں اس کی عرفاً اجازت نہیں ہوتی، بلکہ ممانعت ہی ہوتی ہے، وہاں نماز ادا نہ کی جائے، البتہ جن مقامات میں وسعت وفراخی ہو، کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا ہو، رکنا ٹھہر جانا منع نہ ہو، وہاں نماز کی ادائیگی بلا اذن درست ہے، ایسی جگہوں پر ممانعت کا بورڈ نہ لگا ہونا بھی کافی مانا جا سکتا ہے۔ رہی بات ارض غیر کی، سو وہاں تفصیل ہے، ارض غیر اگر مقید محدود چہار دیواری دروازہ وغیرہ ہو تو بلا اجازت منع ہے، اور جہاں جگہ کھلی ہوئی ہو اور عرفاً ایسی جگہوں پر لوگوں کی آمدورفت، بیٹھ جانا، کھا، پی لینا عام بات سمجھی جاتی ہو، اس پر اعتراض ونزاع نہ ہوتا ہو وہاں بلا اجازت درست ہونا چاہئے۔

اس میں حالات موجودہ کا بھی بڑا دخل ہے، خود مبتلی بہ بھی بروقت اس کا اندازہ کر سکتا ہے، ماحول، علاقہ، سماج، برادری مذہب اس معاملہ میں فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: مسلم تنظیموں کو ایسے سرکاری عمومی مقامات پر نماز ادائیگی کی رعایت کے لئے انتظامیہ شہر یا سرکار سے زبانی گفتگو کرنی چاہئے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا خورشید انور اعظمی
(صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس)

امت مسلمہ کی دیگر خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی نماز زمین کے کسی بھی حصے میں ادا ہوسکتی ہے، البتہ کچھ مقامات پر بعض ناگزیر اسباب و مصالح کی بنا پر نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے، تاکہ نماز جیسی اہم ترین عبادت پورے خشوع وخضوع کے ساتھ صاف ستھرے ماحول میں ادا ہوسکے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی بیحد اہمیت کا حامل ہے، ذیل میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جارہی ہے، تاکہ اس کی صحیح صورت حال واضح ہوسکے۔

سوال: ۱۔نماز کے لئے زمین کی بابت ''ارض غیر'' اور ''ارض مغصوبہ'' اورحکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب: (الف) تمام فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''ارض مغصوبہ'' پر نماز ادا کرنا حرام ہے، البتہ اگر کسی نے مغصوبہ زمین پر نماز ادا کرلی تو اس کی صحت و بطلان کے سلسلے میں دورائیں ہیں، جمہور فقہاء [امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی] کا خیال ہے کہ اس سے فرض ساقط ہوجائے گا اور نماز صحیح ہوجائے گی، جب کہ امام احمد بن حنبل اور جبائی معتزلی کا خیال ہے کہ نماز باطل ہوجائے گی، علامہ نووی لکھتے ہیں:

''الصلاة فی الارض المغصوبة حرام بالاجماع وصحیحةعندنا وعند الجمهور من الفقهاء واصحاب الاصول وقال احمد بن حنبل والجبائی وغیره من المعتزلة باطلة''۔ [المجموع شرح المهذب: ۳/۱۶۴]

عمدۃ القاری میں ہے:

''اما الصلاة فی الارض المغصوبة فلما فیه من استعمال حق الغیر بغیر اذنه فیحرم و تصح ولا ثواب فیها''۔ [عمدة القاری: ۴/۱۹۰]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"ہل تصح فی المکان المغصوب قال الجمہور غیر الحنابلۃ : الصلاۃ صحیحۃ لان النہی لا یعود الی الصلاۃ فلم یمنع صحتہا"۔ [الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۱/۱۵۸]

"العرف الشذی" میں ہے:

ہی صحیحۃ مع الکراہۃ عند الثلاثۃ وباطلۃ عند احمد۔ [العرف الشذی: ۲/۱۸۹]

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" میں ہے:

تکرہ الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ" [الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۱/۹۲]

(ب) "ارض غیر" پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ہے:

"تکرہ الصلاۃ فی ارض الغیر الا ان اذن" [الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۱/۹۲]

مراقی الفلاح میں ہے:

"وتکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ" [مراقی الفلاح: ۱/۱۳۰]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :

"تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ الا اذا کانت بینہما (ای مسلم وکافر) صداقۃ او رأی صاحبہا لا یکرہہ فلا باس" [ردالمحتار: ۱/۳۸۱]

(ج) حکومت کے زیر ملکیت زمین پر جہاں عموما نماز ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے وہاں تو نماز درست ہوگی اور جہاں حکومت کی جانب سے ممانعت ہو، اس جگہ نماز پڑھنے سے فرض تو ساقط ہوجائے گا مگر بر بنائے مصلحت ایسی جگہ نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا ینبغی للمسلم ان یذل نفسہ، قیل وکیف یذل نفسہ، قال: یتعرض من البلاء لما لا یطیق" [مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۴۴۴]

جہاں تک زیر بحث مسئلہ میں "ارض غیر" اور "ارض مغصوبہ" اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق کی بات ہے تو مذکورہ بالا تفصیل سے فرق واضح ہوگیا کہ "ارض غیر" پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور "ارض مغصوبہ" پر نماز ادا کرنا حرام ہے اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں بشرط اجازت درست ہے اور بصورت ممانعت منع ہے۔

سوال: ۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموما کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمد و رفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر، نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب: عام طور پر پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ جیسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی دلالۃ اجازت ہوتی ہے، اس لئے وہاں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر ان کے مالک کی جانب سے وہاں نماز پڑھنے کی صراحتا ممانعت ہو یا وہاں نماز پڑھنے کی صورت میں کسی ناگہانی خطرے کا اندیشہ ہو تو اجازت کے بغیر ایسی جگہ پر نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا، علامہ طحطاوی نے ارض غیر پر نماز پڑھنے کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وتکرہ "فی أرض الغیر بلا رضاہ" بان کانت لذمی مطلقا لانہ یابی اولمسلم وہی مزروعۃ او مکروبۃ ولم یکن بینہما صداقۃ او مودۃ او کان صاحبہا سئی الخلق، ولو کانت فی بیت انسان الاحسن ان یستاذنہ والا فلاباس کما فی الفتح" [حاشیۃ الطحطاوی: ۱/۳۵۸]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ الا اذا کانت بینہما صداقۃ او رای صاحبہا لا یکرہہ فلاباس [ردالمحتار: ۱/۳۸۱]

سوال ۳۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: کسی دوسرے کی مملوکہ زمین، مکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی صراحتا یا دلالۃ اجازت ضروری ہے، علامہ شہاب الدین رملی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"أنہ سئل عمن صلی بصحراء عالما بانہا مملوکۃ لغیرہ وتیمم بترابہا فہل یصح تیممہ وصلاتہ أولا؟ فأجاب بقولہ: اما الصلوۃ فی ارض الغیر فصحیحۃ مجزئۃ وکذلک التیمم بترابہا، لکن ان لم یعلم ولم یظن رضا مالکہا بذلک حرم" [فتاوی الرملی: ۱/۸۲]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ الا اذا کانت بینہما صداقۃ او رأی صاحبہا لا یکرہہ فلاباس۔ [ردالمحتار: ۱/۳۸۱]

سوال ۴۔ فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموما چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

جواب: شریعت اسلامیہ میں عام گذرگاہ پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ اس سے عام انسانوں کا

حق وابستہ ہوتا ہے، لوگوں کی آمدورفت متاثر ہوتی ہے، نیز خشوع وخضوع کے ساتھ نماز بھی ادا نہیں ہو پاتی، لیکن اگر راستہ چوڑا ہو اور وہاں کسی کا حق متاثر ہوئے بغیر اطمینان وسکون کے ساتھ نماز ادا ہو سکتی ہو تو اس جگہ نماز پڑھنا درست ہوگا، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

لا بأس بالصلاة فیما علا منہا یمنۃ ویسرۃ ولم یکثر قرع الاقدام فیہ، وکذلک لا باس بالصلاۃ فی الطریق التی یقل سالکوہا کطرق الابیات الیسیرۃ۔ [المغنی: ۲/۵۳]

یہی وجہ ہے کہ راستے پر نماز کی ممانعت کے تعلق سے بعض حضرات نے آبادی کی شرط لگائی ہے، اور جنگل بیابان کے راستے کو اس سے خارج مانا ہے، کہ وہاں نماز پڑھنے میں یہ کراہیت باقی نہیں رہے گی، علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

”وعن ہذا شرط بعضہم أن یکون فی العمران لا فی البریۃ“ [حاشیۃ الطحطاوی: ۱/۳۵۶]

سوال ۵- ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حکومت کی جانب سے ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی زیر ملکیت دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو اور اس سے عام انسانوں کے مفادات متاثر نہ ہوں نیز خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہو تو ان جگہوں پر نماز پڑھنا درست ہوگا ورنہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

”تکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ“ [مراقی الفلاح: ۱/۱۳۰]

مراقی الفلاح میں ہے:

”تکرہ الصلاۃ فی الطریق لشغلہ حق العامۃ ومنعہم من المرور“۔ [مراقی الفلاح: ۱/۱۳۰]

علامہ طحطاوی ”لشغلہ حق العامۃ“ پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولشغل البال عن الخشوع فیشتغل الخلق عن الحق“ [حاشیۃ الطحطاوی: ۱/۳۵۶]

سوال ۶- ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت میں ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جہاں نماز کی ادائیگی سے عام انسانوں کو پریشانی لاحق ہوتی ہو، اس لئے اگر ٹرین اور جہاز جیسی سواری گاڑیوں پر نماز پڑھنے سے عام انسانوں کو آنے جانے میں دشواری پیش آتی ہو تو وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، مراقی الفلاح میں ہے:

”تکرہ الصلاۃ فی الطریق لشغلہ حق العامۃ ومنعہم من المرور“ [مراقی الفلاح: ۱/۱۳۰]

لیکن اگر ٹرین اور جہاز جیسی سواریوں میں خالی جگہ ہو کہ وہ عام گذرگاہ نہ ہو اور حکومت کی جانب سے اس پر نماز پڑھنے کی ممانعت بھی نہ ہو تو ایسی جگہوں پر نماز ادا کی جاسکتی ہے، لیکن اگر حکومت کی جانب سے صراحتاً ممنوع ہو تو

وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا۔المغنی میں ہے:

”المنع الصریح نفی للاذن العرفی“[المغنی: ۳۵۰/۴]

سوال ۷۔”ارض غیر“اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب:اگر عام طور پر لوگ دوسرے کی زمین یا حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھتے ہوں اور حکومت یا غیر کی طرف سے ممانعت نہ ہوتو اس کو از روئے عرف وعادت اجازت مانا جائے گا۔علامہ نووی نے لکھا ہے:

”الاذن ضربان، احدہما الاذن الصریح والثانی الاذن المفہوم من اطراد العرف والعادۃ“ [النووی شرح مسلم: ۱۱۲/۷]

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے:

”الاذن العرفی یقوم مقام الاذن الحقیقی“[المغنی: ۳۵۰/۴]

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پرنماز کا مسئلہ

مفتی انور علی الاعظمی
(سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم، مئو)

سوال(۱):۔نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر اور ارض مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب:۔نماز کی ادائیگی کے لیے ان تینوں قسم کی زمینوں کا حکم الگ الگ ہے۔ارض مغصوبہ میں نماز مکروہ تحریمی ہے، ارض غیر میں اجازت کے ساتھ نماز درست ہے چاہے اجازت صراحۃً ہو یا عرف اور دلالت حاصل سے اجازت سمجھی جائے۔حکومت کی زیر ملکیت زمین میں بھی جہاں ارباب حکومت کی طرف سے روک ٹوک نہ ہو، نماز درست ہوگی، اس کی تفصیل آنے والے سوالوں میں تحریر کی جائیں گی۔(درمختار: ج ۲ ص 39)

وکذا تکرہ فی أماکن کفوق کعبۃ وفی طریق...... وارض مغصوبۃ. (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۱ ص795)

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں مزید مذکور ہے:

الصلوۃ في الأرض المغصوبۃ حرام بالإجماع لأن اللبث فیھا یحرم فی غیر الصلوۃ فلأن یحرم فی الصلوۃ اولی.

سوال(۲):۔ پٹرول پمپ ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لیے عام لوگوں کی آمدورفت لوگوں کا کچھ وقت کے لیے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لیے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب:۔ پٹرول پمپ پر ہر وقت گاڑیوں کا آنا جانا رہتا ہے، اس لیے وہاں کنارے کوئی جگہ خالی ہو تبھی نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی، لاپرواہی کی صورت میں نقصان کا اندیشہ ہے۔پٹرول پمپ ہمارے ملک میں زیادہ تر غیر مسلموں کا ہوتا ہے اور آج کل جو ماحول چل رہا ہے غیر مسلم کے پٹرول پمپ پر نماز پڑھنے کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔

پہلے ماحول دوسرا تھا، عام طور پر وہ لوگ بھی نماز پڑھنے میں کوئی روکاوٹ نہیں ڈالتے تھے، نماز کا احترام کرتے تھے، لیکن ملک کے حالات بدل رہے ہیں، اس لیے نماز میں سکون اسی صورت میں ہوگا جب پوچھنے کے بعد پڑھی جائے، اگر مسلمان کا پٹرول پمپ ہے تو وہاں تو بغیر پوچھے بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔ شامی میں یہ عبارت مذکور ہے:

قوله (وأرض مغصوبة أو للغير) لا حاجة إلى قوله أو للغير إذ الغصب يستلزمه اللهم الا أن يراد الصلوٰة بغير الإذن وإن كان غير غاصب افاده ابو السعود.

کہ غیر کی مملوکہ زمین میں بھی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر کہیں دلالت حال یا عرف سے اجازت معلوم ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ علامہ شامی آگے لکھتے ہیں:

رسٹورینٹ کا بھی معاملہ ایسا ہی ہے، اگر مسلمان کا ریسٹورینٹ ہے تو وہاں کچھ سہولت اور آسانی ہو سکتی ہے، لیکن اجازت لینی ضروری ہے اور غیر مسلم کے ریسٹورینٹ میں بہر حال اجازت لے ہی کر پڑھنا چاہیے۔ البتہ جو اقامتی ہوٹل ہوتے ہیں جس میں مسافر اپنا کمرہ بک کرا کر قیام کرتے ہیں، کمرے کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا کرنے پر ہوٹل والوں کو اعتراض بھی نہیں ہوتا۔ البتہ اپنے کمرے کے باہر صحن وغیرہ میں نماز پڑھنے کے لیے ماحول کا جائزہ لینا اور وہاں جو ذمہ دار موجود ہیں ان سے اجازت لے کر پڑھنا ہی بہتر ہے۔

سوال (۳):۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لیے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ خالی پلاٹ اور کھیتی کی زمین میں اگر بغیر کسی نقصان کے نماز پڑھ لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسا کرنے کی اجازت ہے اور اس کی نماز صحیح ہوگی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں مذکور ہے:

ولو صلى على أرض غيره ولو كانت مزروعة بلا ضرر ولا غصب أو صلى على مصلاه بلا غصب ولا ضرر جاز وصحت صلاته. (الفقه الاسلامی وادلته: ج ا ص796)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں مزید وضاحت کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کی زمین دیوار سے گھری ہو یا کوئی رکاوٹ بنائی گئی ہو جیسے آج کے دور میں بعض لوگ اپنی زمین بانس گاڑ کر تار وغیرہ لگا کر گھیر دیتے ہیں تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا ممنوع ہوگا اور اگر کھلی زمین ہے تو اجازت ہوگی اور دراصل اس معاملے میں عرف کا اعتبار ہے، اگر لوگ خوشی خوشی نماز کی اجازت دیتے ہیں تو وہاں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی روکاوٹ نہیں، اس کی گنجائش ہے اور اگر لوگوں کا عرف اور کسی جگہ کا ماحول اس کے برخلاف ہو، لوگ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے، تو وہاں احتیاط کیا جائے گا اور اجازت کے ساتھ ہی نماز پڑھی جائے گی۔

جیسا کہ سوال نمبر (۲) میں عبارت مذکورہ ہے:

أن النزول فی أرض الغیر إن کان لـھا حائط أو حائل یمنع منه و الا فلا و المعتبر فیه العرف.
(ردالمحتار ج ۲ ص: ۱ ۴ ۱)

دوکان میں بھی نماز پڑھنے کے لیے مالک دوکان کی اجازت ضروری ہے، کیونکہ دوکان مختلف قسم کی ہوتی ہیں، بعض مرتبہ گراہکوں کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مالک دوکان کو الجھن ہوسکتی ہے، اس لیے اجازت کے ساتھ ہی نماز پڑھی جائے گی۔

سوال (۴): ۔فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں۔قومی شاہراہیں اور صوبائی شاہراہیں بھی عموماً وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ مختص ہوتی ہے، اس کے بعد کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستے کے لیے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

جواب: ۔شاہراہ کتنی ہی کشادہ ہو؛ آج کے زمانہ میں اس پر نماز پڑھنا، چاہے کنارے ہی کھڑے ہوکر ہو؛ خطرے سے خالی نہیں، تیز رفتار گاڑیاں ہروقت آتی رہتی ہیں، ان کی وجہ سے آدمی کی جان کو خطرہ لاحق ہے اور اگر اتفاق سے گاڑی نہ بھی آئے تو نماز کے لیے جو دل جمعی اور سکون چاہیے وہ حاصل نہیں ہوگا۔فقہاء نے ایسی جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے جہاں نماز میں الجھن ہو اور آدمی کے خشوع میں خلل پیدا ہو، جیسے پیشاب پاخانہ روک کر نماز پڑھنا یا ہوا نکلنے کا تقاضا ہو اس کو روک کر نماز پڑھنا یا کھانا حاضر ہو اور آدمی کو اس کی خواہش ہو اس وقت نماز پڑھنا، ان تمام صورتوں میں فقہاء کے یہاں نماز مکروہ ہے۔ان چیزوں کا تذکرہ کرنے کے بعد درمختار میں ایک جامع بات مذکورہ ہے:

وکذا کل ما یشغل باله عن أفعالـھا ویخل بخشوعھا کائنا ما کان. (درمختار: ج ا ص38)

لہٰذا شاہراہ کتنی ہی چوڑی ہو وہاں نماز پڑھنا آدمی کے سکون کو ختم کردے گا۔سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جو جگہ ہے اگر وہ بہت کشادہ ہو اور آنے جانے والوں کے لیے جگہ چھوڑ کر کنارے پڑھنے کی گنجائش ہو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اس میں بھی اس بات کا دھیان دینا ضروری ہے کہ پیدل چلنے والوں کے لیے کوئی روکاوٹ نہ ہو۔

سوال (۵): ریلوے اسٹیشن ایئرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ریلوے اسٹیشن ایئرپورٹ یا بس اسٹینڈ، اس طرح کی جگہیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں، حکومت نے عوامی ضروریات کے لیے بنایا ہے، ریلوے اسٹیشن اور ایئرپورٹ کا ایریا بہت بڑا ہوتا ہے، ان جگہوں پر ایسے مقام پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جہاں مسافروں کے لیے کوئی دشواری نہ ہو، نماز پڑھنے والے کو سمجھداری سے کام لینا ہوگا تاکہ لوگوں کی آمدورفت میں خلل نہ پڑے اور اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔اس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز پڑھنے کی شرعاً پوری گنجائش ہے، اور ایک زمانہ سے یہ سلسلہ بھی تھا، لیکن آج کل ملکی حالات خراب ہوگئے

ہیں اور ہر جگہ فرقہ واریت بڑھ رہی ہے، پہلے ہندو بھی اللہ کی عبادت کرنے والے کو بہت عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور نماز پڑھنے سے کسی کو ناراضگی نہیں ہوتی تھی، لیکن آج فرقہ پرستوں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا ہے، چاہے وہ تعداد میں کم ہی ہو وہ نماز پڑھنے والوں کا فوٹو وائرل کرتا ہے اور بلا وجہ ان کے نام پر کہیں کہیں ایف آئی آر بھی ہوگئی ہے، اس لیے نماز پڑھنے کے لیے حالات کا جائزہ لینا اور موقع محل کی رعایت کرنا ضروری ہے، اگر کئی آدمی ہوں تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بجائے الگ الگ پڑھ لیں، الغرض ریلوے اسٹیشن اور ایئرپورٹ پر نماز پڑھنا بالکل جائز ہے اور یہ عمل حدیث "جعلت لی الأرض مسجدا وطھورا" کی گنجائش کے عین مطابق ہے، لیکن موجودہ عارضی حالات کے پیش نظر تھوڑا اینچ بچا کر ہی پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ایک نمازی آدمی سفر میں جب اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ نماز قضاء ہوجائے گی تو وہ بے چین ہوجاتا ہے اور وہ ہر حال میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب آدمی پکا ارادہ کر لیتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راستہ بھی بن جاتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ہر جگہ اپنے اوپر خوف مسلط کریں، اور نمازیں قضاء کرتے رہیں، بلکہ گنجائش دیکھ کر نماز ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے بے شمار واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان سے ہم کو سبق یہی ملتا ہے کہ ہمیں سفر میں بھی نماز کا اہتمام کرنا ہے اور اسے بالکلیہ ترک نہیں کرنا ہے۔

سوال (۶):- ٹرین، جہاز، جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں بھی خالی جگہ ہوتی ہے، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:- ٹرین میں دونوں سیٹوں کے درمیان میں جو جگہ ہوتی ہے اگر آدمی اے سی میں سفر کر رہا ہے تو نماز پڑھنے کی گنجائش بن سکتی ہے، سلیپر اور جنرل میں عام طور پر اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ اس میں نماز کی جگہ بہت مشکل سے ملتی ہے، لہٰذا مسافروں کا لحاظ کر کے نماز پڑھنا جائز ہوگا، جس وقت آمد و رفت ہو راستہ میں نماز پڑھنا ممنوع ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے اس کا حکم لکھا ہے، لہٰذا رات میں مسافروں کے سونے کے بعد اور صبح سویرے لوگوں کے اٹھنے سے پہلے نماز پڑھنے کی گنجائش راستہ میں بھی ہوسکتی ہے، لیکن دن میں جب آمد و رفت ہو، راستہ میں نماز نہیں پڑھی جائے گی، دونوں سیٹوں کے بیچ گنجائش بنا کر پڑھ سکتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ اگل بغل کے مسافروں کا مزاج ٹٹولنا ضروری ہے تاکہ وہ ہماری نماز پر کوئی ایکشن نہ لیں۔

جہاز میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مشکل ہے، اس لیے کہ راستہ ہر وقت مصروف رہتا ہے، کنارے اگر کوئی جگہ ہو اور جہاز کا عملہ اس کی اجازت دے تو کھڑے ہوکر نماز پڑھی جائے گی۔ حج کے موقع پر جب بڑی تعداد میں لوگ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو جہاز کا عملہ یہ شکایت کرتا ہے کہ زیادہ لوگوں کے چلنے پھرنے کی وجہ سے دقت ہوسکتی ہے، لہٰذا

جہاں گنجائش ہو خالی جگہ دیکھ کر نماز کی اجازت ہے۔

سوال (۷):۔ ’’ارض غیر‘‘ اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب:۔ ارض غیر مثلاً کسی کا کھیت یا باغ ہے، اس میں داخلہ کے لیے ظاہری کوئی رکاوٹ نہیں، خالی زمین یا میدان ہے، اس طرح کی جگہوں میں ممانعت کا نہ ہونا بھی اجازت کے لیے کافی ہے، کیونکہ دلالت حال اور عرف بھی شریعت میں دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسی طرح حکومت کے زیر ملکیت مقامات مثلاً ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ وغیرہ مقامات پر کہیں کنارے نماز پڑھنے کے لیے ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی ہے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی
(شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، گجرات)

اسلام امن وسلامتی، آپسی اتحاد واتفاق اور خیر سگالی کی دعوت دیتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ پوری نوع انسانیت، انسانیت کی بنا پر ایک دوسرے کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھے۔ ناحق کسی کے دل کو ٹھیس نہ پہونچے، خدا تعالی کا دین ایک فطری قانون ہے، اس کے تمام قوانین انسانی ضروریات وحاجات کا پورا اور اصل پیش کرتا ہے، ہر شخص کو اپنی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کا پورا حق حاصل ہے، ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق حاصل ہے، اس حق میں کسی بھی مذہب کو ماننے اور پبلک میں نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عمل، عبادت، اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

اسلام ایک منظم اصول حیات دینے کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک منظم اُصول عبادات سے بھی روشناس کراتا ہے، نیز اسلام نے آسانیاں ہی آسانیاں پیدا کی ہیں اور اس نے جبر واکراہ اور زور زبردستی کے لیے معمولی سی بھی گنجائش نہیں رکھی ہے، تو ہم لوگوں کو بھی اپنے حق میں اپنے دین ومذہب کے سبب مشکلات ومسائل پیدا نہیں کرنے چاہیے اور دی گئی تمام تر آسانیوں اور سہولتوں کی راہ اختیار کرتے ہوئے خود کو جبر واکراہ کی شاہراہ پر نہیں ڈالنا چاہیے، منجملہ ہم دلوں کو جوڑنے کے لیے آئے ہیں توڑنے کے لیے نہیں، اس کے باوجود اگر ہم غیر منظم طرز حیات اور غیر منظم طرزِ عبادات اختیار کرتے ہیں، تو ہم نہ صرف دستور دین ودستور ملک کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ عبادات جو تمام بندگان خدا کے لیے رحمت ہیں، ذاتی طور پر ہم انھیں بھی زحمت ثابت کرتے ہیں اور یہ ہمارے لیے دین ودنیا دونوں سطحوں پر سخت نقصان دہ ہے، مزید یہ کہ دینی اعمال وعبادات کی پابندی کے ساتھ ہمیں یہ بھی از بر ہونا چاہیے کہ محسن انسانیت پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے بالالتزام منع فرمایا ہے اُن میں سے ایک عام شاہراہوں، سڑکوں اور عام راستوں میں نماز پڑھنا بھی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن يصلى في سبعة مواطن: في المزبلة، والمجزرة، و

المقبرة، وقارعة الطريقِ، وفی الحمام، وفي معاطِنِ الإبل، وفوق ظهر بیت الله "اھ۔

رسول اللہ نے، سات جگھوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا: (۱) جہاں گوبر یعنی کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں (۲) قصاب خانہ میں جہاں جانوروں کو ذبح کرتے ہیں (۳) قبرستان میں (۴) چلتے راستہ میں (۵) حمام میں یعنی نہانے کی جگہ (۶) اونٹوں کے باڑے میں (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن الترمذی: جلد اول، ص: ۴۱۰، رقم حدیث: ۳۴۶، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ ما یصلی الیہ وفیہ)

اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن کچھ اور احادیث بھی ہیں جن میں ان مقامات کا ذکر ہے جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، اور ان میں اور حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث جو صحیح بخاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ.

(صحیح بخاری: باب قول النبی ﷺ جعلت الارض مسجدا وطھورا، رقم الحدیث: ۴۳۸، صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، رقم الحدیث: ۵۲۱)

''میرے لیے زمین کو پاک اور سجدہ گاہ بنا دیا گیا ہے، آدمی کے لیے جہاں نماز کا وقت ہو جائے، وہ وہاں نماز پڑھ لے''۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حدیث جابر وغیرہ جن میں ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے، عام ہیں اور وہ احادیث خاص ہیں جن میں کچھ مقامات میں نماز پڑھنے کی ممانعت آتی ہے، لہٰذا ان احادیث سے ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت والی احادیث کے عموم کو خاص کر دیا جائے گا، جیسا کہ بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق کا معروف قاعدہ ہے، ہاں البتہ بوقت حاجت وضرورت ان ممنوع جگھوں پر بھی نماز ادا کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں بعض مواقع پر حکمت اور بعض مقامات پر نماز کے تقدس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے چند مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا، ان میں سے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا سبب بیت اللہ کا ادب واحترام ہے، شارع عام پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا سبب عام لوگوں کے لیے دشواری پیدا ہونا اور لوگوں کے آنے جانے کے حق (حق مُرُور) میں رکاوٹ بنتا ہے، قبرستان میں اگر قبر کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی جائے (یعنی مقام سجدہ کے آگے قبر ہو) تو بت پرستی سے مشابہت کی بناء پر حرام ہے اور باقی مقامات پر ناپاکی کا احتمال ہے اور وہاں پر نماز پڑھنا نماز کی تقدیس کے منافی ہے۔ اسی طرح کفار کے معبد اور ان جگھوں پر جہاں عذاب نازل کیا گیا، نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب باندھا: "بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الخَسْفِ وَالعَذَابِ" یعنی جس جگہ

دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا۔ اس کے تحت تعلیق ذکر فرمائی:

"ویذکر ان علیا رضی اللہ عنہ کرہ الصلاۃ بخسف بابل" (صحیح بخاری: رقم الحدیث: ۴۳۳)

ترجمہ: "اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی ہوئی زمین پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث میں مذکور سات جگہوں کے علاوہ بھی کچھ مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے:

(۱) جن مقامات پر ماضی کی اقوام پر عذاب آیا وہ نشان عبرت ہیں، وہاں اُن اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور نہ بلاضرورت رکا جائے اور نہ عبادت کی جائے۔

علامہ وھبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

وتصح الصلاة في الأرض المسخوط عليها، كأرض الخسف وكل بقعة نزل فيها عذاب، كأرض بابل، وأراضي الحجر، ومسجد الضرار، وتكره الصلاة في هذه المواضع؛ لأن هذا المسجد موضع مسخوط عليه، وقد قال النبي يوم مر بالحجر: لا تدخلوا على هؤلاء المعذبين إلا أن تكونوا باكين، أن يصيبكم مثل ما أصابهم. (الفقه الاسلامى وادلته:الصلاة، المطلب الرابع۔ ما تحرم الصلاةفيه: ۱/۸۱۹)

(۲) یہودیوں کی عبادت گاہ بیعہ وکنیسہ میں عبادت نہ کی جائے کیونکہ بالعموم وہ ناپاک ہوتے ہیں، وہاں شراب پی جاتی ہے، وہاں مجسمے اور تصاویر بھی ہوتی ہیں اور ایسی جگہ نماز پڑھنا منع ہے، البتہ یورپ اور امریکہ میں مسلمان چرچ خرید کر اُسے پاک صاف کر کے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں ردو بدل کر کے مسجد یا جائے نماز بنا لیتے ہیں، یہ جائز ہے، اسی طرح چرچ کے کسی ہال کو کرائے پر لے لیتے ہیں اور وہ مسلمانوں ہی کے استعمال رہتا ہے، اسے اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں، یہ جائز ہے، کیونکہ اس میں اگر تصاویر اور مجسمے وغیرہ ہوں تو ہٹا دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے وقت بیت اللہ کو کفار مکہ کے دور کی تصاویر اور مجسموں سے پاک کر دیا تھا، اور اس میں نماز پڑھی تھی۔

(۳) اگر یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں میں قبلہ رُخ یا چھت پر یا دائیں بائیں بدستور مجسمے اور تصاویر ہوں تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر پڑھ لی ہو تو نماز ہو جائے گی، لیکن واجب الاعادہ ہے۔

نیز اس کے علاوہ کچھ اور جگہیں بھی ہیں جہاں پر نماز پڑھنا فقہائے کرام نے منع فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے:

وكذا تكره فى أماكن كفوق كعبة وفى طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر. زاد فى ذلك: ومرابط دواب واصطبل، وطاحون، وكنيف وسطوها، ومسيل

واد، وأرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة، وصحراء فلا سترة لمار. (در مختار: جلد: ۲، ص: ۴۲ تا ۴۵، کتاب الصلاۃ)

اور ردالمحتار میں ہے:

بانه محل الشياطين: كراهة الصلاة في معابد الكفار لانها مأوى الشياطين كما صرح به الشافعية.. يكره للمسلم الدخول في البيعة والكنيسة الخ. (ج: ۲، ص: ۴۳، کتاب الصلاۃ، مطلب تكره الصلاة في الكنيسة)

علامہ ابن عابدین شامی نے باب: ''مَطْلَبٌ تُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِي الْكَنِيسَةِ:'' قائم کیا، اور اس کے تحت لکھتے ہیں:

ترجمہ: اس تعلیل سے کہ یہ شیطان کا محل ہے کفار کی عبادت گاہوں میں نماز کی کراہت اخذ کی جاتی ہے؛ کیونکہ یہ شیطان کی پناہ گاہ ہیں، جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے۔ البحر میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ جب مطلق بولا جائے تو فقہاء اس سے مکروہ تحریمی مراد لیتے ہیں۔ جب دخول حرام ہے تو نماز بدرجہ اولی حرام ہوگی۔

لہٰذا ایسے مقامات پر دینی امور کی انجام دہی کے ساتھ دیگر شہریوں کے حقوق کا بھی خیال رکھنا بے حد لازم ہے، تا کہ ہماری عبادتیں ہمارے حق میں بھی رحمت ثابت ہوں اور دیگر شہریوں کے حق میں بھی رحمت ثابت ہوں، نیز موجودہ حالات میں بعض علاقوں میں عام جگہوں پر ایسا کرنا غیر قانونی بھی قرار دیا گیا ہے، لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنے والے دین کے بھی مجرم ہیں، قانون کے بھی مجرم ہیں اور اپنی ذات کے بھی مجرم ہیں، اس سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء سے کچھ سوالات موصول ہوے ہیں جن کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

جواب: (۱)

ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین، اگر کسی مسلمان کی مزروعہ زمین ہو تو اس پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اگر ایسی جگہ نماز پڑھنی ہو تو پہلے مالک سے اجازت لے لیں، تا کہ اس کی کھیتی وغیرہ کو کوئی نقصان نہ ہو اور مالک زمین اگر مسلمان ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اجازت دے دے، اس کی اجازت کی صورت میں اس کے لیے اجر ہوگا اور موت کے بعد راحت کا ذریعہ ہوگا، تاہم شخصی زمین پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، اور آخرت میں حساب دینا ہوگا، وہاں نماز پڑھنے سے فرض تو ساقط ہو جائے گا؛ لیکن اللہ کے ہاں اس کے اجر وثواب کی امید نہیں کی جا سکتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا ارادہ کیا، اس کے لئے جس جگہ کا انتخاب ہوا وہ قبیلۂ بنو نجار کے لوگوں کی ملکیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلا کر اس قطعۂ اراضی کی قیمت ادا کرنے کے متعلق پیش کش فرمائی؛ لیکن انھوں نے قیمت لینے کی بجائے اپنی خوشی سے فی سبیل اللہ وقف کر دی، اس کے بعد آپ نے وہاں مسجد تعمیر کی۔

اور اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین ہو اور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، بایں طور کہ وہ شریف النفس ہو، سیئ الخلق نہ ہو، یا مصلی اور اس کے درمیان رشتہ داری یا دوستانہ تعلقات ہو، اور اسے معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے ناراض نہیں ہوگا؛ بلکہ خوش ہوگا، تو ایسی صورت میں بغیر کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی، مراقی الفلاح میں ہے:

"وتكره في أرض الغير بلا رضاه وإذا ابتلي بالصلاة في أرض الغير وليست مزروعةً أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها، وإن كانت لكافر صلى في الطريق". (مراقی الفلاح: کتاب الصلاۃ، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۸)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"(قوله وتكره في أرض الغير بلا رضاه) بأن كانت لذمي مطلقا لأنه يأبي، أو لمسلم وهي مزروعة: أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة، أو كان صاحبها سيئ الخلق، ولو كانت في بيت إنسان، الأحسن أن يستأذنه وإلا فلا بأس كما في الفتح.

(قوله: صلى فيها) لأن الظاهر أنه يرضي به لأنه ينال أجراً من غير اكتساب منه"۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروہات: ص: ۳۵۸)

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ وممنوع ہے، حتی کہ ہمارے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ دوسری جگہ میسر نہ ہو تو سڑک پر نماز پڑھ لے مگر غیر مسلم کی زمین میں نماز نہ پڑھے، چنانچہ امام جمال الدین احمد بن محمود قابسی غزنوی حنفی فرماتے ہیں:

فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر، يصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة، فإن كانت مزروعة، أو لكافر، يصلي في الطريق. (الحاوی القدسی، کتاب الصلاۃ، باب ما يكره في الصلاة وما لا يكره: ۱/۲۰۸)

یعنی اگر مسلم وکافر کی زمین کے مابین نماز پڑھنے کی مجبوری ہو تو مسلمان کی زمین میں نماز پڑھے گا جب کہ کھیتی کی نہ ہو اور اگر کھیتی کی ہو یا کافر کی زمین ہو تو راستے پر نماز پڑھے گا۔

اور امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المصلي إذا ابتلى بين الصلاة في الطريق، وبين الصلاة في أرض إنسان فهذا على وجهين إما ان كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فإن كانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن يصلي في الطريق؛ لأن له حقا في الطريق، ولا حق له في الأرض، وإن كانت غير مزروعة، فإن كانت الأرض ليهودي أو

نصراني فكذلك، وإن كانت للمسلم، فالأفضل أن يصلي في الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلك أن ينال اجرا من غير اكتساب منه، وفي الطريق لا إذن له؛ لأن الطريق حق العامة واسم العامة يتناول المسلم والكافر". (التجنيس والمزيد، كتاب الصلاة، باب فيما يتقدم الصلاة من الشروط، فصل في مكان الصلاة، ۱/۳۹۵، ۳۹٦)

اور علامہ محمد عابد سندھی حنفیؒ متوفی ۱۲۵۷ھ فرماتے ہیں:

"قال في الخانية صلى في ملك الغير إن كانت لكافر لا يجوز، لأنه لا يرضى بصلاة المسلم في أرضه. (طوالع الانوار شرح الدر المختار، كتاب الصلاة، قبيل باب الاذان: ۱/۳۰۹، مخطوطه مكتبة مكة المكرمة)

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کریں اور اگر اس غیر مسلم کی رضامندی ہے تب بھی بلاضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کیلئے اس کی زمین کا استعمال مناسب نہیں کہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے مدد لینا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے "إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ". (سنن ابن ماجه، ابواب الجهاد، باب الاستعانة بالمشركين، ص: ۳۰۹، رقم الحديث: ۲۸۳۲)

ایسی صورت میں بھی نماز کراہت تنزیہی کے ساتھ ہوجائے گی، جیسا کہ تجنیس کی عبارت سے مستفاد ہے، بشرطیکہ کوئی اور محظور شرعی نہ ہو۔

اور غصب کی ہوئی زمین پر جان بوجھ کر کسی مجبوری کے بغیر نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اگرچہ نماز ادا ہوجائے گی، کیونکہ یہاں نماز کے علاوہ عام قیام اور سکونت چونکہ حرام ہے، اس لیے اس مقام پر نماز میں قیام بطریق اولی ناجائز ہوگا؛ البتہ اگر کوئی شخص یہاں نماز پڑھ لے تو نماز ہوجائے گی، کیونکہ ممانعت کا تعلق صرف نماز سے مخصوص نہیں جو اس کی صحت سے مانع ہو، علامہ وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں:

الصلاة في الأرض المغصوبة حرام بالإجماع لأن اللبث فيها يحرم في غير الصلاة، فلان يحرم في الصلاة أولى. وهل تصح الصلاة في المكان المغصوب؟ قال الجمهور غير الحنابلة: الصلاة صحيحة؛ لأن النهي لا يعود إلى الصلاة، فلم يمنع صحتها۔

ولو صلى على أرض غيره ولو كانت مزروعة بلا ضرر ولا غصب، أو صلى على مصلاه بلا غصب ولا ضرر، جاز وصحت صلاته. وإن صلى في غصب من بقعة أو غيرها جاهلاً أو ناسياً كونه غصبا. صحت صلاته؛ لأنه غير آثم. وإذا حبس في مكان غصب صحت صلاته، لحديث: عفي عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه. (الفقه الاسلامی وادلته: الصلاة، المطلب الرابع۔ ما تحرم الصلاة

فیہ، ۱: ۸۱۹/۱،۸۱۸)

علامہ وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں کہ امام نووی رقمطراز ہیں: کہ ایسی زمین میں نماز بالاجماع حرام ہے اور ہمارے نزدیک اور جمہور فقہاء اور اصحاب اصول کے ہاں، اگر نماز پڑھی جائے، تو درست ہو جائے گی، میرا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے، کیونکہ نہی کا تعلق نفس نماز سے نہیں، جو صحت نماز سے مانع ہو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المجموع شرح المہذب: ۳/ ۱۶۵، المغنی: ۲/ ۴۷۶، ۴۷۷)

فقہاء کے اس قول سے غالباً یہ مراد ہے کہ غصب شدہ زمین کا علم ہونے پر، اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، کیونکہ غصب ایک فعل حرام ہے، اور حرام ذرائع سے حاصل شدہ زمین میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، ہاں اگر کوئی اتفاقاً اس میں نماز پڑھ لیتا ہے، تو نماز ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی زمین میں نماز سے بالخصوص ممانعت کسی نص میں وارد نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

الصلاة في أرض مغصوبة جائزة و لكن يعاقب بظلمه، فما كان بينه و بين الله تعالى يثاب، و ماكان بينه و بين العباد يعاقب، كذا في مختار الفتوي . الصلاة جائز في جميع ذلك لاستجماع شرائطها وأركانها و تعاد على وجه غير مكروه وهو الحكم فى كل صلاة أديت مع الكراهة كذا فى الهداية، فان كانت تلك الكراهة كراهة تحريم تجب الاعادة أو تنزيه تستحب، فان الكراهة التحريمة فى رتبة الواجب كذا فى فتح القدير۔ (الفتاوى الهندية: كتاب الصلاة، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة ومالا يكره، ۱/ ۱۰۹)

اور اگر غیر آباد سرکاری زمین ہے، جس میں عوام کا اجتماعی حق ہے اور وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہے، تو اس کے حکم میں تفصیل ہے، وہاں نماز ادا کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہوگا، بعض صورتوں میں مکروہ ہوگا اور بعض میں اجازت ہوگی۔

ایسی سرکاری جگہیں جو مفاد عامہ کے لیے ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے عوام کو ایک طرح کی خاموش اجازت حاصل ہوتی ہو کہ وہ ان جگہوں کو نقصان پہنچائے بغیر ان کو جز وقتی کے لیے استعمال میں لا سکتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس حوالے سے کوئی قانون سازی موجود نہ ہو تو اس صورت میں اسے اجازت سکوتی پر محمول کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کو لوگوں کے اس اقدام پر کوئی اعتراض نہیں، اسی کو فقہ میں دلالۃ اجازت دینا کہا جاتا ہے؛ تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

تاہم اگر حکومت نے باقاعدہ سرکاری املاک کے متعلق ایک قانون سازی کر دی ہو اور بغیر سرکاری اجازت کے اس جگہ کو تصرف میں لانا ممنوع قرار دیا ہو تو پھر ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی، اور آج کل معلوم

ہے کہ حکومتوں کی طرف سے ایسی کوئی خاموش اجازت لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی، بلکہ ایسا کرنے کو خلاف قانون اور جرم سمجھا جاتا ہے اس لیے ان حالات میں سرکاری املاک پر نماز کے لیے حکومتی اجازت کی ضرورت ہوگی؛ نیز اجازت کے ہونے نہ ہونے میں ہر جگہ کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا؛ یعنی عرف کے اعتبار سے اجازت کے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا چاہئے، فتاوی شامی میں ہے:

تنبيه: نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في أرض الغير، إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا والمعتبر فيه العرف اهـ. قال: يعنى عرف الناس بالرضا وعدمه، فلا يجوز الدخول في أيام الربيع إلى بساتين الوادي بدمشق إلا بإذن أصحابها، فما يفعله العامة من هدم الجدران وخرق السياج فهو أمر منكر حرام.

و في الواقعات: بنى مسجداً على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه؛ لأنه حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في أرض مغصوبة۔ (الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصلوة: ۲/۴۴، ۴۵)

جواب: (۲)

پیٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہوں پر اگر الگ سے عبادت خانہ وغیرہ موجود ہیں تو نماز پڑھنے میں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، ورنہ تو ان جگہوں میں بھی مالک کے مسلم یا کافر ہونے سے حکم میں فرق ہوگا۔

لہٰذا اگر مسلمان کی زمین ہو اور مالک کی جانب سے صراحۃً یا دلالۃ اجازت ہو، بایں طور کہ وہ شریف النفس ہو، سیئ الخلق نہ ہو، یا مصلی اور اس کے درمیان رشتہ داری یا دوستانہ تعلقات ہو، اور اسے معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے ناراض نہیں ہوگا؛ بلکہ خوش ہوگا، تو ایسی صورت میں بغیر کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی، جیسا کہ شامی میں ہے:

و فيها: تكره فى ارض الغير لو مزروعة أو مكروبة، الا إذا كانت بينهما صداقة أو راى صاحبها لا يكرهه فلا باس. (حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، مطلب فى الصلاة فى الارض المغصوبة: ۲/۴۵)

تاتارخانیہ میں ہے:

الملتقط: ولو صلى فى بيت رجل في مصلاه بغير إذنه، يجوز لوجود الاذن دلالة. (الفتاوى التتارخانيه، كتاب الصلاة، فصل ما يكره للمصلى و ما لا يكره: ۲/۲۱۴)

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ ہے، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کریں اور اگر اس غیر مسلم کی رضامندی ہے تب بھی بلاضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کیلئے اس کی زمین کا

استعمال مناسب نہیں کہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے مدد لینا ہے، البتہ ایسی صورت میں نماز کراہت تنزیہی کے ساتھ ہوجائے گی، جیسا کہ پیچھے گذرا۔

جواب: (۳)

ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین، دکان وغیرہ ہوتو وہ مزروعہ زمین کے حکم میں ہے، اس پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اگر ایسی جگہ نماز پڑھنی ہوتو پہلے مالک سے اجازت لے لیں، اور مالک زمین اگر مسلمان ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اجازت دے دے، اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین ہو یعنی خالی پلاٹ ہو اور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، بایں طور کہ وہ شریف النفس ہو، سیئ الخلق نہ ہو، یا مصلی اور اس کے درمیان رشتہ داری یا دوستانہ تعلقات ہو، اور اسے معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے ناراض نہیں ہوگا؛ بلکہ خوش ہوگا، تو ایسی صورت میں بغیر کراہت کے نماز ہوجائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی۔

(قوله وتكره في أرض الغير بلا رضاه) بأن كانت لذمى مطلقا لأنه يأبي، أو لمسلم وهي مزروعة: أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة، أو كان صاحبها سيئ الخلق، ولو كانت في بيت إنسان، الأحسن أن يستأذنه وإلا فلا بأس كما في الفتح . (طحطاوى على مراقى الفلاح: كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۸)

ولو صلى على أرض غيره ولو كانت مزروعة بلا ضرر ولا غصب أو صلى على مصلاه بلا غصب ولا ضرر جاز وصحت صلاته۔ (الفقه الاسلامى وادلته: كتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۸۱۹)

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا بہر صورت مکروہ وممنوع ہے، حتی کہ ہمارے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ دوسری جگہ میسر نہ ہو تو سڑک پر نماز پڑھ لے؛ مگر غیر مسلم کی زمین میں نماز نہ پڑھے، جیسا کہ اوپر گزرا۔

جواب: (۴)

عام راستے میں نماز پڑھنے سے شریعت منع کرتی ہے، ہاں راستہ سے گزرنے والوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور حکومت کی طرف سے اجازت ہو، کوئی روک ٹوک نہ ہو تو شریعت بھی اجازت دیتی ہے کہ ایک طرف ہوکر نماز اداء کرلے کہ کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو، اب جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حکومت عام راستے اور عوامی جگہوں پر نماز سے روک رہی ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رک جائیں اور مسجد میں ہی نماز پڑھیں کہ مسجد میں نماز کا ثواب بہت ہے اور راستے میں اس ثواب سے بہر حال محرومی رہے گی اور اب ممانعت کے بعد تو راستے میں نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے، سٹی کارپوریشن اور میونسپلٹی کے ذمے داران راستوں پر نیز فٹ پاتھ پر کسی بھی طرح کی غیر قانونی تجاوزات کا فوری نوٹس لیتے ہیں، اس سے آنے جانے والوں کا حق ”حق المرور“ (گزرنے کا حق) متاثر ہوتا ہے، غرض عام گزرگاہ پر سب کا

حق برابر ہوتا ہے، حدیث پاک میں شارع عام پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے:

”أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی أن یصلی فی سبعة مواطن: فی المزبلة، و المجزرة، و المقبرة، و قارعة الطریقِ، وفی الحمام، وفي معاطِنِ الإِبل، و فوق ظهر بیت اللہ“ (سنن الترمذی: جلد اول: ص: ۴۱۰، رقم الحدیث: ۳۴۶، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی کراھیة ما یصلی الیه وفیه)

شارع عام پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا سبب عام لوگوں کے لیے دشواری کا سبب بننا اور لوگوں کے آنے جانے کے حق (حق مرور) میں رکاوٹ بننا ہے، نماز جنازہ جو باقی نمازوں کے مقابلے میں نہایت کم وقت میں ادا کی جاتی ہے، اس کے بارے میں علامہ نظام الدین لکھتے ہیں:

تکره فی الشارع وأراضی الناس کذا فی المضمرات. (فتاوی عالمگیریه: باب الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت: ۱/۱۶۵)

ترجمہ: ”سڑک پر اور لوگوں کی زمین پر (بلا اجازت ومنظوری) نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے“۔

نماز میں تو نماز جنازہ سے زیادہ وقت لگتا ہے، لہٰذا اس سے تو بدرجہ اولی بچنا چاہیے، پس لازم ہے کہ فٹ پاتھ، عام راستوں کو عام گزرگاہ کے لیے خالی کردیں اور نماز کا کسی متبادل جگہ معقول انتظام کرنا چاہیے۔

اسی طرح علامہ زحیلی فرماتے ہیں:

الصلاة في قارعة الطریق أی أعلاه أو أوسطه مکروهة عند الحنفیة و الشافعیة؛ لأن الطریق ممر الناس، فلا یؤمن من المرور، ولا من النجاسة، إذ لا تخلو من الأرواث والأبوال، فینقطع الخشوع بممر الناس، فإن صلی فیه، صحت الصلاة؛ لأن المنع لترك الخشوع، أو لمنع الناس من الطریق، وذلك لا یوجب بطلان الصلاة، ولقوله: ”جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً“ وفي لفظ: ”فحیثما أدرکتك الصلاة، فصل، فإنه مسجد“ وفي لفظ: ”أینما أدرکتك الصلاة، فصل، فانه مسجد“، وذکر الشافعیة أن الصلاة تکره في الأسواق الرحاب الخارجة عن المسجد۔ (الفقه الاسلامی وادلته: الصلاة، المطلب الثانی۔ الاماکن التی تکره الصلاة فیها: ۱/۸۱۲)

علامہ فرید الدین دہلویؒ فرماتے ہیں:

ویکره الصلاة فی طریق العامة، وکذا یکره الصلاة في الصحراء من غیر سترة۔ (الفتاوی التتارخانیه، کتاب الصلاة، فصل ما یکره للمصلی وما لا یکره: ۲/۲۱۴)

اور جو سوال میں مذکور ہے کہ آج کل عام شاہ راہیں بہت وسیع ہوتی ہیں، اور اس میں نماز پڑھنے سے گذرنے والوں کو کوئی پریشانی بھی نہیں ہوگی، تو یہ بات بڑے شہروں کے باہر اور دور کی شاہراہوں کے بارے میں تو ٹھیک ہے،

وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، لیکن بڑے شہروں میں یا ان کے قریب یہ کشادہ سڑکیں بھی تنگ نظر آتی ہے، اس لیے ان سڑکوں پر بھی نماز مکروہ ہونی چاہیے۔

جواب: (۵)

آج کے پرفتن حالات میں اگر کسی عوامی جگہ پر نماز ادا کرنے میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو گھر جا کر نماز قضا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسٹیشن پر، بس اڈہ پر یا کسی ایرپورٹ وغیرہ پر اگر نماز کے لیے کوئی الگ سے انتظام ہو جیسے ایرپورٹ وغیرہ پر عبادت خانہ ہوتا ہے تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ تو نماز پڑھنا اب آفت کو مول لینے جیسا ہو گیا ہے، ایسے حالات میں نماز کا وقت ہو جائے تو یہ شجاعت و بہادری نہیں ہے کہ وہاں نماز ادا کی جائے؛ بلکہ نماز کو مؤخر کر دینا چاہئے اور کسی محفوظ جگہ پر جا کر اداء کرنی چاہئے۔

علامہ شاطبی شریعت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عبادت کرنے کی وجہ سے انسان کی جان مال، عزت آبرو خطرہ میں پڑ جائے تو شریعت نے اس کو رخصت دی ہے کہ وہ اس عبادت کو مؤخر کر دے، جب خطرہ ٹل جائے تب ادا کر لے، فرماتے ہیں:

القاعدة الأولى: إذا كانت المشقة خارجة عن المعتاد بحيث يحصل بها للمكلف فساد ديني أو دنيوي فمقصود الشارع فيه الرفع على الجملة...

أما آثار المشقة غير المعتادة فهي: أولا: "الخوف من الانقطاع في الطريق، وبغض العبادة، وكراهة التكليف وينتظم تحت هذا المعنى العام الخوف من إدخال الفساد عليه في جسمه أو عقله أو ماله أو حاله۔

ويمكن أن يعبر عن المظهر الأول: بخوف وقوع الخلل الديني أو الدنيوي، وهو ما أشار إليه (الشاطبي) في القاعدة التي جعلتها موضوعاً للبحث، أما الخلل الديني فيكون: بغض العبادة، وكراهة التكليف أو تعطيل واجب، أو فعل محرم وهو الأمر الذي كان يشير إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم في أكثر من موقع، منها: قوله صلى الله عليه وسلم: "خذوا من العمل ما تطيقون، فوالله لا يسأم الله حتى تساموا". (أخرجه أحمد: ۲۴۷/۶، ومسلم: ۷۸۵، وابن حبان: ۲۵۸۶ و۳۵۹)

ويؤكد هذا المعنى حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن هذا الدين متين، فأوغلوا فيه برفق، ولا تبغضوا إلى أنفسكم عبادة الله، فإن المنبت لا أرضاً قطع ولا ظهراً أبقى. (قواعد المقاصد عند الامام الشاطبی، المبحث الثالث، ص: ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۱۹، ط: دار الفکر، دمشق)

اور آگے فرماتے ہیں:

إذا كان العمل يؤدي الدوام به إلى الانقطاع عنه أو بعضه أو إلى وقوع خلل في صاحبه أو في نفسه أو ماله أو حال من أحواله فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد وإن لم يكن فيها شيء من ذلك في الغالب فلا يعد في العادة مشقة، وإن سمي كلفة في هذه الدار۔ هذا هو الأثر الأول من آثار المشقة غير المعتادة. (ایضًا: ۳۲۲)

پہلے نظام یہ تھا کہ کسی جگہ شریعت کے احکام کی بجا آوری میں دشواری پیدا ہو رہی ہے تو وہاں سے دوسری جگہ جا کر بس جاؤ، اس لئے کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے؛ لیکن موجودہ حالات میں یہ ممکن نہیں ہے، اب یہیں رہ کر اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرنی ہے اور اپنے دین وشریعت پر عمل کرنا ہے اور ہماری شریعت کامل اور مکمل ہے، اس میں ہر طرح کے حالات کی رہنمائی موجود ہے، جس طرح فاقد الطہورین یعنی وہ شخص جو کسی ایسی جگہ میں ہو کہ جہاں وضو کے لئے نہ پانی ہو کہ وضو کیا جا سکے اور نہ مٹی ہو کہ تیمم کیا جا سکے؛ خواہ ایسا کسی جگہ قید کر دیے جانے کی صورت میں ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو اس کے لئے نماز کو مؤخر کر دینے کا حکم ہے؛ جیسا کہ شامی میں ہے:

(والمحصور فاقد) الماء والتراب (الطهورين) بأن حبس في مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده. وقالا: يتشبه) بالمصلين وجوباً، فيركع ويسجد، إن وجد مكاناً يابساً، والا يؤمى قائما ثم يعيد كالصوم (به يفتى واليه صح رجوعه) اى الامام كما فى الفيض. (الدر المختار: كتاب الطهارة، باب التيمم: ۴۲۳/۱)

جس طرح غزوہ خندق کے موقع پر مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر اور مغرب کو موخر کر کے عشا کے وقت قضا کی، اسی طرح آج کے حالات میں بھی یہ ضروری ہے کہ سفر میں نماز موخر کر کے جب اپنی منزل پر پہنچ جائیں تو ان نمازوں کی قضاء کرلیں اور اس قضاء کرنے کی وجہ سے ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں ہوگا، جیسے کوئی شخص غفلت میں سو گیا اور نماز کا وقت گزر گیا تو اس پر نماز کے قضاء ہو جانے کی وجہ سے گناہ نہیں ہوتا کیوں کہ جس طرح سے یہ ایک مجبوری ہے وہ بھی ایک مجبوری ہے۔

لہٰذا اسٹیشن، ایرپورٹ وغیرہ میں نماز پڑھنے سے اگر کسی کو تکلیف ہو یا اپنی جان و مال کے نقصان کا خطرہ ہو تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر پڑھیں گے تو یہ بذات خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے، اس کے علاوہ جب اس طرح کی جگہوں پر ہر قسم کی عبادات اور دینی اعمال پر بعض علاقوں میں قانونی طور پر بھی اب پابندی عائد کر دی گئی ہے اور اس سلسلے میں قانون کی اجازت حاصل نہیں ہے، تو اس لحاظ سے بھی عام جگہوں پر ایسا کرنا غیر قانونی ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنے والے دین کے بھی مجرم ہیں، قانون کے بھی مجرم ہیں اور اپنی جان کے بھی مجرم ہیں۔

جواب:(٦)

ٹرین میں سیٹوں کے درمیان یا دروازے کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، جب ٹرین اسٹیشن پر نہ ہوتو وہاں نماز پڑھنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر ٹرین میں زیادہ تر مسافر مسلمان ہوں یا ایک کمپارٹ مینٹ میں سب مسلم ہوں اور جان مال کے نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ نوازل فقہیہ میں ہے:

تصح الصلاة فی القطار بغیر اختلاف حتی لو لم یکن له عذر في النزول مثل اقتراب المحطة حیث یمکن أداؤها منه، نظیره ما قاله الفقهاء: "أما الصلاة في العجلة إن کان طرف العجلة علی الدابة وهي تسیر أو لا تسیر، فهي صلاة علی الدابة تجوز حالة العذر، ولا تجوز في غیرها وإن لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز، وهي بمنزلة الصلاة علی السریر".

وعربات القطار تنضم بالمحرك، تجرها قوته، فهي تنزل منزلة السریر ایضًا وجازت الصلاة علیها بلا عذر، نعم: لا یجوز أداؤها جالسا مع القدرة علی القیام. (نوازل فقهیه معاصرة، کتاب الصلاة: ۱/۹۵، ۹۶)

ورنہ تو نماز کو مؤخر کردے؛ اس لئے کہ ایسی جگہ نماز پڑھنا اب آفت کو مول لینے جیسا ہوگیا ہے، ایسے حالات میں نماز کا وقت ہو جائے تو یہ شجاعت و بہادری نہیں ہے کہ وہاں نماز ادا کی جائے، اس لئے کہ یہ مقصد شریعت کے خلاف ہے۔

اسی طرح ہوائی جہاز میں دروازے وغیرہ کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، وہاں نماز پڑھ لینی چاہیے، اور اگر ٹرین یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے؛ بلکہ نماز مؤخر کردیں اور جب ٹرین یا ہوائی جہاز سے اتر جائیں تو پڑھ لیں، اور ٹرین یا ہوائی جہاز وغیرہ میں کوئی نماز قضا ہو جائے تو بعد میں اسے ادا کرنا ضروری ہے۔ شامی میں ہے:

وکذا لو اجتمعوا في مکان ضیق لیس فیه إلا موضع یسع أن یصلي قائماً فقط یصبر ویصلي قائماً بعد الوقت، کعاجز عن القیام والوضوء فی الوقت ویغلب علی ظنه القدرة بعده...... بحر ملخصاً عن التوشیح. (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۳۹۶)

لہٰذا اگر بھیڑ وغیرہ یا جان ومال کے خطرہ کی وجہ سے ٹرین میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو جب آدمی ٹرین سے اتر جائے تب نماز ادا کرلے؛ لیکن بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ سفر کی ترتیب اس طرح بنائے کہ یا تو نماز پڑھ کر ٹرین میں سوار ہو یا نماز کے وقت کے اندر ٹرین سے اتر جائے اور نماز پڑھ لے۔

جواب:(۷)

ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین، اگر کسی مسلمان کی مزروعہ زمین ہوتو اس پر مالک کی صراحۃً اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اور اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین ہو اور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، بایں طور کہ وہ شریف النفس ہو، سیئ الخلق نہ ہو، یا مصلی اور اس کے درمیان رشتہ داری یا دوستانہ تعلقات ہو یا اسے معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے ناراض نہیں ہوگا؛ بلکہ خوش ہوگا، تو ایسی صورت میں بغیر کسی کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی۔

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ وممنوع ہے؛ چاہے اجازت ہو یا نہ ہو۔

سرکاری جگہیں جو مفاد عامہ کے لیے ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے عوام کو ایک طرح کی خاموش اجازت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ان جگہ کو نقصان پہنچائے بغیر ان کو جز وقتی کے لیے استعمال میں لا سکتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس حوالے سے کوئی قانون سازی موجود نہ ہو تو اس صورت میں اسے اجازت سکوتی پر محمول کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کو لوگوں کے اس اقدام پر کوئی اعتراض نہیں، اسی کو فقہ میں دلالۃ اجازت دینا کہا جاتا ہے۔

اور ایسی سرکاری جگہیں جہاں حکومت نے باقاعدہ سرکاری املاک کے متعلق ایک قانون سازی کر دی ہو اور بغیر سرکاری اجازت کے اس جگہ کو تصرف میں لانا ممنوع قرار دیا ہو تو پھر ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی، نماز کے لیے کسی حکومتی اجازت کی ضرورت ہوگی، نیز اجازت کے ہونے نہ ہونے میں ہر جگہ کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا؛ یعنی عرف کے اعتبار سے اجازت کے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا چاہئے، جیسا کہ شامی میں ہے:

تنبيه: نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في أرض الغير، إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا والمعتبر فيه العرف اهـ. قال: يعنى عرف الناس بالرضا وعدمه، فلا يجوز الدخول في أيام الربيع إلى بساتين الوادي بدمشق إلا بإذن أصحابها، فما يفعله العامة من هدم الجدران وخرق السياج فهو أمر منكر حرام.

”و في الواقعات: بنى مسجداً على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه؛ لأنه حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في أرض مغصوبة“۔ (الدر المختار وحاشية ابن عابدين رد المحتار، كتاب الصلوة: ۲/۴۵، ۴۴)

خلاصہ بحث

(۱) ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین، اگر کسی مسلمان کی مزروعہ زمین ہوتو اس پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، تاہم وہاں نماز پڑھنے سے فرض ساقط ہو جائے گا؛ اور اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین

ہواور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، بایں طور کہ وہ شریف النفس ہو، سیئ الخلق نہ ہو، یا مصلی اور اس کے درمیان رشتہ داری یا دوستانہ تعلقات ہو، اور اسے معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے ناراض نہیں ہوگا؛ بلکہ خوش ہوگا، تو ایسی صورت میں بغیر کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی، اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ و ممنوع ہے۔

ایسی سرکاری جگہیں جو مفاد عامہ کے لیے ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے عوام کو ایک طرح کی خاموش اجازت حاصل ہوتی ہو اور حکومت کی طرف سے اس حوالے سے کوئی قانون سازی موجود نہ ہو تو اس صورت میں اسے اجازت سکوتی پر محمول کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کو لوگوں کے اس اقدام پر کوئی اعتراض نہیں، اسی کو فقہ میں دلالۃ اجازت دینا کہا جاتا ہے؛ تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

تاہم اگر حکومت نے باقاعدہ سرکاری املاک کے متعلق ایک قانون سازی کر دی ہو اور بغیر سرکاری اجازت کے کسی بھی جگہ کو تصرف میں لانا ممنوع قرار دیا ہو تو پھر ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی، اور آج کل معلوم ہے کہ حکومتوں کی طرف سے ایسی کوئی خاموش اجازت لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی، بلکہ ایسا کرنے کو خلاف قانون اور جرم سمجھا جاتا ہے اس لیے ان حالات میں سرکاری املاک پر نماز کے لیے حکومتی اجازت کی ضرورت ہونی چاہئے۔

(۲) پیٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہوں پر اگر الگ سے عبادت خانہ وغیرہ موجود ہیں تو تو نماز پڑھنے میں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، ورنہ تو ان جگہوں میں بھی مالک کے مسلم یا کافر ہونے سے حکم میں فرق ہونا چاہئے۔

(۳) ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین یا دکان وغیرہ ہو تو اس پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین ہو یعنی خالی پلاٹ ہو اور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، تو ایسی صورت میں بغیر کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی۔

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا بہر صورت مکروہ وممنوع ہے، حتی کہ ہمارے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ دوسری جگہ میسر نہ ہو تو سڑک پر نماز پڑھ لے؛ مگر غیر مسلم کی زمین میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

(۴) عام راستے میں نماز پڑھنے سے شریعت منع کرتی ہے، ہاں راستہ سے گزرنے والوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور حکومت کی طرف سے اجازت ہو، کوئی روک ٹوک نہ ہو تو شریعت بھی اجازت دیتی ہے، لیکن اب جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حکومت عام راستے اور عوامی جگہوں پر نماز سے روک رہی ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رک جائیں۔

اور جو سوال میں مذکور ہے کہ آج کل عام شاہ راہیں بہت وسیع ہوتی ہیں، اور اس میں نماز پڑھنے سے گذرنے والوں کو کوئی پریشانی بھی نہیں ہوگی، تو یہ بات بڑے شہروں کے باہر اور دور کی شاہراہوں کے بارے میں تو ٹھیک ہے، وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، لیکن بڑے شہروں میں یا ان کے قریب یہ کشادہ سڑکیں بھی تنگ نظر

آتی ہے، اس لیے ان سڑکوں پر بھی نماز مکروہ ہونی چاہیے۔

(۵) اسٹیشن پر، بس اڈہ پر یا کسی ایرپورٹ وغیرہ پر اگر نماز کے لیے کوئی الگ سے انتظام ہو جیسے ایرپورٹ وغیرہ پر عبادت خانہ ہوتا ہے تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ تو نماز پڑھنا اب آفت کو مول لینے جیسا ہو گیا ہے، ایسے حالات میں نماز کا وقت ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دینا چاہئے۔

(۶) ٹرین میں سیٹوں کے درمیان یا دروازے کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، جب ٹرین اسٹیشن پر نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر ٹرین میں زیادہ تر مسافر مسلمان ہوں یا ایک کمپارٹ مینٹ میں سب مسلم ہوں اور جان مال کے نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، ورنہ تو نماز کو مؤخر کر دینا چاہئے۔

اسی طرح ہوائی جہاز میں دروازے وغیرہ کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، وہاں نماز پڑھ لینی چاہیے، اور اگر ٹرین یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے؛ بلکہ نماز مؤخر کر دینی چاہئے، اور جب ٹرین یا ہوائی جہاز سے اتر جائیں تو پڑھ لیں۔

(۷) ارض غیر یعنی کسی کی شخصی زمین، اگر کسی مسلمان کی مزروعہ زمین ہو تو اس پر مالک کی صراحۃً اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

اور اگر مسلمان کی غیر مزروعہ زمین ہو اور مالک کی جانب سے دلالۃ اجازت ہو، تو ایسی صورت میں بغیر کسی کراہت کے نماز ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی۔

اور غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا ہر حال میں مکروہ وممنوع ہے۔

سرکاری جگہیں جو مفاد عامہ کے لیے ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے عوام کو ایک طرح کی خاموش اجازت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ان جگہوں کو نقصان پہنچائے بغیر ان کو جز وقتی کے لیے استعمال میں لا سکتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس حوالے سے کوئی قانون سازی موجود نہ ہو تو اس صورت میں اسے اجازت سکوتی پر محمول کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کو لوگوں کے اس اقدام پر کوئی اعتراض نہیں، اسی کو فقہ میں دلالۃ اجازت دینا کہا جاتا ہے۔

اور ایسی سرکاری جگہیں جہاں حکومت نے باقاعدہ سرکاری املاک کے متعلق ایک قانون سازی کر دی ہو اور بغیر سرکاری اجازت کے کسی بھی جگہ کو تصرف میں لانا ممنوع قرار دیا ہو تو پھر ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی، نماز کے لیے کسی حکومتی اجازت کی ضرورت ہوگی، نیز اجازت کے ہونے نہ ہونے میں ہر جگہ کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا یعنی عرف کے اعتبار سے اجازت کے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا عبید اللہ ابو بکر ندوی
(جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور)

فضیلت واہمیت اسی نماز کی ہے جو واقعی نماز ہو، جو سارے ظاہری و باطنی آداب وصفات کا لحاظ کرتے ہوئے شعور کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اسی لئے قرآن نے نماز کو ادا کرنے کے لئے ''ادا کرنے'' کا سادہ انداز اختیار کرنے کے بجائے ، اقامت ومحافظت کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اقامت ومحافظت کے معنی یہ ہیں کہ نماز ادا کرنے میں ان ظاہری آداب کا بھی اہتمام کیا جائے جن کا تعلق نماز کے ظاہری حالت کی درستگی سے ہے اوران باطنی صفات کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے جن کا تعلق آدمی کے قلب وروح اور احساسات وجذبات سے ہے۔اس پس منظر میں چند مخصوص جگہوں اور مواقعوں پر نماز کی ادائیگی کے احکام درج ذیل بیش کئے جارہے ہیں۔

ارض غیر کا حکم

ارض غیر میں کسی بھی قسم کا تصرف مالک کی اجازت اور رضامندی پر موقوف ہوتا ہے،لہٰذا اگر کسی بھی قرینہ سے اس کی رضامندی کا علم ہوجائے تو اس میں کوئی بھی نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ اگر اجازت کا یقین یا غالب گمان نہ ہوتو دوسرے کی زمین میں تصرف حرام ہے۔

امام رملیؒ فرماتے ہیں:

أما الصلاة في أرض الغير فصحيحة مجزئة وكذلك التيمم بترابها لكن إن لم يعلم ولم يظن رضا مالكها بذالك حرم۔ (فتاوي الرملي/٤٩)

ارض مغصوبہ کا حکم

غصب شدہ زمین میں نماز ادا کرنا حلال نہیں ہے، البتہ اگر کسی نے ادا کیا تو نماز درست ہوگی۔اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لا يحل مال امرى مسلم الا بطيب نفس منه'' کسی شخص کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔(سنن دارقطنی: ۲۸۵۰)

ولا تحل الصلاة فی أرض مغصوبة ولا ثوب مغصوب، لاجل حق الغير۔۔۔فان صلى فيه لم

یعد، لأن المنع لا یختص بالصلاۃ نعم ھل یقال: أنھا صحیحۃ فیسقط الفرض بھا أو سقط عندھا ؟ھذا ما اختلف فیہ الناس فی ألارض المغصوبۃ، والذی ذھب الیہ الأکثرون: الصحۃ (کفایۃ النبیہ بشرح التنبیہ: ۲/۵۳۳۔۵۳۴)

حکومت کے زیر ملکیت زمین کی دو قسمیں

پہلی قسم:

وہ زمین جو حکومت کی تحویل میں ہوتی ہے، اور اس زمین میں حکومت کا خصوصی قبضہ ہوتا ہے، جیسے سرکاری آفیس، پارلیمنٹ، عدالتیں، وغیرہ، کسی اور کا وہاں تصرف قانونا جرم سمجھا جاتا ہے۔

دوسری قسم:

وہ زمین جو عمومی ہوتی ہے، اور وہ عوام وخوص کے استعمال کے لئے حکومت کی طرف سے میسر ہوتی ہے، جسے استعمال کی حد تک عوامی سمجھا جاتا ہے، لیکن اس زمین پر بھی قبضہ اور کنٹرول حکومت کا ہی ہوتا ہے، ان دونوں ہی قسموں پر ارض غیر کا اطلاق ہوگا، البتہ وہاں تصرف اور نماز پڑھنے کے اعتبار سے فرق ہوگا، پہلی قسم میں نماز پڑھنے کے لئے با قاعدہ اجازت لینا ضروری ہے، اور دوسری قسم میں چونکہ زمانہ ماضی سے نماز ادا کی جارہی ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے تو گویا کہ یہ اجازت عرفی حاصل ہے، اس لئے یہاں اجازت لینا ضروری نہیں ہے جب تک کہ صراحتا حکومت کی طرف سے منع نہ کیا جائے، لہذا جس طرح حکومت کی ملکیت جیسے ہوائی اڈہ، ریلوے اسٹیشن وغیرہ میں کچھ ذاتی ضروریات ادا کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، اسی طرح ہماری ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت نماز کی ادائیگی بھی ہے، اس اعتبار سے ان جگہوں پر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، جس کے لئے مستقل اجازت ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ھو الذی خلقلکم ما فی الارض جمیعا۔ (البقرہ: ۲۷۲)

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ وغیرہ میں نماز ادا کرنا

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ یا وہ جگہیں جو عوام کی آمد ورفت کے لیے مختص ہو لیکن وہ کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہو تو مذکورہ مکانات پر نماز پڑھنا اس طور پر جائز ہوگا جب مالک کی طرف سے صراحتہ یا کنایۃ اجازت ہو یا عرف وعادت کے اعتبار سے مالک کی رضامندی معلوم ہو۔

خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز ادا کرنا

لوگوں کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ یا کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت ضروری ہے اس

لئے کہ وہ ارض غیر کے حکم میں ہے، چاہے اجازت صراحتا ہو یا اس کی رضامندی کا علم ہو، بغیر رضامندی واجازت کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ بعض فقہاء نے حرام بھی لکھا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَالْإِذْنُ ضَرْبَانِ أَحَدُهُمَا الْإِذْنُ الصَّرِيحُ فِي النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالثَّانِي الْإِذْنُ الْمَفْهُومُ مِنَ اطِّرَادِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ كَإِعْطَاءِ السَّائِلِ كِسْرَةً وَنَحْوَهَا مِمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِهِ وَاطَّرَدَ الْعُرْفُ فِيهِ وَعُلِمَ بِالْعُرْفِ رِضَاءُ الزَّوْجِ وَالْمَالِكِ بِهِ فَإِذْنُهُ فِي ذَلِكَ حَاصِلٌ وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ. (المنهاج في شرح مسلم ۹۲/۷)

شیخ عبدالرحمن الجزری فرماتے ہیں:

وہویکرہ تحریما، الصلاۃ فی الطریق، وفی الحمام۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الصلاۃ فی أرض الغیر بلا رضاہ۔ (الفقۃعلی مذاھب أربعۃ: ۲۵۵/۱)

البتہ جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہوتو ہر قسم کے خطرے سے بحفاظت جس طرح ممکن ہونماز ادا کرے، ورنہ نماز کوموخر کرے اور امن حاصل ہونے کے بعد نماز ادا کرے، اس لئے کہ جان کی حفاظت مقدم ہے اور اس کا بدل نہیں اور ادا نماز کا بدل قضاء ہے جیسا کہ حج جیسے مقدس فریضہ کا وجوب جانی و مالی خطرات کی بناء پر موخر ہوجاتا ہے، اس لئے کہ وجوب حج کے لئے راستہ کا پرامن ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی بھی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اس لیے کہ موجودہ ملکی ماحول میں فتنہ پرور وشدت پسند اشخاص ہر لمحہ پرسکون فضاء کو خراب کرنے کے لیے کوشاں ہیں جس کی وجہ سے جان و مال کے خطرہ کے ساتھ ساتھ نئے فتنہ وفساد کا دروازہ کھلنے کا بھی امکان ہے تو ایسی صورت میں ان جگہوں پر نماز پڑھنے کے سلسلے میں احتیاطی پہلو اختیار کرنا بہتر ہے جس کے لیے ایسے حالات میں نماز کومؤخر کر کے مناسب جگہ تلاش کی جاسکتی ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وثالثها امن الطریق فلو خاف علی نفسہ او مالہ سبعا اوعدوا او رصدیا ولا طریق سواہ لم یجب الحج، والاظهر رکوب البحر ان غلبت السلامۃ۔ (منهاج مع السراج الوھاج: ۱۱۸)

علامہ زحیلی فرماتے ہیں:

الخوف علی مال للامام أو غیرہ، أو علی نفس من التلف لو استمر فی صلاتہ فاذا خاف الامام سرقۃ أو غصبا، أو خاف علی صبی الوقوع فی بئر أو نار، یحصل لہ شدۃ أذی، وجب علیہ قطع الصلاۃ لحفظ المال، وانقاذ النفس من الهلاک۔ (الفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی: ۱۲۷۳/۲)

قومی شاہراہوں کے ساتھ لگے چھوٹے راستوں میں نماز ادا کرنا

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اطمینان وسکون کے ساتھ ساتھ خشوع وخضوع کی متقاضی ہے جس کے درست ہونے کے لیے شریعت نے کچھ اصول اور ضابطہ رکھے ہیں، ان میں سے بنیادی بات یہ ہے کہ نماز ایسی جگہ ادا کی جائے جس سے آمدورفت میں خلل واقع نہ ہوتا ہو، یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے(سنن ترمذی:٣٤٦) اس لئے کہ شارع عام میں نماز ادا کرنے سے راہ گیروں کو تکلیف کا امکان ہے، نیز ایسی جگہ نماز ادا کرنے سے نماز میں یکسوئی اور اطمینان قلب حاصل ہونا بھی دشوار ہے، البتہ عصر حاضر میں راستے وسیع وکشادہ ہوتے ہے اور کناروں پر پیدل چلنے کے لیے مخصوص جگہیں بھی بنائی جاتی ہے اور ایسی جگہوں پر آمدورفت بھی کم ہوتی ہے، اس اعتبار سے جو ضرر کی علت ہے، وہ اگر نہ پائی جائے تو اس طرح کی جگہوں اور راستوں پر نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

"یجوز الصلاة في الطریق ان لم یکن ثم طارقون والا کرهت الصلاة فیه"(المجموع. ١٨٥/٤)

"وَالصَّلَاةُ فیها مکروهة فَلَا کَرَاهَةَ فِي الْبَرَارِي إذْ لَمْ یَکُنْ هُنَاكَ طَارِقُونَ"(نهاية المحتاج ٦٣/٢)

"وَفِي الطَّرِيقِ وَالْبُنْيَانِ وَقْتَ مُرُورِ النَّاسِ بِهِ كَالْمَطَافِ لِأَنَّهُ يَشْغَلُهُ بِخِلَافِ الصَّحْرَاءِ الْخَالِي عَنْ النَّاسِ"(إعانة الطالبين. ٢٢٧/١)

والعلة فی النهی عن الصلاة فی قارعة الطریق هی لشغله حق العامة ومنعهم من المرور، ولشغل البال عن الخشوع فیشغل بالخلق عن الحق (الموسوعة الفقهیة الکوتیة، ١١٤/٢٧)

ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری کی خالی جگہ میں نماز ادا کرنا

ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواریوں میں جب ایک مسافر اجرت دے کر اپنی سیٹ بک کرلیتا ہے، تو وہ اس سیٹ یا اس جگہ کی منفعت کا مالک ہوتا ہے، لہٰذا اسے اپنی سیٹ پر نماز ادا کرنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ان سواریوں میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اور آمدورفت کے لئے خاص ہوتی ہے، ان جگہوں پر نماز ادا کرنے کے لئے اگر حکومت کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہو تو اجازت عرفی کا اعتبار کرتے ہوئے نماز ادا کرنا درست ہے، البتہ نماز کی ادائیگی سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہو رہی ہو تو پھر نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا، اس لئے ایسے وقت میں نماز ادا کی جائے کہ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج لازم نہ آئے۔ لیکن اگر سفری قوانین کے مطابق ان خالی جگہوں پر آمدورفت کے علاوہ کسی اور قسم کا تصرف ممنوع ہو تو پھر وہاں نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ مسافر کے لئے

ان خالی جگہوں کی منفعت سے فائدہ اٹھانا صرف چلنے کی حد تک ہی جائز ہے۔اس کے باوجود بھی کسی نے نماز ادا کی تو کراہت کے ساتھ نماز درست ہوگی۔

عن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ. (أبوداؤد: ۴۹۲)

عن ابْنِ عُمَرَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالْحَمَّامِ، وَمَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: ۳۴۶)

تمليک منفعة بعوض، فتجتمع مع الاعارة فى تمليک المنفعة عند القائلين بالتمليک، وتنفرد الاجارة بأنها بعوض، ولاعارة بأنها بغير عوض۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۱۸۱/۵)

قال الإمام العمراني رحمه الله تعالى: وتكره الصلاة في قارعة الطريق؛ لحديث عمرة، ولأنه لا يتمكن من الخشوع في الصلاة؛ لممر الناس فيها، ولأنها تداس بالنجاسات۔ (البيان: ۱۱۳/۲)

قال الامام الرملی: سئل عَمَّنْ صَلَّى بِصَحْرَاءَ عَالِمًا بِأَنَّهَا مَمْلُوكَةٌ لِغَيْرِهِ وَتَيَمَّمَ بِتُرَابِهَا فَهَلْ يَصِحُّ تَيَمُّمُهُ وَصَلَاتُهُ أَوْ لَا؟

(فَأَجَابَ) بِقَوْلِهِ أَمَّا الصَّلَاةُ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ فَصَحِيحَةٌ مُجْزِئَةٌ وَكَذَلِكَ التَّيَمُّمُ بِتُرَابِهَا لَكِنْ إنْ لَمْ يَعْلَمْ وَلَمْ يَظُنَّ رِضَا مَالِكِهَا بِذَلِكَ حَرُمَ (فتاوى الرملي.: ۸۲/۱)

قال الإمام العمراني رحمه الله تعالى:

ولا يجوز له: أن يصلي في أرض مغصوبة؛ لأنه لا يجوز له: دخولها في غير الصلاة، ففي الصلاة أولى. فإن صلى فيها.. صحت صلاته خلافا لداود، دليلنا: أنها أرض طاهرة، وإنما المنع فيها لمعنى في غيرها، وهو حق المالك، وذلك لا يمنع صحة الصلاة. (البيان: ۱۱۳/۲)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى:

وَالْإِذْنُ ضَرْبَانِ أَحَدُهُمَا الْإِذْنُ الصَّرِيحُ فِي النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالثَّانِي الْإِذْنُ الْمَفْهُومُ مِنَ اطِّرَادِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ كَإِعْطَاءِ السَّائِلِ كِسْرَةً وَنَحْوَهَا مِمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِهِ وَاطَّرَدَ الْعُرْفُ فِيهِ وَعُلِمَ بِالْعُرْفِ رِضَاءُ الزَّوْجِ وَالْمَالِكِ بِهِ فَإِذْنُهُ فِي ذَلِكَ حَاصِلٌ وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ (المجموع.: ۱۶۳/۳)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم

قاضی محمد حسن ندوی
(استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ماٹلی والا، گجرات)

نماز دین اسلام کا ایک اساسی رکن ہے، بدنی عبادات میں نماز کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، نماز جہاں بے حیائی، منکرات سے دور رہنے کا مضبوط ذریعہ ہے، تو اللہ تعالیٰ سے سرگوشی اور مناجات کرنے کا پیش خیمہ ہے، یہ وہ عبادت ہے جس کے ذریعہ مصلی کی آنکھوں کو سرور اور ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے تو دلوں کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اسی بنا پر بلا عذر شرعی اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے، اور اول وقت میں ادا کی صورت میں ادا کرنا نہ صرف باعث کثرت ثواب ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے۔

أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ: الصَّلاَةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا۔ (ترمذی شریف: رقم الحدیث: ۱۷۰)

اعمال میں سب سے افضل عمل کون سا ہے۔ تو کہا نماز اول وقت میں ادا کرنا۔

قرآن مجید کی آیت إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (نساء: ۱۰۳) اور حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطَى اور مذکورہ بالا حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا جیسے ہی وقت ہوجائے ویسے ہی اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے، اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں، چاہے وہ سفر میں ہو یا حضر میں، اور یہی عزیمت کا مظہر ہے، اور یہ ادا اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے، اسی لیے سفر اور حالت جنگ میں بھی نماز معاف نہیں۔

لیکن اسلام ایک آسان اور معتدل مذہب ہے، اس لیے اول وقت میں نماز ادا کرنے کے لیے تکلیف مالا یطاق اور ضرر شدیدہ میں مصلی کو مبتلا کرنے کا حکم نہیں دیتا، بلکہ ایسے وقت میں تخفیف اور سہولت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر جنگ کی ضرورت وسنگینی کو دیکھتے ہوئے نماز قضا کرکے ادا کی، اور لیلۃ التعریس میں بیدار ہونے کے بعد فوراً اسی وادی میں نماز ادا نہیں کی، بلکہ وہاں سے دوسری جگہ چلے گئے اور وہاں جا کر نماز کی قضا کی، اور نماز کی قضا کا سبب حافظ ابن حجرؒ نے مقام شیطان کو قرار دیا۔ "قولہ علیہ السلام فإن ھذا منزل حضرنا فیہ الشیطن" (نسائی شریف کتاب المواقیت، ۲/۱۷۴ بحوالہ درس ترمذی)

اسی بنا پر شریعت نے نماز کی صحت کے لیے جسم، کپڑا کے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ مکان سجدہ کا پاک ہونا ضروری قرار دیا ہے، گرچہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے پوری زمین کو پاک اور سجدہ گاہ قرار دیا ہے۔ (بخاری شریف: ۴۳۸)

اس حدیث سے گرچہ یہ بات عیاں ہوگئی کہ نماز دنیا کی تمام مقامات پر ادا کی جاسکتی ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے وہی جگہ موزوں ہوگی جو پاک ہو، اور وہاں نماز ادا کرنے کی صورت میں دوسرے کے ساتھ حق تلفی یا دوسرے کو ضرر پہنچانا لازم نہ آتا ہو، یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ. (سنن ترمذی ابواب الصلوٰۃ: ۱/۳۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں (یعنی نجاست والی جگہ، مذبح، مقبرہ، سڑک کے بیچ، غسل خانہ، اونٹ کا باڑہ اور بیت اللہ کی چھت) پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

یہاں پر اشکال ہوتا ہے کہ کیا آیت اللہ کی طرح حدیث کی تخصیص درست ہے؟ تو اس سلسلے میں صاحب نور الانوار نے لکھا ہے کہ یہ درست ہے چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

فیجوز نسخ الکتاب والسنۃ وکذا یجوز نسخ السنۃ بالسنۃ (نور الانوار، ص: ۳۰۳)

(قرآن کا قرآن وحدیث سے نسخ کی طرح حدیث کا حدیث سے نسخ کرنا درست ہے)

جس طرح قرآن کا قرآن سے اور حدیث سے نسخ کرنا درست ہے اسی طرح حدیث کو حدیث مشہور سے نسخ اور تخصیص درست ہے، لہٰذا حدیث "جعلت لی الارض مسجدًا و طھورا" (بخاری شریف: ۴۳۸) کی تخصیص حدیث عبداللہ بن عمرؓ کے ذریعہ درست اور جائز ہوگا، یعنی پوری روئے زمین امت محمدیہ کے لیے مصلی اور جائے صلوٰۃ ہے، لیکن اگر کوئی جگہ ناپاک ہے یا وہاں کوئی انسان مدفون ہے تو عبادت لغیر اللہ سے بچنے کے لیے وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔

منصوص فیہ مسائل میں علت کی ضرورت نہیں

صاحب قواعد الفقہ نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ منصوص فیہ مسائل میں حلت وحرمت کی علت کو جاننے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ وہ حکم امر تعبدی ہوتا ہے، چاہے علتِ حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے، البتہ غیر منصوص فیہ مسائل

میں علت کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور علت پر حکم مرتب کیا جاتا ہے، چنانچہ قاعدہ ملاحظہ فرمایئے:

النص یحتاج الی التعلیل بحکم غیرہ لا بحکم نفسہ (قواعد الفقہ: ۱/۱۳۲)

نص اپنے ماسوا میں ثبوت حکم کے لیے تعلیل کی محتاج ہوتی ہے نہ کہ نص کے حکم کو ثابت کرنے کے لیے۔

اس لیے حدیث عبد اللہ بن عمر میں جن سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس حکم کے ثبوت کے لیے علت کی ضرورت نہیں، ہاں اگر اس نص کے حکم کو متعدی کرنا ہے اور دوسری شئی میں اس حکم کو ثابت کرنا ہے تو پھر اس نص کے حکم کی علت کو تلاش کیا جائے گا، تا کہ دوسری اشیاء میں اس علت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ حکم ان اشیاء میں بھی ثابت کیا جاسکے، اس لیے کہ قیاس اور مقیس علیہ میں علت مشترکہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

اس بنا پر حدیث عبد اللہ بن عمرؓ پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ اور علت تین ہیں، جگہ کا ناپاک ہونا، عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا، اور کسی جگہ پر نماز پڑھنے سے دوسرے انسان کو ضرر لاحق ہونا، اگر تینوں علل میں سے ایک علت بھی کسی جگہ پر پائی جائے گی تو وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا، راقم الحروف کا خیال ہے کہ آج ہمارے ملک کے جن صوبوں میں عوامی جگہوں پر نماز پڑھنا جرم قرار دیا گیا ہے، اس کی علت یہی ہے کہ اس سے برادران وطن یا مسافروں کا حق مرور متأثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو ان جگہوں میں نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے تا کہ ہماری ایک عبادت سے کسی انسان کو ضرر نہ پہنچے اور خود مصلی کو ضرر شدیدہ میں مبتلا ہونا نہ پڑے، اس لیے علامہ ابن نجیم نے فرمایا ہے: **لا ضرر ولا ضرار** (نہ ضرر پہنچے اور کسی دوسرے کو ضرر پہنچایا جائے، (قواعد الفقہ: ۱۰۶)

بہر حال اب مذکورہ بالا تمہیدی اور اصولی گفتگو کی روشنی میں سوالوں کے جوابات پیش کئے جارہے ہیں۔

سوال نمبر: ۱

عام طور پر ہندوستان میں زمین کی نوعیت تین ہیں، ارض مملوکہ، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر مملکت، ظاہر ہے کہ تینوں زمین کی تعریف اور حکم میں فرق ہے، اس لیے یہاں تینوں کی تعریف اور حکم پیش کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔

ارض غیر (ارض مملوکہ)

یہ وہ زمین ہوتی ہے جس پر مالک کو اسباب ملک میں سے کسی سبب کی وجہ سے ملکیت حاصل ہوتی ہے مثلاً صاحب زمین نے کسی سے عوضاً خریدا ہے، یا اسے میراث میں ملی ہے، یا کسی نے ھبہ کر کے قبضہ دلا دیا ہے، یا عاریۃ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے دیا ہے تو وہ اس سے اپنی تمام تر ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

ارض غیر کا حکم:

صاحب زمین کے علاوہ اس میں کسی طرح کا تصرف اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہوگا، جیسا کہ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ.

اے ایمان والوں آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔

الْمُسْلِمُ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ. (مسند احمد: ۳/۴۹۱)

یعنی مسلمان مسلمان پر اس کا خون اس کی آبرو بھی مال حرام ہے۔

دوسری حدیث میں مروی ہے:

مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. (صحیح البخاری، رقم: ۲۴۵۳)

جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق لے لے، تو اس کے گلے میں سات زمین کا طوق ڈالا جائے گا

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ مملوکہ زمین میں صاحب زمین کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

حكم الارض المملوكة العامرة : هو أنه لا يجوز لاحد أن يتصرف فيها من غير إذن صاحبها (موسوعة الفقه الاسلامی والقضایا المعاصرة: ۵/۴۱۵)

اسی طرح صاحب قواعد الفقہ نے لکھا ہے کہ دوسرے کے مال اور زمین میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

لَا يجوز لأحد أَن يتَصَرَّف فِي ملك الْغَيْر بِغَيْر أُذُنه. (قواعد الفقه: ۱/۱۱۲)

علامہ شامی نے تفصیل کے ساتھ اس کو لکھا ہے:

تكره فی أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة الا إذا كانت بينهما صداقة أو رأی صاحبها لا يكره فلا بأس (شامی: ۱/۳۸۱)

اگر ارض غیر مزروعہ یا کاشت والی ہے تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر مصلی اور صاحب زمین میں دوستی ہے تو اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم

اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنا گناہ ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز ہوگی یا

نہیں،احناف،شوافع،مالکیہ کے یہاں کراہت کے ساتھ نماز ادا ہوجائے گی،(بدائع:۱/۱۱۶)

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مغصوبہ زمین میں کراہت کے ساتھ نماز ہوگی'' الصلاۃ فی أرض مغصوبة جائزة''(فتاوی ہندیہ:۱/۱۰۹)

لیکن آگے مزید لکھتے ہیں کہ اگر نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ہوگی تو واجب الاعادۃ ہوگی،اور اگر کراہت تنزیہی کے ساتھ ہوگی تو نماز کا اعادہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا۔

فإن كانت تلك الكراهة كراهة تحريم لم تجب الإعادة۔ (فتاوی عالمگیری: ۱/۱۰۹)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے:

الصَّلاَةُ فِي الأَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ حَرَامٌ بالاجماع لِأَنَّ اللُّبْثَ فِيهَا يَحْرُمُ فِي غَيْرِ الصَّلاَةِ.....فَقَالَ الْجُمْهُورُ غير الحنابلة الصَّلاَةُ صَحِيحَةٌ. (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۱/۸۱۸)

اسی طرح علامہ شامی نے بھی اس سلسلہ میں تفصیل کیا ہے۔

(۱) اگر زمین مسلم اور کافر کی ہے تو اس میں مسلمان نماز پڑھے، بشرطیکہ وہ مزروعہ نہ ہو،(۲) اگر مزروعہ ہے اور وہ کافر کی ہے اور راستہ پر ہے تو نماز پڑھ لے،اس لیے راستہ میں اس کا بھی حق ہے۔

وَالْأَرْضُ الْمَغْصُوبَةُ، فَإِنْ اُضْطُرَّ بَيْنَ أَرْضِ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ يُصَلِّي فِي أَرْضِ الْمُسْلِمِ إِذَا لَمْ تَكُنْ مَزْرُوعَةً. فَلَوْ مَزْرُوعَةً أَوْ لِكَافِرٍ يُصَلِّي فِي الطَّرِيقِ أَيْ لِأَنَّ لَهُ فِي الطَّرِيقِ حَقًّا۔ (ردالمحتار: ۱/۳۸۱)

حکومت کی زمین

حکومت کے قبضہ میں جو زمین ہوتی ہے،اولاً اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مملوکہ (۲) مباحۃ۔پھر مملوکہ کی دو قسمیں ہیں ایک مزروعہ دوسری غیر مزروعہ۔

بہر حال جو زمین مملوکہ اور آباد ہے تو اس میں حکومت اور صاحب زمین کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

پھر حکومت کے زیر مملکت جو زمین ہوتی ہے،اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) ایک وہ زمین ہوتی ہے جہاں عام لوگوں کی آمد و رفت ممنوع ہوتی ہے،ایسی جگہوں پر حکومت کی اجازت کے بغیر نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری وہ زمین اور جگہیں ہوتی ہیں جو عوام کی سہولت کے لیے بنائی جاتی ہیں، جیسے ریلوے اسٹیشن، ایر

پورٹ، پارلیامنٹ، کورٹ کچہری وغیرہ۔ ان جگہوں پر موجودہ حکومت سے قبل ایک کنارہ پر نماز ادا کرنے میں کسی کو اعتراض نہیں ہوتا تھا بلکہ ممبئی ایر پورٹ کے ایک کمرہ کو جماعت خانہ کی حیثیت حاصل ہے جہاں مسافرین اپنی سہولت کے اعتبار سے نماز ادا کرتے اور آرام وسکون کی سانس لیتے ہیں۔

البتہ ان دنوں ان جگہوں پر بھی نماز پڑھنے میں نہ صرف برادران وطن کو اعتراض ہوتا ہے، بلکہ موجودہ حکومت میڈیا کی زہر افشانی کی وجہ سے ویڈیو بنا کر پولیس تھانے میں اس کے خلاف FIR درج کرا کر گرفتار کرنے کے بعد ہی سانس لیتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ موجودہ حکومت دنیا میں اشترا کی نظام معیشت کے عام ہونے کی وجہ سے مال ودولت کی طرح عوامی زمین چندلوگوں کے قبضہ میں دینے کے لیے کوشاں ہے اور جب چندلوگوں کے ہاتھ میں عوامی جگہیں چلی جائیں گی تو عوام کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔ (مستفاد از اسلام اور جدید معاشی نظام: ۸/ ۳۲)

ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر مملکت زمین میں فرق

(۱) ارض غیر میں اگر صاحب زمین کی اجازت کے بغیر کسی نے نماز ادا کی تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔

(۲) ارض مغصوبہ میں بھی کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، لیکن وہ واجب الا دا ہوگی، اور حنابلہ کے علاوہ جمہور کے یہاں نماز ادا ہو جائے گی، لیکن فریضہ گناہ کے ساتھ ساقط ہوگا:

قال الجمهور غير الحنابلة: الصلاة صحيحة. (موسوعة الفقه الاسلامی: ۸۱۸)

اسی طرح حکومت کے قبضہ میں جو زمین ہے اس میں بھی نماز ادا کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی دار الفکر: ۵/ ۴۱۵)

سوال نمبر: ۲

مذکورہ بالا فقہاء کی توجیہات سے اس سوال کی کئی شقیں ہوتی ہیں، ایک شق یہ ہے کہ اگر پٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہیں کسی مسلمان کی ملکیت ہیں اور انہوں نے ایک کمرہ کو عبادت خانہ کی حیثیت دے دی ہے، جیسا کہ عام طور پر ہوٹلوں میں اس کا اہتمام ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اسی عبادت خانہ میں نماز بلا اجازت ادا کرنا درست ہوگا۔ لیکن اگر اس جگہ پر عبادت کے لیے کوئی جگہ خاص نہیں ہے تو صاحب ریسٹورینٹ کی اجازت کے بغیر نماز کی اجازت نہیں ہوگی چنانچہ علامہ شامی رقم طراز ہیں:

تکرہ في أرض الغیر لو مزروعۃأو مکروبۃالا اذا کانت بینھما صداقۃأو راي صاحبھا لا یکرہ فلابأس۔ (شامی: ۱/۳۸۱)

(۲) اس سوال کی ایک شق یہ ہے کہ اگر پٹرول پمپ اور ریسٹورینٹ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، اور ایسے علاقے میں جہاں آمدورفت زیادہ تر مسلمانوں کی ہے تو جماعت خانہ میں یا ایک خاص کنارہ پر بلا اجازت نماز پڑھنا درست ہوگا، اس لیے کہ یہاں دوسرے برادران وطن کے دل آزاری کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ گرچہ ریسٹورینٹ اور پیٹرول پمپ کے مالک مسلمان ہیں لیکن حکومت نے سدفتنہ کے طور پر عوامی جگہ پر نماز پڑھنا حرام قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں مالک کی اجازت کے بغیر وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر: ۳

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے کے مال کو ناجائز طریقہ استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ. (سورہ نساء: ۲۹)

اے ایمان والوں! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی احادیث میں مال کو محترم اور قابل قدر قرار دیا ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے:

الْمُسْلِمُ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ. (۴۹۱/۳)

یعنی ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو محترم ہے۔

الغرض آیت اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات عیاں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے دوسرے کا مال استعمال کرنا درست نہیں ہے تو کسی مسلمان کی خالی زمین چاہے پلاٹ ہو یا کاشت والی ہو، اس میں نماز پڑھنا بغیر صاحب زمین کی اجازت کے کیسے درست ہوگا، ہاں اگر صاحب زمین دوست ہیں تو بلا اجازت اس کی زمین میں نماز ادا کرنا درست ہوگا۔

علامہ شامی کے اس قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے وہ رقم طراز ہیں:

وتکرہ فی أرض الغیر لو مزروعۃاو مکروبۃالا إذا کانت بینھما صداقۃأو رأئ صاحبھا لا یکرہ۔ (شامی: ۱/۳۸۱)

سوال نمبر: ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے ان میں ایک جگہ ''قارعۃ الطریق'' سڑک کے بیچ ہے، منع کی علت ضررغیر ہے، یہ ''لا ضرر و لا ضرار'' کے تحت ناجائز ہے۔ اگر چہ یہ علت سڑک کے کنارے نماز پڑھنے پر نہیں پائی جاتی ہے، اور اصول یہی ہے جو حکم کسی علت پر مبنی ہوتا ہے، پھر وہ علت ختم ہو جاتی ہے تو وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے مثلاً عہد رسول میں مسجد تنگ اور صحابہ کے کسان ہونے کی وجہ سے پہلے جمعہ کے لیے غسل جمعہ واجب تھا، پھر جب مسجد کشادہ ہوگئی، صحابہ کے حالات اچھے ہو گئے تو وجوب غسل کا حکم ساقط ہو گیا اور اب اس کی حیثیت سنت واستحباب کی ہوگئی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''من اغتسل فبها و نعمت و من لا فلا حرج'' (طحاوی شریف)

(جس نے غسل کیا اس نے اچھا کیا، اور جس نے غسل نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں)

اسی طرح یہاں اگر کوئی مسلمان سڑک کے کنارے نماز ادا کرتا ہے تو بلا کراہت درست ہونی چاہیے، لیکن تین وجوہ سے راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی مکروہ کا حکم باقی رہے گا:

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ سڑک کا جو بھی حصہ ہوتا ہے وہاں سے انسان کے علاوہ جانور بھی گذرتا ہے، وہاں نماز پڑھنے سے جانوروں کو ضرر ہوگا، دوسری طرف جانوروں کے گذرنے کی وجہ سے اس جگہ کا پاک ہونا مشکوک ہوگا، حالاں کہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط صحت صلوٰۃ ہے، جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے:

الصلاة في قارعة الطريق، أي أعلاه أو أوسطه: مكروهة عند الحنفية والشافعية لأن الطريق ممر الناس، فلا يؤمن من المرور، ولا من النجاسة، إذ لا تخلو من الأرواث والأبوال. (الفقه الاسلامی وادلته: ۸۱۲/۱)

احناف اور شوافع کے نزدیک عام راستہ پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے، کہ راستہ لوگوں کی گذرگاہ ہے، جو گذرنے والوں سے اور نجاست سے محفوظ نہیں ہوتا، چوں کہ وہ جگہ نجاست اور پیشاب سے خالی نہیں ہوتی۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ سڑک کا ایک جزء ہے، گرچہ جانور اور پیدل گاڑی چلنے کی جگہ خاص ہے، اس کے باوجود مصلی کے دل میں انسان اور جانور کے گذرنے یا آنے کا اندیشہ باقی رہے گا، سڑک کی وجہ سے نماز کی روح خشوع باقی نہیں رہے گا، اس وجہ سے سڑک کے کنارے پر نماز ادا کرنے سے نماز ہو جائے گی لیکن کراھت اس صورت میں بھی باقی رہے گی، جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے:

فينقطع الخشوع بممر الناس، فإن صلى فيه، صحت الصلاة؛ لأن المنع لترك الخشوع، أو لمنع الناس من الطريق، وذلك لا يوجب بطلان الصلاة. (الفقه الاسلامی وادلته: ۱۱۲/۱)

عوامی راستہ پر نماز کی ممانعت امر تعبدی ہے

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ راستہ پر نماز پڑھنے کی کراھیت کا حکم امر تعبدی ہے، وہ کسی علت پر مبنی نہیں ہے کہ علت کے ختم ہونے کے بعد کراہت کے ختم کا حکم ہوگا، جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے:

وقالو: المنع من هذه المواضع تعبدی لا لعلة معقولة بوهم النجاسة ونحوه ودليلهم العمل بنص رواية ابن عمر. (موسوعة الفقه الاسلامی والقضايا المعاصرة: ۸۱۳/۱)

اور لوگوں نے کہا کہ ان جگہوں میں نماز کی ممانعت امر تعبدی ہے، کسی علت (جیسے نجاست) پر موقوف نہیں ہے اوران حضرات کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث ہے: نهى رسول الله أن يصلى في سبعة مواضع.... (ترمذی شریف)

اوراس بات کی تائید صاحب قواعد الفقہ کے اس قاعدہ سے بھی ہوتی ہے:

النَّص يحْتَاجَ إِلَى التَّعْلِيل بِحكم غَيره لَا بِحكم نَفسه. (قواعد الفقه: ۱۳۳/۱)

یعنی نص اپنے ماسوا میں ثبوت حکم کے لیے تعلیل کی محتاج ہوتی ہے نہ کہ نص کے حکم کو ثابت کرنے کے لیے۔

الغرض اس توجیہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ راستہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت نص سے ثابت ہے، اس کا حکم کسی علت پر موقوف نہیں، لہٰذا علت منع کے ازالہ کے بعد بھی امر تعبدی اور منصوص فیہ کی وجہ سے سڑک کے ایک کنارہ پر نماز پڑھنے میں فقہاء کا حکم (کراھیت) باقی رہے گا۔

حق مرور کا حکم

سڑک اور راستہ سے ہر شخص کا حق مرور وابستہ ہے، لہٰذا اگر راستہ عام ہے تو اس سے ہر ایک کو انتفاع کا حق حاصل ہے لہٰذا اسے کسی خاص منفعت کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہوگا، جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے:

فإذا كان الطريق عاما فلكل انسان حق الانتفاع به لانه من المباحات سواء بالمرور أو بفتح نافذة... ولا يتقيد الا بشرطين الاول السلامة، وعدم الاضرار بالآخرين اذ لا ضرو لا ضرار، والثانی الاذن فيه من الحاكم. (موسوعة الفقه الاسلامی، ۴۷۶/۵)

چوں کہ حق مرور وہ حق ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے ملک یا گھر، یا اپنی زمین میں پہنچتا ہے۔ چاہے وہ عام راستہ ہو یا خاص... لہٰذا اگر عام راستہ ہے تو اس سے ہر انسان کو حق انتفاع حاصل ہے، اس لیے کہ وہ مباحات کے قبیل سے ہے۔ البتہ دو شرطوں کی صورت میں اس راستہ کو مقید کرنا (اپنی منفعت نماز) درست ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ

دوسرے کوضرر لاحق نہ ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے اس راستہ سے انتفاع کی اجازت ہو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ، ٹرین، جہاز یہ سب طریق عام کے قبیل سے ہیں، ان جگہوں پر ہر ایک کو انتفاع کا حق حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ظاہر ہے جب کوئی مسلمان ان جگہوں میں ایک حصہ پر نماز شروع کرے گا تو دوسرے مسافر کو گذرنے میں ضرر پہنچے گا، جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”لا ضرر ولا ضرار“ (نہ ضرر پہنچنا اور نہ ضرر پہنچانا ہے) کے خلاف ہے۔ اس لیے مذکورہ مقامات پر دو شرطوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

(۱) ایک شرط یہ ہے کہ ان جگہوں پر یا ٹرین میں خالی جگہ پر نماز پڑھنے میں کسی مسافر کو ضرر نہ پہنچے اور نہ اس کا حق مرور تلف ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ حکومت ملک کی طرف سے ان جگہوں پر مطلقاً اور کچھ شرطوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا اذن عام ہو۔

مفسدہ کو مصلحت پر ترجیح

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں جہاں نماز پڑھنا منفعت کے قبیل سے ہے تو وہیں نماز پڑھنے میں ضرر غیر کا مستلزم ہے اور مفسدہ کے قبیل سے ہے، بلکہ مفسدہ کا پہلو منفعت کے مقابلہ میں اشد ہے۔ اور ایسی صورت میں مفسدہ کو منفعت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام عزالدین بن عبدالسلام کے حوالے سے ڈاکٹر علی احمد ندوی نے لکھا ہے:

فإن كانت المفسدة اعظم من المصلحة درأنا المفسدة ولا نبالى بفوات المصلحة (القواعد الفقهية: ۱/۳۱۴)

(اگر مفسدہ مصلحت سے اشد ہو تو ہم مفسدہ کو دور کرنے میں مصلحت کے فوت ہونے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔)

اس قاعدہ کے تحت موجودہ وقت میں پیٹرول پمپ اور ریلوے اسٹیشن اور ایر پورٹ پر نماز پڑھنے میں کئی اعتبار سے ضرر اور مفسدہ سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۱) مقدمہ ہونے کی صورت میں ہفتوں تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑے گا۔

(۲) جیل خانہ میں بھی نماز پڑھنے پر ممانعت ہونے پر عبادت سے محروم ہونا پڑے گا۔

(۳) اہل خانہ سے اتنی مدت تک دور رہنا پڑے گا۔

(۴) جیل میں جانے کے بعد ضمانت کے لیے مال اور وقت کا ضیاع الگ ہوگا۔

یہ وہ مفسدہ ہیں جو مصلحت کے مقابلہ میں اشد ہیں، اس لیے راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ جس طرح سفر میں جمع بین الصلوٰۃ اور بارش کے موقع پر گھر ہی میں نماز پڑھنے اور جنگ میں قضاء کی اجازت ہے، اسی طرح موجودہ وقت میں نماز مؤخر اور قضاء کرنے کی اجازت ہوگی لہٰذا مذکورہ جگہوں پر نماز نہ پڑھے، بلکہ اپنی منزل پر پہنچ کر ادا کرے، اگر ادا کا وقت ہو تو فبہا ورنہ قضاء کرلے۔

سوال نمبر: ۷

کوئی زمین کسی مسلمان کی ہے، یا غیر مسلم کی، اگر وہ خالی ہے، صاحب زمین اور نماز پڑھنے والوں کے مابین دوستی ہے اچھے تعلقات ہیں، اکثر اس کی زمین یا مکان کے حصہ پر نماز پڑھنے میں کبھی اس کی طرف سے اعتراض نہیں ہوا، تو یہ نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی علامت ہوگی۔ مثلاً مسلمان تجار برادران وطن کے گھر جاتے ہیں تو اس کے گھر کے ایک حصہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس پر عامۃً کوئی شکایت صاحب مکان کی طرف سے نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ معنی مترشح ہوتا ہے۔

تکرہ فی أرض الغیر لو مزرعۃ أو مکروبۃ الا اذا کانت بینھما صداقۃ أو رای صاحبھا لا یکرہ فلاباس۔ (شامی: ۱/۳۸۱)

یہاں اس عبارت کے دوسرے جزء میں فرمایا ’’الا اذا کانت بینھما صداقۃ‘‘ کہ اگر مصلی اور صاحب زمین کے مابین دوستانہ تعلق ہے تو اس کی زمین میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ یہ دوستانہ تعلق اس کی زمین میں نماز پڑھنے کی اجازت پر دلالت کرے گا، اگرچہ زبان سے اجازت نہ دی ہو، جیسا کہ صاحب تاتارخانیہ نے وضاحت کی ہے:

ولو صلی فی بیت رجل فی مصلاہ بغیر إذنہ یجوز لوجودہ الاذن دلالۃ۔ (فتاوی تاتار خانیہ: ۲/۱۴۲)

اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے گھر میں اس کے مصلی پر اس کی اجازت کے بغیر نماز ادا کی تو درست ہے دلالۃ اجازت کی وجہ سے۔

الغرض کسی کے گھر میں اور اس کے مصلی پر نماز پڑھنا اور صاحب مصلی کا خاموش رہنا یہ اذن کی علامت ہوگی۔

اسی طرح حکومت کے زیر مملکت والی زمین مباحات کے قبیل سے ہے اور اس سے ہر انسان کو حق انتفاع حاصل ہوتا ہے، اور اگر حکومت کی طرف سے اس عام جگہ کے ایک کنارے پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا اعلان نہیں ہے

اور عامۃً مسلمان اس جگہ پر نماز ادا کرتے ہیں تو یہ اجازت کی علامت ہوگی۔

فإذا كان الطريق عاماً، فلكل انسان حق الانتفاع به لأنه من المباحات۔ (موسوعة الفقه الاسلامی والقضايا المعاصرة: ۴۷۶/۵)

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں سوالات کا خلاصہ درج ذیل ہیں:

(۱)(الف) مغصوبہ زمین میں امام احمد بن حنبلؒ کے علاوہ جمہور کے یہاں نماز ادا ہوجائے گی، البتہ مصلی گنہگار ہوگا۔

(ب) ارض غیر میں اگر صاحب زمین کی اجازت سے ادا کی ہے تو نماز بلا کراہت ادا ہوگی ورنہ کراہت کے ساتھ۔

(ج) حکومت کے قبضہ میں جو زمین ہے اگر اس میں اذن عام نہیں ہے تو مصلحت عامہ کی وجہ سے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

(۲)(الف) اگر پیٹرول پمپ، ریسٹورینٹ وغیرہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہے اس کا ایک حصہ عبادت کے لیے خاص ہے تو وہاں پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز ادا کرنا درست ہوگا۔

(ب) اگر وہ جگہیں مسلمان کی ہیں، لیکن عبادت کے لیے کوئی جگہ خاص نہیں ہے جب کہ وہاں برادران وطن کی آمد و رفت بھی ہوتی ہے اور حکومت کی طرف سے ممانعت بھی ہے، تو اس کے ایک خاص حصہ پر مالک کی اجازت کے بغیر نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا۔

(۳) زمین اگر دوسرے کی ہے چاہے وہ خالی ہو یا مزروعہ ہو نماز وہاں پر ادا کرنے کے لیے مالک کی اجازت ضروری ہوگی، ہاں اگر صاحب زمین کی طرف سے دلالۃً اجازت پہلے سے ہے، تو صراحۃً اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی، مثلاً دونوں میں دوستی ہو۔

(۴)(الف) عوامی راستے پر انسان کے علاوہ جانوروں کا حق مرور ہوتا ہے، اس کا حق متاثر ہونے اور راستہ کے ناپاک ہونے کے اندیشہ سے اس کے ایک کنارہ پر نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

(ب) راستہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت امر تعبدی ہے، اس لیے عوامی راستے پر نماز ادا کرنا مکروہ ہوگا، اور ہر حال میں کراہیت باقی رہے گی۔

(۵) جواب ۴؍کی طرح عوامی جگہوں پرحق مرور متأثر ہونے اورحکومت کی طرف سے اذن عام نہ ہونے کی وجہ سے اورسدفتنہ کی وجہ سے نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

(٦) اگر دوسرے مسافروں کا حق مرور متأثر نہ ہو، اورحکومت کی طرف سے ممانعت نہ ہوتو خالی جگہوں پر نماز ادا کرنا درست ہوگا، لیکن موجودہ ہندوستان کی حالت میں نماز نہ ادا کرنا اولیٰ ہوگا، بلکہ ضروری ہے کہ اپنے منزل پر جا کرادا کرے۔

(۷) ارض غیر میں جماعت خانہ ہے، یا اس کی طرف سے دلالۃً اجازت ہے یعنی مصلی اور صاحب زمین میں دوستی ہے تو یہ اجازت کی علامت ہوگی۔

اسی طرح حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر مسجد یا جماعت بنا ہوا ہے، یا حکومت کی طرف سے کسی کے لیے ممانعت نہ ہوتو یہ اجازت کے لیے کافی سمجھا جائے گا۔

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا عبید اللہ ندوی
(استاد حدیث وادب دار العلوم ماٹلی والا، گجرات)

تمہید:

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کی ادائیگی اور صحت کے لئے احادیث وکتب فقہیہ میں بہت سی شرائط اور حدود وقیود بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے ایک جگہ کا پاک ہونا ہے، دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات وامتیازات میں سے ہے کہ پوری روئے زمین کو اس امت کے لئے پاک اور سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا: جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا۔ (بخاری رقم: ۴۳۸، مسلم رقم: ۵۲۱) ترجمہ: میرے لئے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک بنایا گیا ہے،، (یعنی نماز کے لئے مسجد شرط نہیں ہے بلکہ نماز کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم بھی کر سکتے ہیں)

معلوم ہوا کہ دنیا کے کسی بھی مقام اور جگہ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، صحت یا ادائیگی نماز کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن اسی کے ساتھ بعض دوسری حدیث میں ''سبعہ مواطن'' کا بھی ذکر ہے جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم: نهى أن يصلى في سبعة مواطن : المزبلة، والمجزرة، والمقبرة، وقارعة الطريق، والحمام، وفي مواطن الإبل، وفوق ظهر بيت الله۔ (ترمذی رقم: ۳۴۶، ابن ماجہ رقم: ۷۴۶)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: کوڑا دان (وہ جگہ جہاں کوڑا، کچرا پھینکا جاتا ہے) میں، مذبح (جہاں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے) مقبرہ میں، بیچ راستہ پر، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور کعبۃ اللہ کی چھت پر۔

اشتراک علت کی بناء پر کتب فقہ میں ان کے علاوہ اور بھی جگہوں (مثلاً ارض غیر اور ارض مغصوبہ، کلیسا اور بیعہ) کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں نماز پڑھنا ممنوع ہے، ایک طرف یہ احادیث صریحہ اور فقہاء کی تصریحات ہیں، دوسری

طرف آج کے بدلے ہوئے حالات ہیں جن میں ہمارے سامنے عوامی مقامات (Public places) پر نماز پڑھنے کا مسئلہ انتہائی حسّاسیت، اور سنگینی اختیار کر گیا ہے، اسی لئے ''مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء'' نے اس کو موضوع بحث بنایا ہے، تا کہ امت کو رہنمائی مل سکے کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہئے؟ نیز کیا ان حالات میں نماز مؤخر کی جا سکتی ہے؟ اگر ہاں تو کس حد تک اس کی گنجائش ہے، اس مقالہ میں ہم انشاء اللہ نماز کے تعلق سے اس کے مختلف پہلوؤں پر مختلف نوعیتوں (مثلاً کسی کی ذاتی و شخصی ملکیت والی زمین، وہ زمین جو کسی کی ذاتی تو ہو لیکن وہاں لوگوں کی آمد و رفت عام اور مروج ہو، حکومت کی زیر ملکیت وہ زمین جہاں عام لوگوں کو آنا جانا منع ہو، اور وہ زمینیں جو عوامی ہوں، پبلک کی سہولت کے لئے بنائی گئی ہوں، نیز ارض غیر اور ارض مغصوبہ، اور حکومت کی ماتحتی میں چلنے والی بڑی سواریوں وغیرہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا) سے بحث کریں گے، شاید اس سے امت کو کچھ رہنمائی مل سکے۔ واللہ الموفق

نماز کے لئے ''ارض غیر'' ''ارض مغصوبہ''، اور حکومت کی زیر ملکیت زمین کا حکم

نماز کے لئے زمین کی بابت ''ارض غیر''، اور ''ارض مغصوبہ''، اور حکومت کی زیر ملکیت زمینوں کے حکم میں فرق ہے، سب کا حکم یکساں نہیں ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ارض مغصوبہ: الف: ''ارض مغصوبہ'' میں نماز پڑھنا ائمہ ثلاثہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے، چاہے غاصب سے اس کی اجازت لی یا نہ لی ہو، اس لئے کہ یہ زمین ہی غصب شدہ ہے، (یہ خیال رہے کہ نفس نماز درست ہو جائے گی اگر جگہ پاک ہو، باطل نہیں ہوگی، ممانعت کی وجہ دوسری ہے اور وہ ہے حق مالک، اور اس سے صحت نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا)

دلائل:

۱۔ائمہ ثلاثہؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا (بخاری رقم: ۴۳۸، مسلم رقم: ۵۲۱)

ترجمہ: میرے لئے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک بنایا گیا ہے، (یعنی نماز کے لئے مسجد شرط نہیں ہے بلکہ نماز کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں)

۲۔ممانعت نماز پڑھنے کی نہیں بلکہ غصب کرنے کی ہے، اور یہ امر خارجی ہے اس کا نماز کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ وہ گنہگار ہوگا۔

ب: حنابلہ، ظاہریہ اور زیدیہ کے نزدیک حرام ہے، نماز باطل ہو جائے گی اور غیر مغصوبہ زمین میں نماز کا اعادہ

واجب ہوگا، یہی حنابلہ کا مشہور مسلک ہے، چنانچہ ''منار السبیل،، میں ہے:
ولا تصح الصلاة في الأرض المغصوبة لحرمة لُبثه فيها۔ (منار السبیل ۱/۷۷)
اور ارض مغصوبہ میں نماز صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ٹھہرنا حرام ہے،،۔
دلائل: امام احمدؒ اور معتزلہ وغیرہ نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:
۱۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:
أيها الناس إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا، إلى أن تلقوا ربكم،، (بخاری رقم: ۶۷، مسلم رقم: ۱۶۷۹)
ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت ہے تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو،، اجماع نقل کیا ہے (امام نوویؒ کی عبارت نیچے آرہی ہے، ملاحظہ کرلیا جائے)۔
۳۔مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنا، مال غیر کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار، شوکانی کی، ۲/ ۱۶۲)
۴۔علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:
ولنا أن الصلاة عبادة أتي بها على الوجه المنهي عنه، فلم تصح، كصلاة الحائض وصومها، وذلک لأ ن النهي يقتضي تحريم الفعل واجتنابه، والتأثيم بفعله، فكيف يكون مطيعا بما هو عاصيه، ممتثلا بما هو محرم عليه، متقربا بما يبعد به؟فإن حركاته من القيام والركوع والسجود أفعال اختيارية، هو عاص بها، منهي عنها۔ (المغنی لابن قدامہ، کتاب الصلاۃ، فصلان: الصلاۃ فی الموضع المغصوب)
ترجمہ: اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز عبادت ہے جس کو ممنوع طریقہ سے ادا کیا گیا، اس لئے صحیح نہیں ہوئی، جیسے کہ حائضہ عورت کی نماز اور روزہ صحیح نہیں ہوتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت اس فعل کی حرمت اور اس سے اجتناب کا تقاضہ کرتی ہے، بلکہ اس کے کرنے پر گناہ کا ترتب ہوتا ہے، سو ایک آدمی گناہ کا کام کرکے فرمانبردار کیسے ہوسکتا ہے، نیز جو چیز اس پر حرام ہے اس کو کرکے حکم کی بجاآوری کرنے والا کیسے ہوسکتا ہے؟ جو چیز اسے اللہ سے دور کرنے والی ہے اسے کرکے وہ قریب کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ قیام، رکوع، اور سجود وغیرہ حرکاتِ نماز افعالِ اختیاری ہیں، اور وہ انہیں کرکے نافرمانی کررہا ہے، جب کہ اسے ان سے روکا گیا ہے۔
گرچہ امام احمدؒ کی ایک تیسری روایت بھی ہے وہ یہ کہ اس مسئلہ میں تفریق کی جائے گی کہ وہ غصب کی حرمت کو

جانتا ہے یا نہیں؟ اگر جانتا ہے، تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اور اگر نہیں جانتا ہے تو صحیح ہو جائے گی، علامہ ابن تیمیہؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

فمن فرّق بين من يعلم ومن لا يعلم فقد أصاب، ومن لا، أخطأ۔ (حاشیہ مفتاح الاصول، تلمسانی مالکی ص: ۴۶۲)

ترجمہ: جس نے جاننے والے اور نہ جاننے والے میں فرق کیا اس نے درست کیا، اور جس نے فرق نہیں کیا اس سے چوک ہوئی،،۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

قال الجمهور غير الحنابلة الصلاة صحيحة، لأن النهي لا يعود إلى الصلاة، فلم يمنع صحتها، كما لو صلى وهو يرى غريقا يمكنه إنقاذه فلم ينقذه، أو حريقا يقدر على إطفائه فلم يطفئه، أو مطل غريمه الذي يمكن إيفاءه، وصلى يسقط بها الفرض مع الإثم، ويحصل بها الثواب فيكون مثابا على فعله، عاصيا بمقامه، وإثمه إذن للمكث في مكان مغصوب... وتصح صلاة من طولب برد وديعة أو رد غصب قبل دفعها إلى صاحبها، ولو بلا عذر، لأن التحريم لا يختص بالصلاة،، (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۸۱۸، ۹۱ نیز دیکھئے، البحر الرائق ۱/ ۲۸۳، حاشیۃ الدسوقی/ ۱۸۸، المجموع ۳/ ۱۶۴، البیان للعمرانی ۲/ ۱۱۳، المغنی: ۴۲۰)

ترجمہ: حنابلہ کے علاوہ جمہور فرماتے ہیں کہ نماز درست ہو جائے گی، اس لئے کہ ممانعت کا تعلق نماز سے نہیں ہے، لہٰذا اس کے درست ہونے میں مانع نہیں ہوگا، بالکل ایسے ہی جیسے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور (دوران نماز) کسی کو ڈوبتا ہوا دیکھے اور اسے بچانے پر قادر ہو لیکن نہ بچائے، یا آگ لگ گئی اور وہ بجھانے پر قادر تھا لیکن نہیں بجھایا، یا اس کے قرض خواہ نے ٹال مٹول کیا حالانکہ وہ ادائیگی پر قادر تھا، (تو اگر ان تمام صورتوں میں) اس نے نماز پڑھ لی تو گناہ کے ساتھ فرض ساقط ہو جائے گا، اور اس کو ثواب مل جائے گا، البتہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اور اس کو گناہ مغصوب جگہ میں ٹھہرنے کی وجہ سے ہوگا، اور جس شخص سے ودیعت یا غصب (کا مال) لوٹانے کا مطالبہ گیا تھا، (لیکن اس نے نہیں لوٹایا) تو جو نماز اس نے لوٹانے سے پہلے پڑھی ہے صحیح ہو جائے گی، چاہے بغیر عذر کے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تحریم نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

الصلاة في الأرض المغصوبة حرام بالإجماع، وصحيحة عندنا وعند الجمهور من الفقهاء وأصحاب الأصول، وقال أحمد بن حنبل علیہ الرحمۃ والجبائي وغيره من المعتزلة: باطلة۔ (المجموع ۳/ ۱۶۴)

ترجمہ: ارض مغصوبہ میں نماز بالا جماع حرام ہے، اور ہمارے اور جمہور فقہاء اور اصحاب اصول کے نزدیک صحیح ہے (صحیح سے مراد مکروہ ہے کیونکہ کراہت بھی جواز کا ہی ایک شعبہ ہے) اور امام احمد بن حنبلؒ اور جبائی معتزلی وغیرہ کے نزدیک نماز باطل ہوجائے گی،،۔

ارض غیر: یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ ''ارض غیر،، غصب ہی کی ایک شکل ہے، اور ''ارض غیر'' میں مالک کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہے، اور اگر مالک سے اجازت لے لی ہو، یا بغیر اجازت اس کی رضامندی ہو، یا ان دونوں کے درمیان دوستی اور تعلقات ہوں، کہ نماز پڑھنے سے وہ برانہیں مانے گا، تو پھر ''ارض غیر،، میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی نماز بلا کرہت جائز ہوگی، البتہ اگر مالک کی اجازت یا رضامندی نہیں ہے تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

(أرض مغصوبة أو للغير) لا حاجة إلى قوله (للغير) إذ الغصب يستلزمه، ...وعبارة الحاوي القدسي: والأرض المغصوبة فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلي في أرض مسلم، إذا لم تكن مزروعة، فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق، أي لأن له في الطريق حقا، كما في مختارات النوازل، وفيها تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة، إلا إذا كانت بينهما صداقة، أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس، ...والمعتبر فيه العرف، يعني عرف الناس بالرضا وعدمه. (ردالمحتار ۲/ ۴۴، ۴۵)

ترجمہ: ''ارض مغصوبہ،، یا ''ارض غیر،، (مصنفؒ کو) ''ارض غیر،، کہنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے غصب اس کو مستلزم ہے، اور ''حاوی قدسی،، کی عبارت ہے: اور ''ارض مغصوبہ،، پس اگر کوئی شخص مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان (نماز پڑھنے پر) مجبور ہوجائے تو مسلمان کی زمین میں نماز پڑھے گا بشرطیکہ اس میں کھیتی نہ کی ہوئی ہو، لیکن اگر اس میں کاشت کی گئی ہو یا وہ کافر کی ہو تو (اس میں) نماز نہیں پڑھے گا بلکہ راستہ (کے کنارہ) میں پڑھ لے گا، مختارات النوازل میں اسی طرح ہے، نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ ''ارض غیر،، میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر اس میں کاشت کی گئی ہو یا جوتائی (ہل چلا کر زمین کو ہموار کردیا گیا ہو) گئی ہو، اِلا یہ کہ دونوں میں دوستی ہو، یا وہ سمجھتا ہو کہ اس کا مالک برانہیں مانے گا تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں عرف کا اعتبار ہوگا، یعنی رضامندی اور عدم رضامندی میں عرف معتبر ہوگا،۔

چنانچہ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اجازت کی دو قسمیں ہیں: ایک اجازت صریحہ، دوسرے اجازت مفہوم، جو عرف اور عادت سے سمجھا جاتا ہے، لہٰذا عرف کے ذریعہ اگر رضامندی معلوم ہوجائے تو اس کی اجازت حاصل ہوگئی، گرچہ وہ زبان سے بول کر اجازت نہ دے، (دیکھئے: شرح مسلم نووی، کتاب الزکوۃ، باب

اجر الخازن والامین، والمرأۃ إذا تصدقت من بیت زوجھا، رقم الحدیث: ۱۷۷۳، نیز شرح نسائی للسیوطی، کتاب الزکوۃ، باب عطیۃ المرأۃ بغیر إذن زوجھا) اور علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: اذن عرفی اذن حقیقی کے قائم مقام ہے،،۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

وتکرہ في أرض الغیر بلا رضاہ،، (مراقی الفلاح، فصل فی المکروہات، ص: ۱۳۰)

ترجمہ: اور''ارض غیر،، میں نماز بغیر اس کی اجازت کے مکروہ ہے،،۔

حکومت کی زیر ملکیت اراضی:

حکومت کی زیر ملکیت زمین دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ سرکاری زمینیں جن میں عوام کا اجتماعی حق ہوتا ہے، جیسے کہ غیر آباد سرکاری زمین، عوامی مقامات (Public places) پبلک پارک وغیرہ تو ان میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، یہ الگ بات ہے کہ خوف فتنہ کی وجہ سے احتیاطا نہ پڑھی جائے تو بہتر ہے۔

دوسری وہ زمینیں، جو حکومت کے لئے مخصوص ہوتی ہیں، ان میں عوام کا اجتماعی حق نہیں ہوتا ہے، جیسے کہ سرکاری دفاتر، کانفرنس ہال اور میٹینگ ہال وغیرہ تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

الصلاۃ في أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یُعاقب بظلمہ، فما کان بینہ وبین اللہ یُثاب، وما کان بینہ وبین العباد یُعاقب، کذا في مختار الفتاوی، الصلاۃ في جمیع ذلک جائز لاستجماع شرائطھا وأرکانھا، وتُعاد علی وجہ غیر مکروہ، وھو الحکم في کل صلاۃ أُدِّیت مع الکراھۃ کذا في الھدایۃ، فإن کانت تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم تجب الإعادۃ، أو تنزیہ تستحب، فإن الکراھۃ التحریمیۃ في رتبۃ الواجب کذا في فتح القدیر،، (فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۰۹)

ترجمہ:''ارض مغصوبہ،، میں نماز جائز ہے البتہ اس کے ظلم کرنے کی وجہ سے اسے سزا دی جائے گی، پس جو ظلم اس کے اور اللہ کے درمیان ہو اس پر ثواب ملے گا، اور جو اس کے اور بندوں کے درمیان ہو اس پر سزا دی جائے گی، ''مختار الفتاوی،، میں اسی طرح ہے، لیکن نماز ان تمام صورتوں میں ہوجائے گی، کیونکہ شرائط وارکان پائے جارہے ہیں، اور غیر مکروہ طور پر دہرائی جائے گی، اور یہی حکم ہر اس نماز کا ہوگا جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو''ہدایہ،، میں اسی طرح ہے، پس اگر کراہت تحریمی ہو تو اعادہ واجب ہوگا اور اگر کراہت تنزیہی ہو تو اعادہ مستحب ہوگا، اس لئے کہ کراہت تحریمی واجب کے درجہ میں ہے،''فتح القدیر،، میں اسی طرح ہے۔

آج کل ہمارے ملک میں جو تعصب کی ہوا پھیلی ہوئی ہے، ہر جگہ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، مذہبی کاموں سے روکنے کے نئے نئے حیلے بہانے تلاش کئے جارہے ہیں، جس کی وجہ سے بسا اوقات عزت وآبرو کو

خطرہ لاحق ہوتا ہے اور کبھی تو جان و مال کو نقصان پہونچ جاتا ہے، لہٰذا اس کے پیش نظر عوامی مقامات (Public places) میں نماز پڑھنے سے احتیاط برتنا چاہئے، کیونکہ جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے، اور جب جان و مال کو خطرہ ہو یا عزت وآبرو داؤ پر لگنے کا اندیشہ ہو تو شریعت نے بھی احکامات میں نرمی سے کام لیا ہے، چنانچہ ''قواعد المقاصد'' میں امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

إذا كانت المشقة خارجة عن المعتاد، بحيث يحصل بها للمكلف فساد ديني أو دنيوي فمقصود الشارع فيها الرفع على الجملة،، (قواعد المقاصد عند الامام الشاطبی ۱/ ۳۱۸)

ترجمہ: جب مشقت معتاد سے خارج ہو، (یعنی عادۃً جتنی برداشت کی جاسکتی ہے اس سے زائد ہو جائے، یا یوں کہئے کہ برداشت سے باہر ہو جائے) بایں طور کہ اس کی وجہ سے مکلف کو کوئی دینی یا دنیاوی فساد و نقصان پہونچتا ہو، تو شارع کا مقصود بالکلیہ اس (مشقت) کو ختم کرنا ہے۔

لہٰذا ایسے ماحول میں ان مقامات پر نماز پڑھنے میں احتیاط برتنا ہی زیادہ بہتر ہے، نماز مؤخر کی جاسکتی ہے اس کی گنجائش ہوگی کہ بعد میں پڑھ لے۔

کسی کی شخصی اور ذاتی ملکیت جیسے پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ وغیر میں نماز کا حکم:

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی عمومی جگہوں میں اگر نماز پڑھنی ہے تو پہلے یہ تحقیق کر لینا چاہئے کہ وہاں کوئی عبادت خانہ یا ایسی جگہ ہے جہاں نماز پڑھنے سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی ہے، اگر ہے تو وہاں نماز بلا کراہت جائز ہوگی، کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ پوچھ لینا بہتر ہے، اور اگر وہاں اسطرح کی کوئی جگہ نہیں ہے تو وہاں کے ذمہ داروں -مینیجر یا مالک وغیرہ- سے اجازت لینا ضروری ہے، بغیر اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، تاہم اگر کسی نے پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، اجازت ملنے کی صورت میں بھی نماز ایسی جگہ پڑھے جہاں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

اور اگر پٹرول پمپ یا ریسٹورنٹ کا مالک اہل تعلق اور جان پہچان والا ہے، اور وہ نماز پڑھنے کو برا نہیں مانے گا تو بلا اجازت بھی پڑھنا درست ہوگا، لیکن خیال رہے یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ کا مالک مسلمان ہو، اگر وہ کافر ہو تو اس کی اجازت لینا بہر صورت ضروری ہوگا، اجازت کے بعد نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوگا تاہم نماز ہو جائے گی، لیکن اگر اجازت کے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز مکروہ تحریمی اور ناجائز ہوگی تاہم کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی، واجب الاعادہ نہیں ہوگی، چنانچہ ''فتاوی تاتارخانیہ،، میں ہے:

وفي الملتقط: ولو صلى في بيت رجل في مصلاه بغير إذنه يجوز لوجود الإذن دلالة،، (فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۲۱۴)

ترجمہ: اور ''ملتقط،، میں ہے: اگر کسی آدمی کے گھر میں اس کی جائے نماز میں بغیر اس کی اجازت کے نماز

پڑھ لی تو دلالۃ اجازت پائے جانے کیوجہ سے نماز جائز ہوجائے گی،،۔

مراقی الفلاح میں ہے:

ولا بأس بالصلاة...... وتكره في أرض الغير بلا رضاه، بأن كانت لذمي مطلقا، لأنه يأبى، أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة، ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة، أو كان صاحبها سيئ الخلق، ولو كان في بيت إنسان فالأحسن أن يستأذنه، وإلا فلا بأس كذا في الفتح،، (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ۱/ ۳۵۸، فصل فی المکروہات)

ترجمہ: اور نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے...........اور ''ارض غیر،، میں نماز بغیر اس کی اجازت کے مطلقا مکروہ ہے، مثلاوہ زمین کسی ذمی کی ہو، اس لئے کہ وہ منع کرے گا، یا کسی مسلمان کی ہولیکن اس میں کاشت کی گئی ہو یا جُتی ہو (اسے ہل چلاکر کھیتی کے لئے تیار کیا گیا ہو) یا ان دونوں کے درمیان محبت اور دوستانہ نہ ہو یا اس کا مالک بد اخلاق ہو، اور اگر کسی انسان کے گھر میں نماز پڑھے تو بہتر یہ ہے کہ اس سے اجازت لے لے، اور اگر نہیں لی تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، ''فتح القدیر،، میں اسی طرح ہے،،۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہوٹل، ریسٹورنٹ اور شاپنگ مال وغیرہ میں اس کے مطلوبہ مقاصد (بیع وشراء) کے علاوہ (یونہی) داخل ہونا بغیر اجازت مناسب نہیں ہے، لہٰذا وہاں کے پانی سے وضو کرنا اور وہاں نماز پڑھنا مالک یا وکیل یا مینیجر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا، اس کے دروازے کا ہر کسی کے لئے کھلا ہونا اجازت ورضامندی کی دلیل نہیں ہوگی، ان جگہوں کو عوامی مقامات اور سیر سپاٹے کی جگہوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ہندوستان میں آج کل ایسی جگہوں میں بھی نماز پڑھنے میں دشواری ہے، کئی دفعہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے ایسے حالات میں مسلمانوں کو چاہئے کہ احتیاط برتیں، ان کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ اپنی نماز مؤخر کردیں، اور گھر جاکر نماز پڑھیں۔

افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیت اور دکان میں نماز پڑھنے کا حکم

کسی شخص کی زیر ملکیت خالی پلاٹ، کھیت یا زمین میں نماز پڑھنا ''ارض غیر،، میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے، کیونکہ وہ کسی کی ملکیت ہے اور ان پر اس کو مالکانہ حق حاصل ہے لہٰذا وہ ''ارض غیر،، کے حکم میں ہوگا، اور ''ارض غیر، ، میں یہ لکھ چکا ہوں کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس میں نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہے، اور اگر اجازت لیکر پڑھے تو نماز بلا کراہت جائز ہوگی، اجازت خواہ صراحتاً ہو یا دلالۃً، یا کسی اور ذریعہ سے اس کی رضامندی پائی جائے، یا مالک اور مصلی (نماز پڑھنے والے) کے درمیان اس طرح کے دوستانہ تعلقات ہوں، کہ اس کے نماز پڑھنے سے وہ برا نہیں

مانے گا تو ان صورتوں میں بھی نماز ہو جائے گی۔

لیکن یاد رہے یہ حکم اس صورت میں ہوگا جب کہ مالک مسلمان ہو، اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو اس کی اجازت ضروری ہوگی، اجازت لیکر پڑھی تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور بغیر اجازت پڑھی تو بھی مکروہ تنزیہی ہوگی، بشرطیکہ کوئی اور محظور شرعی (صلیب، مورتی، تصاویر وغیرہ) نہ ہو۔

لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کرے، اور اگر غیر مسلم کی رضامندی سے ہو تب بھی بلاضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے لئے اس کی زمین کا استعمال مناسب نہیں ہے کہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے ایک طرح کی مدد اور تعاون لینا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے:

إنا لا نستعين بمشرك، ، (ابو داود رقم: ۲۷۳۲، ابن ماجه، ابواب الجهاد، باب الاستعانة بالمشركين)

ترجمہ: ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے،،۔

کھیت دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک مزروعہ: کھیت اگر مزروعہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اجازت لے کر نماز پڑھے، اگر اجازت نہ ملے تو پھر راستہ کے کنارے ایک جانب پڑھ لے، اس لئے کہ راستہ میں سب کا حق ہے، برخلاف کھیت کے کہ اس میں سوائے مالک کے کسی کا حق نہیں، دوسری قسم غیر مزروعہ: اگر کھیت غیر مزروعہ ہو اور اس کا مالک مسلمان ہو تو اس کی اجازت حاصل کر کے نماز پڑھے گا، اور اگر مالک غیر مسلم ہو تو راستہ کے ایک جانب پڑھ لے گا، چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

وعبارة الحاوي القدسي: والأرض المغصوبة فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلي في أرض مسلم، إذا لم تكن مزروعة، فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق، أي لأن له في الطريق حقا، كما في مختارات النوازل، وفيها تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة، إلا إذا كانت بينهما صداقة، أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس، نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في أرض الغير إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه، وإلا فلا، والمعتبر فيه العرف، يعني عرف الناس بالرضا وعدمه۔ (ردالمحتار ۲ / ۴۴، ۴۵)

ترجمہ: اور ''حاوی قدسی،، کی عبارت ہے: اور ''ارض مغصوبہ،، پس اگر کوئی شخص مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان (نماز پڑھنے پر) مجبور ہو جائے تو مسلمان کی زمین میں نماز پڑھے گا بشرطیکہ اس میں کھیتی نہ کی ہوئی ہو، لیکن اگر اس میں کاشت کی گئی ہو یا وہ کافر کی ہو تو (اس میں) نماز نہیں پڑھے گا بلکہ راستہ میں پڑھ لے گا، مختارات النوازل میں اسی طرح ہے، نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ ''ارض غیر،، میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر اس میں کاشت کی گئی ہے یا

جوتائی (ہل چلا کر زمین کو ہموار کر دیا گیا ہو) گئی ہو، اِلا یہ کہ دونوں میں دوستی ہو، یا وہ سمجھتا ہو کہ اس کا مالک برا نہیں مانے گا تو کوئی حرج نہیں ہے، میرے شیخ عبدالغنی نے اپنے والد شیخ اسماعیل کی ''الاحکام،، سے نقل کیا ہے کہ ''ارض غیر،، میں اگر اس پر دیوار بنی ہو یا کوئی آڑ اور رکاوٹ ہو تو نزول سے منع کیا جائے گا، اور اس سلسلہ میں عرف کا اعتبار ہوگا، یعنی رضامندی اور عدم رضامندی میں عرف معتبر ہوگا،۔

امام ابوبکر مرغینانیؒ اسی مسئلہ کو مزید وضاحت سے یوں لکھتے ہیں:

المصلي إذا ابتلي بين الصلاة في الطريق، وبين الصلاة في أرض إنسان، فهذا على وجهين: إما إن كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فإن كانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن يصلي في الطريق، لأن له حقا في الطريق، ولا حق له في الأرض، وإن كانت غير مزروعة، فإن كانت الأرض ليهودي أو نصراني فكذلك، وإن كانت للمسلم فالأفضل أن يصلي في الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة، لأنه إذا بلغه سُرّ بذلك، أن ينال أجرا من غير اكتساب منه، وفي الطريق لا إذن له، لأن الطريق حق العامة، واسم العامة يتناول المسلم والكافر۔ (التجنیس والمزید، ۱/ ۳۹۵،۳۹۶، کتاب الصلاۃ، فصل فی مکان الصلاۃ، باب فیما یتقدم الصلاۃ من الشروط)

ترجمہ: جب نمازی (آدمی) راستہ اور کسی انسان کی زمین کے درمیان نماز پڑھنے کی کشمکش میں مبتلا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: یا تو وہ زمین مزروعہ ہوگی یا غیر مزروعہ، اگر وہ زمین مزروعہ ہو تو افضل یہ ہے کہ راستہ میں نماز پڑھ لے، اس لئے کہ راستہ میں ایک طرح سے اس کا بھی حق ہے، جب کہ ''ارض غیر،، میں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، اور اگر وہ غیر مزروعہ ہے (تو پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کی ہے؟) اگر کسی یہودی یا عیسائی کی ہے تو بھی یہی حکم ہوگا (یعنی کہ راستہ میں نماز پڑھے گا کیونکہ ارض غیر میں اسے کوئی حق حاصل نہیں ہے) اور اگر وہ زمین مسلمان کی ہو تو افضل یہ ہے کہ زمین میں نماز پڑھے، اس لئے کہ مالک زمین کی طرف اس کو دلالۃً اجازت ہے، کیونکہ جب مالک زمین کو اس کا علم ہوگا تو وہ خوش ہوگا کہ اسے بغیر محنت کے ثواب مل گیا، جب کہ راستہ میں اسے (دلالۃً) اجازت حاصل نہیں ہے کیونکہ راستہ عام لوگوں کا حق ہے جو مسلم وکافر دونوں کو شامل ہے۔

ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر کسی غیر مسلم، کافر کی زمین، کھیت اور پلاٹ وغیرہ میں نماز نہ پڑھنا بہتر ہے، حتی الامکان احتیاط کرنا چاہئے، تاہم اگر کسی نے پڑھ ہی لی تو کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی، اعادہ واجب نہیں ہوگا۔

شاہراہوں اور وسیع وکشادہ سڑکوں کے کنارے نماز پڑھنے کا حکم

فقہاء نے عام طور پر جو راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس کئی وجوہات ہیں، ایک تو اسوقت جب

کہ راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو، یا مصلی کی وجہ سے راستہ بند ہوجاتا ہو، یا اسوجہ سے کہ راستے عموماً گندگی وناپاکی سے آلودہ ہوتے ہیں، اوراحادیث میں بھی اسی طرح کی وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں، لیکن فی زمانناچونکہ راستے چوڑے ہوتے ہیں، اس کے ایک طرف پیدل چلنے والوں کے لئے جگہ(Foot Path)مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچ جاتی ہیں، اس پس منظر میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا فقہاء کا کراہت والاقول اب بھی باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اورتنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ائمہ کے اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

۱-احناف وشوافع کے یہاں مکروہ ہے۔(دیکھئے: مراقی الفلاح ۱۵۴، حاشیۃ الطحطاوی ۲ /۵۱ ۳، مغنی المحتاج ۱ /۲۰۰، فقہ العبادات ۱ /۱۳۳۱)لیکن اگرکوئی پڑھ لیتا ہے تو نماز درست ہوجائے گی، ممانعت کیوجہ ترک خشوع، (جو رازنماز ہے)لوگوں کا راستہ روکنا ہے، لیکن اس سے بطلان لازم نہیں آتا ہے۔

۲-حنابلہ کے یہاں ناجائز ہے۔(دیکھئے: شرح منتہی الارادات ۱ /۱۶۳، منارالسبیل ۱ /۵۳)چاہے راستہ میں کوئی چلنے والا ہو یا نہ ہو، دلیل یہ ہے کہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، نیز راستے عموماً نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں۔

۳-مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں دوقول ہیں: ایک قول کے مطابق وہ احناف وشوافع کے ساتھ ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، بشرطیکہ وہ گندگی وناپاکی سے آلودہ نہ ہوں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: المدونۃ الکبری ۱ /۱۸۲، بدایۃ المجتہد ۱ /۱۹۰، فقہ العبادات، مالکی ۱ /۷ ۱۳)

"الفقہ الاسلامی وادلتہ،، میں ہے:

قال المالكية: تجوز الصلاة بلا كراهة في محجة الطريق، أي وسطها إن أمنت النجاسة، فإن لم تؤمن بأن كانت محققة أو مظنونة فهي باطلة، وإن كانت مشكوكة أعيدت على الأرجح في الوقت، إلا إذا صلى في الطريق لضيق المسجد، وشک في الطهارة فلا إعادة عليه،، (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱ /۸۱۲)

ترجمہ: مالکیہ فرماتے ہیں: راستے کے بیچ میں نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے اگرنجاست سے محفوظ ہو، اوراگر نجاست سے محفوظ نہ ہو(بلکہ نجاست آلودہو)بایں طور کہ نجاست آلود ہونا یقینی ہو یا غالب گمان ہوتو نماز باطل ہوجائے گی، اوراگرمحض شک ہوتو راجح قول کے مطابق وقت کے اندرنماز دہرائی جائے گی، الا یہ کہ مسجد کے تنگ ہونے کیوجہ سے اگرراستہ میں نماز پڑھی ہواورطہارت میں شک ہوتو اس پراعادہ لازم نہیں ہے"۔

"موسوعہ فقہیہ،، میں ہے:

قال الخطيب الشربيني :قارعة الطريق هي أعلاه، وقيل :صدره، وقيل: مابرز منه، والكل

متقارب، والمراد هنا نفس الطريق، هي لشغله حق العامة، ومنعهم من المرور ولشغل البال عن الخشوع، فيشتغل بالخلق عن الحق،، (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۷ / ۱۱۴)

ترجمہ: خطیب شربینی فرماتے ہیں: قارعۃ الطریق سے مراد راستہ کا اوپری حصہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ: درمیانی حصہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے: جو ظاہر ہو، لیکن بظاہر یہ سب الفاظ متقارب ہیں، یہاں مراد نفسِ راستہ ہے، اور ممانعت کیوجہ لوگوں کو حقِ راستہ سے محروم کرنا، ان کو گذرنے سے روکنا اور دل کو خشوع، خضوع سے مشغول کرنا ہے کہ وہ مخلوق میں مشغول ہونے کیوجہ سے حق سبحانہ تعالی کی ذات سے ہٹ جائے گا،،۔

ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت صرف نفسِ طریق کی کی گئی ہے، البتہ اگر راستہ سے ایک طرف ہٹ کر نماز پڑھ لے، جہاں کسی کو تکلیف نہ ہو تو نماز درست ہوجانی چاہئے، لیکن راقم الحروف کے خیال میں دو باتیں الگ الگ ہیں، ایک ہے نفس نماز کا درست ہونا اور ایک ہے عمل کرنا یا نہ کرنا، اب سوال یہ ہے کہ نفس نماز تو درست ہے لیکن پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ احقر کی رائے یہ ہے کہ آج کل کے ماحول میں نہ پڑھنا بہتر ہے۔

ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ نیز حکومت کی زیر ملکیت جگہوں پر نماز پڑھنے کا حکم

سب سے پہلے تو یہ تحقیق کرنی چاہئے کہ وہاں کوئی مسجد یا عبادت خانہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے جیسا کہ ایر پورٹ میں عام طور سے عبادت خانہ ہوتا ہے، تو وہاں نماز پڑھے، یا اسٹیشن کے قریب کوئی مسجد ہو تو وہاں جا کے پڑھ لے، اور اگر نہیں ہے تو کوئی ایسی محفوظ جگہ تلاش کرے جہاں نماز پڑھنے سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو، جیسے کہ ویٹنگ ہال وغیرہ، اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو کسی ایک کونے میں دیوار یا کسی چیز کا سترہ رکھ نماز پڑھ لے، نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی کیونکہ یہ سب حکومت کی زیر ملکیت زمینیں ہیں جس پر سب لوگوں کا حق ہے، بشرطیکہ راہ گیروں، ملازمین اور وہاں کے عملہ وکارکنان کو تکلیف نہ ہوتی ہو، اور اگر تکلیف وحرج کا سبب بنے تو وہاں نماز نہ پڑھے۔

لیکن چونکہ آج کل ملک کے حالات مسلمانوں کے حق میں سازگار نہیں ہیں، نیز آئے دن ان کے خلاف قانون سازی ہورہی ہے بلکہ بعض صوبوں میں قانون پاس ہوچکا ہے کہ مسلمان کھلے میدان میں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو احتیاط برتنا چاہئے، کیونکہ ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے سے کبھی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اور ہماری معمولی سی کوتاہی اور بے احتیاطی سے ہمیں بھاری نقصان اٹھانا پڑسکتا ہے، اس لئے حالات کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل امور کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے:

الف: پہلے نماز کے اوقات دیکھ لے، اگر سفر شروع کرنے سے پہلے نماز کا وقت شروع ہوگیا ہے تو نماز پڑھ کر ہی نکلے۔

ب: اگر سفر اتنا طویل نہیں ہے کہ پورا وقت چلا جائے، بلکہ سفر ختم ہونے کے بعد بھی وقت بچتا ہے تو درمیان سفر نماز بالکل نہ پڑھے، تکمیل سفر پر سواری سے اتر کے نماز اپنی منزل پر پڑھے۔

ج: اور اگر نماز کا وقت دوران سفر ہی شروع بھی ہوتا ہے اور ختم بھی دوران سفر ہی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں درج ذیل وجوہات سے ائمہ ثلاثہؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ''جمع بین الصلاتین'' کی پوری گنجائش ہونی چاہئے:

۱۔ آج کل حالات میں احتیاط اسی میں ہے۔

۲۔ گوکہ نماز مؤخر کرنے کی اجازت وگنجائش ہے تاہم میرے خیال سے نماز مؤخر کرنے کی اجازت دینے سے بدرجہا بہتر ہے کہ جمع بین الصلاتین کی جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وقت رہتے ہوئے نماز ہوجائے گی، نیز عوام کے دلوں میں نماز کی اہمیت اور حسّاسیت باقی رہے گی۔

۳۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ''جمع بین الصلاتین'' فرماتے تھے چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا أعجله السير في السفريؤخر صلاۃ المغرب حتی يجمع بينها وبين صلاۃ العشاء۔ (مسلم رقم: ۱۶۵۹، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کو سفر میں جانے کی جلدی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز مؤخر فرماتے، یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔

حتی کہ حدیثوں سے یہاں تک ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کسی عذر کے بھی ''جمع بین الصلاتین'' فرمائی ہے، حدیث میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: صلی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الظهر والعصرجميعا والمغرب والعشاء جميعا في غير خوف ولا سفر۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھی، بغیر کسی خوف اور سفر کے،، (یعنی نہ کوئی خوف عدو تھا، نہ ہی سفر درپیش تھا)

مسلم شریف میں ہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت ہے:

جمع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء بالمدينة، في غير خوف ولا مطر۔ (مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء مدینہ منورہ میں جمع کرکے پڑھی، بغیر خوف اور بارش کے۔

’’جمع بین الصلاتین‘‘ کی یہ رخصت امت پر تخفیف اوران سے مشقت کو دور کرنے کے لئے ہی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کی علت یہ بیان فرماتے ہیں: أراد ألا یحرج أمته۔ (حوالہ سابق) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ آپ کی امت حرج اور تنگی میں نہ پڑے، نیز شریعت کا قاعدہ بھی ہے: ’’الحرج مدفوع‘‘ یا ’’الضرر یُزال‘‘ (حرج کو دور کیا جائے گا، ضرر کو ختم کیا جائے گا،،۔

۴۔ان ہی احادیث کی وجہ سے ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ) نے سفر کو عذر شرعی مانا ہے اور ’’جمع بین الصلاتین،، کی اجازت دی ہے، اس لئے میرے ناقص خیال میں مسلک کی تاویلات وتوجیہات سے قطع نظر اس دور فتنہ وفساد میں ائمہ ثلاثہ کے قول پر ان کے شرائط (یعنی سفر شرعی ہو اور مسافت اتنی ہو کہ نماز میں قصر کرنا جائز ہو) کے مطابق عمل کی پوری گنجائش ہوگی، ہاں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ’’جمع بین الصلاتین‘‘ صوری کی پوری کوشش کرے، جس کی اجازت بشمول احناف تمام ائمہ ؒ نے دی ہے، لیکن اگر عذر شرعی ہو اور ضرورت اس بات کی متقاضی ہو کہ جمع حقیقی کیا جائے تو بالکل کرسکتا، بلکہ کرلینا چاہئے، از روئے حدیث اس کی پوری گنجائش ہے۔

ٹرین، جہاز اور بڑی سواریوں۔جو حکومت کے زیر ملکیت ہیں۔میں نماز کا حکم

ٹرین اور ہوائی جہاز جیسے بڑی سواریاں عموما حکومت کے زیر ملکیت ہوتی ہیں، اس میں نماز تو بلاشبہ صحیح ہوجائے گی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ نماز کہاں پڑھے، اگر وہ ہائی کلاس میں سفر کررہا ہو تو اپنی کیبن میں نماز پڑھ لے، اور اگر سلیپر کلاس میں ہے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے کوئی مناسب جگہ تلاش کرے جہاں نماز پڑھنے سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو، اگر ایسی جگہ مل جائے تو بہت بہتر، ورنہ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر پڑھ لے، یا اگر ممکن ہو تو ہم سفروں کی اجازت سے دونوں برتھ کے درمیان پڑھ لے، لیکن اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر نماز مؤخر کرلے یا جمع بین الصلاتین بھی کرسکتا ہے، چنانچہ ’’فتاوی دارالافتاء المصریہ‘‘ میں ہے:

ومن الأسباب التي تبيح الجمع عنهم الظلمة الشديدة والريح والخوف والوحل، أباح الحنابلة الجمع، وشرطوا في إباحة الجمع أن يكون المصلي مسافرا تُقصر فيه الصلاة، أو يكون مريضا تلحقه مشقة بترک الجمع، كما أباحوا الجمع لمن خاف على نفسه أو ماله أو عرضه، وذاک كله شروط مبسوطة في كتبهم،، (فتاوی دارالافتاء المصریہ، ۱/ ۸۱ کتاب الصلاۃ، باب الجمع بین الصلاتین)

ترجمہ: اوران اسباب میں سے۔جن کیوجہ سے جمع بین الصلاتین مباح ہے۔سخت اندھیرا، آندھی، خوف اور کیچڑ ہے، حنابلہ نے جمع بین الصلاتین کو مباح قرار دیا ہے، اور اباحت جمع کے لئے یہ شرط قرار دیا ہے کہ مصلی (اتنا

لمبا) سفر کررہا ہو جس میں نماز قصر کی جاتی ہے، یا ایسا بیمار ہو کہ ترکِ جمع سے اسے مشقت اور ضرر لاحق ہوگا، جیسا کہ انہوں نے جمع کو مباح مانا ہے اس شخص کے لئے بھی جس کو اپنی جان، یا مال یا عزت وآبرو پر خوف ہو، اور یہ تمام شرائط ان (فقہاء) کی کتب میں پوری شرح وبسط سے موجود ہیں۔

لیکن آج کل کے حالات کے پیش نظر اس مسئلہ میں بھی راقم کی رائے وہی ہے جو سابقہ مسئلہ میں تفصیل سے تحریر کر چکا ہوں، کہ دونوں کا اختیار ہوگا چاہے تو نماز مؤخر کرلے، بعد میں پڑھے اور چاہے تو جمع بین الصلاتین کرلے، اس لئے کہ دونوں مسئلے نفس سفر سے متعلق ہیں، البتہ میری رائے یہ ہے کہ نماز مؤخر کرنے کی بنسبت جمع بین الصلاتین کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہوگا۔

نیز ائمہ ثلاثہ کے اقوال کو دیکھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ بدرجۂ مجبوری ایسے حالات میں حنابلہ کے قول پر عمل کرنا ہی بہتر ہے، اور حنابلہ کا قول یہ ہے: مسافر ''جمع بین الصلاتین'' اس وقت کرسکتا ہے جبکہ وہ سفر شرعی پر ہو نیز قصر کرتا ہو، اور جمع بین الصلاتین نہ کرنے کیوجہ سے مشقت، تکلیف میں مبتلا ہونے اور جان ومال کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، اور ظاہر سی بات ہے موجودہ حالات میں، جہاں مسلمانوں کی ماب لنچنگ ایک عام سی بات ہوگئی ہے، تو اب صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقینی اور مُشاہَد ہے جس کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، پس میرے خیال میں شریعت کی رُخصتیں ایسے ہی مواقع کے لئے ہیں، لہٰذا ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کیلئے اجازت کی علامت کیا ہوگی؟

ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت ضروری ہے، خواہ صراحتاً ہو یا دلالۃً، یا مالک کی رضامندی پائی جائے، مثلاً کسی جگہ عبادت خانہ کا نظم ہو، یا اشارہ سے بتایا گیا، کسی طرف اشارہ کیا گیا ہو تو وہاں بغیر اجازت نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

اور اگر کسی جگہ نماز یا کسی بھی مذہبی امور کی ادائیگی پر پابندی ہو یا کوئی جگہ ممنوع الدخول (No entry zone) ہو تو وہاں نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں ہوگی، یا مصلی اور مالک کے درمیان اچھے تعلقات ہوں کہ وہ وہاں نماز پڑھنے سے برا نہیں مانے گا، تو نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی، کیونکہ یہ سب دلالۃً اجازت کی شکلیں ہیں، لیکن یہ تمام تفصیلات اس وقت ہیں جب مالک زمین مسلمان ہو۔

اور اگر مالک کافر ہو تو اس کی اجازت صراحتاً لینا ضروری ہوگا، اس کی اجازت کے بغیر نماز مکروہ ہوگی، لیکن اگر کسی نے پڑھ لی تو ہوجائے گی، واجب الاعادہ نہیں ہوگی، البتہ اگر کسی جگہ ممانعت تو نہیں ہے، لوگوں کی آمدرفت ہے، تو کیا ممانعت نہ ہونے کو اجازت پر محمول کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمومی احوال دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا، اس کو مطلق اجازت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

حکومت کی زیر ملکیت زمین دوطرح کی ہوتی ہے: ایک وہ سرکاری زمین جوحکومتی کاموں کے لئے خاص ہے، جیسے سرکاری دفاتر، کچہری، پولیس چوکی اور تھانہ وغیرہ، تو وہاں نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں ہوگی، الا یہ کہ کوئی شخص وہاں ملازمت کرتا ہو، اوراس کے وہاں کے رفقاء کار سے راہ ورسم ہوں نیز وہاں کے حالات سے واقف ہوتو اس کے لئے گنجائش ہوگی، اور وہ وہاں نماز پڑھ لےتو درست ہوجائے گی۔

دوسری وہ سرکاری زمین جوغیر آباد ہیں یا عام لوگوں کے لئے ہیں، ہرایک کووہاں آنے جانے کی اجازت ہوتی ہےتو عرف کیوجہ سے اس کو اجازت پر محمول کیا جائے گا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ عمومی حالات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ نماز پڑھی جائے یا نہیں۔

آج کل ہمارے ملک ہندوستان میں زمین چاہے کسی کی ذاتی وشخصی ہو یا حکومت کی زیر ملکیت ہو، بہت سے مقامات پر اس قسم کے بورڈ لگے نظر آتے ہیں، ''یہاں نماز پڑھنا منع ہے'' یا ''یہاں مذہبی کاموں کی اجازت نہیں ہے'' وغیرہ، اگر کہیں اس قسم کا کوئی بورڈ لگا ہوا ہوتو صراحتاً عدم اجازت ہے، وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہوگی، اسی طرح اگر زمین کو گھیر دیا گیا ہو، یا اس کے چاروں طرف دیوار لے اٹھادی گئی ہوتو یہ بھی عدم اجازت مانی جائے گی، اور اگر کہیں بورڈ وغیرہ نہ لگا ہوا ہوتو بھی اس کو مطلقاً اجازت پر محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ عمومی حالات کا جائزہ لیکر اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ کیا جائے گا، مثلا وہ علاقہ مسلمانوں کا ہے، یا وہاں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ ہے، یا زمین اور پلاٹ مسلمانوں کا ہےتو وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں، اور اگر علاقہ کافروں کا ہے، یا وہاں ان کا دبدبہ ہے یا زمین کسی کافر کی ہےتو وہاں صراحتاً اجازت ضروری ہوگی، دلالۃً اجازت کافی نہیں ہوگی، بغیر اجازت وہاں نماز نہ پڑھنے میں ہی احتیاط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصۂ بحث:

ا۔''ارض مغصوبہ،، ''ارض غیر،، اور حکومت کی زیر ملکیت زمینوں کے حکم میں فرق ہوگا، اس کی تفصیل یہ ہے:

الف: ''ارض مغصوبہ،، میں نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ ہوگا، چاہے غاصب سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو، کیونکہ وہ زمین ہی غصب شدہ ہے۔

ب: ''ارض غیر،، میں نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ ہوگا، جب کہ مالک کی اجازت کے بغیر پڑھے، اور اگر اس کی اجازت لیکر پڑھےتو نماز بلا کراہت جائز ہوگی، اجازت خواہ صراحتاً ہو یا دلالۃً۔

ج: حکومت کی زیر ملکیت زمینیں دوطرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ جس میں عوام کا اجتماعی حق ہوتا ہے جیسے غیر آباد سرکاری زمین، پبلک پارک یا دیگر عوامی مقامات وغیرہ، اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ

پہونچائے، تاہم آج کل کے حالات کو دیکھتے ہوئے احتیاط کرنا بہتر ہے، دوسری وہ زمین جس میں عوام کا اجتماعی حق نہیں ہوتا ہے جیسے سرکاری دفاتر، سرکاری میٹنگ ہال وغیرہ، اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

۲۔پٹرول پمپ، ریستورینٹ، ہوٹلس، قہوہ خانے اور شاپنگ مال وغیرہ جیسی جگہیں شخصی اور ذاتی ہوتی ہیں، اس لئے مالک یا مینیجر وغیرہ کی صراحتاً اجازت ضروری ہے، دلالتاً اذن کافی نہیں ہوگی، اس کے بغیر وہاں کے پانی سے وضو اور نماز درست نہیں ہے، الا یہ کہ مالک یا مینجر یا وکیل وغیرہ اس کے تعلق والے ہوں تو کوئی حرج نہیں، خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، تاہم حالات کے مدنظر احتیاطی پہلو اختیار کرتے ہوئے اجازت لے لینا چاہئے، اس کے دروازے کا ہر کسی کے لئے کھلا ہونا اجازت ورضامندی کی دلیل نہیں ہوگی۔

۳۔الف: کسی کی شخصی ملکیت میں نماز پڑھنے کا حکم ''ارض غیر،، جیسا ہے، جو جواب نمبر ایک کی شق: ب،، میں ذکر کی گئی ہے، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہوگا جب کہ مالک مسلمان ہو، لیکن اگر وہ غیر مسلم ہے تو اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوگی۔

ب: جہاں تک کھیتی کی بات ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں: ایک مزروعہ (جس میں کاشت کی جا چکی ہے) یا مکروبہ (جس میں ہل چلا کے قابل کاشت بنا گیا ہو) اس کا حکم یہ ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ اجازت لے، ورنہ راستہ کے ایک جانب پڑھ لے، کیونکہ اسمیں اس کا بھی حق ہے، برخلاف کھیت کے کہ اس میں حق نہیں۔

ج: دوسری قسم غیر مزروعہ ہے، اگر کسی مسلمان کی زمین ہو تو پڑھ سکتا ہے تاہم اجازت لینا بہتر ہے، اور اگر کسی غیر مسلم کی زمیں ہے تو راستہ کی ایک جانب میں پڑھ لے۔

۴۔اگر آبادی کے اندر ہے تو انفرادی اور اجتماعی (باجماعت) مثلا جمعہ وعیدین کی کوئی بھی نماز راستہ پر یا راستہ کے کنارے پڑھنا مکروہ ہوگا، اس لئے حدیث میں گرچہ ممانعت راستہ کی ہے مگر فٹ پاتھ کی سائیڈ کی جگہیں بھی بھیڑ بھاڑ والی ہوتی ہیں، ایسے مواقع پر اگر نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو تو ایک سے زائد جماعت کر لینا بہترین متبادل ہے، خاص طور پر شہروں میں تو بالکل نہ پڑھی جائے، اور اگر آبادی کے باہر ہیں جیسے کہ صوبائی شاہراہیں، قومی ہائیوے وغیرہ جو عموما کشادہ اور وسیع ہوتی ہیں، تو وہاں نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ آبادی کے اندر چاہے سڑکیں کشادہ ہی کیوں نہ ہوں فقہاء کے کراہت کا قول اب باقی رہے گا خواہ کوئی نماز ہو، اور آبادی کے باہر کراہت کا حکم نہیں ہوگا۔

۵۔ایرپوڑٹ میں عموما مسجد یا کوئی ہال بطور عبادت خانہ کے ہوتا ہے اگر ہو تو وہاں نماز بلا کراہت جائز ہے، نماز مؤخر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اور اگر ریلوے اسٹیشن پر ہو تو پہلے پتہ کرے کہ قریب میں کوئی مسجد یا عبادت خانہ ہے اگر ہو اور وہ بسہولت وہاں جا کر نماز اداء کر سکتا ہو تو بہتر ہے ورنہ ویٹنگ روم میں یا کسی مناسب جگہ نماز پڑھ

لے بشرطیکہ ملازمین یا چلنے والوں کوکوئی تکلیف نہ ہو۔

لیکن موجودہ ماحول میں کئی بار چونکہ انسان فساد کا شکار ہوجاتا ہے، جان ومال کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے، کئی طرح کے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں، اس لئے بعض علماء نے نماز موخر کرنے کی اجازت دی ہے بعد میں اپنی منزل پر پہونچ کر نماز پڑھ لے، لیکن میرے خیال میں نماز مؤخر کرنے کی اجازت دینے سے کہیں بہتر ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق سفر کو عذر شرعی مان کر ''جمع بین الصلاتین'' کی اجازت دی جائے، کیونکہ اس سے خاصہ مسئلہ حل ہوجائے گا اور وہ بار بار لوگوں کی نظروں میں نہیں آئے گا۔

۶۔نماز بالکل جائز ہوگی، لیکن آج کل کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آس پاس بیٹھنے والوں سے اجازت لے لے، ورنہ مناسب وقت دیکھ کر جمع بین الصلاتین کرلے، کیونکہ بار بار اجازت لینے سے بھی کئی بار مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔

۷۔اگر اس جگہ ممانعت کا کوئی بورڈ وغیرہ لگا ہو یا دیوار اٹھائی گئی ہو یا اسے گھیر دیا گیا ہو تو یہ صراحتاً عدم اجازت ہے وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر بورڈ وغیرہ نہیں لگا ہے تو بھی اجازت پر مطلقا محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ حالات کا جائزہ لیکر اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ کیا جائے گا، مثلاً اگر وہ علاقہ یا زمین مسلمانوں کی ہو تو یہ دلالۃً اجازت مانی جائے گی، وہان نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن اگر علاقہ یا زمین غیر مسلم کی ہو تو یہ دلالۃً عدم اجازت مانی جائے گی وہاں نماز پڑھنے میں احتیاط کرنا بہتر ہوگا، تاہم اگر کسی نے پڑھ لی تو کراہت کے ساتھ نماز ہوجائے گی۔

☆☆☆☆☆

تمام پاک زمین جائے نماز

مفتی اشرف قاسمی

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ. (ابوداؤد)

وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، (بخاری برقم الحدیث 438)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔۔۔وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا۔ (مسلم برقم الحدیث 521)

کچھ ممنوع جگہیں

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ۔ (ترمذی رقم الحدیث: 346)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مقامات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ میں، مذبح میں، قبرستان میں، عام راستوں پر، حمام (قدیم طرز کا غسل خانہ) میں، اونٹ باندھنے کی جگہ میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ) .ترمذی برقم الحدیث 348)

الدر المختار میں بیان کردہ ممنوع مقامات

ترمذی کی حدیث نمبر ۳۴۶ / اور دیگر نصوص کے پیشِ نظر صاحب الدر المختار نے ممنوع یا مکروہ مقامات کا تذکرہ اس طرح آیا ہے۔

”وکذا تکرہ فی أماکن کفوق کعبة وفی طریق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام، وبطن واد ومعاطن إبل وغنم وبقر۔ وزادفی الکافی:ومرابط دوابّ، واصطبل، وطاحون، وکنیف

وسطوحها، ومسیل واد وأرض مغصوبة أو لغیر لو مزروعة أو مکروبة وصحرا فلا سترة لمار۔ (الدر المختار مع الرد المحتار، ج ۱ ص ۲۴۲ و ۲۴۵)

ممنوع ومکروہ مقامات پر علامہ شامیؒ کی وضاحت اوران کی ترقیم

علامہ شامیؒ ان تمام مقامات کی وضاحت اوران میں نماز کی ادائیگی کے سلسلے میں حکم شرعی بیان فرمائے ہیں۔ ترقیم (Numbring) کے ساتھ انھیں ذیل میں نقل کیا جارہاہے :

کعبہ کی چھت اورراستوں پرنماز

۱۔ ”قوله (کفوق کعبة) أی لما فیه من ترک تعظیمها المامورة۔

۲۔ وقوله (فی طریق) لأ ن فیه منع الناس من المرور وشغله بمالیس له لأنها حق العامة للمرور (اس پر ترمذی کی حدیث نمبر ۳۴۶ نقل فرمائی ہے۔)

گندے مقامات، قبرستان، غسل خانہ اورقدیم طرز کے حمام میں نماز

۳و۴۔مزبلة (کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ) مجزرة (ذبح وگوشت وغیرہ کاٹنے کی جگہ)

۵۔قوله (ومقبرة) واختلف فی علته، فقیل: لأن فیها عظام الموتی وصدیدهم وهو نجس، وفیه نظر۔ وقیل لأن أصل عبادة الأصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد، وقیل لأنه تشبه بالیهود، وعلیه مشی فی الخانیة۔

۶۔ ولا بأس بالصلوة فیها إذا کان فیها موضع أعد للصلوة ولیس فیه قبر ولا نجاسة کما فی الخانیة ولا قبلته الی قبر۔

۷۔وقوله (ومغتسل) أی موضع الاغتسال فی بیته، تأمل۔

۸۔وقوله (وحمام) لمعنیین: أحدهما انه مصب الغسالات، والثانی أنه بیت الشیاطین؛ فعلی الأول اذا غسل منه موضعا لا تکره، وعلی الثانی تکره، وهو الاولی لاطلاق الحدیث۔

۹۔الا لخوف فوت الوقت ونحوه، امداد۔ ولکن فی الفیض أن المفتی به عدم الکراهة۔

۱۰۔وأما الصلوة خارجه: أی موضع جلوس الحمامی، ففی الخانیة لا بأس بها، وفی الحلیة انه یتفرع علی المعنی الثانی الکراهة خارجا ایضاً۔

۱۱۔ لو هجر الحمام، قیل یحتمل بقاء الکراهة استصحاباً لما کان، ویحتمل زوالها لان الشیطان کان یألفه لما فیه من کشف العورات ونحو ذلک، والأول أشبه۔

۱۲۔ ولو لم یسق الیه الماء ولم یستعمل فالا شبه عدمها لانه مشتق من الحمیم: وهو الماء

الحار ولم يوجد فيه۔

۱۳۔ وعليه لو اتخذ دارا للسكن كهيئة الحمام لم تكره ايضا۔

معابدِ کفار میں نماز

۱۴۔ اسی مقام کی مناسبت سے جب اس کے موضع شیاطین ہونے کی وضاحت کی گئی تو اسی کے ساتھ مواضع سبعہ کے ذیل میں معابدِ کفار میں نماز کی ادائیگی کے مکروہ تحریمی کی صراحت کرتے ہوئے علامی شامیؒ فرماتے ہیں:

"مطلب: تكره الصلوة فى الكنيسة

تنبيه: يؤخذ من التعليل بأنه محل الشياطين كراهة الصلوة فى معابد الكفار لأنها مأوى الشياطين كما صرح به الشافعية۔ ويؤخذ مما ذكروه عندنا، ففى البحر من كتاب الدعوى عند قول الكنز: ولا يحلفون فى بيت عباداتهم۔ وفى التاتارخانية: يكره للمسلم الدخول فى البيعة والكنيسة، وانما يكره من حيث أنه مجمع الشياطين لا من حيث أنه ليس له حق الدخول، اهـ۔ قال فى البحر: والظاهر انها تحريمة، لانها المرادة عند اطلاقهم، وقد افتيت بتعزير مسلم لازم الكنيسة مع اليهود، اهـ، فاذا حرم الدخول فالصلوة أولى، وبه ظهر جهل من يدخلها لأجل الصلاة فيها۔

۱۵۔ وقوله (وبطن واد) اى ما انخفض من الارض، فان الغالب احتواؤه على نجاسة يحملها اليه السيل أو تلقى فيه۔

جانوروں کے باڑوں چکی وغیرہ میں نماز

۱۶۔ قوله (ومعاطن ابل وغنم) وكذا فى الأحكام للشيخ اسماعيل من الخزانة السمرقندية۔ ثم نقل عن الملتقط أنها لا تكره فى مرابض الغنم اذا كان بعيدا عن النجاسة۔

(پھر ترمذی کی حدیث نمبر ۳۴۸ نقل کی ہے۔)

والظاهر أن معنى كون الابل من الشياطين انها خلقت على صفة تشبههم من النفور والايذاء، فلا يأمن المصلى من ان تنفر وتقطع عليه صلوته كما قال بعض الشافعية: أى فيبقى باله مشغولا خصوصا حال سجوده، وبهذا فارقت الغنم۔

۱۷۔ ويظهر من التعليل أنه لا كراهة فى معاطن الابل الطاهرة حال غيبتها۔

۱۸۔ وقوله (وبقر) لم أر من ذكره عندنا؛ نعم ذكره بعض الشافعية أن نحو البقر كالغنم، وخالفه بعضهم۔

۱۹۔ وقوله (ومرابط دواب) ذكر هذه السبعة فى الحاوى القدسى۔

۲۰۔وقوله(واصطبل)موضع انخيل۔

۲۱۔وقوله(وطاحون)لعل وجهه شغل البال بصوتها۔تامل۔

بیت الخلا اور نالے وغیرہ کی جگہ نماز

۲۲و۲۳۔ وقوله(وسطوحها)يحتمل عود الضمير على الأربعة المذكورة أو على الكنيف وحده، وانثه باعتبار البقعة المعدة لقضاء الحاجة ولعل وجهه أن السطوح له حكم ما تحته من بعض الجهات وكسطوح المسجد۔

۲۴۔وقوله(ومسيل واد)يغني عنه قوله(بطن واد)لأن المسيل يكون فی بطن الوادی غالباً۔

وفی تقريرات الرافعی علی حاشية ابن عابدين:

وقوله(يغني عنه بطن واد) قال السندی بينه أی المسيل وبين بطن الوادی عموم وخصوص يجتمعان فيما اذا كان السيل يجری فی بطن الوادی، ويفترق بطن الوادی فيما إذا لم تكن مظنة لمجئ السيل اليه وينفرد المسيل إذا كان مستبقل الوادی۔اھ۔

(تقريرات الرافعی علی حاشية ابن عابدين،ج ۲/ص ۴۴/زكريا)

ارضِ مغصوبہ اور ارض غیر میں نماز

۲۵۔وقوله(وأرض مغصوبة اوللغير)لا حاجة الی قوله(أوللغير)اذ الغصب يستلزمه۔

۲۶۔ اللهم الا ان يراد بغير الإ ذن وان كان غير غاصب، أفاده ابو سعود، وعبارة الحاوی القدسی:"والأرض المغصوبة، فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر، يصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة فإن كانت مزروعة، أو لكافر، يصلي في الطريق، اھ۔ أی لأن له فی الطريق حقا كما فی مختارات النوازل۔

۲۷۔وفيها:تكره فی أرض الغير لو مزروعة أومكروبة۔

مشغول ارضِ غیر میں نماز

۲۸۔إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأئ صاحبها لا يكره فلا بأس،اھ۔

تنبيه:نقل سيدی عبد الغنی عن الأحكام لوالده الشيخ اسماعيل أن النزول فی أرض الغير،إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه والا فلا، و المعتبر فيه العرف، اھ۔ قال:يعنی عرف الناس بالرضا وعدمه،فلا يجوز الدخول فی أيام الربيع الی بساتين الوادی بدمشق الا بإذن أصحابها۔

عام راستوں وجگہوں پر نماز

۲۹۔ وقوله(فلا سترة لمارّ)أی ساتر یستر المارّ عن المصلی۔ (الدرالمختار علی الردا لمحتار، ج ۲/ص ۴۲ ۴/تا ۴۵ ۴/، کتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة. و دخول البساتين و بناء المسجد في أرض الغصب)

۳۰۔ باب مفسدات و مکروہات صلوۃ میں سترہ کے تعلق سے حکم بیان کرتے ہوئے عام راستوں پر نماز کا حکم بھی علامہ شامیؒ نے بیان فرمایا ہے۔

قوله(ولو عدم المرور)أی لو صلی فی مکان لا یمر فیه أحد ولم تواجه الطریق لا یکره ترکھا، لأن اتخاذ ھا للحجاب عن المار، قال فی البحر عن الحلیة: ویظھر أن الأولی اتخاذھا فی ھذا الحال وإن لم یکره الترک لمقصود آخر، وھو کف بصره عما ورأھا وجمع خاطر بربط الخیال۔

وقیدوا بقولھم:ولم یواجه الطریق، لأن الصلوة فی نفس الطریق:أی طریق العامة مکروھة بسترة وبدونھا، لأنه أعد للمرور فیه فلا یجوز شغله بما لیس له حق الشغل کما فی المحیط، وظاھره أن الکراھة للتحریم، وتمامه فی البحر۔ (الدر المختار علی الردا لمحتار، ج ۲/ص ۴۰۴/، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکره فیھا)

سورِ مدینہ جس سے عوامی حق متعلق ہوتا ہے، اس پر بنائی گئی مسجد میں نماز پڑھنے کو نامناسب قرار دیا گیا ہے۔ فتاوی شامی میں ہے:

۳۱۔ ”وفی شرح المنیة للحلبی :بنی مسجداً فی أرض غصب لا بأس بالصلوۃ فیه، :و في الواقعات:بنی مسجداً علی سور المدینة لا ینبغي أن یصلي فیه؛لأنه حق العامة فلم یخلص الله تعالی، کالمبني في أرض مغصوبة"۔ (کتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة. و دخول البساتین وبناء المسجد في ارض الغصب، ج ۲/ص ۴۵ ۴/)

غیر مسلم کی زمین پر نماز

امام جمال الدین احمد بن محمود قابسی غزنوی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

۳۲۔ ”فإن اضطر بین أرض مسلم و کافر، یصلي في أرض المسلم إذا لم تکن مزروعة فإن کانت مزروعة، أو لکافر، یصلي في الطریق،

(الحاوی القدسی ج ۱/، ص ۲۰۸/کتاب الصلاة، باب ما یکره فی الصلاۃ وما لا یکره،)

اور امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانیؒ متوفی ۵۹۳ھ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۳۔ ”المصلی إذا ابتلی بین الصلاة في الطریق، وبین الصلاة في أرض إنسان . فھذا علی

وجهين، إما إن كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فإن كانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن يصلى في الطريق؛ لأن له حقا في الطريق، ولا حق له في الأرض۔

۳۴۔ وإن كانت غير مزروعة، فإن كانت الأرض ليهودي أو نصراني فكذلك، وإن كانت للمسلم، فالأفضل أن يصلي في الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلك أن ينال أجرا من غير اكتساب منه، وفي الطريق لا إذن له؛ لأن الطريق حق العامة، وإسم العامة يتناول المسلم والكافر"

(التجنيس والمزيد، ج ۱/ ص ۳۹۵/ و ۳۹۶/ كتاب الصلاة، باب فيما يتقدم الصلاة من الشروط)

اور علامہ محمد عابد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ فرماتے ہیں:

"قال فی الخانیة صلی فی ملک الغیر ان کانت لکافر لا یجوز، لأنه لا یرضی بصلاة المسلم فی أرضه"

(طوالع الانوار شرح الدر المختار، ج ۱/ ص ۳۰۹/، کتاب الصلاة، قبیل باب الاذان)

مراقی الفلاح میں ہے:

"و تكره في أرض الغير بلا رضاه، و إذا ابتلي بالصلاة في أرض الغير و ليست مزروعةً أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها، و إن كانت لكافر صلى في الطريق"۔ (مراقی الفلاح، ص: ۳۵۸ کتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"(قوله: صلى فيها) لأن الظاهر أنه يرضي به لأنه ينال أجراً من غير اكتساب منه" (کتاب الصلاة، ص: ۳۵۸، فصل في المكروهات)

ارضِ مغصوبہ میں نماز

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی وعلامہ سید احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں:

"(و) تكره في (أرض الغير بلا رضاء)۔۔۔ وفي مختارات الفتاوى: الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه، وبين العباد يعاقب"۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی، ص ۳۵۸، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه، فكما كان بينه وبين الله تعالى يثاب، وما كان بينه و

بين العباد يعاقب، كذا في مختار الفتوي'' (كتاب الصلاة، ج۱/ص ۱۰۹/الباب السابع، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره فيها)

مذکورہ بالا فقہی جزئیات سے تقریباً ۳۴/جگہیں یا صورتیں بنتی ہیں، جن میں ۶/ ۹/ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ ۱۷/ ۲۸/ میں کراہت نہیں ہے۔

نمبر ۶/ قبرستان میں جہاں میت کے اجزاء نہ ہوں، گندگی وغیرہ نہ ہو، میت نمازی کے قبلہ رخ پر نہ ہو وہاں نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ نو سے بارہ تک حمام میں عدمِ کراہت کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں تلویث کا اندیشہ نہیں ہے۔ نیز یہاں یہ بھی خیال رہے کہ حمام سے مراد قدیم دور کی وہ عمارتیں ہیں جن میں مختلف کمرے وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ جن میں کچھ آگ کے لیے، کچھ لکڑی وغیرہ رکھنے کے لیے، بعض کپڑا وغیرہ بدلنے اور تیل کی مالش وغیرہ کے لیے مختص ہوتے تھے۔ اور بعض کمرے غسل کے لیے آنے جانے والوں کی مجلس ہوا کرتے تھے۔

اونٹ کے باڑے میں نماز کی ادائیگی کی ممانعت حدیث سے بھی ثابت ہے اور فقہاء کی تصریحات سے بھی۔ لیکن ۱۷/ ویں صورت میں مکروہ نہیں ہے۔ یعنی جب اونٹ وہاں نہ ہوں اور جائے نماز پاک ہو۔

۲۸/ ویں صورت میں بھی جب کہ صاحبِ زمین نماز کی ادائیگی پر اعتراض نہ کرے یا صاحبِ زمین سے مرافقت ہو، تو ایسی ارضِ غیر میں نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے، بلکہ بلا اجازت نماز ادا کرنا جائز ہے۔

ان کے علاوہ ۱/ ۲/ ۳/ ۵/ ۷/ ۸/ ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/ ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/ ۲۱/ ۲۲ (بیت الخلاء کے اوپری حصے اِس دور میں صاف ہوتے ہیں، اس لیے بیت الخلاء کے اوپری حصہ پر کراہت کا حکم نہیں ہونا چاہئے۔) / ۲۳/ ۲۴/ ۲۵/ ارضِ مغصوبہ ۲۶/ اور بلا اجازت ارضِ غیر میں، ۲۷/ و ۳۳/ ارضِ غیر میں مزروعة ومکروبة، ۲۹/ ۳۰/ اور عام راستے پر مکروہ تحریمی، ۳۱/ سوٗر مدینہ (یعنی عوامی املاک) پر بنی مسجد، ۳۲/ و ۳۳/ ارضِ غیر کا مالک غیر مسلم ہے، تو اس کی زمین میں نماز ادا کرنے کے بجائے راستہ کے کنارے نماز پڑھنا افضل ہے۔

جوابات

ان تفصیلات کے بعد سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

ارضِ غیر اور ارضِ مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق

سوال نمبر ۱۔ نماز کے لیے زمین کی بابت ''ارضِ غیر'' اور ''ارضِ مغصوبہ'' اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب: ارضِ غیر اور ارضِ مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہے۔

ارضِ غیر میں صاحب زمین کی رضا مندی ضروری ہے، مالکِ زمین کے حقوق کی بازیابی کے لیے ارضِ مغصوبہ میں نماز کی ادائیگی کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔حکومت کی زیرِ ملکیت زمین میں رعیت اور عوامی حقوق بھی متعلق ہیں، اس لیے اس زمین کی نوعیت کے لحاظ سے ادائیگی نماز کے لیے حکم جاری ہوگا۔

ارضِ غیر میں نماز

الف: ارضِ غیر میں اگر نماز کی ادائیگی سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا ہے، تو نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ جزئیہ نمبر ۲۷/و ۲۸/ میں صراحت ہے۔

ب: اور اگر ارضِ غیر مصروف و مشغول ہے، وہاں نماز کی ادائیگی سے صاحبِ زمین کو نقصان کا اندیشہ ہے، تو وہاں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ منقولہ جزئیات میں ۲۷/ ۳۲/اور ۳۳/ سے ظاہر ہے۔

ج: نیز ارضِ غیر اگر کسی غیر مسلم کی ہے تو اس میں نماز ادا کرنے کے بجائے راستوں وغیرہ کے کنارے نماز ادا کرنا افضل ہے۔ جیسا کہ جزئیات منقولہ نمبرات ۲۵/ ۲۶/ ۳۲/ سے معلوم ہوتا ہے۔

ارضِ مغصوبہ

ارضِ مغصوبہ میں نماز ادا ہو جائے گی، لیکن غصب کی وجہ سے اس زمین نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔ جیسا کہ جزئیات منقولہ بالا ۲۵/و ۲۶/اور فتاوی ہندیہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

حکومت کی زیرِ ملکیت زمین

حکومت کی زیرِ ملکیت زمین میں عوام و رعایا کے حقوق متعلق ہوتے ہیں، اس لیے جہاں نماز کی ادائیگی سے حکومت کے کسی نظام کو نقصان نہیں پہنچتا ہو وہاں بلا کراہت نماز کی ادائیگی جائز ہے۔ جیسا کہ جزئیات منقولہ بالا ۲۶/ کی آخری سطر اور ۳۰/ ۳۲/ ۳۳/و ۳۴/اور مراقی الفلاح کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

نیز ان تینوں قسم کی جگہوں پر نماز کی ادائیگی کی عدم کراہت کے سلسلے میں ۶/، ۹/ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ ۱۷/ ۲۸/ کے تحت منقولہ فقہی جزئیات دیکھی جائیں۔

پٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہوں پر نماز

سوال نمبر ۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہیں عموماً کسی کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لیے عام لوگوں کی آمد و رفت لوگوں کا کچھ وقت کے لیے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لیے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب نمبر ۲۔ ان مقامات پر اگر آمد و رفت کرنے والوں اور اسی طرح مالکان کو حرج نہ ہو تو نماز کی ادائیگی مکروہ

نہیں ہوگی، اس سلسلے میں ارضِ مزروعۃ (یعنی مشغولہ) وغیرمزروعہ (یعنی غیرمشغولہ) کی جزئیات نمبر ۲۷/ ۳۳/ ۳۴/عمدہ نظائر ہیں۔

افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز

سوال نمبر ۳۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لیے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دلالتِ حال سے اجازت معلوم ہو، مثلاً صاحب زمین سے مرافقت ہو، یا مالک کی طرف سے نکیر نہ ہو تو باقاعدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ زبانی اجازت کے بغیر بھی نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔ جیسا جزئیات منقولہ میں نمبر ۲۷/اور ۲۸/ کے تحت فقہی عبارات نقل کی گئی ہیں۔

تنگ وکشادہ راستوں پر نماز

سوال نمبر ۴۔ فقہاء نے عام طور پر راستے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً کشادہ ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پسِ منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا، یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لیے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب: یہ حکم درحقیقت چھوٹے وتنگ راستوں کے لیے ہے۔ لیکن کشادہ راستے بھی خاص کر قومی وصوبائی شاہراہیں، جو بظاہر اُن کے کنارے خالی معلوم ہوتے ہیں، وہ انتظامی ضرورت کے تحت ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ عام طور پر یہ خالی جگہیں استعمال میں نہیں آتی ہیں، اس لیے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ جیسا کہ منقولہ فقہی جزئیات نمبر ۲۶/ ۳۲/ ۳۳/ ۳۳/اور ۳۴/ میں صراحت ہے۔ البتہ خالی جگہوں میں نماز کے لیے باقاعدہ کوئی جگہ خاص کر لینا درست نہیں ہے۔ کوئی جگہ خاص کر لینے کی صورت میں وہاں نماز کی ادائیگی مکروہ ہوگی۔ جیسا کہ جزئیہ نمبر ۳۱/سورِ مدینہ پر قائم مسجد میں نماز کی ادائیگی کی کراہت سے واضح ہوتا ہے۔

ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز

سوال نمبر ۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات میں وہ جگہیں جو خالی ہوں وہ خالی جگہیں ایمرجنسی وناگہانی آمدورفت کے لیے نہ مختص ہوں، نیز خالی جگہوں میں نماز کی ادائیگی سے نہ مسافروں کی آمدورفت میں خلل واقع ہوتا ہو، اور نہ ہی حکومت کے انتظام میں دقت وپریشانی کھڑی ہوتی ہو تو وہاں نماز کی ادائیگی

بلا کراہت جائز ہے۔اس مسئلے میں بھی سوال نمبر ۴ ؍کے تحت جزئیات ہمارا مستدل ہیں۔

حکومت کی زیرِ ملکیت ٹرین، جہاز جیسی سواری گاڑیوں کی خالی جگہوں میں نماز

سوال ۶۔ٹرین، جہاز جیسی سواری گاڑیاں جوحکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہیں بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:ٹرین، جہاز جیسی سواری گاڑیاں جوحکومت کی ملکیت ہوتی ہیں،(پرائیویٹ کا حکم ارضِ غیر کی طرح ہوگا)ان میں خالی جگہیں بھی ہوتی ہیں، ان میں درمیان کی گزرگاہ والی خالی جگہوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہوگا۔ لیکن اپنے کیبن میں جہاں گزرگاہ نہیں ہے، وہاں نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر پرائیویٹ سواریوں کے مالکان کو اعتراض ہو یا اُنھیں پریشانی نہ ہوتو اُن میں بھی نماز کا یہی حکم ہے۔

ارضِ غیر یا حکومت کی مملوکہ آراضی پر نماز کی اِجازت وممانعت کی علامات

سوال نمبر ۷۔''ارضِ غیر'' اور حکومت کی زیرِ ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی کیا علامت ہوگی، کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب:ارضِ غیر میں عام حالات میں ممنوع الدخول کی علامات عدمِ اجازت کی علامات ہوں گی۔ مثلاً داخلہ پر روکنے کا کوئی نشان، دیوار، رَسی یا تحریر ہو یا اس جگہ کوئی ایسا سامان ہو کہ وہاں آمدورفت سے اُس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو، تو وہ ممنوع الدخول علامت مانی جائے گی۔ اس کے علاوہ ایسے مقامات کے لیے وہاں کے عرف کا بھی اعتبار ہوگا۔

تنبیہ:نقل سیدی عبد الغنی عن الا حکام لوالدہ الشیخ اسماعیل النزول فی أرض الغیر، إن کان لھا حائط او حائل یمنع منہ والا فلا، اولمعتبر فیہ العرف، اھ۔ قال:یعنی عرف الناس بالرضا وعدمہ، فلا یجوز الدخول فی أیام الربیع الی بساتین الوادی بدمشق الا بإذن اصحابھا۔

موجودہ دور میں اس قسم کے سوالات کا محرِّک

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل فقہائے کرامؒ پہلے ہی واضح کر چکے ہیں، جیسا کہ نقل کردہ جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔لیکن ہمارے ملک میں اسلام ومسلمانوں کے خلاف جس قدر تیزی کے ساتھ حالات ابتر ہوتے جارہے ہیں، بگڑتے موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس قسم کے سوالات پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے عوامی مقامات پر نماز کی ادائیگی کے بارے میں ایک دوسرے زاویے سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قانونی چارہ جوئی

اس سلسلے میں اولاً ہمیں جاننا ہوگا کہ قانونی طور پر ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے، قانونی طور پر اس ملک

میں سرکاری طرف سے کسی مذہب کی تبلیغ واشاعت وغیرہ نہیں کی جاسکتی ہے۔ نیز اسی کے ساتھ کسی قوم وفرد کواس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکا بھی نہیں جاسکتا ہے۔لیکن اِدھر کچھ سالوں سے معاملہ یہ ہے کہ ایک خاص مذہب یا فکرکوسرکار کی طرف سے خوب تقویت وتوسیع فراہم کی جارہی ہے، دوسری طرف مسلمانوں کواُن کے بنیادی حقوق سے بھی محروم کیا جارہاہے۔اسی سلسلے کی ایک کڑی پبلک مقامات پر خاص مذہب وفکر کے آثار ومراسم کا خوب مظاہرہ اور مسلمانوں کو ایسے مقامات نماز کی اِس طرح ادائیگی سے بھی روکا جارہاہے جس میں کسی کوکسی بھی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ یہ روک ٹوک سرکاری سطح پر بھی ہورہاہے، اورعوامی سطح پر بھی۔ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے مسئلہ پیدا ہورہاہے کہ ٹرینوں، اسپتالوں، اسکولوں وغیرہ عوامی مقامات پرنماز کیسے ادا کریں؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ ملک کے بنیادی قوانین کے لحاظ سے نمازوں پر ایسی ممانعت یا سختی نہیں ہے۔اس لیےاولاً ملی ادارے ایسے ظالمانہ حکومتی وعوامی کارروائیوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر کے مسئلہ کوحل کریں۔

بازاروں اورشاہراہوں پراہلِ ایمان اپنے ڈھابے، دکانیں وغیرہ کی تعمیر کریں

نیز جیسا کہ گذشتہ سطور میں ارضِ غیر میں نماز کی ادائیگی والی جزئیات سے واضح ہوتا ہے کہ اگرکوئی زمین محروم الایمان کی ہو، تو اُس زمین پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بازاروں اور شاہراہوں پر اپنے ڈھابے، دُکانیں وغیرہ اس انداز میں تعمیر کریں کہ وہاں مسلمان نمازیں ادا کرسکیں۔اس طرح مسلمانوں کوآسانی بھی ہوگی، حفاظت بھی فراہم ہوگی، باہم مربوط بھی رہیں گے، نیز کاروبارروزگار کا ایک عظیم راستہ بھی مسلمانوں کوفراہم ہوگا۔

مبتلا بہ مسلمان کے لیےایسے مقامات یا موقعوں پرصلوۃ الخوف

دوسری طرف جہاں کہیں حالات نامناسب معلوم ہوں تو مبتلاء بہ مسلمان ٹرینوں وغیرہ میں صلوۃِ خوف کے انداز میں نمازیں ادا کرلیا کریں۔اور بعد میں قابلِ اطمینان مقام پرنمازوں کا اعادہ کرلیا کریں۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ- فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرة: ۲۳۹)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرة۲۸۶)

وان زاد الخوف صلوا رکباناً فرادًی، بایماء الی ماشاء وان عجزوا عن التوجه ویفسد ها القتال والمشیء والرکوب۔ (شرح وقایة، ج ۱/ص ۲۰۵/، کتاب الصلوة، باب صلوة الخوف)

نیز جاری کشتی میں گرنے کے خوف سے فرض نماز قیاماً ادا کرنے کے بجائے اشارہ سے ادا کرنے کی اجازت ہے، تو ایسی صورت میں جہاں کسی مسلمان کے خلاف انسانی صورت میں موجود وحشیوں سے ایذارسانی کا اندیشہ ہو یا

ظالم حکومت کی جانب سے مختلف دفعات کے تحت مقدمات قائم کیے جانے کا خوف ہوتو وہاں اشارہ سے نماز ادا کرلینا چاہئے۔

فی الدر المختار:(صلی الفرق فی فلک) جار(قاعدا بلاعذر صح) لغلبة العجز(وأساء) وقالا:لا یصح الابعذروهوالاظهر۔

وفی الرد قوله:قاعدا.ای یرکع ویسجد لاموطئا،اتفاقا،بحر۔

قوله:لغلبة العجز. ای لان دوران الراس فیها غالب، والغالب کالمتحقق فاقیم مقامه۔ (ردالمحتار مع الدر المختار،ج2ص572)

☆☆☆☆☆

سوالات وجوابات برائے فقہی سیمینار

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی
(استاذ تفسیر وفقہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ، پھلت، مظفر نگر)

سوال(۱): نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر اور ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب(۱): ۔ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمینوں کا حکم قدرے مختلف ہے۔

(۱) غیر کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر وہ غیر مسلم ہے اور اگر وہ مسلمان ہے تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ مسلمان اس سے خوش ہوگا اس لئے کہ اس کو ثواب کی توقع ہوتی ہے اور اگر کسی قرینہ وقیاس وغیرہ سے یہ معلوم ہوجائے کہ مسلمان بھی اپنی زمین میں نماز پڑھنے سے کراہت محسوس کرتا ہے یا پھر منع کرتا ہے تو اس جگہ پر بھی نماز پڑھنے کا وہی حکم ہوگا جو غیر کی اجازت کے بغیر اس کی زمین کا حکم گزرا ہے۔

قوله: وأرض مغصوبة أو للغير لا حاجة إلى قوله أو للغير إذ الغصب يستلزمة اللهم إلا أن يراد الصلاة بغير الإذن وإن كان غير غاصب أفاده أبو السعود . وعبارة الحاوى القدسى . والأرض المغصوبة فإن إضطر بين أرض مسلم وكافر يصلى فى أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة فلو مزروعة أو لكافر يصلى فى الطريق لأن له فى الطريق حقا كما فى مختارات النوازل. وفيها تكره فى أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكره فلا بأس .

تنبيه: نقل سيدى عبد الغنى عن الأحكام لوالده الشيخ اسماعيل أن النزول فى أرض الغير إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه والا فلا . والمعتبر فيه العرف قال يعنى عرف الناس بالرضا و عدمه۔ (ردالمحتار. مطلب فى الصلاة فى الأرض المغصوبة ودخول البساتين وبناء المسجد فى الغصب. جلد1ص(411)

(۲) ارض مغصوبہ: غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا باجماع امت حرام ہے۔ اور نماز پڑھنے والا بھی اس کی وجہ سے گنہگار ہوگا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایسی جگہ نماز پڑھ لی گئی تو تمام فقہاء کے نزدیک کراہت کے

ساتھ نماز ہو جائے گی۔(قاموس الفقہ -مولف مولانا خالد سیف اللہ ج 1 ص 441)

الصلاة فی أرض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلمه فما کان بینه و بین اللہ تعالی یثاب وماکان بینه وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاوی. الصلاة جائز فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطها وأرکانها و تعاد علی وجه غیر مکروه وہو الحکم فی کل صلاة أدیت مع الکراہة کذا فی الهدایة. فإن کانت تلک الکراہة کراہة تحریم تجب الاعادة أو تنزیه تستحب فإن الکراہة التحریمیة فی رتبة الواجب کذا فی فتح القدیر -(ہندیه کتاب الصلاة. جلد 1. ص 109)

(۳) حکومت کی ملکیت میں مسلمان کو چونکہ برابر کا حق حاصل ہے، اگر وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے تو نماز پڑھ سکتا ہے اسلئے کہ شرعی اعتبار سے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے۔

فإن شرط الوقف التأیید والأرض إذا کانت ملکا له فللمالک استردادها وأمره بنقص البناء۔ (ردالمحتار: مطلب مناظرة ابن الشحنه مع شیخة العلامة قاسم فی وقف البناء. جلد .4ص.588)

سوال (۲): پیٹرول پمپ ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے اس لیے عام لوگوں کی آمد ورفت کیوجہ سے لوگوں کا کچھ وقت کے لیے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لیے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب (۲):۔ پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں جو عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں اس میں اصل مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ وہاں کے جو کارندے ہیں ان سے اجازت لے لینی چاہیے تاکہ بعد میں نماز کی اہانت نہ کی جائے، اصل مالک کی طرف سے اس کے جو کارندے موقع پر موجود ہوتے ہیں وہی دیکھ ریکھ کرتے ہیں اور سارے معاملات طے کرتے ہیں اس لیے اصل مالک کی اجازت پر اس کی صحت کو موقوف نہیں رکھا جائے گا اور یوں بھی اس قسم کے مقامات پر اجازت عام ہوتی ہے الا یہ کہ مالک کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو یا ملکیت کے ضیاع کا خوف ہو۔

نقل سیدی عبد الغنی عن الاحکام لوالده الشیخ إسماعیل أن النزول فی أرض الغیر إن کان لها حائط أو حائل یمنع منه والا فلا . والمعتبر فیه العرف قال یعنی عرف الناس بالرضاوعدمه ۔ (ردالمحتار مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة و دخول البساتین وبناء المسجد فی الغصب- ج ا .ص411)

سوال (۳): افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب (۳):۔ یوں تو جو افراد نماز جیسی عبادات سے ادنی بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ نماز پڑھنے کو اپنی زمین میں باعث اجر سمجھتے ہیں اور عموماً منع نہیں کرتے ہیں البتہ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت لینی چاہئے کیونکہ اگر وہ ملکیت غیر مسلم کی ہے تو پھر بغیر اجازت وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ہاں اگر مسلمان کی ہے تو مسلمان کی طرف سے دلالۃً اجازت ہی مانی جائے گی البتہ اگر مسلمان بھی نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو پھر نماز کی اہانت لازم آئے گی تو اس صورت میں وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ (ردالمحتار مطلب فی الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ ودخول البساتین وبناء المسجد فی الغصب۔ ج ۱ ص ۴۱۱ مکتبہ دار الفکر)

سوال (۴):۔ فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کیوجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب (۴):۔ آج کل راستے تو چوڑے ہیں لیکن فتنہ وفساد کا اندیشہ اب بھی باقی ہے اور حکومت کی طرف سے بھی ممانعت ہے حکومت روڈ پر نماز پڑھنے سے منع کرتی ہے اور دنگائی مسلمانوں کو پریشان کرتے ہیں اسلئے بہتر ہے کہ روڈ پر نماز نہ پڑھی جائے ہاں اگر مسلمانوں کی آبادی ہے اور راہ گیروں کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے تو پھر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر۔ زاد في الكافي ومرابط دواب وإصطبل وطاحون وكنيف وسطوحها ومسيل واد وأرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة. وصحراء۔ (الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الصلاة ج ۱ ص ۴۰۹ تا ۴۱۱)

ولما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن الصلاة في المزبلة والمجزره وماطن الإبل وقوارع الطريق والحمام والمقبره الخ۔

ومعنى النهي عن الصلاة في المزبلة والمجزرة كونهما موضع النحاسة - (الموسوعة الفقهيه ج ۲۷ ص ۶۰ - ۵۰)

عن جابر بن عبد اللہ قال جاء عمر یوم الخندق فجعل یسب کفار قریش ویقول یا رسول اللہ ما صلیت العصر حتی کادت الشمس أن تغیب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأنا واللہ ما صلیتہا بعد قال فنزل إلی بطحان فتوضأ وصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی المغرب بعدہا - (صحیح بخاری شریف حدیث .945ج .1ص215,214)

سوال(۵):۔ ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب(۵): ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کے دیگر مقامات پر مسلمان کی بھی ملکیت قائم ہے اس لیے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے نہ ہی حکومت کی جانب سے اس قسم کی کوئی پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہاں پر عبادت نہ کی جائے بلکہ ایئر پورٹ وغیرہ پر تو عبادت خانے بنائے جاتے ہیں تا کہ مسافرین بآسانی اپنی عبادات انجام دے سکیں البتہ برادران وطن کی جانب سے بعض مرتبہ شکایت کر دی جاتی ہے کہ عمومی مقامات پر عبادت نہ کی جائے اور کئی مرتبہ حکومت نے اس پر ایکشن بھی لیا ہے جبکہ قانون ممانعت کا نہیں ہے پھر بھی حکومت فتنے کو دبانے کی غرض سے مسلمانوں کے خلاف کاروائی کر دیتی ہے اسلیے ریلوے اسٹیشن ایر پورٹ وغیرہ پر نماز نہ پڑھے بلکہ پہلے سے ہی پڑھ کر آئے یا پھر بعد میں پڑھ لے اور بہتر ہے کہ جو مقامات عبادت خانے کے طور پر مختص کیے گئے ہیں وہاں پر نماز ادا کرلے اس لیے کہ فتنے سے بچنا بھی ضروری ہے آج کل لوگ ویڈیوگرافی کے ذریعے بھی پریشان کرتے ہیں اور بعد میں بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے اس لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازمی ہے۔

وکذا تکرہ فی أماکن کفوق کعبة وفی طریق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر۔ زاد فی الکافی ومرابط دواب وإصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وأرض مغصوبة أو للغیر لو مزروعة أو مکروبة. وصحراء-(الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلاۃ ج .1ص409تا(411

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل احتیاط کی بین دلیل ہے۔

سوال(6):۔ ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواریاں جو حکومت کی ملکیت میں ہوتی ہے ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب(6):۔ ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواریاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اگر وہاں نجاست وغیرہ نہ ہو اور فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو تو وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ مؤخر کر دے، جہاز میں تو جگہ بھی مختص ہوتی ہے جب کہ ٹرین میں ایسا نہیں ہے بلکہ خود ہی نظم کر کے گاڑی کے چلنے کی صورت میں یا رکنے کی صورت میں نماز کے ارکان وشرائط کے ساتھ

نماز ادا کرنے کا اہتمام کرے، ٹرین میں بھی اگر چہ فتنے کا اندیشہ موجود ہے، البتہ اس کے امکانات کم ہوتے ہیں اس لیے نماز ادا کرلے۔

وکذا لو اجتمعوا فی مکان ضیق لیس فیہ الا موضع یسع أن یصلی قائما بعد الوقت کعاجز عن القیام والوضوء فی الوقت ویغلب علی ظنہ القدرۃ بعدہ۔ (رد المحتار باب التییمم ج 1۔ص 251.)

سوال (۷):۔ ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقام میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی سمجھا جائیگا؟

جواب (۷):۔ أرض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقام میں نماز کی مانعت نہ ہونا ہی اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا کیونکہ حکومت کی ملکیت میں مسلم وغیر مسلم دونوں کا حق برابر ہے۔ اور ممانعت نہ ہونے میں عرف عام کا اعتبار کیا جائیگا، موجودہ دور میں چونکہ بعض مرتبہ فتنے کی شکلیں بن گئی ہیں ورنہ حکومت کی جانب سے اجازت عام ہی ہے اور اس ماحول میں اجازت تصور کرتے ہوئے نماز وغیرہ پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا اور حکومت کی طرف سے عدمِ ممانعت تصور کی جائے گی۔

نقل سیدی عبد الغنی عن الأحکام لوالدہ الشیخ اسماعیل أن النزول فی أرض الغیر إن کان لھا حائط أو حائل یمنع منہ وإلا فلا . والمعتبرۃ فیہ العرف قال یعنی عرف الناس بالرضا وعدم۔ (رد المحتار مطلب فی الصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ وبناء المسجد فی أرض الغصب . ج 1.ص 411)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی محمد عثمان بستوی

عوامی مقامات پر نماز سے متعلق سوالات کے جوابات سے قبل چند اصولی باتیں تحریر کی جاتی ہیں:

ا۔ کسی دوسرے کی ملکیت والی چیز کو بغیر مالک کی اجازت ورضا کے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، استعمال خواہ کسی مباح کام کے لئے ہو یا واجب وفرض کے لئے، استعمال کے جائز ہونے کے لئے مالک کی اجازت شرط ہے خواہ مالک مسلمان ہو یا غیر مسلم، مالک کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف جائز نہیں چاہے مالک کا نقصان ہو یا نہ ہو، یعنی مالک کے لئے دوسرے کو روکنے کا حق واختیار ہے۔

أما إذا أراد أن يأخذ الجمر فليس له ذلك إلا بإذن صاحبه وفي الكلأ أن له احتشاشه وإن كان في أرض مملوكة غير أن لصاحب الأرض أن يمنع من الدخول في أرضه۔ (فتح القدیر ج۶، ص: ۴۱۸)

۲۔ اجازت جس طرح صراحتاً معتبر ہوتی ہے اسی طرح دلالتاً اجازت کا بھی اعتبار ہے۔ البتہ جس تصرف سے مالک کا نقصان ہوتا ہو اس تصرف کے لئے اجازت صریحہ ضروری ہے دلالتاً اجازت معتبر نہیں، عرف اور قرائن دلالت میں داخل ہیں:

والإذن إما أن يكون صراحتاً وإما أن يكون دلالتاً لكن لا يجوز له أن يتصرف تصرفا مضرا بالشريك بالاذن دلالة۔ (شرح المجلی المادة: ۱۰۷۸)

الإذن دلالة كالإذن صراحة بيد أنه عند وجود النهي صراحة لا اعتبار للدلالة غير أنه إذا كان نهي ومنع صريحين فلا يلتفت إلى الأذن دلالة (شرح المجلى ماده، ص: ۷۷۲)

۳۔ اگر کسی جگہ یا مکان وغیرہ کو کرایہ پر لیا جائے تو کرایہ دار کے لئے اس جگہ یا مکان وغیرہ میں ہر ایسا کام کرنا شرعاً جائز ہے جس سے کرایے پر لی گئی چیز میں کسی قسم کا نقصان نہ پیدا ہوتا ہو خواہ مالک اس کام سے راضی ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر مالک کا کوئی نقصان اور ضرر ہو تو ایسی صورت میں بلا رضا واجازت کے شرعاً اس کام کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی لئے ذمی کرایہ دار کو مسلمان سے لئے گئے کرایے کے مکان میں شراب پینے، بت پرستی کرنے وغیرہ کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح غیر مسلم مالک سے کرایے پر مکان لینے والے مسلمان کو اس میں نماز پڑھنے، وضو کرنے وغیرہ کا پورا حق واختیار ہے، غیر مسلم مالک کے لئے شرعاً ایسے عمل سے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

إذا استاجر داراً أو بيتا ولم يسم الذي يريدها له حتى جازت الإجارة استحساناً كان للمستاجر أن يسكنها وله أن يضع متاعه فيها وله أن يعمل ما بدا له من العمل مما لا يضر بالبناء ولا يوهنه نحو الوضو وغسل الثياب أما كل عمل يضر بالبناء ويوهنه نحو الرحى والحدادة والقصارة فليس له ذلك إلا برضا صاحبه۔ (الفتاوی الہندیہ: ج ۴، ص: ۴۷۰)

۴۔ اگر کسی چیز کے متعدد مالک یا کرایہ دار ہوں یا اس کے متعدد مستحقین ہوں تو ان میں سے کسی کے لئے بھی ایسے کام کی اجازت نہیں ہوگی جس سے دوسرے کے حق میں خلل پیدا ہو، البتہ اگر سب راضی ہوں تو ایسے کام کی بھی اجازت ہوگی:

رجل يبيع على الطريق إن كان لا يضر بالمارة لسعة الطريق يحل الشراء منه وإن أضره بالمارة لا يحل الشراء منه وإن كان الطريق واسعاً۔ (حاشية على هامش الهندية: ج ۴-ص ۲۴-۵۲۳)

أن يكون المصلي تعرض للمرور والمار ليس له مندوحة عن المرور فيختص المصلي بالإثم دون المار۔ (شامی: ج ۲-ص ۳۹۹)

۵۔ غیر دارالاسلام میں غیر مسلمین کی املاک مباح الاصل ہوتی ہیں، لہٰذا جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کی شرط کے ساتھ ان کی املاک سے انتفاع جائز ہے:

مال الحربي ليس بمعصوم بل هو مباح في نفسه.... فكان الأخذ استيلاءً على مال مباح غير مملوك وأنه مشروع مفيد للملك كالاستيلاء على الحطب والحشيش -(بدائع الصنائع: ج ۷-ص ۸۱)

الجواب عن السوال الاول:

ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت وکراہت مالک کی طرف سے اجازت نہ ہونے کی بناء پر ہے، یعنی ارض مغصوبہ میں کراہت کی علت ''عدم الاذن'' ہے۔ لہٰذا ارض غیر میں بھی اگر یہ علت موجود ہو تو اشتراک علت کی وجہ سے حکم بھی مشترک ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ارض غیر میں بلا اجازت صریحہ وعرفیہ کے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ارض غیر اجازت کے فقدان کے وقت ارضِ مغصوبہ کے حکم میں داخل ہوگی۔ یعنی ارض غیر میں بلا اجازت نماز ادا کرنا ارض مغصوبہ میں نماز ادا کرنے کی طرح ہے:

قوله:(وتكره في أرض الغير بلارضاه) بأن كانت لذمي مطلقاً لأنه يأبي، أو لمسلم وهي مزروعة، أو مكروبة، ولم يكن بينهما صداقة، ولا مودة، أو كان صاحبها سيء الخلق، ولو كان في بيت

إنسان الأحسن أن يستأذنه، وإلا فلا بأس كما في الفتح، وفي مختارات الفتاوى: الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه وبين العباد يعاقب كما في الفتاوى الهندية۔ (حاشية الطحطاوي: ص ۳۵۸)

وتكره الصلاة في أرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة، وصحراء اللهم إلا أن يراد الصلاة بغير الإذن وإن كان غير غاصب. (شامی: ج ۲-ص ۴۴)

الجواب عن السوال الثانی:

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی ذاتی ملکیت کی وہ جگہیں جن سے عام لوگوں کی ضروریات وابستہ ہوں ان جگہوں میں مالک کی صریح رضا کے بغیر نماز پڑھنا جس سے لوگوں کو حرج اور پریشانی ہو، یہ ارض غیر اور ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔یعنی ایسی جگہوں میں بلا اجازت نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص ہو یا ایسی جگہ میں نماز پڑھی جائے جس سے مالک کے کاروبار میں کوئی حرج واقع نہ ہو تو اجازت صریحہ لازم نہیں، بلکہ دلالۃ اجازت بھی کافی ہے۔مثلاً مالک مسلمان ہو اور اس کے کسی خالی حصہ میں نماز ادا کی جائے جس سے مالک کے کاروبار میں کوئی حرج نہ واقع ہو اور نماز سے منع بھی نہ کرے تو مالک کا سکوت اور اسلام یہ دونوں امر دلالتاً رضا کی دلیل بنیں گے۔لیکن ایسی جگہ میں نماز ادا کرنے کے لئے جس میں نماز پڑھنے سے مالک کا حرج اور نقصان ہو صرف سکوت رضا کی دلیل نہیں بنے گا بلکہ ایسی صورت میں اجازت صریحہ کا پایا جانا لازم ہے۔ کیوں کہ مالک کے ضرر کے وقت سکوت کو رضا کی دلیل نہیں تسلیم کیا گیا ہے۔ بلکہ اجازت صریحہ کو لازم کیا گیا ہے۔ حاصل یہ کہ نماز پڑھنے کی کل چار صورتیں ہیں:

الف: ایسی جگہ نماز پڑھے جس سے مالک کے کاروبار میں اور لوگوں کی آمد و رفت میں کوئی حرج نہ ہو تو نماز پڑھنے کے لئے دلالتاً اجازت کافی ہے۔یعنی مالک کا مسلمان ہونا اور سکوت کرنا۔

ب: ایسی جگہ نماز پڑھنا جس سے مالک کے کاروبار میں حرج ہو، لوگوں کی آمد و رفت میں دشواری ہو تو نماز پڑھنے کے لئے اجازت صریحہ ضروری ہے دلالتاً اجازت کافی نہیں، لہٰذا مالک کے مسلمان ہونے اور سکوت کرنے سے نماز کی اجازت نہیں ہوگی۔

ج: مالک کی طرف سے صراحتاً ممانعت ہو تو بھی دلالتاً اجازت کا اعتبار نہیں چاہے مالک مسلمان ہو یا غیر مسلم، ایسی صورت میں سکوت رضا کی دلیل نہیں بنے گا۔

د: اگر ریسٹورنٹ، پیٹرول پمپ وغیرہ غیر مسلم کی ملکیت ہو تو اس وقت بھی صراحتاً اجازت ضروری ہے، صرف

اس کا سکوت رضا کی دلیل نہیں بنے گا:

كما أنه يصح لمن استأجر دارا بدون بيان كونها لأي شيء أن يسكنها بنفسه كذلك يصح له أن يسكنها غيره أيضاً وله أن يضع فيها أشياءه وله أن يعمل فيها كل عمل لا يورث الوهن والضرر للبناء، لكن ليس له أن يفعل ما يورث الضرر والوهن إلا بإذن صاحبها وأما بخصوص ربط الدواب فعرف البلدة وعاداتها معتبر ومرعي وحكم الحانوت على هذا الوجه. حتى أنه لو استأجر أحد داراً على أن يسكنها فلم يسكنها ووضع فيها أمتعته فليس للأجر منعه من ذلك. (شرح مجلة الاحکام، المادة: ۵۲۸، ج ۱-ص ۵۱۴)

الجواب الثالث:

ذاتی ملکیت کے خالی پلاٹ، کھیتی کی اراضی یا دوکان وغیرہ میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے، لیکن اجازت صریحہ ضروری نہیں، بلکہ اجازت عرفیہ بھی کافی ہے۔ لہٰذا اگر حالات اور قرائن سے ایسی خالی جگہوں میں نماز پڑھنے پر مالک کے اعتراض نہ کرنے کا ظن غالب ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ اگر حالات اور قرائن سے اس کا ظن غالب ہو کہ مالک نماز پڑھنے سے ناراض ہوگا تو بلا اجازت صریحہ کے نماز پڑھنا مکروہ اور منع ہوگا:

وإذا ابتلى بين الصلاة في الطريق وبين أرض غيره فإن كانت مزروعة فالأفضل أن يصلي في الطريق لأن له حقا في الطريق ولا حق له في الأرض وإن تكن مزروعة وإن كانت لمسلم يصلي فيها فإن الظاهر أنه يرضى به لأنه إذا بلغه يسر بذلك لأنه أحرز أجرا من غير اكتساب منه وفي الطريق لا إذن لأن الطريق حق المسلم والكافر وإن كانت لكافر يصلي على الطريق لأنه لا يرضى به. (البحر الرائق: ج ۲-ص ۳۲)

الجواب الرابع:

راستہ خواہ چوڑا ہو یا تنگ ہو، عام حالات میں راستے میں نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں، کیوں کہ اگر راستہ تنگ ہے تو اصحاب حقوق کا اضرار ہے اور اگر راستہ کشادہ ہو اور نماز ایسے حصے میں ادا کی جائے جس سے لوگوں کے گزرنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو تو اس صورت میں اگر چہ کسی کا اضرار نہیں، لیکن راستہ کو غیر مقصد میں استعمال کرنے کی کراہت بہرحال پائی جائے گی، البتہ اگر نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ دستیاب نہ ہو تو کشادہ راستے کے اس حصہ میں نماز ادا کرنے میں کراہت نہیں ہے جس میں نماز ادا کرنے سے کسی کو تکلیف اور ضرر نہ ہو اور مرور میں کوئی

حرج نہ ہو، کیوں کہ راستے میں اس نماز پڑھنے والے کا بھی حق ہے، اس لئے ضرورت کے وقت غیر مضر حصے میں نماز ادا کرنا جائز ہوگا:

لأن الصلاة في الطريق أي في طريق العامة مكروهة لأن فيه منع الناس عن المرور والطريق حق الناس أعد للمرور فيه فلا يجوز شغله بما ليس به حق الشغل وإذا ابتلي بين الصلاة في الطريق وبين أرض غيره فإن كانت مزروعة فالأفضل أن يصلى في الطريق لأن له حقا في الطريق ولا حق له في الأرض فإن تكن مزروعة وإن كانت لمسلم يصلى فيها فإن الظاهر أنه يرضى به لأنه إذا بلغه يسر بذلك وإن كانت لكافر يصلى على الطريق. (البحر الرائق: ج ۲-ص ۳۳-۳۲)

الجواب الخامس:

ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر عوامی مقامات جس میں داخل ہونے اور جانے کا کرایہ اور معاوضہ وصول کیا جاتا ہو تو کرایہ دار کی حیثیت سے اس جگہ میں داخل ہونے والے کو نماز پڑھنے کا بھی شرعا حق ہے، بشرطیکہ نماز ایسے موقع اور محل میں ادا کرے جس سے لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، لہٰذا ایسے مقامات پر نماز پڑھنے کے لئے اگر کوئی جگہ مختص ہو تو اس جگہ میں نماز ادا کی جائے، اور اگر کوئی جگہ مختص نہ ہو تو بھیڑ بھاڑ سے خالی کسی گوشے میں نماز اس طرح سے ادا کرے کہ لوگوں کی آمد و رفت متاثر نہ ہو، حاصل یہ کہ کرایے دار ہونے کی حیثیت سے اس کو ہر ایسا کام کرنے کا حق ہے جس سے کسی کی حق تلفی نہ ہو:

إذا استأجر داراً أو بيتا ولم يسم الذي يريدها حتى جازت الإجارة استحسانا كان للمستأجر أن يسكنها وأن يسكنها وله أن يضع متاعه فيها وله أن يعمل ما بدا له من العمل مما لا يضر بالبناء ولا يوهنه نحو الوضوء وغسل الثياب أما كل عمل يضر بالبناء ويوهنه نحو الرحى والحدادة والقصارة فليس له ذلك إلا برضا صاحبه۔ (الفتاوى الهنديه: ج ۴-ص ۴۷۰)

اور حکومت کی عوامی ملکیت والے مقامات جس کا کرایہ نہیں دیا جاتا ہے جیسے کچہری وغیرہ تو اس میں اصولاً نماز ادا نہ کرنا چاہیے، کیوں کہ اس کا حکم راستہ کا حکم ہوگا۔ البتہ ضرورت اور مجبوری کے وقت جب کوئی دوسری جگہ بہ آسانی میسر نہ ہو تو ایسی جگہ میں نماز ادا کرنا جائز ہے جس سے کسی کو ضرر لاحق نہ ہو:

لأن فيه منع الناس عن المرور والطريق حق الناس أعد للمرور فيه فلا يجوز شغله بما ليس به حق الشغل، وإذا بتلى بين الصلاة في الطريق وبين أرض غيره فإن كانت مزروعة فالأفضل أن يصلي في الطريق لأن له حقا في الطريق ولا حق له في الأرض۔ (البحر الرائق: ج ۲-ص ۳۳)

الجواب السادس:

سواری گاڑیوں کا حکم اس دار مستاجرہ کی طرح ہوگا جس کے متعدد کرائے دار ہوں یا دار مشترکہ کا حکم ہوگا، یعنی اس میں نماز پڑھنا یہ کرایہ دار کا حق ہے، بلا وجہ کے اس سے روکنا ظلم اور تعدی ہے۔ البتہ کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھنا جس سے لوگوں کے چلنے پھرنے اور دیگر ضروریات کے پورا کرنے میں خلل اور حرج ہو تو نماز پڑھنے والے کی طرف سے تعدی اور زیادتی ہے، ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے عوامی جگہوں میں ہر ایسے کام سے منع کیا ہے جس سے دوسرے کا ضرر ہو:

إذا استأجر داراً أو بيتاً ولم يسم الذي يريدها له حتى جازت الإجارة استحسانا كان للمستأجر أن يسكنها وله أن يضع متاعه فيها وله أن يعمل ما بدا له من العمل مما لا يضر بالبناء ولا يوهنه نحو الوضوء وغسل الثياب أما كل عمل يضر بالبناء ويوهنه نحو الرحى والحدادة والقصارة فليس له ذلك إلا برضا صاحبه. (الفتاوی الهندیه: ج ۴-ص ۴۷۰)

رجل يبيع على الطريق إن كان لا يضر بالمارة لسعة الطريق يحل الشراء منه وإن أضره بالمارة لا يحل الشراء منه وإن كان الطريق واسعاً قيل يكره۔ (الفتاوی البزازیه: ج ۴-ص ۵۲۳)

وأما إذا بنى المشرعة على ملك العامة ثم آجرها من السقائين لا يجوز سواء أجر منهم للاستقاء أو أجر منهم ليقوموا فيها ويضعوا القرب كذا في الذخيرة. (هندیه: ج ۴-ص ۴۵۳)

الجواب السابع:

ارض غیر یا حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے سے اگر کسی کا کوئی ضرر اور حرج نہ ہو تو سکوت یعنی مخالفت کا نہ ہونا بھی اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔ البتہ اگر غیر کے احوال کا علم ہو تو صرف ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے قائم مقام نہیں بنے گا بلکہ دیگر قرائن کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے سے مالک کا کوئی نقصان اور حرج ہو تو صرف ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے قائم مقام نہیں۔

لو حلف لا يأذن لعبده في التجارة فرآه يبيع ويشتري فسكت فهو حانث۔ (الفتاوی الهندية، ج ۲، ص: ۱۱۸)

يعد الغائب راضياً عن انتفاع الشريك الحاضر بالملك المشترك على وجه غير مضر بالغائب. (شرح مجلة الاحكام، المادة: ۱۰۷۹، ج ۳- ۳۳)

والإذن إما أن يكون صراحة وإما أن يكون دلالة، لكن لا يجوز له أن يتصرف تصرفاً مضراً

بالشريك بالإذن دلالة (المادة: ۱۰۷۱، شرح المجلة)

موجودہ حالات میں ہند کا حکم

ہمارا ملک موجودہ حالات میں جس رخ پہ چل رہا ہے وہ کسی بھی صاحب نظر سے مخفی نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ارض غیر کی طرف سفر کرتے رہے اور نماز کا وقت آیا تو نماز بھی ادا کیا اور کہیں بھی کسی بھی روایت میں غیر سے اجازت لینے کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان جن حالات سے دو چار ہے ان حالات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت نہیں بلکہ صرف اپنی جان، مال، عزت وآبرو کی فکر کی ضرورت ہے، اس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دوسرے کو تکلیف پہنچائے بغیر ہر مقام میں نماز پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ اس کی کوشش دین واسلام کی عملی تبلیغ ہے اور کتب فقہیہ میں ارض مغصوبہ اور ارض غیر سے متعلقہ مسائل جو ذکر کئے گئے ہیں ان سب کا تعلق دار الاسلام سے ہے نہ کہ دار الکفر سے جیسا کہ فقہائے کرام کی بعض عبارات بھی اس کی طرف مشیر ہیں:

وتكره في أرض الغير بلا رضاه بأن كانت لذمي مطلقا لأنه يأبي۔ (حاشية الطحطاوى، ص ۳۵۸)

اور موجودہ ہندوستان جیسے ممالک کی اراضی جب مباح الاصل کے تحت آتی ہیں تو شرعا اجازت تو پہلے ہی سے حاصل ہے اس لئے کسی اور سے اجازت کی کیا ضرورت؟ البتہ اسلام کا شیوہ اور طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ کسی کو اپنی ذات سے بلا وجہ تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ لہٰذا دوسرے کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے عزت وآبرو کی حفاظت کے ساتھ جس جگہ بھی نماز پڑھنا ممکن ہو نماز پڑھنا شرعا جائز ہے، کسی سے قولی یا عملی اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مال الحربي ليس بمعصوم بل هو مباح في نفسه۔ (بدائع الصنائع: ج۷-ص ۸۱)

خلاصہ جواب

ج۔۱۔۲۔ارض مغصوبہ اور ارض غیر میں بلا اجازت قولیہ اور فعلیہ کے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، ذاتی ملکیت کی وہ جگہیں جہاں کثرت سے لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہو ایسے حصے میں نماز ادا کرنا جس سے لوگوں کی آمد ورفت میں خلل ہو منع ہے۔ اور ایسے مقامات میں نماز ادا کرنے کے لئے دلالتا اجازت کافی نہیں بلکہ صراحتاً اجازت ضروری ہے۔

ج ۳۔ ذاتی ملکیت کی وہ جگہیں جس میں نماز پڑھنے سے مالک کا کوئی ضرر اور نقصان نہ ہو تو ایسی جگہوں میں نماز پڑھنے کے لئے صراحتاً اجازت ضروری نہیں، بلکہ دلالتاً اجازت کافی ہے اور سکوت اور عرف بھی اجازت کے قائم مقام ہوگا۔

ج ۴۔ راستے میں نماز پڑھنا بھی مکروہ اور منع ہے۔لیکن اگر راستے میں نماز پڑھنا مجبوری ہو اور راستہ کشادہ بھی ہو تو ایسے حصے میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس سے لوگوں کی آمدورفت میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔

ج ۔۵ ۔حکومت کی ملکیت والی وہ جگہیں جس میں دخول کے لئے کرایہ لازم ہو تو ایسے مقامات میں نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ نماز ایسے حصے میں اور اس طرح سے ادا کرے کہ کسی کو کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہ ہو اور چلنے پھرنے میں بھی رکاوٹ نہ بنے۔

ج ۔٦ ۔ٹرین، جہاز اور سواری گاڑیاں جس میں کرایے کے ذریعہ سے سفر کیا جاتا ہے، اس میں بھی نماز ادا کرنا جائز ہے، البتہ ایسی جگہ کا انتخاب کرے جس سے کسی کی حق تلفی نہ ہو، اور کسی کا ضرر اور حرج بھی نہ ہو۔

ج ۔۷ ۔ارض غیر یا حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں اجازت کی علامت سکوت اور ممانعت کا نہ ہونا بھی ہے، لہٰذا ایسے مقامات میں نماز ادا کرنا جائز ہے اور سکوت کو اجازت کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔

نوٹ: مذکورہ بالا احکامات دارالاسلام سے متعلق ہیں، اور دارالکفر کا حکم یہ ہے کہ جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے ساتھ کسی کو ضرر اور نقصان پہنچائے بغیر جس جگہ بھی نماز پڑھنا ممکن ہو نماز پڑھنا جائز ہے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پرنماز کا مسئلہ

مولانا محمد صابر حسین ندوی
(جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک)

مساجد کی اہمیت

اسلامی نظام حیات میں مساجد کی اہمیت بے مثال ہے، ایک معاشرے کی تعمیر وترقی اور ایمان کی پختگی کیلئے ان کا کردار لاثانی ہے، قرآن کریم میں تعمیر مسجد کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے، سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ. (توبہ:۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کریں، جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں، جو نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور صرف اللہ ہی سے ڈریں تو اُمید ہے کہ وہ ہدایت پانے والوں میں شامل ہو جائیں گے''۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ، لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (بقرہ/۱۱٤)

''اوراس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اوراس کو ویران کرنے کے درپے ہو، وہ تو اس لائق بھی نہیں کہ بے خوف ہوکر مسجدوں میں داخل ہوں، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اورآخرت میں بڑا عذاب ہے''۔

پوری دنیا مسجد ہے

ایک امت جو دائمی ہے، صبح قیامت تک جس کی روشنی باقی رہنی ہے، جو حالات، واقعات، ماحول اور زمین کی وسعت وتنگی سے پرے ہے، اس کیلئے یہ بھی دشواری کی بات تھی کہ چند جگہوں کو خاص کر دیا جائے اور تمام فضائل انہیں سے متعلق کردی جائیں، یہ امت آخری امت ہے، جسے قیامت تک رہنا ہے، چنانچہ اس کا بھی تقاضہ تھا کہ اس میں

مساجد کو لے کر مزید وسعت ہو، عبادات کی ادائیگی کیلئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور اس امت کی ابدیت کے سبب اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تمام روئے زمین کو پاک کر دیا، اور کہیں بھی نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمادی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ(صحیح بخاری:438/صحیح مسلم:521)

ساتھ ہی مساجد کا تقدس اور اس کی عظمت بھی مسلم ہے، اسی لئے عموم بیان کئے جانے کے بعد خصوص کا تذکرہ کیا گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے احکام بھی دئے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کن جگہوں پر نماز پڑھنی ہے اور کن جگہوں پر نہیں؟ اس سلسلہ میں ایک معروف روایت پیش کی جاتی ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سات جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِيْ مَعَاطِنِ الإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰہِ. (سنن الترمذی، السنن، أبواب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراهیۃ ما یصلی إلیہ وفیہ، 1:375، رقم:346)

’’بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا:(1) جہاں گوبر یعنی کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں،(2) قصاب خانہ میں (جہاں جانوروں کو ذبح کرتے ہیں)،(3) قبرستان میں،(4) چلتے راستہ میں،(5) حمام میں (نہانے کی جگہ)،(6) اونٹوں کے باڑے میں،(7) بیت اللہ کی چھت پر۔‘‘

فقہاء کا نقطہ نظر

اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء نے بحث کی ہے کہ کہاں نماز نہیں پڑھنی چاہئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مجموعی اعتبار سے جہاں نجاست ہو اور جس جگہ رب عظیم کی عبادت کرنا توہین کہلائے وہاں نماز نہیں پڑھنی چاہئے، چنانچہ درمختار میں ہے:

وکذا تکره في أماکن کفوق کعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغسل وحمام وبطن واد ومعاطن إبل وغنم. وزاد في الکافي: ومرابط دواب وإصطبل وطاحون، وکنيف وسطوحها ومسيل واد، وأرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مکروبة، وصحراء فلا سترة لمار. (درمختار ج 2 ص ۶۲ کتاب الصلاۃ)

اور ردالمحتار میں ہے:

بأنه محل الشياطين كراهة الصلاة في معابد الكفارة لأنها مأوى الشياطين. يكره للمسلم الدخول في البيعة و الكنيسة"۔ (ردالمحتار ج 2 ص 63 :تاب الصلاة، مطلب لکراهة الصلاة في الكنيسة)

اس سلسلہ میں ایک اہم فتوی بھی ملاحظہ ہو! جس میں مذکورہ عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے فتوی دیا گیا ہے:

''عام راستہ، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، غسل خانہ، حمام، نالا، مویشی خانہ خصوصاً اونٹ باندھنے کی جگہ، اصطبل، پاخانہ کی چھت، اور صحرا میں بلاسترہ کے جب کہ خوف ہو کہ آگے سے لوگ گزریں گے ان مواضع میں نماز مکروہ ہے۔ زمین مغصوب یا برائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، قبر کا سامنے ہونا، اگر مصلی و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے، کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں اور ظاہر کراہت تحریم بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔ کعبہ معظّمہ اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس میں ترک تعظیم ہے''۔ (بہار شریعت: ۱/ ۶۳۶، ۶۳۰۔ مکروہات کا بیان)

مشترکہ زمین پر مسجد

مسجد شرعی وہی مسجد کہلاتی ہے جو پوری طرح سے وقف شدہ زمین پر بنائی گئی ہو، اس میں کسی اور کی کوئی ملکیت متحقق نہ ہوتی ہو اور نہ وہ غصب شدہ ہو، چنانچہ کسی مشترکہ جگہ پر مسجد بنانا جائز نہیں، اس لئے کہ جب زمین مشترکہ ہوگی تو اس کے ہر ہر جزو میں ہر شخص کا حصہ ہوگا، پھر کسی کی غیر رضامندی کے مسجد بنالینا جائز نہیں ہے، اور اگر بنا دیں گے، تو ظالم قرار دیئے جائیں گے؛ کیونکہ حق یتیمان و بیوگان تلف ہو رہے ہیں، اور اگر وقف بھی کر دیں گے تو وہ وقف باطل ہو گا، علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے: فلو استحق الوقف بطل. ''اگر کوئی حق ہو، تو وقف باطل ہو جائے گا۔''

ظاہر ہے کہ وقف کرنے کیلئے پورے طور پر ملک شرط ہے، البحر الرائق میں ہے:

من شرائطه الملك وقت الوقف حتى لو غصب أرضا فوقفها ثم اشتراها من مالكها و دفع الثمن اليه أو صالح على مال دفعه إليه لا تكون وقفا. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۵/ ۳۰۳)

''وقف موقوفہ پر ملک ہونا شرط ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی زمین غصب کی اور اسے وقف کیا، اور پھر اسے مالک سے بہ قیمت خرید لیا، یا مال پر صلح کر لی، تو بھی وقف صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ بہ وقت وقف وہ اس کا مالک نہ تھا''۔

قوله: 'وشرطه شرط سائر التبرعات' أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا ولو بسبب فاسد.

یہاں تو اس قدر شرکاء ہیں، چنانچہ مسجد کیلئے بھی جب تک ایک بھی ناراض رہے گا، یا ان میں سے کوئی کافر ہوگا، تو وقف جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ کافر کا مال مسجد میں لگانا جائز نہیں، ہاں بعض شرکاء اگر قطعہ زمین خرید لیں اور کل شرکاء راضی ہوجائیں، یا بعض شرکاء اپنا حصہ علیحدہ کرلیں، اور قیمت ادا کردیں تو درست ہوگا، یا ان کی رضامندی کے ساتھ قیمت کل شرکاء کو تقسیم ہوجائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے کہ جب وقف مشاع ہو تو از روئے شریعت یہ وقف درست نہیں اور جب وقف درست نہ ہوا تو یہ مسجد بھی مسجد شرعی نہیں ہوسکتی:

وَقْفُ الْمُشَاعِ الْمُحْتَمِلِ لِلْقِسْمَةِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَبِهِ أَخَذَ مَشَايِخُ بُخَارَى وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب الثاني فيما يجوز وقفه، فصل في وقف المشاع، ج2ص354)

شرح المجلۃ میں ہے: لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملك غیره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية علیه، وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة لسليم رستم باز، المادة: 96ج1ص61)

ارض مغصوبہ

جن جگہوں پر مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے، ان میں سے ایک غصب شدہ زمین بھی ہے، اس موضوع پر علامہ حصکفی اور شامی نے عمدہ بحث کی ہے، اس کا عنوان یہ لگایا ہے: مَطْلَبٌ فِي الصَّلَاةِ فِي الْأَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ وَدُخُولِ الْبَسَاتِينِ وَبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي أَرْضِ الْغَصْبِ. اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ ارض مغصوبہ ہو یا ارض غیر ان پر بغیر اجازت نماز نہ ادا کی جائے اور نہ مسجد تعمیر کی جائے: (قَوْلُهُ: وَأَرْضِ مَغْصُوبَةٍ أَوْ لِلْغَيْرِ) لَا حَاجَةَ إلَى قَوْلِهِ أَوْ لِلْغَيْرِ إذْ الْغَصْبُ يَسْتَلْزِمُهُ، اللَّهُمَّ إلَّا أَنْ يُرَادَ الصَّلَاةُ بِغَيْرِ الْإِذْنِ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ غَاصِبٍ، أَفَادَهُ أَبُو السُّعُودِ.)

علامہ حاوی (الحاوی القدسی، کتاب الصلاۃ، باب ما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، ۱/ ۲۰۸) کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ ارض مغصوبہ ہو، اسی طرح انسان مجبور ہوجائے کہ وہ مسلمان یا کافر کی زمین پر نماز ادا کرے تو اسے چاہئے کہ وہ مسلمان کی زمین کا انتخاب کرے اگر وہ مزروعہ (کھیتی نہ کی گئی ہو) نہ ہو، اگر مزروعہ ہو یا کافر کی زمین ہو تو وہ راستے پر نماز ادا کرلے؛ اس لئے کہ راستے پر اس کا حق ہے، اسی طرح ارض غیر ہو مزروعہ ہو یا مکروبہ ہو تو ایسی نماز ادا نہ کرے؛ البتہ اگر دوستی ہو یا اس کا رکھوالا برا نہ مانے تو کوئی حرج نہیں ہے:

وَعِبَارَةُ الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ : وَالْأَرْضُ الْمَغْصُوبَةُ، فَإِنْ اُضْطُرَّ بَيْنَ أَرْضِ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ يُصَلِّي فِي

أَرْضِ الْمُسْلِمِ إِذَا لَمْ تَكُنْ مَزْرُوعَةً. فَلَوْ مَزْرُوعَةً أَوْ لِكَافِرٍ يُصَلِّي فِي الطَّرِيقِ اهـ أَيْ لِأَنَّ لَهُ فِي الطَّرِيقِ حَقًّا كَمَا فِي مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ، وَفِيهَا : تُكْرَهُ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ لَوْ مَزْرُوعَةً أَوْ مَكْرُوبَةً إِلَّا إِذَا كَانَتْ بَيْنَهُمَا صَدَاقَةٌ أَوْ رَأَى صَاحِبَهَا لَا يَكْرَهُهُ فَلَا بَأْسَ. (شامی-کتاب الصلاۃ-۳/۱۷۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

حتی لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح، وإن ملكه بعد بشراء أو صلح، ولو أجاز المالك وقف فضولي جاز۔

ارض غیر

رد کی بحث اس عنوان کے تحت: مَطْلَبٌ فِي الصَّلَاةِ فِي الْأَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ وَدُخُولِ الْبَسَاتِينِ وَبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي أَرْضِ الْغَصْبِ. غور سے پڑھتے جایئے تو ارض مغصوبہ ہو یا ارض غیر دونوں کی بحث مل جاتی ہے، کہ ان پر بغیر اجازت نماز نہ ادا کی جائے اور نہ مسجد تعمیر کی جائے:

قَوْلُهُ: وَأَرْضِ مَغْصُوبَةٍ أَوْ لِلْغَيْرِ) لَا حَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ أَوْ لِلْغَيْرِ إِذْ الْغَصْبُ يَسْتَلْزِمُهُ، اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ يُرَادَ الصَّلَاةُ بِغَيْرِ الْإِذْنِ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ غَاصِبٍ، أَفَادَهُ أَبُو السُّعُودِ۔

اس عبارت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ فقہاء نے ارض مغصوبہ اور ارض غیر میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، یعنی جس طرح کسی کی ملکیت پر اپنا حق جتانا غصب کرنا کہلاتا ہے اسی طرح کسی کی ملکیت کو اس طرح تصرف میں لینا گویا وہ آپ کا ہی ہے وہ بھی اسی دائرے میں ہے، یہ فقہاء کی امانت داری اور اسلامی تعلیمات کی خوبی ہے کہ اس نے فرد کی ملکیت کو ایک عزت دی ہے اور اس کی اجازت کو مقدم رکھا ہے، چنانچہ ارض غیر کی بھی قدر ضروری ہے۔

غیر مسلم کی زمین

یہ بھی دراصل غایت درجہ احتیاط اور ورع کی بات ہے کہ فقہاء کرام نے نماز جیسی عبادت کیلئے غیر مسلموں کی جگہوں کو ناپسند کیا ہے، عموماً غیر مسلم صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتے، اگر صفائی ہو تو طہارت کا کوئی گزر نہیں، اسلام میں صرف صفائی نہیں بلکہ طہارت بھی ضروری ہے، پھر یہ کہ نماز اعلی ترین عبادت ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش مناسب نہیں، اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی یہ روایت پیش نظر رہنی چاہئے! إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ. ''ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج/ص ۲۳۹)

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المصلى إذا ابتلى بين الصلاة في الطريق، وبين الصلاة في أرض إنسان. فهذا على وجهين،

إما أن كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فإن كانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن يصلى في الطريق؛ لأن له حقا في الطريق، ولا حق له في الأرض، وإن كانت غير مزروعة، فإن كانت الأرض ليهودي أو نصراني فكذلك، وإن كانت للمسلم، فالأفضل أن يصلي في الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلك أن ينال اجرا من غير اكتساب منه، وفي الطريق لا إذن له؛ لأن الطريق حق العامة، واسم العامة يتناول المسلم والكافر. (التجنيس والمزيد، كتاب الصلاة، باب فيما يتقدم الصلاة من الشروط، فصل في مكان الصلاة، ۳۹٦، ۱/۳۹۵)

یعنی جب آدمی راستے میں اور کسی انسان کی زمین میں نماز پڑھنے کے مابین مجبور ہوتو یہ دوصورتوں پر ہے، یا تو زمین مزروعہ ہوگی یا غیر مزروعہ، اگر مزروعہ ہوتو راستے میں نماز پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ راستے میں اسے ایک قسم کا حق حاصل ہے جبکہ دوسرے کی زمین میں اسے کوئی حق حاصل نہیں، اور اگر زمین غیر مزروعہ ہوتو اگر زمین کسی یہودی یا عیسائی کی ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ راستے میں نماز پڑھے، اور اگر مسلمان کی ہے تو زمین میں نماز پڑھنا بہتر ہے کیونکہ مالک زمین کی طرف سے دلالۃ اجازت حاصل ہے، اسلئے کہ مالک زمین کو جب معلوم ہوگا تو وہ اس سے خوش ہوگا کہ اسے بغیر محنت ثواب حاصل ہوا، جبکہ راستے میں اسے اذن حاصل نہیں کیونکہ راستہ عام لوگوں کا حق ہے جو مسلم و کافر سب کو شامل ہے۔

اور علامہ محمد عابد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ نے بڑی اہم بات لکھی ہے کہ ایک کافر اس کیلئے تیار نہ ہوگا کہ اس کی زمین پر نماز پڑھی جائے، فرماتے ہیں:

قال فی الخانیة صلی فی ملک الغیر ان کانت لکافر لا یجوز، لانه لا یرضی بصلاۃ المسلم فی ارضه (طوالع الانوار شرح الدر المختار، کتاب الصلاۃ، قبیل باب الاذان، ۱/۳۰۹)

یعنی خانیہ میں ہے کہ کسی نے دوسرے کی ملکیت میں نماز پڑھی تو اگر زمین کافر کی ہے تو ناجائز ہے کیونکہ کافر اپنی زمین میں مسلمان کے نماز پڑھنے پر کبھی راضی نہیں ہوگا۔

چنانچہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کریں، اور اگر اس غیر مسلم کی رضامندی سے ہے تب بھی بلاضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کیلئے اس کی زمین کا استعمال مناسب نہیں کہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے مدد لینا بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔

عوامی جگہ پر مسجد

مسجدیں بنانا بڑی فضیلت کی بات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بنى لله مسجداً ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتاً في الجنة(رواه أحمد(5/82)

برقم(2050)؛ وقال شعيب الأرنؤوط: صحيح لغيره وهذا إسناد ضعيف)

موسوعہ میں متفقہ طور پر یہ بات لکھی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ضرورت اور تقاضے کے مطابق محلے، گاؤں اور شہروں میں مسجد بنانا فرض کفایہ ہے:

يجب بناء المساجد في الأمصار والقرى والمحال - جمع محلة - ونحوها حسب الحاجة وهو من فروض الكفاية. (الموسوعة الفقهية الكويتية (195/37)

مساجد کے تقدس اور فضائل اپنی جگہ؛ لیکن اس کا اہتمام اس لئے بھی کرنا چاہئے کہ لوگوں کو ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہ پڑے جہاں مناسب نہیں ہے، خصوصاً جس پر شخصی حقوق نہیں بلکہ مشترکہ حقوق لاگو ہوتے ہیں، یا ایسی جگہیں جہاں عوام کو تکلیف سے گزرنا پڑے، نماز جیسی عبادت میں اگر ان میں سے کسی بھی طرح کا شائبہ بھی آتا ہے تو یہ ورع وتقوی کے خلاف بات ہوجائے گی۔

چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ وعلامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ فرماتے ہیں:

(و) تكره في (أرض الغير بلا رضاء)۔۔۔وفي مختارات الفتاوى: الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه، وبين العباد يعاقب. (حاشية الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاۃ، فصل فی المکروھات، ص ۳۵۸)

یعنی دوسرے کی زمین میں اس کی رضامندی کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔۔۔ اور مختارات الفتاویٰ میں ہے کہ زمین مغصوب میں اگرچہ جائز ہے مگر ظلم کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

اس کے علاوہ درمختار میں ایک بڑی اہم بات لکھی گئ ہے کہ اگر مسجد عوامی مقام پر بنادی گئی، تب بھی ایسی جگہ پر نماز نہیں پڑھنی چاہئے:

وفي الواقعات: بنى مسجدًا على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه؛ لأنه من حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في أرض مغصوبة. (الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار 1 / 381)

سپریم کورٹ کا حوالہ

مسلمانوں نے ہندوستان میں بہت ہی فراخ زمانہ دیکھا ہے، شاید اسی وجہ سے وہ بدلتے وقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، بار بار پچھلی کہانی دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں، اپنے آپ کو ایک خاص فکر کے ساتھ جکڑ لینا مناسب نہیں، مسلمانوں کے پاس آزادی ہند کے بعد بھی سیاسی وملی قیادت کو مضبوط کرنے کا وقت تھا جو ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا،

اب لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں، قانون اب بالائے طاق رکھے جاچکے ہیں؛ حقیقت یہی ہے کہ جمہوریت میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس ہوتی ہے، ہم نے لاٹھی اور بھینس سب گنوادئے۔

اب سپریم کورٹ یا دستور کا سہارا مشکل ہے، جولوگ عوامی جگہ پرنماز پڑھنے کی وکالت کرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ملک آزاد ہے، یقیناً آزاد ہے؛ لیکن اس کی قانونی باریکیاں ایسی ہیں کہ کھلے میں قید کرلیا جائے، خصوصاً یہ آزادی اس جگہ چھن جاتی ہے جہاں کسی کے جذبات مجروح ہوں، اب کوئی یہ کہے کہ جس کے جذبات مجروح ہوں ہمیں اس سے کیا؟ لیکن ایسانہیں ہے یہ جرم مانا جاتا ہے، اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس طرح کے افعال سے جذبات مجروح ہوں گے؟

یہی وجہ ہے کہ آئے دن جذبات مجروح ہونے یا سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کو ہراساں کیا جاتا ہے، اس موقع پر ایک اوراہم بات کہی جاتی ہے کہ سپریم کورٹ نے ۱۹۹۴ء میں ایک موقع پر یہ بات کہی تھی کہ مسلمان کہیں بھی نماز پڑھ سکتا ہے، یعنی انہیں مسجد کی ضرورت نہیں، یہ بات ٹھیک بابری مسجد کے بعد کے زمانے میں کہی گئی تھی، لوگ اس کی نزاکت نہیں سمجھتے، اگر آپ اسے مان لیتے ہیں تو یہ کہنا اور قبول کرنا پڑ جائے گا کہ اب مساجد کی ضرورت نہیں، تحفظ مساجد ایکٹ میں مساجد واوقاف کا جو تحفظ رکھا گیا ہے وہ بھی خطرے میں پڑ جائے گا، ایسے میں ہمیں سوجھ بوجھ سے کام کرنا چاہئے، کوشش یہ ہو کہ جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے وہاں پڑھیں، مگر ہمیشہ محتاط رہیں اور مسائل میں ماحول و زمانہ کے تغیر کو سمجھیں، یہ عین دین ہے، کوئی خارجی شئ نہیں۔

سرکاری زمین پر مسجد ونماز

سرکاری زمینیں حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، اگرچہ کہ عوام کا اس میں حق اور بعض اوقات اختیار بھی ہوتا ہے؛ لیکن اس میں وہی اختیار ہوگا جو سرکار انہیں فراہم کرے گی، اسے اسلامی نقطہ نظر سے یوں سمجھئے کہ حکومت کے پاس موجود مال واسباب بیت المال میں جمع شدہ مال ہیں، بیت المال پر امیر المؤمنین کی رضامندی جاری ہوتی ہے، اگرچہ کہ اس میں تمام لوگوں کا حق ہوتا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی خیانت کرے اور اس میں چوری وغصب کا مرتکب ہوتو اسے سخت سزادی جائے گی، ارشاد باری تعالی ہے: وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (آل عمران: ۱۶۱)

یوں تو اس سے مال غنیمت میں خیانت ہے؛ لیکن ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ اسے عمومی خیانت مراد ہے:

سمي بذلك، لأن آخذه يغله في متاعه-أي يخفيه-ويطلق على مطلق الخيانة.

علامہ بجیری نے بھی لکھا ہے:

غُلُولٌ بِضَمِّ الْغَيْنِ وَاللَّامِ أَصْلُهُ الْخِيَانَةُ، لَكِنَّهُ شَاعَ فِي الْغُلُولِ فِي الْغَنِيمَةِ.

اس موضوع پر صحاح کی حدیثیں اورطبری وقرطبی کی تفسیریں دیکھنی چاہئیں، یہاں تفسیر خازن کی یہ عبارت پڑھئے جوتمام باتوں کواختصار کے ساتھ بیان کرتی ہے:

ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة۔يعني بالشيء الذي غله بعينه يحمله على ظهره يوم القيامة ليزداد فضيحة بما يحمله يوم القيامة، وقيل: يمثل ذلك الشيء في النار ثم يقال له: انزل فخذه، فينزل فيحمله على ظهره، فإذا بلغ موضعه وقع ذلك الشيء في النار فيكلف أن ينزل إليه ليخرجنه، يفعل به ذلك ما شاء الله، وقيل: معناه أنه يأتي بإثم ما غله فيجازى به يوم القيامة. (دیکھئے: اسلام ویب ڈاٹ نیٹ)

اسی پر سرکاری ملکیت کو قیاس کیا جا سکتا ہے، اگرچہ کہ وہ اسلامی ریاست نہیں، اس کا ذمہ دار اعلی امیر المومنین نہیں؛لیکن حکومت جمہوریہ میں ہماری حصہ داری اوردستوروآئین کے مطابق ہم ایمان داری ودیانت داری کے پابند ہیں، اس سلسلہ میں متعدد فتاوی نقل کئے گئے ہیں، دار العلوم دیوبند کا ایک فتوی ہے:

’’اگر نہ صراحتاً اجازت ہو اور نہ ہی دلالۃ اجازت ہو تو ایسی صورت میں سرکاری جگہ میں مسجد بنانا جائز نہیں‘‘۔ (darulifta-deoband. com)

ٹرین یا ہوائی جہاز میں نماز

نماز ایک عظیم عبادت ہے، اس کیلئے استقرار، ٹھہراؤ، طمانیت ضروری ہے، فقہ میں اسے تعدیل ارکان سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ تاکہ نماز کی عظمت بالخصوص فرض کی اہمیت باقی رہے، تاہم ضرورت کی بنا پر تمام نمازیں سواریوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’كِتَاب تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ‘‘ میں ایک باب قائم کیا ہے: باب يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ‘‘ یعنی کہ مسافر اپنی سواری سے فرض نماز کیلئے اترے گا، پھر امام لیث، یونس اورشہاب رحمہم اللہ کے واسطے سے سالم کی ایک روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے کہ سفر میں رات کے وقت اپنے جانور پر نماز پڑھتے، کچھ پرواہ نہ کرتے کہ اس کا منہ کس طرف ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے چاہے اس کا منہ کدھر ہی ہو اوروتر بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے؛ البتہ فرض اس پر نہیں پڑھتے تھے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كان عبد الله يصلي على دابته من الليل وهو مسافر ما يبالي حيث ما كان وجهه، قال ابن عمر: "وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسبح على الراحلة قبل اي وجه توجه ويوتر عليها، غير انه لا يصلي عليها المكتوبة. (صحیح بخاری:۱۰۹۸)

اسی روایت کونسائی میں بھی بیان کیا گیا ہے:

عن عبد الله، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم "يصلي على الراحلة قبل اي وجه توجه به ويوتر عليها، غير انه لا يصلي عليها المكتوبة.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز پڑھتے خواہ وہ کسی بھی طرف آپ کو لے کر متوجہ ہوتی، وتر بھی اسی پر پڑھتے تھے، البتہ فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۷۴۵)

غرض یہ کہ مسافر کیلئے بہتر ہے کہ وہ فرض نماز سواری سے اتر کر پڑھے اور نوافل میں اسے اختیار ہے؛ لیکن اگر استقرار ہو تو فرض کی ادائیگی بھی کی جاسکتی ہے، عصر حاضر میں ریلوے، ہوائی جہاز کا سفر اگرچہ استقرار رکھتا ہے؛ لیکن ان میں نماز کے تعلق سے چند باتیں قابل ملاحظہ ہیں، اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک فتوی میں بڑی مناسب باتیں لکھی ہیں:

(۱) ٹرین میں سیٹوں کے درمیان یا دروازے کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، جب ٹرین اسٹیشن پر نہ ہو تو وہاں نماز پڑھ لی جائے۔ اسی طرح ہوائی جہاز میں دروازے وغیرہ کے پاس کچھ جگہ ہوتی ہے، وہاں نماز پڑھ لی جائے، اور اگر ٹرین یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے؛ بلکہ نماز موخر کردیں اور جب ٹرین یا ہوائی جہاز سے اتر جائیں تو پڑھ لیں، اور ٹرین یا ہوائی جہاز وغیرہ میں کوئی نماز قضا ہو جائے تو بعد میں اسے ادا کرنا ضروری ہے۔

وكذا لو اجتمعوا في مكان ضيق ليس فيه إلا موضع يسع أن يصلي قائماً فقط يصبر ويصلي قائماً بعد الوقت كعاجز عن القيام والوضوء فى الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده...... بحر ملخصاً عن التوشيح. (ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب التیمّم، ۱:۳۹۶)

(۲) اگر بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو جب آدمی ٹرین سے اتر جائے تب نماز ادا کرلے؛ بلکہ آدمی کو چاہیے کہ سفر کی ترتیب اس طرح بنائے کہ یا تو نماز پڑھ کر ٹرین میں سوار ہو یا نماز کے وقت کے اندر ٹرین سے اتر جائے اور نماز پڑھ لے۔

(۳) جو شخص قیام اور رکوع، سجدہ پر قادر ہو، اس کے لیے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کے لیے آپ نمبر ایک اور ۲ میں ذکر کردہ تفصیل پر عمل کریں یا جن دو نمازوں کے درمیان لمبا وقفہ ہوتا ہے، ضرورت پر اس میں شہر میں آنے جانے کا نظام بنائیں۔

(۴) اگر آدمی کسی جگہ اتفاقی طور پر پھنس جائے اور نماز کی کوئی صورت نہ بن سکے اور نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز نہ پڑھے؛ بلکہ بعد میں جب موقع ملے تو باقاعدہ کھڑے ہو کر تمام ارکان کے ساتھ نماز ادا

کرے۔

وكذا لو اجتمعوا في مكان ضيق ليس فيه إلا موضع يسع أن يصلي قائماً فقط يصبر ويصلي قائماً بعد الوقت كعاجز عن القيام والوضوء فى الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده......بحر ملخصاً عن التوشيح. (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ۱:۳۹۶)

بہر حال نماز ہوجاتی ہے

اس پوری بحث میں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ زمین خواہ مغصوبہ ہو یا غیر مغصوبہ، ارض غیر ہو یا اپنی ملکیت، شاہ راہ ہو یا ہوٹل وغیرہ کی جگہیں نماز ہر جگہ ہوجاتی ہے، بشرطیکہ وہ پاک ہو: كَمَا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي الْأَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ تَقَعُ فَرْضًا (شامی، کتاب الحج: ۸ / ۱۰۷) البتہ دیگر فقہاء نے کچھ تفصیلات نقل کی ہیں، ان کا جان لینا بھی مناسب ہے، علامہ ابن قدامہ ان ائمہ کی آراء بیان کی ہیں، اور ایک فصل قائم کیا ہے: فَصْلٌ: وَفِي الصَّلاةِ في الْمَوْضِعِ الْمَغْصُوبِ.... پھر بیان کیا ہے کہ اس میں دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت ۔نماز نہ ہوگی عدم صحت کی یہ روایت امام شافعی کا قول اول ہے۔

دوسری روایت ۔نماز ہوجائے گی یہ دوسری روایت صحت صلاۃ کی ہے، یہی جمہور کا مسلک ہے، مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے!

روايتان: إحْدَاهمَا: لا تَصِحُّ، وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيّ، وَالثَّانِيَةُ: تَصِحُّ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ، وَالْقَوْلُ الثَّانِي لِلشَّافِعِي لأَنَّ النَّهْيَ لا يَعُودُ إلَى الصَّلاةِ، فَلَمْ يَمْنَعْ صِحَّتَهَا، كَمَا لَوْ صَلَّى وَهُوَ يَرَى غَرِيقاً يُمْكِنُهُ إنْقَاذُهُ، فَلَمْ يُنْقِذْهُ، أَوْ حَرِيقاً يَقْدِرُ عَلَى إطْفَائِهِ فَلَمْ يُطْفِئْهُ، أَوْ مَطَلَ غَرِيمَهُ الَّذِي يُمْكِنُ إيفَاؤُهُ وَصَلَّى، وَلَنَا أَن الصَّلاةَ عِبَادَةٌ أَتَى بِهَا عَلَى الْوَجْهِ الْمَنْهِي عَنْهُ فَلَمْ تَصِحَّ، كَصَلاةِ الْحَائِضِ وَصَوْمِهَا، وَذَلِكَ لأَنَّ النَّهْيَ يَقْتَضِي تَحْرِيمَ الْفِعْلِ وَاجتنابه، وَالتَّأْثِيمَ بِفِعْلِه، فَكَيْفَ يَكُونُ مُطِيعاً بِمَا هُوَ عَاصٍ به، ممتَثِلاً بِمَا هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ، مُتَقَرِّباً بِمَا يَبْعُدُ بِهِ، فَإِنَّ حَرَكَاتِهِ وَسَكَنَاتِهِ مِنْ الْقِيَامِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ أَفْعَالٌ اخْتِيَارِيَّةٌ، هُوَ عَاصٍ بِهَا، مَنْهِيٌّ عَنْهَا. (المغنی: (3 / 228)

امام نووی رقمطراز ہیں کہ ارض مغصوبہ میں نماز حرام ہے اور اس پر اجماع ہے؛ البتہ امام احمد بن حنبل اور معتزلہ میں سے فرقہ جبائی نماز باطل مانتے ہیں:

الصلاة في الأرض المغصوبة حرام بالإجماع، وصحيحة عندنا وعند الجمهور من الفقهاء وأصحاب الأصول، وقال أحمد بن حنبل والجبائي وغيره من المعتزلة: باطلة، واستدل عليهم

الأصوليون بإجماع من قبلهم.

تو وہیں امام غزالی اسے مسئلہ اجتہادیہ نہیں بلکہ قطعیہ مانتے ہیں، اس لئے کہ نماز نہ پڑھنے کے سلسلہ میں اجماع ہے اور اجماع قطعی ہوتا ہے:

قال الغزالي في المستصفى: هذه المسألة قطعية ليست اجتهادية، والمصيب فيها واحد، لأن من صحح الصلاة أخذه من الإجماع وهو قطعي، ومن أبطلها أخذه من التضاد الذي بين القربة والمعصية، ويدعي كون ذلك محالاً بالعقل، فالمسألة قطعية، ومن صححها يقول هو عاص من وجه متقرب. (المجموع (3/163)

ہندوستانی پس منظر میں

عوامی جگہوں پر نماز کے سلسلہ میں فقہاء کرام نے جو احتیاط نقل کی ہیں یہ ان دنوں کی باتیں ہیں جب مسلمانوں کا عروج تھا، وہ حکومت وسطوت پر براجمان تھے، دنیا کے اکثر حصے پر ان کی بالادستی تھی؛ لیکن یہ نماز کا تقدس اور اس کی عظمت تھی کہ غایت درجہ اہتمام کیا گیا، ہندوستان میں بھی مسلمانوں نے عرصے تک اپنی برتری اور تفوق قائم رکھا، چنانچہ مساجد کا قیام اور دینی امور میں جو آزادی میسر آئی وہ اسی کی دین تھی؛ لیکن جمہوریت کے خوش نما چراغ تلے مسلمانوں نے اپنے آپ کو جب مدہوش کرنا شروع کیا تو ان کے نشے اور خمار میں زمین تنگ ہوتی چلی گئی۔

ملک میں دستور اور قاعدہ وقانون جاری ہونے کے باجود لاقانونیت نے سر اٹھایا اور اکثری سماج نے جاہلیت کا بدلہ لینا شروع کردیا، یہی وجہ ہے کہ جن مسلمانوں کی عبادتیں امن وآشتی کی علامت سمجھی جاتی تھیں، انہیں عبادات کو نشانہ بنایا جانے لگا اور لنچنگ جیسے واقعات ہونے لگے، ایسے دور میں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان باتوں پر خصوصی توجہ دیں:

پہلی بات:

اپنے ایمان وعقیدے کے تعلق سے حساسیت پیدا کریں، شرک کی نفرت اور ایمان کی محبت کا حصول ایک مومن کیلئے سب سے ضروری امر ہے۔

دوسری بات:

اتحاد وامن کا راستہ اختیار کریں، اپنے شیرازے کو بکھرنے نہ دیں، ساتھ ملک کے قوانین کو سمجھیں اور دستوری وآئینی حقوق کیلئے کمر کس لیں، یہ جنگ لمبی ضرور ہوگی؛ لیکن اس کے اثرات دیرپا ہوں گے۔

تیسری بات:

اپنے اندر موت کا خوف اور دنیا کی لالچ ہرگز نہ آنے دیں اور کسی بھی حال میں ان روایات اور قدیم ورثہ سے دست بردار نہ ہوں جن پر ہم ہمیشہ گامزن رہے ہیں؛ البتہ اگر وہ قابل اصلاح ہوں تو ضرور اصلاح کریں اور اس سلسلہ میں خود پیش رفت کریں، حکومت یا قانون کی بجلی کا انتظار نہ کریں۔

چوتھی بات:

ارض غیر ہو یا مغصوبہ، خالی پلاٹ ہو یا مزروعہ کھیتی یا وہ عوامی جگہیں جہاں آپ کے نماز پڑھنے سے دوسروں کا حق متاثر ہوتا ہو، مثلاً ٹرین کے اندر، سکڑے راستے وغیرہ میں، یا وہ مقامات جہاں عمومی طور پر نماز کے تقدس کی پامالی کا اندیشہ ہو تو وہاں نماز نہ پڑھیں بلکہ مناسب جگہ تلاش کریں۔

پانچویں بات:

پٹرول پمپ، رسیٹورنٹ، ہوٹل وغیرہ میں اگر نماز کی جگہ دی گئی ہے تو بلاشبہ نماز پڑھی جائے، دیگر صورت میں اگر ان کے مالکان کی طرف سے اشارۃً یا کنایۃً نماز پڑھنے کی اجازت ہو تو نماز پڑھی جائے، اسی طرح ریلوے، ایر پورٹ یعنی وہ جگہیں جو سرکاری ہیں اور عوامی ہیں وہاں بھی نماز پڑھتے ہوئے ان جگہوں کا انتخاب کریں جہاں کسی دوسرے کو پریشانی نہ ہو۔

اصل عرف ہے

دوران مطالعہ اس موضوع پر سب سے اہم بات یہ ملی کہ اس میں اصل عرف کا اعتبار ہے، کسی ایک جگہ کی تعیین مشکل ہے، انگلی رکھ کر بتانا کہ کہاں نماز پڑھی جائے اور کہاں نہ پڑھی جائے؟ نیز اس سلسلہ میں ضد وعناد اور ہٹ دھرمی دکھائی جائے یا پھر حالات کو یکسر نظر انداز کردیا جائے یہ مناسب نہیں، یہ بھی مناسب نہیں کہ ملک کے چہار جانب کو ایک جیسا قیاس کرلیا جائے، یہ ملک اپنے رقبے، تہذیب وثقافت کے اعتبار سے بہت بڑا ہے، اس میں جنوب کا حال شمال سے بہت مختلف ہے، مغربی شمال علاقہ بھی اپنے آپ میں الگ ہی پہچان رکھتا ہے، چنانچہ ہر ایک جگہ پر ایک ہی فتوی یا رائے مناسب نہیں۔

اسے یوں سمجھئے کہ بہار، یوپی، ایم پی، آسام وغیرہ میں زعفرانیت کا جوز ور وشور ہے اور لاقانونیت کی جو ہوا چلی ہے اس سے ساؤتھ اب بھی بہت حد تک محفوظ ہے، اس میں بھی کیرلا، گوا، تمل ناڈو کا حال مزید مختلف ہے، اب ایسے میں دوں جگہوں کو ایک ہی حکم کے تحت کیسے رکھا جاسکتا ہے؟ مثلاً اگر جنوب کے کسی پیٹرول پمپ، ریلوے وغیرہ پر نماز پڑھی جائے تو عوام بھی تیکھی نگاہوں سے دیکھنے لگی ہے؛ تو وہیں ذاتی ملکیت کے مالکان بھی بھنویں چڑھا لیتے ہیں، جبکہ ساؤتھ میں ہوٹل، اور عوامی جگہوں پر عبادت کی جگہیں خاص رکھی جاتی ہیں یا پھر جگہ نہ بھی ہو تو بھی اسے غیر مناسب نہیں

سمجھا جاتا۔

اس موضوع پر راقم الحروف کا خیال ہے کہ مبتلی بہ کو خود فیصلہ کرنا چاہئے اور عرف کا خیال رکھتے ہوئے اقدام کرنا چاہئے، رد کی یہ عبارت جو عرف پر مبنی ہے بڑی واضح ہے:

نَقَلَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ عَنْ الْأَحْكَامِ لِوَالِدِهِ الشَّيْخِ إِسْمَاعِيلَ أَنَّ النُّزُولَ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ، إِنْ كَانَ لَهَا حَائِطٌ أَوْ حَائِلٌ يُمْنَعُ مِنْهُ وَإِلَّا فَلَا، وَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ الْعُرْفُ اهـ قَالَ يَعْنِي عُرْفَ النَّاسِ بِالرِّضَا وَعَدَمِهِ، فَلَا يَجُوزُ الدُّخُولُ فِي أَيَّامِ الرَّبِيعِ إِلَى بَسَاتِينِ الْوَادِي بِدِمَشْقَ إِلَّا بِإِذْنِ أَصْحَابِهَا، فَمَا يَفْعَلُهُ الْعَامَّةُ مِنْ هَدْمِ الْجُدْرَانِ وَخَرْقِ السِّيَاجِ فَهُوَ أَمْرٌ مُنْكَرٌ حَرَامٌ. (شامی - کتاب الصلاۃ - ۳/۱۷۵)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی جنید احمد قاسمی
(جامعہ رحمانی، مونگیر)

۱۔ احادیث میں تمام زمینوں کو سجدہ گاہ بنایا گیا ہے۔ آدمی روئے زمین پر جہاں بھی نماز پڑھے گا، اس کی نماز ہو جائے گی۔ بشرطیکہ جگہ پاک ہو۔ لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ (عام حالات میں) مردوں کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز کی ادائیگی واجب ہے۔ بغیر مجبوری کے مردوں کے مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ اعلاء السنن میں ہے:

"قلت: وہذا صریح فی أن وجوب الجماعة إنما یتأدی بجماعة المسجد لا بجماعة البیوت ونحوہا، فما ذکرہ صاحب القنیة اختلف العلماء فی إقامتہا فی البیت، والأصح أنہا کإقامتہا فی المسجد إلا فی الفضیلة، وہو ظاہر مذہب الشافعی اہا کذا فی حاشیة البحر لابن عابدین لا یصح مالم ینقل نقلاً صریحًا عن أصحاب المذہب ویردہ ماذکرنا من الأحادیث فی المتن، فالصحیح أن الجماعة واجبة مع وجوب إتیانہا فی المسجد، ومن أقامہا فی البیت وہو یسمع النداء فقد أساء وأثم"۔ (باب وجوب إتیان الجماعة فی المسجد عند عدم العلة، 188/4)

۲۔ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راستوں میں اور کوڑے کچرے کی جگہ میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ نماز اہم ترین عبادت ہے جو پاک صاف اور ستھری جگہ میں پڑھنی چاہیے۔ نماز کے سلسلے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ نماز کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی جاسکتی۔ نماز ایسے راستے میں نہیں پڑھنی چاہیے جس کی وجہ سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔ یا پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعُ مَوَاطِنَ لَا تَجُوزُ فِیہَا الصَّلَاۃُ: ظَاہِرُ بَیْتِ اللّٰہِ، وَالْمَقْبَرَۃُ، وَالْمَزْبَلَۃُ، وَالْمَجْزَرَۃُ، وَالْحَمَّامُ، وَعَطَنُ الْإِبِلِ، وَمَحَجَّۃُ الطَّرِیقِ" (جامع الترمذی' الصلاۃ' باب ما جاء فی کراہیة ما یصلہ إلیہ وفیہ ح: 346 وسنن ابن ماجة' المساجد' باب

المواضع التی تکرہ فیہا الصلاۃ‘ ح:747 واللفظ لہ)

’’سات مقامات ایسے ہیں جن میں نماز جائز نہیں۔(1) بیت اللہ شریف کی چھت (2) قبرستان (3) کوڑے کرکٹ والی جگہ (4) مذبح (5) حمام (6) اونٹوں کا باڑہ (7) راستہ‘‘ .

اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ عام راستے میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

دوسری حدیث میں زمین کے کسی بھی حصے پر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ارشاد ہے:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الأَنْبِيَاء قَبْلِي: نُصِرْتُ بالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وجُعِلَتْ لى الأَرْضُ مَسْجِدًا وطَهُورًا، وأَيُّما رَجُلٍ مِن أُمَّتى أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وأُحِلَّتْ لى الغَنَائِمُ، وكانَ النبىُّ يُبْعَثُ إلى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وبُعِثْتُ إلى النَّاسِ كَافَّةً، وأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ) .صحيح البخارى‘ الصلاة‘ باب قول النبى صلى الله عليه وسلم جعلت لى الأرض . . .الخ‘ ح:438 وصحيح مسلم‘ المساجد‘ باب المساجد ومواضع الصلاة‘ ح:521 ومسند أحمد:3/304)

’’میرے لیے زمین کو پاک اور سجدہ گاہ بنا دیا گیا ہے۔آدمی کے لیے جہاں نماز کا وقت ہو جائے، وہ وہاں نماز پڑھ لے۔‘‘

سوالات کے جوابات

ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین کے احکام میں فرق ہے۔

ارض غیر: اس کا اطلاق ایسی ملکیت پر ہوگا جو کسی کی ذاتی ہو۔اگر مالک کی اجازت صراحتاً ہے یا امید ہے کہ نماز کے لیے مالک کی طرف سے اجازت دے دی جائے گی تو ایسی صورت میں اجازت سمجھی جائے گی۔دلیل حسبِ ذیل ہے:

فإن كنت تعلم من حال أصحاب المكان أنهم يأذنون فى مثل هذا فلا بأس بالصلاة. قال الإمام النووى فى شرح مسلم: الإذن ضربان: أحدهما: الإذن الصريح . . .والثانى: الإذن المفهوم من اطراد العرف والعادة . . .فما علم بالعرف رضا الزوج والمالك به فإذنه فى ذلك حاصل وإن لم يتكلم. اهـ بتصرف. وقال ابن قدامة: الإذن العرفى يقوم مقام الإذن الحقيقى. اه وإن كانوا لا يأذنون بذلك فلا تجوز لك الصلاة فى هذا المكان، وقد اختلف العلماء فى الصلاة فى البقعة المغصوبة، فذهب الحنابلة إلى بطلان الصلاة، وذهب الجمهور إلى أنها صحيحة مع الإثم، فابحث عن مكان مباح للصلاة فيه، وإن اضطررت للصلاة فى الشارع فهو خير من مكان غير مباح .’’(الموسوعة الشاملة)

ارض مغصوبہ میں نماز کا حکم

ارض مغصوبہ: ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی اس کے باوجود نماز پڑھ لے تو ہو جائے گی۔ بعض حضرات کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی؛ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

(و) تکرہ فی (أرض الغیر بلا رضاء)۔۔۔ وفی مختارات الفتاوی: الصلاۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ فما کان بینہ وبین العباد یعاقب۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، فصل فی المکروھات، ص ۳۵۸)

علامہ یوسف قرضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وذہب الآخرونَ من الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ إلی أن المُصلِّی یَأثَم بالصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ، وإن لم تَبطُل صلاتُہ. قال الإمام النووی فی شرح المہذب: الصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ حرام بالإجماع، صحیحۃ عندنا وعند الجمہور من الفقہاء وأصحاب الأصول، وقال أحمد بن حنبل والجبائی وغیرہ من المعتزلۃ: باطلۃ، واستَدلَّ علیہم الأصولیون بإجماع مَن قبلہم، قال الغزالی فی "المستصفی": ہذہ المسألۃ قطعیۃ؛ لأنَّ مَن صَحَّح الصلاۃ أخذہ مِن الإجماع، وہو قطعی، ومن أبطلہا أخذہ من التضاد والذی بین القُربۃ والمعصیۃ، ویَدَّعِی کون ذلک مُحالاً بالعقل . .ومن صَحَّحہا یقول: ہو عاصٍ من وجہٍ، مُتقرِّبًا من الوجہ الذی ہو عاصٍ بہ . ونقل النووی اختلافَ أصحابہ من الشافعیۃ: ہل فی ہذہ الصلاۃ ثواب أو لا؟ فمنہم من قال: یَسقُط بہا الفرْض ولا ثواب فیہا، ومنہم من قال: ہو مُثاب علی فِعْلہ عاصٍ بمُقامہ ." (من موقع الشیخ یوسف القرضاوی رحمہ اللہ)

حکومت کے زیر ملکیت زمین پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

حکومت کے زیر ملکیت زمین کا شرعی حکم یہ ہے کہ حکومت کے زیر قبضہ زمین مسلمانوں کے اوقاف کی قبیل سے ہے یا نہیں؟ اگر اوقاف کی قبیل سے ہے اور سرکار نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے تو اس پر بلا شبہ مسلمان نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ بعض مساجد کی موقوفہ زمین کو سرکار اپنے مصرف میں استعمال کر رہی ہے۔ اب اگر جمعہ وغیرہ میں مسلمانوں کی صفیں وہاں تک پہنچ گئیں تو اس کی قصور وار سرکار ہے مسلمان نہیں۔ بشرطیکہ وقف بورڈ یا رجسٹریشن کاغذ اس کی وضاحت کرے تو مسلمانوں کا ان جگہوں پر نماز پڑھنا اپنی جگہوں پر نماز پڑھنا ہے اب اگر اس سے سڑک جام ہو رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقف کی زمین پر سڑک بن گئی اور انتظامیہ نے وہ زمین حق والے یعنی مسلمانوں کو نہ دلائی

جس کی وجہ سے راستے کی آمد ورفت بند ہوئی، دکانیں مقفل ہوئیں۔ مسلمانوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اور اگر واقعی وہ سرکاری زمین ہے اور وہاں بھیڑ بھاڑ رہتی ہے تو مسلمانوں کے لیے (انتظامیہ سے اجازت کے بغیر) وہاں بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ وہاں کی انتظامیہ اگر اجازت دے تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر بلا اجازت نماز پڑھ لی جائے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

(و) تکرہ فی (أرض الغیر بلا رضاء)۔۔۔ وفی مختارات الفتاوی: الصلاۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ فما کان بینہ، وبین العباد یعاقب۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، فصل فی المکروھات، ص ۳۵۸)

ریسٹورینٹ وغیرہ میں نماز پڑھنے کا حکم

ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے؛ اس لئے عام لوگوں کی آمد ورفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر یا تو نماز پڑھنیکی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضروت ہوگی۔ اگر پہلی صورت ہے تو ایسی جگہوں میں اگر انتظام ہے تو نماز ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر انتظام نہیں ہے؛ لیکن اجازت ہے تب بھی نماز کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ اگر اجازت نہیں ہے تو اجازت لینی ضروری ہوگی۔ اجازت کی دو قسمیں ہیں۔ صراحت کے ساتھ ہو یا دلالت کے طور پر ہو۔ یعنی: یہ گمان ہے کہ خالی جگہوں میں نماز پڑھ لینے سے ریسٹورنٹ والوں کو اعتراض نہیں ہوگا تو بغیر اجازت بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ورنہ اجازت لینی ہوگی۔

حاشیۃ الطحاوی کے حوالہ سے عبارت اوپر گزر چکی ہے۔

افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

کسی کی بھی زمین اگر مشغول ہے تو وہاں نماز پڑھنے کے اجازت لی جائے گی۔ غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے، حتی کہ ہمارے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ دوسری جگہ میسر نہ ہو تو سڑک پر نماز پڑھ لے مگر غیر مسلم کی زمین میں نماز نہ پڑھے۔

چنانچہ امام جمال الدین احمد بن محمود قابسی غزنوی حنفی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

"فإن اضطر بین أرض مسلم وکافر، یصلی فی أرض المسلم إذا لم تکن مزروعۃ فإن کانت مزروعۃ، أو لکافر، یصلی فی الطریق۔" (الحاوی القدسی، کتاب الصلاۃ، باب ما یکرہ فی الصلاۃ

وما لا يكره، ۱/۸۰۲)

یعنی، اگر مسلم و کافر کی زمین کے مابین نماز پڑھنے کی مجبوری ہو تو مسلمان کی زمین میں نماز پڑھے گا جب کہ کھیتی نہ ہو اور اگر کھیتی ہو یا کافر کی زمین ہو تو راستے پر نماز پڑھیگا۔ اور امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المصلی إذا ابتلی بین الصلاة فی الطریق، وبین الصلاة فی أرض إنسان. فهذا علی وجهین، أما إن کانت الأرض مزروعة أو غیر مزروعة، فإن کانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن یصلی فی الطریق؛ لأن له حقا فی الطریق، ولا حق له فی الأرض، وإن کانت غیر مزروعة، فإن کانت الأرض لیهودی أو نصرانی فکذلک، وإن کانت للمسلم، فالأفضل أن یصلی فی الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلک أن ینال اجرا من غیر اکتساب منه، وفی الطریق لا إذن له؛ لأن الطریق حق العامة، واسم العامة یتناول المسلم والکافر۔ (التجنیس والمزید، کتاب الصلاة، باب فیما یتقدم الصلاة من الشروط، فصل فی مکان الصلاة، ۱/۵۹۳, ۲۹۳)

یعنی جب آدمی راستے میں اور کسی انسان کی زمین میں نماز پڑھنے کے مابین مجبور ہو تو یہ دو صورتوں پر ہے، یا تو زمین مزروعہ ہوگی یا غیر مزروعہ، اگر مزروعہ ہو تو راستے میں نماز پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ راستے میں اسے ایک قسم کا حق حاصل ہے جب کہ دوسرے کی زمین میں اسے کوئی حق حاصل نہیں، اور اگر زمین غیر مزروعہ ہو تو اگر زمین کسی یہودی یا عیسائی کی ہے تو بھی یہی حکم ہیکہ راستے میں نماز پڑھے، اور اگر مسلمان کی ہے تو زمین میں نماز پڑھنا بہتر ہے؛ کیوں کہ مالک زمین کی طرف سے دلالۃ اجازت حاصل ہے، اس مالک زمین کو جب معلوم ہوگا تو وہ اس سے خوش ہوگا کہ اسے بغیر محنت ثواب حاصل ہوا، جبکہ راستے میں اسے اذن حاصل نہیں کیونکہ راستہ عام لوگوں کا حق ہے جو مسلم و کافر سب کو شامل ہے۔

اور علامہ محمد عابد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ فرماتے ہیں:

"قال فی الخانیة صلی فی ملک الغیر ان کانت لکافر لا یجوز، لانه لا یرضی بصلاة المسلم فی أرضه۔ (طوالع الانوار شرح الدر المختار، کتاب الصلاة، قبیل باب الاذان، ۱/۹۰۳، مخطوطه مکتبة مکة المکرمة)

یعنی، خانیہ میں ہے کہ کسی نے دوسرے کی ملکیت میں نماز پڑھی تو اگر زمین کافر کی ہے تو ناجائز ہے کیونکہ کافر اپنی زمین میں مسلمان کے نماز پڑھنے پر کبھی راضی نہیں ہوگا۔

صورت مسئولہ میں صحت و عدم صحت سے قطع نظر نماز کے لئے غیر مسلم کی زمین کا استعمال اگر اس کی مرضی کے

بغیر ہے تو یہ ناجائز ہے، اور ایسی صورت میں نماز پڑھنا بھی ناجائز ہے مگر واجب الاعادہ نہیں، جیسا کہ ارض مغصوبہ میں نماز مکروہ وممنوع ہے مگر اعادہ واجب نہیں۔ چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ وعلامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ فرماتے ہیں:

(و) تکرہ فی (أرض الغیر بلا رضاء)۔۔۔وفی مختارات الفتاوی: الصلاۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ فما کان بینہ، وبین العباد یعاقب۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، فصل فی المکروھات، ص ۳۵۸)

الصلاۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ، فکما کان بینہ وبین اللہ تعالی یثاب، و ما کان بینہ و بین العباد یعاقب، کذا فی مختار الفتوی۔ (کتاب الصلاۃ، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ فیہا)

یعنی، دوسرے کی زمین میں اسکی رضامندی کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔۔۔اور مختارات الفتاویٰ میں ہے کہ زمین مغصوب میں اگرچہ جائز ہے مگر ظلم کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ نماز پڑھنے کے لیے کسی مسلمان کی زمین کا انتخاب کریں اور اگر غیر مسلم کی رضامندی حاصل ہو جائے تب بھی بلا ضرورت نماز جیسی عظیم الشان عبادت کیلئے اس کی زمین کا استعمال مناسب نہیں معلوم ہوتا؛ کیوں کہ یہ عبادت الٰہی میں مشرک سے مدد لینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''إِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِک۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، باب الاستعانۃ بالمشرکین، ص ۲۰۹)

ترجمہ: ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔

البتہ مسلمانوں کی زمین دستیاب نہ ہو تو غیر مسلم سے اجازت لے کر نماز پڑھ لینی چاہیے۔ قضاء نہیں کرنی چاہیے۔

راستوں پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم:

راستہ تنگ ہو یا کشادہ، اگر وہاں نماز پڑھنے سے راہ گیروں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو راستے پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔ میرے خیال میں مطلق راستے میں نماز پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اگر راستہ بند ہے یا کسی وجہ سے آمد ورفت موقوف ہے تو راستے پر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ فی زمانناکشادہ راستوں کے کناروں پر یا درمیان میں خالی جگہیں ہوتی ہیں۔ جہاں نہ راہ گیر جاتے ہیں اور نہ گاڑیاں، ایسی جگہوں میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

المصلي إذا ابتلی بين الصلاة فی الطريق، وبين الصلاة فی أرض إنسان. فهذا علی وجهين، أما إن كانت الأرض مزروعة أو غير مزروعة، فإن كانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن يصلی فی الطريق؛ لأن له حقا فی الطريق، ولا حق له فی الأرض، وإن كانت غير مزروعة، فإن كانت الأرض ليهودی أو نصرانی فكذلک، وإن كانت للمسلم، فالأفضل أن يصلی فی الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلک أن ينال اجرا من غير اكتساب منه، وفی الطريق لا إذن له؛ لأن الطريق حق العامة، واسم العامة يتناول المسلم والكافر)"التجنيس والمزيد، كتاب الصلاة، باب فيما يتقدم الصلاة من الشروط، فصل فی مكان الصلاة، ۱/۵۹۳، ۲۹۳)

ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم:

ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈہ اور مال وغیرہ میں جگہیں کشادہ ہوتی ہیں؛ بلکہ بعض جگہیں خالی رہتی ہیں اگر ایک کنارے میں کوئی نماز پڑھے تو بالکل نماز پڑھنے کا جواز ہے؛ بلکہ پڑھنا بھی چاہیے اگر جگہ رہتے ہوئے کوئی نہیں پڑھتا ہے تو وہ گناہگار ہوگا ہاں اگر کوئی جگہ خالی نہیں ہے پھر بھیڑ میں یا ایسی گزرگاہوں پر جس سے لوگوں کو پریشانی ہوگی وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا ایسی جگہ کی تلاش کرنی چاہیے جہاں سکون کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہو۔(حوالہ بالا)

گزرگاہوں پر نماز پڑھنے کا حکم:

اوپر کی وضاحت سے یہ سمجھ میں آیا کہ ضرورت کے وقت راستے میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ٹرین کے جس ڈبے کے راستے میں مسلم مسافر نماز پڑھتے ہیں وہ راستہ مشترکہ طور پر اس ڈبے کے تمام مسافروں کے لیے ہے۔لہٰذا اگر کوئی یا کئی ایک مسلم مسافر نماز پڑھیں تو کسی کو روکنے کا حق نہیں ہوگا۔اور اگر ڈبے کے مسافرین کے اتفاق سے نماز پڑھی جائے تب تو اور کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتَه(النساء:103)

آیت مطلق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی نماز فرض ہے۔ بلا کسی معقول ومشروع عذر کے نماز چھوڑنا جائز نہیں۔

نوٹ: ٹرین کے ذریعہ بعض اسفار کئی کئی دن کے ہوجاتے ہیں ایسے میں نماز قضا کرنے سے نمازی کا حرج ہوگا۔اس لیے دوران سفر نماز پڑھنے کی گنجائش نکالنا ہی مسلمانوں پر احسان ہوگا۔

بدائع الصنائع میں ہے:

وقد قالت عائشة رضی اللہ عنها: ما خير رسول اللہ ﷺ بين شيئين إلا اختار أهونهما، فمن

ابتلی ببلیتین فعلیه أن یختار أہونہما۔ (بدائع الصنائع 117/1)

یعنی: دو اہم معاملوں میں سے آسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار فرماتے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

فإن اضطر بین أرض مسلم وکافر یصلی فی أرض المسلم إذا لم تکن مزروعة. فلو مزروعة أو لکافر یصلی فی الطریق ابی أی لأن له فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل) .شامی، الصلاۃ/ مطلب فی الصلاۃ فی الأرض المغصوبۃ ودخول البساتین الخ 2/(44

ٹرین کے مسافرین سیٹیں اجارہ کے طور پر خرید تے ہیں۔ اس لیے ڈبے کے راستے پر سب کا حق ہے۔ سب کو اپنے مصرف میں راستے کو استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا محمد جاوید اختر قاسمی
(جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد اور رکنوں میں سے ایک اہم رکن نماز قرار دیا ہے، جسے کسی بھی موقع اور حالت میں معاف نہیں فرمایا، خواہ انسان کسی بھی ہیئت میں ہو، اسے بہر صورت نماز ادا کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے، اور قرآن و آحادیث میں جا بجا اس کی طرف نشان دہی کرائی گئی ہے، بلکہ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق بالخصوص عبادات ہی کے لئے کی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے " وما خلت الانس والجن الا لیعبدون " کہ انسان اور جنات کی تخلیق صرف عبادت کرنے کے لئے ہوئی ہے، اور اس میں بھی نماز تمام عبادتوں میں سب سے اہم رکن اس اعتبار سے بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اس لئے انسان کو اس کی طرف بالخصوص زیادہ توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔

خصائص امت محمدیہ ﷺ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات و امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی بخشا ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کو لازم قرار نہیں دیا ہے، بلکہ پوری زمین مسجد بنادی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ " جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کرلو "۔

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعطيت خمسا لم يعطهن أحد من الأنبياء قبلي، نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، وأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل، وأحلت لي الغنائم وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس كافة وأعطيت الشفاعة "۔ (صحيح بخاري: ج ا ص ٦٢، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم جعلت لى الارض مسجداً وطهوراً)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ

چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی ہیں، من جملہ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ میرے لئے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے، پس میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز ادا کر لے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَ جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدْ الْمَاءَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى "(مسلم شریف: ج ا ص/۲۵۶، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب جعلت لی الارض مسجدا و طهوراً)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امت محمدیہ کو دنیا کے تمام انسانوں پر تین طرح کی فضیلت عطا کی گئی ہے: (ا) اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو فرشتے کی جماعت کی مانند بنا دیا ہے، (۲) اور پوری زمین کو امت کے لئے مسجد بنا دیا ہے، (۳) اور پانی کے معدوم ہونے کی صورت میں پوری زمین کو پاک قرار دیا ہے تا کہ ہم اس سے طہارت حاصل کر سکیں۔

ممانعت کی علت

جہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو یہ بشارت سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت محمدیہؐ کو شان امتیاز بخشتے ہوئے روئے زمین کو مسجد بنایا وہیں بعض جگہوں پر حکمت اور بعض جگہوں پر نماز کے تقدس کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ "۔ (سنن الترمذي: ج ا ص ۸۱، باب ماجاء فی کراہیۃ ما یصلی الیہ وفیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز ادا کرنے سے منع فرمایا: کوڑا خانہ، ذبح خانہ، قبرستان، عام گذرگاہ، حمام، مویشی خانہ اور بیت اللہ کی چھت۔

"وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن إبل وغنم وبقر.... زاد في الكافي: ومرابط دواب، وإصطبل، وطاحون، وكنيف وسطوحها، ومسيل واد، وأرض مغصوبة أو للغير لو مزروعة أو مكروبة، وصحراء فلا سترة لمار "

ترجمہ: اور اسی طرح چند جگہوں پر نماز مکروہ ہوتی ہے، مثلاً خانہ کعبہ کی چھت پر، راستہ میں، کوڑا کرکٹ کی جگہ،

مذبح، قبرستان، غسل خانہ، حمام، نالا، اونٹ، بکری اور گائے کے باڑے میں، اصطبل، پاخانہ کی چھت، ارض مغصوبہ یا دوسرے کے کھیت میں جبکہ وہ کھیت بوئی نہ ہو، یا جوتی نہ ہو، اور صحراء میں بغیر سترہ کے۔

حمام میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

اگر حمام میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، اور حمام پاک ہو اور نہ نجاست کی بو ہو تو اسمیں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے:

"الصلاۃ فی الحمام ان لم یکن تماثیل و مکانها طاهر لا تکره، و کان اسماعیل الزاهدی یصلی فیه مع الخادم۔ (الفتاوی البزازیة: ج ا ص ا ۲، الفصل الثانی فی مقدمتها وصفتها نوع فیما یکره)

ترجمہ: اگر حمام میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، اور حمام پاک ہو تو اسمیں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے، حضرت اسماعیل زاہدی اپنے خادم کے ساتھ حمام میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ارض غیر کا حکم

''ارض غیر'' اگر کافر یا ذمی کی ہے تو صاحب زمین کی اجازت کے بغیر اس میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ اور اگر ''ارض غیر'' مسلم کی ہے تو شرط یہ ہے کہ کھیتی لگی ہوئی نہ ہو، یا زمین کھیتی کے لئے تیار کی ہوئی نہ ہو، یا یہ کہ صاحب ارض دیکھ کر کراہت محسوس نہ کرے، تو جائز ہے:

قوله: (وأرض مغصوبة أو للغير) لا حاجة إلى قوله أو للغير إذ الغصب يستلزمه، اللهم إلا أن يراد الصلاة بغير الإذن وإن كان غير غاصب، أفاده أبو السعود ط. وعبارة الحاوي القدسي: والأرض المغصوبة، فإن اضطر بين أرض مسلم وكافر يصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة. فلو مزروعة أو لكافر يصلي في الطريق، أي لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل، وفيها: تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس. اهـ

ترجمہ: اور حاوی قدسی کی عبارت یہ ہے کہ اگر زمین غصب کی ہو اور کافر و مسلم کے درمیان نزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو بہتر ہے کہ مسلم کی زمین میں نماز ادا کی جائے بشرطیکہ کھیت لگی ہوئی نہ ہو، اگر کھیت بوئی ہوئی ہو یا کافر کی ہو تو راستہ پر نماز ادا کرے، کیونکہ راستے میں تمام کا حق وابستہ ہے، جیسا کہ مختارات النوازل میں ہے، اور دوسرے کی زمیں نماز ادا کرنا مکروہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ کھیت یا تو بوئی ہوئی ہو، یا بونے کے لئے تیار کی ہوئی ہو، مگر اس صورت میں جبکہ نمازی اور صاحب زمین کے درمیان یا تو سچی دوستی ہو یا یہ کہ دیکھنے کے بعد صاحب زمین کراہت محسوس نہ کرے تو ایسے شخص کی زمین میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ارض مغصوبہ کا حکم

ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، مگر نماز ہو جائے گی:

"الصَّلَاةُ فِي أَرْضٍ مَغْصُوبَةٍ جَائِزَةٌ وَلَكِنْ يُعَاقَبُ بِظُلْمِهِ فَمَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى يُثَابُ وَمَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعِبَادِ يُعَاقَبُ . كَذَا فِي مُخْتَارِ الْفَتَاوى، الصَّلَاةُ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِهَا وَأَرْكَانِهَا وَتُعَادُ عَلَى وَجْهٍ غَيْرِ مَكْرُوهٍ وَهُوَ الْحُكْمُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ الْكَرَاهَةِ . كَذَا فِي الْهِدَايَةِ، فَإِنْ كَانَتْ تِلْكَ الْكَرَاهَةُ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ تَجِبُ الْإِعَادَةُ أَوْ تَنْزِيهٍ تُسْتَحَبُّ فَإِنَّ الْكَرَاهَةَ التَّحْرِيمِيَّةَ فِي رُتْبَةِ الْوَاجِبِ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ"۔ (الفتاوى البزازية: ج ۱ ص ۱۲، الفصل الثانى فى مقدمتها وصفتها نوع فيما يكره)

ترجمہ: ارض مغصوبہ میں نماز جائز ہے لیکن ظلم کا حساب ہوگا، جو حقوق بندے اور اللہ کے درمیان ہے اس پر ثواب ملے گا، اور جو حقوق ایک بندے کا دوسرے بندے پر ہے اس پر مؤاخذہ ہوگا جیسا کہ مختار الفتاویٰ میں ہے، تمام ارکان وشرائط کے پائے جانے کی وجہ سے نماز جائز ہے اور ایسے طور سے ادا کرنا مکروہ ہے، اور یہ حکم ہر اس نماز کی ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے، جیسا کہ ہدایہ میں موجود ہے، پس اگر یہ کراہت مکروہ تحریمی ہے تو نماز واجب الاعادہ ہے، اور اگر کراہت خفیفہ ہے تو نماز کا اعادہ مستحب ہے، اس لئے کہ مکروہ تحریمی واجب کے مرتبہ میں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں موجود ہے۔

مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز واجب الاعادہ ہے۔

مکروہ تحریمی مرتبہ کے اعتبار سے واجب کے حکم میں ہے، اس لئے جو بھی نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے گی وہ واجب کے فوت ہونے کی بنا پر واجب الاعادہ ہے۔

"وَذَكَرَ الْقَاضِي فِي شَرْحِهِ مُخْتَصَرَ الطَّحَاوِيِّ أَنَّهُ إِذَا طَافَ زَحْفًا أَجْزَأَهُ؛ لِأَنَّهُ أَدَّى مَا أَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ كَمَنْ نَذَرَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَرْضٍ مَغْصُوبَةٍ أَوْ يَصُومَ يَوْمَ النَّحْرِ فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ وَيَصُومَ يَوْمًا آخَرَ؛ وَلَوْ صَلَّى فِي الْمَغْصُوبَةِ أَوْ صَامَ يَوْمَ النَّحْرِ أَجْزَأَهُ وَخَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ النَّذْرِ، كَذَا هَذَا، هَكَذَا حُكِيَ فِي الْبَدَائِعِ "۔ (فتح القدير: ج ۳ ص ۵۲، كتاب الحج فصل ومن طاف طواف القدوم محدثا فعليه صدقة قوله وليس عليه لترك السعي شيء)

ترجمہ: جب کوئی شخص سرین کے بل طواف کرے تو کافی ہے، اس لئے کہ اس شخص نے وہی ادا کیا جو اس نے اپنے اوپر واجب کیا تھا، اور یہ مسئلہ اس شخص کی مانند ہے جو منت مانے کہ وہ ارض مغصوبہ میں نماز ادا کرے گا یا اس شخص

کی مانند ہے جو نذر مانے کہ وہ ایام النحر میں روزہ رکھے گا، کیونکہ اس نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کہ دوسری جگہ نماز ادا کرے گا یا دوسرے ایام میں روزہ رکھے گا، لیکن اس نے اگر ارض مغصوبہ میں نماز ادا کرلیا یا ایام النحر میں روزہ رکھ لیا تو یہ اس لئے کافی ہوگا اور اپنے نذر کو پورا کرنے والا ہوگا۔

مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز واجب الاعادہ کیوں؟

ہر وہ نماز جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے، وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص واجبات نماز میں سے کوئی واجب کو چھوڑ دے، اس لحاظ سے واجب الاعادہ ہے۔

وھٰذا الحکم فی کل صلواۃ أدیت مع الکراھۃ کما اذا ترک واجباً من واجبات الصلوٰۃ "(فتح القدیر: ج ا ص: ۴۲۹، کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

ترجمہ: اور یہ حکم ہر اس نماز کا ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے، جیسا کہ کوئی شخص واجبات نماز میں سے کوئی واجب کو چھوڑ دے۔

عام مقامات کا حکم

سوال ۶:۔ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو اگرچہ سرکار کی ملکیت ہوتی ہیں اور ان میں نماز پڑھنے کے بقدر جگہ بھی خالی ہوتی ہیں، مگر عام لوگوں کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں، اس لئے اگر عام لوگوں کو کسی طرح کی دشواری یا مصائب وآلام ملوث ہونے کا خطرہ نہ ہو تو ان جگہوں پر نماز ادا کرنے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

وتکرہ الصلاۃ في الطریق لشغلہ حق العامۃ ومنعھم من المرور...... قولہ (شغلہ حق العامۃ) ولشغل البال عن الخشوع فیشتغل بالخلق عن الحق وعن ھذا شرط بعضھم أن یکون في العمران لا في البریۃ أفادہ شارح المشکاۃ۔ (حاشیۃ الطحطاوي ج۱ ص:۳۵۶، کتاب الصلاۃ، فصل في المکروھات)

ترجمہ: اور راستہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، عام لوگوں کے حقوق وابستہ ہونے کی وجہ سے، اور عام لوگوں کے گذرنے میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے۔

" وفي »الأصل« أیضاً: یکرہ للمسافر أن یصلي علی الطریق، بل ینبغي لہ أن یتنحی عن الطریق؛ لأن الطریق مشغول بحق المسلمین، فھو کما لو صلی في أرض مغصوبۃ، فإن وجد موضعاً مباحاً یصلي في ذلک الموضع ولا یصلي علی الطریق، فإن لم یجد موضعاً مباحاً ولکن وجد أراضي

الناس، فإن كانت الأراضي مزروعة لا يصلي في الأراضي، ولكن على الطريق؛ لأن الضرر في الصلاة في الأراضي في هذه الصورة أكثر من الضرر في الصلاة في الطريق، وإن لم تكن الأراضي مزروعة يصلي في الأراضي، ولا يصلي في الطريق، وإن كانت الأرض للذمي، فالصلاة في الطريق أولى من الصلاة في الأرض. "(المحيط البرهاني في الفقه النعماني:ج١ ص:٢١٩، كتاب الصلوة، الفصل الثالث والاربعون في المتفرقات)

ترجمہ: مسافر کے لئے راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ راستہ سے الگ ہو جائے، اس لئے کہ راستہ مسلمانوں کے حقوق سے وابستہ ہے، اوراس کی مثال ارض مغصوبہ میں نماز ادا کرنے والے کی طرح ہے، پس اگر کوئی مباح جگہ مل جائے تو راستہ کو چھوڑ کر اسی مباح جگہ میں نماز ادا کرے، پھر اگر مباح جگہ میسر تو نہ ہو مگر لوگوں کی زمین میسر ہو تو اگر وہ کھیت بوئی ہوئی ہو تو اس میں نماز ادا نہ کرے، البتہ اس صورت میں راستہ پر پڑھ لے، اس لئے کہ اس صورت میں کھیت میں نماز ادا کرنے کی بہ نسبت راستہ پر ادا کرنے میں نقصان کم ہے، اور اگر کھیت بوئی ہوئی نہ ہو تو کھیت میں پڑھے اور راستہ پر نہ پڑھے، اور اگر زمین کسی ذمی کی ہو تو راستہ پر پڑھنا زیادہ بہتر ہے ذمی کی زمین میں نماز پڑھنے سے۔

غیر مسلم کی زمین پر نماز ادا کرنے کا حکم

سوال ۳۰:۔ افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے کہ نہیں؟

الجواب: غیر مسلم کی زمین پر نماز ادانے سے بہتر ہے کہ انسان عام راستہ پر نماز ادا کرے۔

"ابتلی بین الصلاة فی الطریق وأرض الغیر لو مزروعة أو لکافر، فالطریق والا فالأرض"۔ (الفتاوی البزازیة:ج ا ص:٢١، الفصل الثانی فی مقدمتها وصفتها نوع فیما یکره)

ترجمہ:" ارض غیر" مزروعہ اور کافر کی زمین سے بہتر ہے کہ راستہ پر نماز ادا کرے۔

خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری نہیں۔

"قوله (وتكره في أرض الغير بلا رضاه) بأن كانت لذمي مطلقا لأنه يأبى أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة أو كان صاحبها سيء الخلق ولو كان في بيت إنسان الأحسن أن يستأذنه وإلا فلا بأس كما في الفتح وفي مختارات الفتاوى الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه فما كان بينه وبين العباد يعاقب كما في الفتاوى الهندية

قوله(صلى فيها) لأن الظاهر أنه يرضى بها لأنه ينال أجرا من غير اكتساب منه ولا أذن في الطريق لأنه حق المسلم والكافر كذا في الشرح، قوله 'صلى في الطريق' لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليست للكافر على الخصوص كذا في الشرح"۔ (حاشية الطحطاوي ج۱ص:۳۵۸، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات)

ترجمہ: دوسرے کی زمین میں اس کی رضامندی کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ وہ ذمی کی ہو، اس لئے کہ وہ نماز ادا کرنے کے لئے اجازت نہیں دے گا، یا وہ زمین کسی مسلمان کی ہوتو مگر وہ بوئی ہوئی یا جوتی ہو، یا ان دونوں کے درمیان سچی دوستی یا محبت نہ ہو، یا زمین والا شخص اخلاق رذیلہ کا حامل ہو، اور اگر کسی شخص کے گھر میں ہوتو افضل یہ ہے کہ اجازت لے لے، اور اجازت نہ لے تو بھی درست ہے جیسا کہ فتح میں مذکور ہے، اور فتاوی مختارات میں ہے کہ" ارض مغصوبہ میں نماز تو جائز ہے مگر ظلم کا حساب لیا جائے گا"، اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ" بندوں کے حقوق کے متعلق حساب لیا جائے گا۔

اس لئے کہ مسلمان کی زمین میں نماز پڑھنے زمین والا شخص خوش بھی ہوتا ہے اور بغیر عمل کے ثواب بھی مل جاتا ہے، اور راستے میں نماز ادا کرنے کے لئے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ راستے میں مسلم وغیر مسلم سب کے حق وابستہ ہیں، غیر مسلم مسلمانوں کے راستہ پر نماز ادا کرنے سے خوش نہیں ہوسکتا، اور نہ راستہ غیر مسلم کے لئے خاص ہے۔

والأفضل أن يستأذن من صاحب الدار للصلواة فيها۔ (الفتاوى البزازية: ج ا ص: ۲۱، الفصل الثانى فى مقدمتها وصفتها نوع فيما يكره)

ترجمہ: اور افضل وبہتر یہ ہے کہ صاحب خانہ سے نماز ادا کے نے کے لئے اجازت لے لے۔

ممنوع جگہوں پر نماز پڑھنا

سوال ۴: فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

الجواب: حکومت کے زیر ملکیت وہ اراضی جہاں عام لوگوں کے لئے آنا جانا منع ہے، وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر راستہ تنگ نہ ہو بلکہ اس قدر کشادہ ہو کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے کسی راہ گذر کی کسی قسم کی حق تلفی یا دشواری نہ ہو رہی ہو تو ایسے راستے کے کنارہ نماز ادا کرنا بغیر کراہت کے جائز ہے:

وَمَعْنَى النَّهْيِ فِي قَوَارِعِ الطَّرِيقِ أَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ الْمَارُّ، فَعَلَى هَذَا إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ وَاسِعًا لَا يُكْرَهُ وَحَكَى ابْنُ سِمَاعَةَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَانَ يُصَلِّي عَلَى الطَّرِيقِ فِي الْبَادِيَةِ، وَقِيلَ: مَعْنَى النَّهْيِ فِي قَوَارِعِ الطُّرُقِ أَنَّهَا لَا تَخْلُو عَنْ الْأَرْوَاثِ وَالْأَبْوَالِ عَادَةً، فَعَلَى هَذَا لَا فَرْقَ بَيْنَ الطَّرِيقِ الْوَاسِعِ وَالضَّيِّقِ۔ (المبسوط: ج۲ص:۸۹)

ترجمہ: راستہ پر نماز پڑھنے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گذرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، پس اس اصول کی بنا پر اگر راستہ کشادہ ہو تو نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اور ابن سماعہ نے بیان کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں راستہ پر نماز ادا کرتے تھے، اور جب ان سے کہا گیا کہ راستہ پر نماز ادا کرنے سے ممانعت کی علت کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ عام طور سے راستے پیشاب اور پاخانہ سے خالی (پاک) نہیں ہوتا، اس اصول کی بنا پر کشادہ اور تنگ راستوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

حکومت کے زیر ملکیت زمین کا حکم

سوال ۵: ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

سوال ۷: ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

اجازت کے لئے عرف کا اعتبار ہوگا

الجواب: 'ارض غیر' اور 'حکومت کے زیر ملکیت مقامات' خواہ ریلوے اسٹیشن ہو یا ایر پورٹ پر نماز پڑھنے کے لئے محض نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ مل جائے، اس وقت تک ان مقامات پر نماز ادا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

کیونکہ فی زماننا ہر طرف اور ہر شخص فتنہ وفساد کا متمنی رہتا ہے اسلئے احوط طریقہ یہی ہے کہ ان مقامات پر بغیر اجازت کے نماز ادا کرنے سے گریز کیا جائے۔

تنبيه: نقل سيدي عبد الغني عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل أن النزول في أرض الغير، إن كان لها حائط أو حائل يمنع منه وإلا فلا، والمعتبر فيه العرف، قال يعني عرف الناس بالرضا وعدمه، فلا يجوز الدخول في أيام الربيع إلى بساتين الوادي بدمشق إلا بإذن أصحابها، فما يفعله العامة من هدم الجدران وخرق السياج فهو أمر منكر حرام. ثم قال: وفي شرح المنية للحلبي: بنى مسجدا في أرض غصب لا بأس بالصلاة فيه.

ترجمہ: میرے استاذ عبدالغنیؒ نے اپنے والد شیخ اسماعیل کے احکاموں میں سے ایک حکم" نزول ارض غیر" نقل کیا ہے کہ اگر زمین کی احاطہ بندی کی گئی ہو یا ایسی دیوار ہو جو دخول سے مانع ہو تو ایسی صورت میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے ورنہ نہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس جیسے مسائل میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی لوگوں کے رضامندی اور عدم رضامندی میں اعتبار عرف کا ہوتا ہے، دمشق کے علاقوں میں ایام ربیع میں باغوں میں بغیر مالک کی اجازت کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

"ولو صلى فى بيت رجل فى مصلاه بغير اذنه، يجوز لوجود الاذن دلالةً، الصيرفية: ويكره أن يؤم الرجل للرجل فى بيته الا باذنه، الاأن يكون الضيف سلطاناً، فحسن الامامة له "۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص: ۲۱۴، كتاب الصلاة الفصل الرابع ما يكره للمصلى وما لا يكره)

ترجمہ: اور اگر ایک شخص نے کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نماز ادا کی پس اگر رجل ثانی کے گھر عبادت کے لئے کوئی جگہ متعین ہے تو جائز ہے دلالۃً اجازت پائے جانے کی وجہ سے، اور شخص اول کے لئے دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر امامت کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ مہمان بادشاہ ہو تو ایسی صورت میں امامت بہتر ہے۔

"وفي الواقعات بنى مسجدا على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه؛ لأنه من حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في أرض مغصوبة اهـ ثم قال: ومدرسة السليمانية في دمشق مبنية في أرض المرجة التي وقفها السلطان نور الدين الشهيد على أبناء السبيل بشهادة عامة أهل دمشق والوقف يثبت بالشهرة، فتلك المدرسة خولف في بنائها شرط وقف الأرض الذي هو كنص الشارع، فالصلاة فيها مكروهة تحريما في قول، وغير صحيحة له في قول آخر كما نقله في جامع الفتاوى، وكذا ماؤها مأخوذ من نهر مملوك، ومن هذا القبيل حجرة اليمانيين في الجامع الأموي، ولا حول ولا قوة إلا بالله"۔ (ردالمحتار على الدر المختار: ج ۲، ص:٤٤، كتاب الصلوة مطلب في "الصلاة في الأرض المغصوبة ودخول البساتين وبناء المسجد في أرض الغصب)

ترجمہ: سور مدینہ میں جو مسجد بنائی گئی ہے اس میں نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس سے عام لوگوں کا حق وابستہ ہے جس بنا پر خالص اللہ کے لئے وقف نہیں ہے، اور اس کی مثال ارض مغصوبہ کی ہے، پھر فرمایا کہ مدرسہ سلیمانیہ جسکو سلطان نور الدین زنگیؒ نے وقف کیا، اس کی تعمیر شرائط اوقاف کے خلاف ہے، اور اس میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب علمہ اتم واحکم

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد علی شفیق ندوی
(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اس مسئلہ سے متعلق آنے والے سوالات کے جوابات پیش کرنے سے پہلے یہاں چند اصولی و بنیادی مسائل یا قواعد وضوابط پیش کر دینا مناسب ہوگا، جن کی روشنی میں مذکورہ اور غیر مذکورہ سوالات کے جوابات سمجھنا اور اشکالات کا حل پیش کرنا آسان ہوسکتا ہے، وہ بنیادی مسائل یا ضوابط درج ذیل ہیں:

پہلا ضابطہ

نماز چند اقوال و افعال کا نام ہے جس میں وقت بھی بہت کم صرف ہوتا ہے جگہ بھی، نہ کرکٹ وفٹ بال کی طرح حرکت ہوتی ہے، نہ جلسہ جلوس کی طرح زیادہ وقت لگتا ہے، اور نہ بھجن یا ہنومان چالیسہ یا رامائن و گیتا پڑھنے جیسا شور ہوتا ہے۔ بلکہ شور یا تکلیف دینے کے تعلق سے کچھ بھی نہیں ہوتا، ان امور کے اعتبار سے نماز میں ایسا ہی عمل ہوتا ہے جیسا ایک غیر مسلم کسی مندر یا مزار سے گزرتے ہوئے پیشانی زمین پر دو چار بار ٹکا دے اور چپکے چپکے کچھ مانگ لے اور آگے بڑھ جائے، ہاں چند امور میں فرق ضرور ہے :

۱۔ شرک و توحید، ایمان و کفر کا فرق ہے۔

۲۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ نماز اپنے وقت پر فرض ہے "کتابا موقوتا" اور کسی مندر یا مزار پر پیشانی ٹکانے کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں۔

دوسرا ضابطہ:

نماز (کے یہ چند اقوال و افعال) کے لئے ظاہری و باطنی کمال مطلوب ہے، جسکے لئے خشوع وخضوع، بہتر سے بہتر، پاک صاف، یکسوئی والی جگہ (جیسے مسجد یا نہ ہو تو اپنے گھر کا گوشہ، نہ ہو تو کوئی بھی متبادل بہتر سے بہتر جگہ) ہونی چاہئے۔ لیکن چونکہ یہ موقت ہے (یعنی اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے) اسلئے ہم جہاں کہیں بھی ہوں وقت آنے پر نماز پڑھنا فرض اور انتہائی ضروری ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

جعلت الأرض كلها لي ولأمتي مسجداً وطهورا فأينما أدركت رجلاً من أمتي الصلاة على

فعنده مسجده وعنده طهوره۔ (حدیث صحیح، أخرجة أحمد من حدیث أمامة رضی اللہ عنه)

اس لئے تمام زمین کو بشرط یہ کہ پاک ہو اور لائق نماز ہو، نماز پڑھنے کے لئے درست قرار دیا گیا، چنانچہ حضرت جابر کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

''أعطیت خمسا – و جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا، وأیما رجل من أمتی ادرکته الصلاة فلیصل.''۔ (اخرجہ البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۸، مسلم، حدیث نمبر: ۵۲۱)

اسلئے ہماری پوری فکر ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہئے کہ نماز کسی طرح ادا کر لی جائے قضا نہ ہو، چاہے سفر میں ہوں یا گھر کے باہر کہیں بھی ہوں بشرطے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

تیسرا ضابطہ:

نماز چونکہ ایک مقدس عمل ہے جو برکت اور خیر کا ذریعہ ہے، نیز وہ کسی مخلوق کی پوجا نہیں بلکہ نماز صرف ایک خالق و مالک، رازق و مدبر کی عبادت ہے، جس میں کسی کا اختلاف نہیں، کہ وہ خالق ایک ہے، مزید یہ کہ نماز شور وغل یا تکلیف دینے والی چیز بھی نہیں ہے۔

اسلئے ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں لوگوں نے بخوشی اپنی جگہ نماز کے لئے پیش کی ہے، چاہے کسی بھی دین دھرم سے انکا تعلق ہو، عوامی مقامات پر تو نماز ادا کرنے پر توکس نے اشکال ہی نہیں کیا، لہٰذا ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں یہ بات سلیقہ سے حکومت و دیگر دھرم کے ماننے والوں کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔

چوتھا ضابطہ: ارض غیر میں اجازت:

مسجد یا اپنی زمین یا جنگل و صحراء وغیرہ میں تو مسئلہ نہیں کہ نماز بھی پڑھ سکتا ہے، آ جا بھی سکتا ہے اور آرام بھی کر سکتا ہے، اور کسی غیر کو انتفاع یا اٹھنے یا بیٹھنے یا نماز کی اجازت بھی دے سکتا ہے، اسی طرح شاہراہ عام کے دائیں بائیں، درخت کے نیچے یا خالی جگہوں اور ساحل سمندر کا بھی یہی حکم ہے۔

لیکن جو زمین کسی غیر کی ہو چاہے وہ فرد کی ہو یا ادارہ کی ہو یا حکومت کی، اس میں آنا جانا، اٹھنا بیٹھنا نماز پڑھنا سب کے لئے اجازت ضروری ہے۔

ہاں اجازت کبھی صراحۃ (یعنی صاف لفظوں میں ہوتی ہے) اور کبھی دلالۃ ہوتی ہے یا ضمنا یعنی ضروری نہیں کہ نماز کے لئے الگ سے اجازت لی جائے، بلکہ اگر آنے جانے اور تھوڑی دیر کھڑے رہنے کی اجازت ہو تو یہی نماز کے لئے اجازت مانی جائیگی، البتہ اگر جگہ بہت چھوٹی ہو تو باجماعت نماز کی اجازت کا مسئلہ الگ ہوگا۔ اس بات کی وضاحت کے لئے ذیل میں مزید تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

پانچواں ضابطہ ارض (زمین) کی اقسام واحکام

بنیادی طور پر زمین کی سات قسمیں کی جاسکتی ہیں:

۱۔ جو نماز کے ساتھ خاص ہو، چاہے مسجد ہو جو ہمیشہ کے لئے نماز اور اللہ کی عبادت کے لئے مختص ہے، یا مصلی ہو جو وقتی طور پر نماز کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے مالک کی طرف سے، جب تک وہ مصلی بنا رہے گا نماز پڑھی جائیگی۔

۲۔ اپنی مملوکہ زمین، اس میں مالک مطلقاً تصرف کر سکتا ہے، نماز انفرادی یا با جماعت پڑھ سکتا ہے، عقلاً، شرعاً، قانوناً ہر اعتبار سے، اگرچہ آج کل بعض شرارتی دہشت گرد سوچ رکھنے والے اس پر شور مچاتے دیکھے گئے ہیں۔

۳۔ ارض مباحہ جیسے جنگل، صحراء وغیرہ زمین جو غیر مملوکہ غیر ممنوعہ ہو، یہاں نماز پڑھنا، آنا جانا، آرام کرنا کچھ منع نہیں، پیچھے حدیث بیان کی جا چکی: (جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا)

۴۔ ارض غیر، اس میں الگ قسمیں و احکام ہیں، جس کی تفصیل چوتھے ضابطہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۔ پانچویں قسم وہ ارض غیر جو کسی مقصد کے لئے تو ہو لیکن اس میں جگہ کی تنگی ہو، جیسے سواری کی زمین، دوران سفر، بڑی ہوں تب بھی، جیسے ٹرین، بس، ہوائی جہاز، کشتی وغیرہ۔

ان کا حکم یہ ہے کہ اگر سیٹوں کے درمیان یا کسی کونہ یا کسی طرف خالی جگہ اتنی ہو کہ کھڑے ہو کر قبلہ رخ نماز پڑھ سکے تو ٹھیک ورنہ راستہ میں نماز اسی وقت پڑھ سکتا ہے جب گزرنے کی توقع کم ہو، اگر گزرنے کا غالب گمان ہے یا گزرنے کا عمومی وقت ہے جیسے جنرل ڈبہ میں چڑھتے اترتے وقت، تو راستہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی اگر موخر کر کے دوسرے وقت میں پڑھ سکتا ہے تو ٹھیک ورنہ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر نماز ادا کرے گا، بعد میں جیسے ہی کھڑے ہو کر پڑھنے کا موقع ملے دوران سفر یا مقام پر پہونچ کر تب قضاء بھی کریگا۔ کیوں کہ یہاں رکن یا شرط بندوں کی طرف سے فوت ہو رہا ہے، اگر بیمار و معذور ہو اور کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں قضاء نہ کرنا پڑے گی۔

خیال رہے کہ راستہ میں نماز پڑھنے کی صورت میں یا سامنے راستہ ہونے کی صورت میں سترہ کا رکھنا سنت مؤکدہ ہے۔ نہ ملے تو مجبوری ہے۔

۶۔ چھٹی قسم وہ ہے جیسے چھوٹی دکان، یا ایسا آفس جس میں اندر آنا منع ہوتا ہے، کسٹمر کو باہر سے ڈیل کیا جاتا ہے، ایسی جگہوں پر اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے۔

۷۔ ارض غیر کی ساتویں قسم وہ ہے جو کسی فرد یا ادارہ یا حکومت کی زمین ہو، لیکن خالی اور کھلی ہے، جیسے خالی پلاٹ، سڑک کے دائیں بائیں باغات وغیرہ، تو اس میں مطلقاً اجازت ہوگی وضو و نماز کی، انفرادی یا با جماعت، کیوں کہ ضرر کا اندیشہ نہیں ہے، ہاں اگر باغ یا کھیت میں پھل یا درخت یا کھیتی غلہ وغیرہ کو نقصان کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت اپنائے کہ ضرر نہ ہو۔

۷۔ ساتواں ضابطہ: دلالۃً اور ضمناً اجازت یا ممانعت اور اسکا ضابطہ:

پیچھے بار بار دلالۃً وضمناً اجازت کی بات آئی،جسکی وضاحت الگ کرنا مناسب ہوگا،اجازت صراحۃ ہو یا دلالۃ یاضمنا،تینوں قسم کی معتبر ہوگی:

لان التابع حکمه حکم المتبوع، وکم من شئی تبت تبعا ولا یثبت استقالا، وکما فی المنطق من تقسیم الدلالات إلی الدلالۃالتضمنیۃوالالتزامیۃ۔

کسی بھی زمین میں حکومت کی ہو یا فرد کی یا ادارہ یا جماعت کی،اگر ہمیں آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہوتو یہ دلالۃ نماز کی اجازت بھی سمجھی جائیگی، کیوں کہ نماز ظاہری اعتبار سے اٹھنے بیٹھنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، دلالۃ اجازت کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی جگہ چوہدی وغیرہ نہیں کھینچی ہے،اور بظاہر ممانعت دخول کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں تو یہ بھی دلالۃ اجازت ہوگی۔

ضمناً اجازت کی بھی دوشکلیں ہیں:

الف:اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہوتو ضمناً نماز کی بھی ہوگی،اجازت دلالۃ بھی ہے ضمنا بھی۔

ب: تابع متبوع کے حکم ہوتا ہے،لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو اسٹیشن یا شاپنگ مال یا ہوٹل چھوڑنے گیا تو وہ تابع ہو گا اور اسکی اجازت ضمنی ہوگی وقتی طور پر،بشرط یہ کہ ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔

اسی طرح ممانعت بھی دلالۃ وضمناً ہوتی ہے، جیسے ایسی زمین یا جگہ جو مخصوص لوگوں کے لئے ہو تو عام لوگوں کے لئے جانا بلا وجہ منع ہوگا،اسی طرح خالی گھر یا خالی پلاٹ،کھیت، باغ وغیرہ جس کی چوہدی کھنچی ہو، گیٹ بند ہو تو وہاں چونکہ داخل ہونا ہی دلالۃ منع ہے، اس لئے ضمناً نماز کی ممانعت بھی ہوگی۔اگر اٹھنا بیٹھنا نماز کے لئے داخل ہونا ہے تو صراحۃً اجازت درکار ہوگی۔

”قال ابن عابدین:نقل سیدي عبد الغني عن الأحکام لوالدہ الشیخ اسماعیل: أن النزول في أرض الغیر ان کان لها حائط او حائل یمنع منه، والا فلا - والمعتبر فیه العرف اھ، قال: یعنی عرف الناس بالرضا وعدمه، فلا یجوز۔۔۔الخ(حاشیۃ ابن عابدین ۱/۳۸۱)

اس تفصیل سے زمین کی تمام اقسام کا اجمالی حکم واضح ہو گیا ہوگا ان شاء اللہ

۸۔آٹھواں ضابطہ:ارض غیر میں نماز کی اجازت کی صورت میں یہ شرط کہ تکلیف نہ ہو۔

اگر چہ نماز کے لئے صرف اتنی خالی جگہ کی ضرورت ہے جہاں ایک آدمی نماز پڑھ سکے، اس میں عموماً کسی کو تکلیف نہیں ہوتی نہ پریشانی،اسی طرح دولوگوں کے جماعت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہوتا،تاہم بعض صورتوں میں تکلیف ہوسکتی ہے، جیسے بھیڑ کے وقت راستہ میں نماز پڑھنا،جس کی تفصیل آچکی ہے کہ جائز نہیں، یہ تو خارجی وجہ ہے۔

لیکن ایک وجہ ضرر یا زحمت یا تکلیف کی یہ ہوتی ہے کہ ہم جماعت سے نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ ایسے مقامات پر صرف ایسی خالی جگہوں میں پڑھی جاسکتی ہے، جہاں گزرنے والوں کو تکلیف یا زحمت نہ ہو، بعض حضرات سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ اسکا لحاظ نہیں رکھتے، اسلئے ایسے مواقع پر دو دو کی جماعت سے زیادہ کرنا مناسب نہیں، جہاں بھیڑ یا تکلیف کا اندیشہ ہو، بلکہ اگر دو کی جماعت سے بھی پریشانی ہوسکتی ہے تو انفرادی پڑھیں، یہی شریعت کا حکم اور اسکی حکمت عملی پر مبنی منشا ہے۔

اسی طرح مختصر اور جلدی پڑھنا افضل ہے، فقہاء نے تو مسجد میں نماز مکمل کرنے والوں (مسبوقین) کے لئے یہ بہتر قرار دیا ہے کہ اگر سلام پھیر کر جانے والوں کا سامنے سے گزرنے کا خطرہ ہو تو، وہ جلدی نماز مکمل کرلے یہاں تو بدرجہ اولی جلدی پڑھنا موجب ثواب ہوگا۔

اس طرح سفر میں ٹرین وغیرہ میں غیر مسلم ہوں تو زور سے اذان نہ دے اگر فتنہ یا شر کا اندیشہ ہو۔ خیال رہے کہ وضو میں بقدر ضرورت پانی استعمال کرے، اور کوشش کرے کہ پیر کسی کپڑے سے پوچھ کر آئے، کیوں کہ جب زیادہ لوگ وضو کرتے ہیں تو زمین گیلی ہو کر کیچڑ سے ایذا ہوتی ہے۔

(۹) نویں بات

یہ عرض کرنی ہے کہ جن مقامات پر نماز پڑھنا منع ہو تو وہاں نماز پڑھنا شریعت میں بھی ناجائز ہے، لیکن اگر موضع صلاۃ نجس نہیں اور کسی نے پڑھ لی تو نماز مع الکراہت صحیح ہوگی اور فرض ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔ اگرچہ جان بوجھ کر ایسا کرنے سے گناہ الگ ہوگا، نماز کا ثواب اپنی جگہ ملے گا، اعادہ کرنا بہتر ہوگا۔ جیسے ارض مغصوبہ میں یا ممنوعہ یا ارض غیر میں یا قارعۃ الطریق، وغیرہ میں:

لأن النهي إذا كان لغيره لا يفسد الصلاة۔ (مراقی الفلاح ۱۳۱، حاشیہ الطحطاوی ۳۵۸)

دسواں ضابطہ: موجودہ حالات میں کیا کرے؟

ارض غیر میں نفس جواز صلاۃ جہاں ہو، وہاں بھی آجکل کے ماحول میں (یعنی نفرت و بدتمیزی جیسا ماحول ہو اور نماز کے خلاف پروپیگنڈہ، تعصب کی آگ بھڑکائی جارہی ہو) محتاط ہو کر پڑھنا چاہئے، دوسری طرف غیروں کو اسلام و نماز کا کچھ تعارف بھی کراسکے تو بہتر ہے، تیسرے صراحۃ اجازت لے لے تو تعصب و نفرت پر پردہ پڑ جائے گا۔

لیکن اگر غیر مسلم بدتمیزی پر آمادہ ہوں اور ضرر کا اندیشہ ہو تو اپنی سیٹ پر ہی پڑھ لے، یا اس میں بھی ضرر کا اندیشہ ہو تو بعد میں قضاء کرلے۔

(۱۱) البتہ اگر بدتمیزوں کی وجہ سے بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز پڑھے گا یا قبلہ رخ نہ ہوگا تو بعد میں قضاء کرنا پڑیگی، یہ خیال رہے کہ یہاں اگر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، تو بیٹھ کر ہی پڑھے گا قضا نہیں، یعنی دو مرتبہ پڑھنا پڑیگی۔

لأن المنع من تحقيق الأركان او الشروط إذا كان من العباد لزمه القضاء وإن كان من الله كا لمرض ونحوه فلا۔ كذافی حاشیۃالفقہالمیسر احمدعلی الندوی عن مصادر الفقہ المعتبرۃ۔

(۱۲) ارض غیر میں اگر اجازت کا پتہ نہ ہو

ارض غیر میں کوئی دشواری ہو یا ضرر کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ ارض مباحہ یا با اجازت ارض غیر جو خاص اسکی ہو، اس میں پڑھنے کی کوشش کرے، لیکن بعض صورتوں میں اجازت نہ لے سکتے ہیں، نہ پتہ ہوتا ہے کہ اجازت ہے کہ نہیں، اور کئی آپشن ہوں تو فقہاء نے ترتیب بیان کی ہے کہ مسلمان کی زمین کو غیر کی زمین پر ترجیح دے، وہ بھی نہ ہو تو راستہ میں پڑھ لے، اگر ایذارسانی زیادہ نہ ہو، کیوں کہ راستہ میں اسکا بھی دیگر لوگوں کے ساتھ حق ہے، ارض غیر میں تو بالکل بھی حق نہیں، خصوصا غیر مسلم کی ہو تو عدم اجازت ظاہر ہے، (الا یہ کہ علاقہ کے عرف میں احترام والا معاملہ ہو)۔

"تكره الصلاة بغير الإذن وإن كان غير غاصب. . في الحاوي القدسي: فان اضطر بين ارض مسلم و كافر يصلى في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة، فلو مزروعة او لكافر يصلي في الطريق اه. ای لان لہ فی الطریق حقاً کمافی مختارات النوازل" (ردالمحتار:۱/۲۸۱)

پیچھے ذکر کئے ضوابط ومسائل کے بعد اب ہم یہاں سوالات کے جوابات مختصراً پیش کرتے ہیں:

۱۔ پہلے سوال کا جواب:

ارض غیر اور ارض حکومت کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے، ارض غیر چاہے حکومت کی ہو یا فرد کی ہو یا ادارہ یا جماعت کی ہو، حکم یکساں ہوگا، اس میں تفصیل وہی ہے جو پیچھے ضابطہ نمبر (٦) میں تفصیل سے چھ قسموں کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ البتہ ارض مغصوبہ کا حکم یہاں بیان کرنا مناسب ہوگا۔ (اگر چہ وہ بھی ارض غیر کی ہی ایک قسم ہے)

یہاں پر پہلی بات یہ ہے کہ کیا زمین میں غصب کا تحقق ہوتا ہے؟

مال متقوم ومنقول میں تو بالاتفاق غصب کا تحقق ہوتا ہے لیکن زمین جائیداد میں شیخین (امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ) کے نزدیک غصب کا تصور نہیں، برخلاف جمہور کے، کیونکہ حقیقت میں غصب ان کے نزدیک (ازالۃ ید المالک بالنقل) ہے جو غیر منقول میں متصور نہیں۔

لیکن کتب حنفیہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ضمان اتلاف وغیرہ میں یہ غصب نہیں، ورنہ نفس حرمت علی سبیل الاستیلاء چونکہ اس میں بھی ہے، اس لئے اس میں تصرف یا انتفاع غصب کے حکم میں ہوگا، اور انتفاع وغیرہ زبردستی علی سبیل الاستیلاء ناجائز ہوگا، محض انتفاع میں غصب کا تحقق نہیں ہوگا، ہاں اگر اجازت نہ ہو پھر گیٹ کھول کر یا پھاند کر انتفاع کرے تو گناہ تو ہوگا غصب نہ ہوگا، کیوں کہ غصب میں ازالۃ ید مالک یا استیلاء ضروری ہے جیسا کہ تمام ائمہ کے یہاں غصب کی تعریف میں مذکور ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا جارہا ہے۔

حکم:

یہاں پر دو قسمیں ہوگئیں: ۱۔ارض مغصوبہ، اس میں فقہا نے صراحت کے ساتھ عدم جواز صلاۃ لکھا ہے، اگر چہ فی نفسہ پڑھنے سے نماز درست ہوگی مع الاثم۔

۲۔ارض ممنوعہ سے وقتی انتفاع۔ یہ اگر چہ جائز نہیں لیکن محض اس میں داخل ہونا بلا ایذاء وبلا ضرر ونقصان محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہوگا، الا یہ کہ چوہدی پھاند کر جائے یہ مکروہ تحریمی ہوگا، اور نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

سوال ۲: پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمد ورفت لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضروت ہوگی؟

جواب: تفصیل گزر چکی ضابطہ نمبر ۶ کی قسم ۳ میں۔ ہاں اگر خالی جگہ ہو اور اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہو تو نماز کے لئے الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ورنہ ہے۔

البتہ اجازت اصل مالک سے لینا ہوگی یا کارکنان وموجودہ ورکر ومینجر سے لینا کافی ہوگا۔ موجودہ مینجر سے لینا کافی ہوگا، اگر وہ نہیں تو دیگر کارکنان کی اجازت کافی ہوگی، اگر کوئی ضرر یا نقصان نہیں۔

مالک کی اجازت نقصان کی صورت میں بھی درست ہے غیر مالک کی نہیں (نقصان سے مراد عرف میں جس نقصان کو برداشت نہیں کیا جا سکتا)

عموما تمام صورتوں میں اگر اجازت ہے تو وہ مشرط ہے کسی کو ضرر یا نقصان نہ پہونچانے کے ساتھ، جسکی شکل زمین کی نوعیت کے اعتبار سے الگ ہوتی ہے۔ ضابطہ چھ کی مختلف قسموں کی الگ تفصیل مذکور ہے)

سوال ۳۔افراد کی ملکیت جسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: خالی پلاٹ کا حکم ضابطہ ۶ کی ساتویں قسم میں گزر چکا ہے، کھیت کی (ب) میں۔

دوکان کا حکم ضابطہ (۶) کی چھٹی قسم میں گزر چکا (اگر دکان چھوٹی ہے) اور اگر بڑی ہے تو ضابطہ (۶) کی تیسری قسم (ا) میں گزر چکا۔

ان مقامات میں آنا جانا ہی اجازت ہوگا دلالۃ، ضابطہ (۶) اور ضابطہ (۷) دیکھئے۔

سوال ۴۔فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی

مختص ہوتی ہے،اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں،اس پس منظر میں فقہاء کا حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب:سڑک کے کنارے وہ جگہ جو سڑک نہیں نہ پیدل چلنے والوں کے لیے ہے بلکہ اس سے پیچھے ہے یا حادثہ کے وقت یا ضرورت کے وقت ٹھہرنے کے لئے ہو تو وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں، کیوں کہ نماز بھی مسلمان کے لئے ضرورت ہے،لیکن ضرورت پوری ہوتے ہی جگہ خالی کردے، دیگر ضرورتمند کیلئے۔

اسکا حکم بھی ضابطہ (٦) میں گزر چکا (ساتویں قسم میں)

سوال ۵۔ ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: دیکھئے پیچھے ضابطہ (٦) تیسری قسم

خالی جگہ پر جن کو اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہوگی انکو نماز کی بھی دلالتاً اجازت ہوگی۔

سوال٦ ۔ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ضابطہ (٦) پانچویں قسم یہ سواریاں حکومت کی ہوں یا کسی اور کی، حکم یکساں ہے۔

سوال ۷۔''ارض غیر''اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی ؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب: جی ہاں ممانعت کا نہ ہونا دلالۃ یا ضمناً اجازت ہوگی، اس شخص کے لئے جسکو وہاں آنے جانے کی اجازت ہے۔

اور یہ اجازت مشروط ہوگی ان شکلوں کے ساتھ جس میں ضرر یا نقصان یا تکلیف مستحقین ارض کو نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

نماز کے لئے زمین کی بابت سوالات وجوابات

محمد فصیح الدین ندوی (حیدرآباد)

سوال(۱) نماز کے لئے زمین کی بابت ارضِ غیر اور ارضِ مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب: نماز کے لئے ارضِ غیر اور ارضِ مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا۔

(۱) رض غیر میں مالک کی اجازت سے نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

(۲) ارض غیر میں مالک کی اجازت کے بغیر کراہت کے ساتھ نماز درست ہوگی۔

و تکره في أرض الغير بلا رضاه، و اذا ابتلی بالصلاة في أرض الغير و ليست مزروعة أو الطريق ان كانت لمسلم صلی فيها، و ان كانت لكافر صلی فی الطريق۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص:۳۵۸)

ارض مغصوبہ ارضِ مغصوبہ میں نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔

الصلاة في أرض المغصوبة جائزة و لكن يعاقب بظلمه، فكما كان بينه و بين الله تعالی يثاب و ما كان بينه و بين العباد يعاقب، كذا في مختار الفتوی۔ (فتاوی الهنديه کتاب الصلاة، الباب السابع الفصل الثاني فما يكره في الصلاة و ما لا يكره فيها: ۱/۱۰۹)

حکومت کی زیر ملکیت زمین:

(۱) حکومت کی زیر ملکیت زمین میں حکومت کی اجازت سے نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

(۲) حکومت کی زیر ملکیت زمین میں حکومت کی اجازت کے بغیر نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔

سوال(۲) پٹرول پمپ، ریسٹورینٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے اس لئے عام لوگوں کی آمد و رفت لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب: پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ جیسی جگہوں پر لوگوں کا رکنا معمول کی بات ہے اور وہاں لوگوں کو اپنی ضروریات کی تکمیل کی سہولت خود مالکان فراہم کرتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ رکیں اور ان لوگوں کے ذریعہ ان کی تجارت فروغ پائے، جب عام انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو نماز ایک مذہبی فریضہ ہے جس کو مسلمان بلا شرعی عذر کے چھوڑ نہیں سکتا، تو اس کے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہوگی، لہٰذا بغیر اجازت ان مقامات پر نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

سوال (۳) افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس سوال کا جواب پہلے سوال ارضِ غیر کے جواب میں آچکا ہے، تاہم اس سوال میں اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ پوچھا گیا، تو اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب یہ ہے کہ اجازت ضروری ہے۔

سوال (۴) فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب: مذکورہ بالا پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

سوال (۵): ریلوے اسٹیشن ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ریلوے اسٹیشن ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

سوال (۶) ٹرین جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں ان میں خالی جگہیں بھی ہوتی ہےں جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنا چاہئے اور نماز ادا کرنا جائز ہے۔

سوال (۷): ''ارض غیر'' اور حکومت کی زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب: مالکان و حکام موجود ہوں تو تحریری یا زبانی اجازت لے لی جائے، کسی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا جوابات میں جن عام مقامات پر نماز کے جائز و ادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اگر حکومت کی

جانب سے وہاں نماز ممنوع ہو تو آدمی فاقد الطہورین کی طرح معذور سمجھا جائے گا اور وہ نماز کو مؤخر کر کے ایسی جگہ نماز پڑھے گا جہاں کسی طرح کی ممانعت نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا مقصود عالم قرفانی، رامپور

۱۔نماز کے لیے ’ارض غیر‘ اور ’ارض مغصوبہ‘ وحکومت کی زیر ملکیت زمین میں کوئی فرق نہیں ہوگا، پس اگر غیر کی زمین اور حکومت کی زیر ملکیت زمین خالی پڑی ہو اور اس میں نماز پڑھنے سے حکومت کے لوگوں کو اور غیر کی زمین کے مالک کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اس صورت میں مذکورہ زمین میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، اور اگر ارض غیر یا حکومت کے زیر ملکیت زمین میں کوئی فصل وغیرہ ہو تو ہرگز اس زمین میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اسی طرح ارض غیر کے مالک یا حکومت کے نمائندوں کو مذکورہ زمین میں نماز پڑھنے سے اعتراض ہو یا قانونی طور پر اس میں کوئی عمل ممنوع ہو تو پھر بغیر اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے، رہا مسئلہ مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنے کا تو اس پر نماز پڑھنا مطلقاً جائز تو ہے لیکن اگر نماز پڑھنے والا غاصب ہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس غصب کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہوگا، عالمگیری میں ہے:

الصلوة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلم فما كان بينه وبين الله تعالى يثاب وما كان بينه وبين العباد يعاقب۔ (عالمگیری ج، ص:۵۷)

۲۔اگر مذکوہ مقامات پر نماز پڑھنے سے لوگوں کی آمد ورفت متاثر نہ ہو اور مالکان مقامات کو ان مقامات پر نماز پڑھنے سے کوئی اعتراض نہ ہو، تو ایسے مقامات پر بغیر اجازت مالکان بھی نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، اور اگر ان مقامات پر نماز پڑھنے سے لوگوں کی آمد ورفت متاثر ہوتی ہے، یا مالکان کو اعتراض ہے تو پھر مذکورہ مقامات پر بغیر اجازت نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، اگر نماز پڑھ لی تو نماز تو صحیح ہوگی مگر مکروہ تنزیہی ہوگی، شامی میں ہے:

قوله وأرض مغصوبة او للغير لاحاجة إلى قوله أو للغير اذا الغصب يستلزمة اللهم أن يراد الصلوة بغير الاذن وإن كان غير غاصب والأرض المغصوبة فان اضطر ابين أرض مسلم وكا فر يصلى فى أرض المسلم اذا لم تكن مزروعة فلو مزروعة اولكا فر يصلى فى الطريق لان له في الطريق حقاً – وفيها تكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة أو راى صاحبها لا يكره فلا باس۔ (تنبيه) نقل سيدى عبد الغني عن الاحكام لوالده الشيخ اسماعيل ان النزول في أرض الغير ان كان لها حائط أو حائل يمنع منه والا فلا، والمعتبر فيه العرف قال يعني عرف الناس بالرضا وعدمه،

فلا يجوز الدخول في أيام الربيع الى بساتين الواد ى بدمشق الا باذن اصحابها - وفي شرح المنية للحلبى: بنى مسجداً في أرض غصب لاباس بالصلوة فيه، وفي الواقعات بنى مسجداً على سور المدينة لاينبغى أن يصلى فيه لانه حق العامة، فلم يخلص لله تعالى كالمبنى فى أرض مغصو بة۔ (شامی ج: ا -ص: ۳۵۰)

۳-اس کا جواب بھی دوسرے سوال کے جواب سے متعلق ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خالی زمین میں نماز پڑھنے سے آدمی کو یعنی مالک کو اعتراض ہوتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مالک زمین کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا، مگر کچھ شر پسند عناصر فتنہ پیدا کر دیتے ہیں، لہٰذا ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے خالی پلاٹ یا کھیتی کی زمین یا دوکان وغیرہ میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت لینا چاہیے، کیونکہ اگر وہ زمین غیر مسلم کی ہوئی تو اسے اعتراض ہوسکتا ہے، اور فتنہ بھی پیدا ہوسکتا ہے، البتہ اگر وہ زمین مسلمان کی ہے اور خالی پڑی ہوئی ہے، تو اس میں نماز پڑھنے کے لیے مسلمان سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، لیکن دوکان میں نماز پڑھنے کے لیے مسلمان سے بھی اجازت لیکر نماز پڑھنا چاہئے۔

۴-مذکورہ صورت میں کراہت کا حکم تنگ اور چھوٹے راستوں کے لیے ہوگا، کشادہ راستوں کے لیے نہیں ہو گا، مگر اس وقت جو ملکی حالات ہیں ان کے تناظر میں راستوں میں نماز پڑھنے کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، اور احقر کی رائے میں یہ حکم مقام اور وہاں کے اردگرد کے حالات کے اعتبار سے ہوگا، جیسے حالات ہوں نماز پڑھنے والا ویسا ہی فیصلہ کرے۔

۵-ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور دیگر حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے، خاص طور پر جہاں لوگوں کی آمد ورفت متاثر ہو اور موجودہ حالات میں تو اس مسئلہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، البتہ جس جگہ کوئی خوف وخطرہ اور شر وفتنہ کا اندیشہ نہ ہو اس جگہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

وفی طريق لأن فيه منع الناس من المرور وشغله ما ليس له لأنها حق العامة للمرور- (شامی ج ا، ص: ۳۵۲)

٦-ٹرین اور جہاز جیسی بڑی گاڑیوں میں ایسی جگہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کہ جہاں لوگوں کو آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے میں پریشانی نہ ہو، لیکن اگر ٹرین اور جہاز میں نماز پڑھنے سے لوگوں کو پریشانی ہونے کا اندیشہ ہو یا حالات کے اعتبار سے نماز پڑھنا ان جیسی سواریوں میں مناسب نہ ہو تو ہرگز ایسی سواریوں میں نماز نہیں پڑھنا چاہیے:

القواعد الفقهية میں ہے: ''الضرر يرفع بقدر الامكان'' اور اسی صفحہ پر ہے: الضرر يزال۔

۷-ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی علامت یہ ہوگی کہ اس جگہ

کے اردگرد کے حالات کا جائزہ لیا جائے، اگر حالات سازگار ہوں اور یہ احساس ہو کہ یہاں پر نماز پڑھنے سے کوئی انتشار اور فساد کا خوف نہیں ہے اور ارض غیر کے مالک یا حکومت کے وہاں موجود لوگوں کی طرف سے بظاہر ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے تو یہ گویا عرفاً اجازت ہی سمجھی جائے گی اور اس طرح نماز کی ممانعت کا نہ ہونا اجازت کے لیے کافی سمجھا جائے گا، اور اس کو عرف کے اوپر محمول کیا جائے گا۔ القواعد الفقہیہ کے ص: ۴۷ پر ہے:

الثابت بالعرف کالثابت بالنص۔

اور اسی صفحہ پر ہے: جواب السوال یمضی علی حسب ما تعارف کل قوم فی مکانہم۔

مذکورہ موضوع سے متعلق احقر نے جو جواب دیا ہے وہ دلائل اور حالات کے پیش نظر دیا ہے، مگر شاہ راہوں اور ٹرین وغیرہ یا عام مقامات پر نماز پڑھنے سے اس وقت گریز کرنا چاہئے کیونکہ جو مشاہدہ اور تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ شرپسند ہندوتوا بے لگام ہیں اور کسی نہ کسی بہانے مسلمانوں کو ذلیل کرنے اور انہیں مارنے پیٹنے کے بہانے چاہتے ہیں، اس پر حکام کی خاموشی اور مسلمانوں کی کمزوری مزید تائید کرتی ہے، اس لیے احقر کی رائے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کی اجازت دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا شرعی حکم

مولانا محمد قمر الزماں ندوی

استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتا پگڑھ

نماز ایک مہتم بالشان عبادت ہے، یہ اسلام کا اہم اور بنیادی رکن ہے، یہ بندہ کو رب سے جوڑتی ہے، نماز میں بندہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، تمام سماوی مذاہب و ادیان میں یہ کسی نہ کسی شکل میں فرض رہی ہے، اور یہی وہ عبادت ہے، جو ایمان والے اور غیر ایمان والے میں فرق و امتیاز پیدا کرتی ہے، اس کی صحت کے لئے جہاں اور بہت سے شرائط ہیں ان میں ایک شرط صحت نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا بھی ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، حدیث نمبر:61)

اس امت کی خصوصیات و امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس امت کے لئے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، حدیث نمبر:438 / صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، حدیث نمبر:521)

مذکورہ بالا حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ روئے زمین کے تمام حصوں اور دنیا بھر کے تمام مقامات پر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بعض احادیث میں ان مقامات کا تذکرہ ملتا ہے جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

فقہاء کرام نے فقہ کی کتابوں میں اشتراک علت کی بناء پر ان مقامات کے علاوہ بھی بعض مقامات کا ذکر کیا ہے، جہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح کتب فقہ میں ارض مغصوبہ، ارض غیر مغصوبہ اور ارض غیر میں نماز کی صحت اور عدم صحت پر تفصیلات درج کی ہیں۔

ملک عزیز ہندوستان میں ابھی ماضی قریب تک عوامی مقامات اور حکومت کے زیر ملکیت زمین پر نماز پڑھنا کوئی مسئلہ نہیں تھا، نہ اس کی وجہ سے تنازع ہوتا تھا، لیکن ادھر چند سالوں سے یہاں پبلک مقامات اور حکومت کی زیر ملکیت زمین پر نماز ادا کرنا ایک مشکل مسئلہ ہوگیا ہے، پبلک مقامات پر بعض صوبوں میں نماز پڑھنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے، ان پر مقدمات قائم کئے جارہے ہیں، بعض جگہ فرقہ پرست طاقتیں قانون سے ہٹ کر

اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر، خود انتقامی کارروائی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس پس منظر میں یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہو گیا ہے، ذیل میں ''عوامی مقامات پر نماز کی ادائیگی'' کے موضوع سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے جا رہے ہیں۔

سوال نمبر 1 / نماز کے لئے زمین کی بابت ارض غیر اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں کوئی فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب: نماز کی ادائیگی کے مسئلہ میں ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا، ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ اور ممنوع ہوگا، ارض غیر میں بعض صورتوں میں مکروہ اور بعض صورتوں میں جائز، جبکہ حکومت کی اراضی اور سرکاری ملکیت والی زمینوں میں نماز ادا کرنا اصلا جائز ہوگا، الا یہ کہ حکومت نے کسی خاص خطہ اور حصہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہو اور وہاں سرکاری بورڈ وغیرہ لگا دیا ہو۔

ارض مغصوبہ کے سلسلہ میں ارباب افتاء اور فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کبھی نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، تو بعض صورتوں میں ممنوع اور حرام بھی، علامہ شامی کے قول کے مطابق ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا ایک قول کے مطابق مکروہ اور دوسرے قول کے مطابق حرام ہے، البتہ نماز فی نفسہ جائز ہوگی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فقہاء کرام کی اس بابت چند عبارتیں ملاحظہ کریں۔

بنی مسجدا علی سور المدینة لا ینبغی ان یصلی فیه لانه حق العامة فلم یخلص لله تعالیٰ کالمبنی فی ارض مغصوبة۔۔۔۔ فالصلاة فیه مکروهة تحریما فی قول و غیر صحیحة فی قول آخر، کما نقله فی جامع الفتاویٰ۔ (رد المحتار علی الدر المختار 45/2، کتاب الصلاة مطلب فی الصلاة فی ارض المغصوبة)

فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے، کہ ارض مغصوبہ میں گو کہ نماز ادا ہو جاتی ہے، لیکن بکراہت ہوتی ہے اور ساتھ ہی غصب کا گناہ اس پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندیہ میں ہے:

الصلاة فی ارض مغصوبة جائزة و لکن یعاقب بظلمه۔ (الفتاویٰ الهندیة 1، ص:109)

جہاں تک ارض غیر میں نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے تو فقہاء کرام نے اس کی دو شکلیں بیان کی ہیں۔ اگر زمین والے سے اجازت لے کر نماز پڑھ رہا ہے، تو بلا کراہت نماز درست ہوگی اور اگر اجازت کے بغیر نماز ادا کرے اور زمین پر فصل لگی ہے، اور اس کے نماز پڑھنے سے فصل کا نقصان ہوا ہے، تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر زمین خالی ہے فصل نہیں ہے، اور امید ہے کہ وہ ناراض نہیں ہوگا، تو بلا کراہت نماز جائز ہوگی۔ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی ان عبارتوں کو بطور تائید ملاحظہ کریں۔

و تکرہ فی ارض الغیر بلا رضاہ، و اذا ابتلی بالصلوۃ فی ارض الغیر و لیست مزروعۃ او الطریق ان کانت لمسلم صلی فیھا لان الظاہر انہ یرضی بھا، لانہ ینال اجرا من غیر اکتساب منہ۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح 358/1، باب مکروھات الصلاۃ)

ولو صلی علی ارض غیرہ و لو کانت مزروعۃ بلا ضرر و لا غصب أو صلی علی مصلاہ بلا غصب و لا ضرر جاز و صحت الصلاۃ۔ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی للزحیلی 819/1)

تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ، الا اذا کانت بینھما صداقۃ أو رأی صاحبھا لا یکرہ فلا باس۔ (رد المحتار علی الدر المختار 44/2، کتاب الصلاۃ)

مذکورہ بالا فقہی عبارتوں پر غور و خوض اور موازنہ سے یہ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں کہ ارض مغصوبہ کی صورت میں نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہے، جبکہ ارض غیر کی صورت میں کئی صورتیں ہوں گی، مثلا مسلمان کی زمین ہو اور اس پر کاشت نہ ہو، یا زمین غیر مسلم کی ہو اور اجازت لے لی ہو، تو نماز بلا کراہت درست ہوگی، ان دونوں میں اس فرق کے بعد حکومت کی زیر ملکیت زمین کا حکم یہ ہوگا کہ اس میں اصلا نماز درست ہے، کیونکہ وہ عوام الناس کی مشترکہ ملکیت ہوتی ہے، اس میں غیروں کے ساتھ مسلمان رعایا کا بھی برابر حق ہے۔ اس لئے اس کو بوقت ضرورت نماز کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ پس مسلمان بوقت ضرورت اپنے حق کا استعمال کرتے ہوئے وہاں نماز ادا کر سکتا ہے، اور اس لئے بھی کہ راستہ صرف کافر کی ملکیت نہیں ہے، پس سرکاری مقامات اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں حکومت کی اجازت کے بغیر بھی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

لان لہ فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل، (رد المحتار 2، ص: 44)

علامہ طحطاوی رح لکھتے ہیں:

و لا اذن فی الطریق لانہ حق المسلم و الکافر۔ (حاشیۃ الطحطاوی، 358، کتاب الصلاۃ)

صلی فی الطریق لانہ لا یرضی بھا، کذا فی البرھان، و الطریق لیست للکافر علی الخصوص، کذا فی الشرح۔ (حاشیۃ الطحطاوی 358، کتاب الصلاۃ، باب المکروھات)

خلاصہ یہ کہ ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، ارض غیر میں کبھی ناجائز، کبھی جائز اور سرکاری مقامات اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں بلا ضرورت مکروہ اور بوقت ضرورت جائز اور درست ہے۔

یہاں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ 1994ء میں سپریم کورٹ کے ایک آڈر کے مطابق عوامی مقامات پر نماز پڑھنا بالکل درست ہے۔ سپریم کورٹ نے خود اس بات کی وضاحت کی تھی کہ نماز کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں

ہے، بلکہ نماز ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے، سپریم کورٹ کے اس حکم کو منسوخ کرنے والا دوسرا حکم اب تک نہیں آیا ہے، مگر اس کے باوجود ملک کی بعض ریاستوں میں عوامی جگہوں پر نماز پڑھنے پر قانونی کاروائی کی جارہی ہے اور نمازیوں کو گرفتار کیا جارہا ہے۔ بہرحال مسلمانوں کو اور خاص طور پر قائدین امت کو چاہیے کہ جہاں اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے، وہ اس مسئلہ میں سپرم کورٹ سے رجوع کریں اور اس مسئلہ کا قانونی حل تلاش کرنے کے لئے حتیٰ المقدور کوشش کریں، اسی طرح ہمیں برادران وطن کو یہ سمجھانا اور باور کرانا ہوگا کہ نماز کسی کو تکلیف دینے یا چڑھانے کے لئے نہیں پڑھی جاتی، بلکہ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر پانچ وقت ہر حال میں ادا کرنا ہے، اس کی ادائیگی کے بغیر خدا کو راضی رکھنا ناممکن ہے۔

چوبیس گھنٹے میں کم از کم تین بار دسترخوان بچھا کر اس کی نعمتیں بندہ کھاتا ہے۔ اسی طرح چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ مصلی بچھا کر نماز ادا کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا بندے پر ضروری ہے، کیا سفر، کیا حضر، کیا ریلوے اسٹیشن، کیا ائیر پورٹ، ایک مسلمان بحر و بر جہاں ہو نماز کا وقت ہونے پر اسے نماز ادا کرنی ہے۔ حتیٰ کہ میدان جنگ میں بھی اس فریضہ کو معاف نہیں کیا گیا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نماز کی ادائیگی میں وقت ہی کیا لگتا ہے۔ حکومت کو تو خود چاہیے کہ اس کا نظم کرے، جیسا کہ بعض جگہ حکومت نے اس کا نظم کیا ہے۔

سوال 2 / پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمد و رفت، لوگوں کا کچھ وقت کے لئے رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب: عموماً پٹرول پمپ، رسٹورنٹ وغیرہ مقامات کسی کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے، یا پھر کسی کمپنی یا ادارے کی ملکیت ہوتے ہیں، ساتھ ہی وہاں لوگوں کی آمد و رفت ہر وقت رہتی ہے، اس لئے وہاں نماز پڑھنے میں دشواری اور دقت ہوتی ہے، اس لئے ایسے مقامات پر نماز ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اصل مالک یا جو ان کے نائب اور قائم مقام ہیں، ان سے اجازت لے کر ہی نماز ادا کرے، خاص طور پر اس وقت اجازت لینا اور ضروری ہو جاتا ہے، جبکہ وہ ہوٹل یا کینٹن اور پٹرول پمپ کسی غیر مسلم کا ہو، کیونکہ اس کا حکم بھی ارض غیر کا حکم ہے، اور ارض غیر کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہاں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے، البتہ نماز لوٹانے اور اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے، حتیٰ کہ ہمارے فقہاء کرامؒ نے فرمایا کہ دوسری جگہ میسر نہ ہو تو سڑک پر نماز ادا کرلے، مگر غیر مسلم کی زمین میں نماز نہ ادا کرے۔ البتہ اگر ان کی طرف سے

اجازت ہو، یا اس نے نماز کے لئے خود ہی کوئی کمرہ یا جگہ متعین کر دیا ہو تو، نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔۔

ارض غیر میں نماز کی ادائیگی سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں:

تکرہ فی ارض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ الا اذا کانت بینھما صداقۃ أو رآی صاحبھا لا یکرھہ فلا بأس۔ (ردالمحتار 2/44/کتاب الصلاۃ)

البتہ اگر یہ ملکیت کسی مسلمان کی ہو تو بنا اجازت نماز ادا کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان اپنی زمین یا جگہ پر کسی مسلمان کو نماز ادا کرنے سے عموما روکتے نہیں ہیں۔ چنانچہ صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں:

ان کانت لمسلم صلی فیھا۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، 358)

حاشیہ طحطاوی میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر کسی انسان کے گھر میں ہو تو بہتر یہی ہے کہ اجازت لے لے، اور اگر اجازت نہیں لیتا ہے، تو بھی حرج نہیں، ظاہر ہے یہ مسلمان شخص کے مکان یا ایسے کافر کے مکان کے بارے میں ہوسکتا ہے، جسے نماز پڑھنا ناگوار اور ناپسندیدہ نہ ہو:

ولو کان فی بیت انسان، الاحسن ان یستاذنہ و الا فلا باس بہ کما فی الفتح۔ (حاشیۃ الطحطاوی، 358)

ان فقہی عبارتوں اور فقہاء کی آرا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسے مقامات پر بلا اجازت نماز نہ ادا کرے، خاص طور پر آج کے حالات میں بنا اجازت نماز پڑھنے سے پرہیز ہی کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر 3 / افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ارض غیر میں بغیر اس کی رضامندی کے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اگر مسلمان ارض غیر میں جو کہ مزروعہ نہ ہو یا سڑک پر نماز پڑھنے پر مجبور ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زمین مسلمان کی ہے، تو اس میں نماز پڑھ لے اور اگر کافر کی ہے تو سڑک کے کنارے نماز ادا کر لے۔ اس تفصیل کی رو سے کسی شخص کی دکان یا مکان میں نماز پڑھنے کے لئے یا غیر مسلم کی خالی زمین ہے اور اس میں نماز پڑھنے سے اس کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہے، تو پھر اس صورت میں اجازت لینا ضروری ہوگا اور اگر وہ زمین کسی مسلمان کی ہے اور خالی ہے یا غیر مسلم کی ہے، لیکن یقین ہے کہ وہ ناراض نہیں ہوگا تو بلا اجازت نماز ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، ، شرعا اس کی اجازت ہوگی۔ اس سلسلہ میں فقہاء نے جو کچھ تفصیلات تحریر کی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

ویکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ اذا ابتلی بالصلوۃ فی أرض الغیر ولیست مزروعۃ أو الطریق ان کانت لمسلم صلی علیھا وان کانت لکافر صلی فی الطریق۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی،

358)

ولو کان فی بیت انسان، الاحسن أن یستاذ نہ والا فلا بأس کما فی الفتح۔ (حاشیۃ الطحطاوی، 358)

اگر دکان اور زمین والے سے دوستی اور تعلق ہو اور پہلے سے ہی راہ ورسم اور مراسم ہو تو اس کی زمین، دکان اور خالی پلاٹ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الا اذا کانت بینہما صداقۃ او رآی صاحبہا لا یکرھہ فلا باس بہ۔ (ردالمحتار 2/44)

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

المصلی اذا ابتلی بین الصلاۃ فی الطریق و بین الصلوۃ فی أرض انسان، فھذا علی وجھین اما ان کانت الارض مزروعۃ او غیر مزروعۃ، فان کانت الارض مزروعۃ فالافضل ان یصلی فی الطریق لان لہ حقا فی الطریق۔ ولا حق لہ فی الارض، وان کانت غیر مزروعۃ فان کانت الارض لیھودی او نصرانی فکذلک، وان کانت لمسلم فالافضل ان یصلی فی الارض۔ لان صاحب الارض اذن لہ دلالۃ۔ لانہ اذا بلغہ سر بذلک، ان ینال اجرا من غیر اکتسابِ منہ، وفی الطریق لا اذن لہ، لان الطریق حق العامۃ واسم العامۃ یتناول المسلم و الکافر۔ (التجنیس و المزید، کتاب الصلاۃ فصل فی مکان الصلاۃ، 1/ 395-396)

علامہ عابد سندھی حنفی (متوفی 1257ھ) فرماتے ہیں:

قال فی الخانیۃ صلی فی ملک الغیر، ان کانت لکافر لا یجوز، لانہ لا یرضی بصلاۃ المسلم فی أرضہ۔ (طوالع الانوار شرح الدر المختار، کتاب الصلاۃ، 1/309)

امام جمال الدین احمد بن محمود قابسی غزنوی حنفی (متوفی 593) فرماتے ہیں:

فان اضطر بین ارض مسلم و کافر یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق۔ (الحاوی القدسی، کتاب الصلاۃ 1، 308)

سوال نمبر/ 4 فقہاء کرام نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموما چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہرائیں وصوبائی شاہرائیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں، اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ فقہاء کرام نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن چونکہ آج کل جو راستے بنائے جاتے ہیں، قومی اور صوبائی شاہرائیں، وہ وسیع ہوتی ہیں، گاڑیوں کے لئے الگ لین بنے ہوتے ہیں، پیدل چلنے والوں کے لئے اور دو پہیے والوں کے لئے الگ جگہ مختص ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی کچھ جگہیں کنارے بچی ہوتی ہیں، اس لئے ایسی سڑکوں اور شاہراؤں کے کنارے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ کیونکہ وہاں نماز ادا کرنے سے کسی راہ گیر کو کوئی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ فقہاء نے مکروہ اس وقت قرار دیا ہے، جب کسی کے راستے میں میں نماز پڑھنے سے مسافروں اور راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہو، راستے پر چونکہ بنیادی طور پر سب کے حقوق ہوتے ہیں اور وہاں نماز ادا کرنے سے مسافروں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے، اس لئے اس سے روکا گیا ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے:

عن سالم عن ابيه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهى ان يصلى على قارعة الطريق او يضرب الخلاء عليها۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 320)

اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے لکھا ہے کہ سڑکوں پر ممانعت کی وجہ لوگوں کو ضرر میں مبتلا کرنا ہے، مولانا لکھتے ہیں: ''یہاں کراہت کی وجہ لوگوں کی تکلیف ہے کہ ان کا راستہ بند ہو جائے گا'' (درس ترمذی 2/125 کتاب الصلاۃ)

اس روایت کی بنیاد پر اکثر فقہاء نے عوامی راستہ نیز قومی وصوبائی شاہراہ پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ گو کہ نماز ادا کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہوگا، اس کراہیت کی بنیادی وجہ دو ہیں، ایک تو نمازی کے اندر خشوع وخضوع کی کمی ہوگی، ساتھ ہی تشویش لگی رہے گی۔ دوسری وجہ لوگوں کو راستہ سے روکنا لازم آئے گا اور اس سے لوگوں کو پریشانی ہوگی۔ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں لکھتے ہیں:

الصلاة فی قارعة الطريق ای اعلاه أو أوسطه مكروهة عند الحنفية والشافعی لان الطريق ممر الناس فلا يؤمن من المرور فان صلى فيه صحت الصلاة لان المنع لترك الخشوع او لمنع الناس من الطريق وذلک لا يوجب بطلان الصلاة۔ (جلد دوم، ص: ۹۷۸)

علامہ شیرازی لکھتے ہیں: ولا يصلى فی قارعة الطريق لانه يمنع الناس من الممر و ينقطع خشوعه بممر الناس فان صلى فيه صحت صلاته۔ (المهذب فی الفقه الشافعی للشیرازی 1/231)

مذکورہ بالا فقہاء کی عبارات اور ان کی تصریحات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہراہوں اور عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی اصل وجہ اور علت لوگوں کے چلنے میں خلل اور ان کا، دقت اور پریشانی میں مبتلا

ہونا ہے، نیز خشوع وخضوع کا ختم ہونا ہے، اس لئے جہاں یہ علت اور وجہ نہ ہو، راستے میں جام کا خطرہ نہ ہو اور لوگوں کو گزرنے میں کوئی حرج اور دشواری نہ ہو اور خشوع میں بھی کوئی فرق نہ پڑتا ہو، وہاں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ قومی اور صوبائی شاہراہیں خود اتنی وسیع وعریض ہوتی ہیں کہ اگر ان کے کنارے یعنی زائد حصے پر نماز پڑھے، تو اس میں کسی کو کوئی دقت نہیں ہوتی اور خشوع میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے ایسے مقامات پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، امام سرخسیؒ نے پوری وضاحت کیساتھ لکھا ہے کہ اگر راستہ وسیع وعریض ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ انہوں نے ابن سماعہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام محمدؒ گاؤں دیہات کے راستوں پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے، ممکن ہے کہ وہاں لوگوں کا گزرنا کم ہوتا ہو۔ چنانچہ مبسوط کی عبارت ہے۔

ومعنی النھی فی قوارع الطریق انہ یستضر بہ المار، فعلی ھذا اذا کان الطریق واسعا لا یکرہ، و حکی ان محمداً کان یصلی علی الطریق فی البادیۃ۔ (المبسوط للسرخسی 207/1)

ماضی قریب کے عظیم فقیہ ڈاکٹر شیخ وھبہ الزحیلی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ شاہراہوں کے دائیں بائیں جو مقامات چھوڑ دئے جاتے ہیں وہاں بلا کراہت نماز جائز ہے، کیونکہ وہ وہ سڑک کا اصل حصہ نہیں ہے، جس پر نماز کی ممانعت آئی ہے۔

استثنوا طریق البیوت القلیلۃ و ما علا عن جادۃ الطریق یمنۃ و یسرۃ، فتصح الصلاۃ فیہ بلا کراھۃ لانہ لیس بمحجۃ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ 979/2، کتاب الصلاۃ الصلاۃ فی قارعۃ الطریق)

خلاصہ یہ کہ لمبے چوڑے راستوں اور قومی وملکی شاہراہوں کے کنارے چھوڑے گئے مقامات پر نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

سوال نمبر 5 / ریلوے اسٹیشن، ائیر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس سوال کے ضمن میں جن عوامی مقامات اور حکومت کی زیر ملکیت جگہ پر نماز پڑھنے سے متعلق سوال کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ساری زمین کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پاک اور نماز ادا کرنے کے قابل بنایا ہے، اس اعتبار سے مذکورہ مقامات پر نماز کی ادائیگی ہوجائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

جعلت لی الارض مسجدا و طھورا ۔ (بخاری، رقم الحدیث، 438) اور یہ خصوصیت صرف اس امت کو حاصل ہے۔

لیکن شریعت کا منشا اور مزاج یہ ہے کہ انسان ایسے مقامات پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے، جو عوامی مقامات ہو، عام گزرگاہ ہو، جہاں نماز پڑھنے سے دوسرے کے حقوق کا ضیاع ہو رہا ہو یا کسی کو تکلیف پہنچ رہی ہو۔ تو ایسی صورت میں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ان عوامی مقامات سے ہٹ کر نماز ادا کرے، لیکن اگر مجبوری ہو اور دیگر کوئی جگہ میسر نہ ہو تو ان مقامات پر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہاں بھی یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ بالکل گزرگاہ اور بھیڑ کی جگہ پر

نماز نہ ادا کرے، بلکہ پلیٹ فارم یا ایر پورٹ کے کنارے یا سیڑھی وغیرہ کے نیچے نماز ادا کرے، تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔لیکن حکومت وانتظامیہ کی طرف سے مناہی ہو تو پھر ایسے مقامات پر نماز پڑھنے سے احتیاط برتے، تا کہ فتنہ وفساد سے حفاظت ہو سکے، خصوصاً موجودہ ماحول میں جہاں ہر وقت فتنہ وفساد کا ڈر لگا رہتا ہے اور ماحول کشیدہ رہتا ہے۔

ویسے خود فقہاء نے عام راستے اور شاہراہ پر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے:

وتکرہ الصلاۃ فی طریق العامۃ۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ 2/217)

یہاں یہ پہلو بھی واضح رہے کہ اگر حالات کشیدہ ہوں اور عوامی مقامات پر نماز ادا کرنے میں جان ومال کا خطرہ ہو اور فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں علماء نے اجازت دی ہے کہ نماز کو موخر کر لے اور گھر میں آ کر ادا کر لے۔ ایسے حالات میں اگر نماز کا وقت بھی ہو جائے تو قضا کی گنجائش ہے۔

مولانا مفتی عبیداللہ اسعدی صاحب فرماتے ہیں:

پہلے یہ نظام تھا کہ کسی جگہ شریعت کے احکام کی بجا آوری میں دشواری پیدا ہو رہی ہے، تو وہاں سے دوسری جگہ جا کر بس جاؤ، اس لئے کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے، لیکن موجودہ حالات میں یہ ممکن نہیں ہے۔ اب ہمیں یہیں رہ کر اپنی جان ومال، عزت وآبرو اور اپنے دین وشریعت کی حفاظت کرنی ہے اور ہماری شریعت کامل ومکمل ہے۔ اس میں ہر طرح کے حالات کی رہنمائی موجود ہے۔ جس طرح فاقد الطھورین یعنی وہ شخص جو کسی ایسی جگہ میں ہو کہ جہاں وضوء کے لئے پانی نہ ہو اور نہ مٹی ہو کہ تیمم کیا جا سکے، خواہ ایسا کسی جگہ قید کر دیے جانے کی صورت میں ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو اس کے لئے نماز موخر کر دینے کا حکم ہے۔

جس طرح غزوۂ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر اور مغرب کو موخر کر کے عشاء کے وقت قضا کی تھی۔ اسی طرح آج کے حالات میں اگر سفر میں نماز ادا کرنا بہت مشکل ہو تو نماز کو موخر کر لے۔ جب اپنی منزل پہنچ جائیں تو نمازوں کی قضا کر لیں اور اس قضا کرنے کی وجہ سے ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

سوال نمبر 6 / ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جا سکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب: جہاز، ٹرین اور اس جیسی بڑی سواری گاڑیاں، جس میں اتنی زائد جگہ ہوتی ہیں کہ اس میں نماز ادا کی جا سکے۔ ان خالی جگہوں میں نماز پڑھنا فی نفسہ جائز اور درست ہے، اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے میں دشواری ہو کہ سر چکراتا ہو یا کھڑے ہو کر پڑھنا مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنا بھی درست ہے، نیز بعد میں اعادہ بھی لازم نہ ہوگا۔ لیکن بلا ضرورت اور بغیر مجبوری بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا کیونکہ ریل کا فرش زمین کے حکم میں ہے، جمہور احناف کا یہی مسلک ہے۔ لیکن اگر ٹرین میں نماز ادا کرنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو اور خطرہ ہو کہ دوسرے لوگ ہنگامہ اور فساد مچائیں

گے، پولیس والے بھی اکثریتی طبقہ کی ہمنوائی میں شرارت کریں گے تو احتیاطاً نماز کو موخر کر دے یا گھر میں آ کر ادا کرے، خاص طور پر موجودہ ماحول میں جہاں ملک کے بعض علاقوں اور صوبوں میں پبلک مقامات پر نماز ادا کرنے پر مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کیا جارہا ہے اور ہنگامے کھڑے کر دئے جاتے ہیں، بطور خاص ٹرین کے راستے میں اور اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر۔ اس لئے گزرگاہ اور بھیڑ والی جگہ پر نماز ادا کرنے سے احتیاط بہت ضروری ہے۔

چونکہ ٹرین ہوائی جہاز اور اس جیسی دیگر سواریاں حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں اگر جگہ کی گنجائش ہو، بھیڑ نہ ہو تو نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ اس سلسلہ میں سوال نمبر 1 / کے ذیل میں جو دلائل اور تفصیلات پیش کی گئی ہیں ان دلائل سے یہاں بھی استشہاد کیا جاسکتا ہے، طوالت اور تکرار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا جارہا ہے۔

سوال نمبر ۷: ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سرکاری مقامات اور حکومت کی زیر ملکیت زمینوں پر نماز پڑھنا فی نفسہ جائز اور درست ہے اور عدم ممانعت کو اجازت کی علامت سمجھا جائے گا، البتہ ارض غیر میں اجازت ضروری ہے، خواہ وہ اجازت صراحتاً ہو یا دلالتاً ہو۔ فقہاء نے دلالتاً اجازت کی چار علامتیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ اس زمین کا مالک کوئی مسلمان ہو اور وہاں نماز پڑھنے سے کاشت کا کوئی نقصان نہ ہو، دوسری یہ کہ نمازی اور زمین والے شخص کے درمیان تعلقات اور دوستانہ مراسم ہو، خواہ زمین والا مسلمان ہو یا غیر مسلم، تیسری شکل یہ ہے کہ زمین والے کا اخلاق اور سلوک و برتاؤ سے اندازہ ہو کہ وہ منع نہیں کرے گا اور چوتھی صورت یہ ہے کہ علاقہ کے عرف و عادت اور وہاں کے لوگوں کے میل جول اور برتاؤ سے اجازت کا اندازہ ہو جائے، مثلاً علاقہ میں امن و شانتی ہو، وہاں کے لوگوں میں تشدد اور مسلمانوں کے تئیں نفرت نہ ہو، ایک دوسرے کے لئے دل میں جگہ ہو، تو ان صورتوں کو اجازت پر محمول کیا جائے گا۔

ان تفصیلات کی روشنی میں وہ مقامات جو حکومت کے زیر ملکیت ہیں، چونکہ ان میں پوری رعایا کا حق وابستہ ہے، اس لئے اس میں نماز پڑھنا مطلقا درست ہے، کیونکہ بوقت ضرورت اپنے حق سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، فقہاء نے راستہ اور شاہراہ پر نماز ادا کرنے کی جو علت بیان کی ہے وہ بھی ان کا حق ہونا ہے:

لان لہ فی الطریق حقا کما فی مختارات النوازل۔ (رد المحتار 2/44)

والطریق لیست للکافر علی الخصوص۔ (حاشیۃ الطحطاوی، 358)

لیکن اگر حکومت نے کسی جگہ کسی مصلحت سے نماز پڑھنے سے روک دیا ہو اور وہاں بورڈ وغیرہ لگا دیا ہو، تو وہاں نماز پڑھنا منع ہوگا، اسی طرح جس جگہ اور جس مقام پر سرکاری عملہ نماز پڑھنے سے منع کریں، تو وہاں بھی نماز ادا کرنے کی ممانعت ہوگی، کیونکہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

التصرف علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ۔ (مجلۃ الاحکام مادہ /58)

لا عبرۃ للدلالۃ فی مقابلۃ التصریح (مجلۃ الاحکام مادہ /13)

خلاصہ ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے کوئی مناہی اور ممانعت نہ ہو، تو حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ممانعت کا نہ ہونا اذن عام ہے اور اس کی بنا پر نماز کی ادائیگی درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا حکم

مولانا محمد نثار عالم ندوی (کیرالا)

نماز اسلام کا ایک اہم رکن اور ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے، ایک شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ نماز کا اقرار کرنے والا نہ ہو اور ایمان کی تکمیل بھی نہیں ہوسکتی، جب تک نماز کا ادا کرنے والا نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے: اول اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، دوم نماز قائم رکھنا، سوم زکوٰۃ دینا، چہارم حج کرنا، پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔

صحیح بخاری میں ہے:

حدثنا عبيد الله بن موسى، قال: أخبرنا حنظلة بن أبي سفيان، عن عكرمة بن خالد، عن ابن عمر، رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأنّ محمّدًا رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان. (صحيح البخاري: 11/1)

اسی طرح کی ایک روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے:

... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأنّ محمّدًا رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلًا. (صحيح مسلم: 37/1)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو اگر اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہو''۔

مگر نماز ادا کرنے کے لیے بھی جو شرائط اور ارکان ہیں ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، بالخصوص شرائط کا خیال اور ان کی پابندی کے بغیر نماز کی ابتدا ہی نہیں ہوسکتی چہ جائے کہ اس کی انتہا، فقہاء نے بیان کیا ہے کہ نماز کیلئے ظاہری پانچ شرطیں لازم ہیں، طہارت، ستر، پابندی، وقت اور استقبال قبلہ، ہمارا موضوع طہارت سے متعلق ہے:

بالخصوص جگہ ومقامات کے باب میں یہ مباحث زیادہ تر ہیں، چنانچہ نماز کی سب سے پہلی شرط ''پاکیزگی وطہارت'' ہے جواس بات کا متقاضی ہے کہ حالتِ نماز میں داخل ہونے سے پہلے جسم، جگہ اور لباس اچھی طرح سے پاک وصاف ہوں، کیونکہ اس کے بغیر نماز کی ادائیگی کے شرعی تقاضے پورے نہیں کیے جاسکتے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف، 31:7)

''اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو۔''

جہاں نماز پڑھنا منع ہے

زینت سے مراد طہارت اور صفائی ستھرائی ہے، یہی وجہ ہے کہ ناپاک جگہوں پر نماز سے روکا گیا، درج ذیل حدیث کے مطابق سات جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهَى أَنْ يُصَلِّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِيْ مَعَاطِنِ الإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰه. (ترمذی، السنن، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی کراهیة ما یصلی إلیه وفیه، 1:375، رقم: 346)

''بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا: (1) جہاں گوبر یعنی کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں، (2) قصاب خانہ میں (جہاں جانوروں کو ذبح کرتے ہیں)، (3) قبرستان میں، (4) چلتے راستہ میں، (5) حمام میں (نہانے کی جگہ)، (6) اونٹوں کے باڑے میں، (7) بیت اللہ کی چھت پر۔''

نماز کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے، اس سلسلہ میں یہ روایت ملحوظ رہنا چاہئے!

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا، اس لئے میں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز کے بارے میں دریافت کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہوتو بیٹھ کر اور اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ نماز پڑھو!۔ (صحیح بخاری: ۱۰۶۶)

امت کا امتیازی وصف

اس لیے اللہ تعالی نے پوری زمین کو مسجد اور طہارت کے خاکہ میں رکھ دیا ہے، یہ اللہ کے رسول کی کرامت، اس امت کا امتیازی وصف اور اللہ کی خصوصی عنایت ہے، جیسا کہ روایت میں آتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئیں، اول مجھے ایک مہینے کی مسافت کے اندازے کے مطابق خدا داد رعب عطا کیا گیا ہے۔دوسرے میرے لیے ساری زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔تیسرے

میرے لیے جنگوں میں حاصل شدہ مال غنیمت جائز قرار دیا گیا ہے، حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے جائز نہیں تھا۔ چوتھے مجھے خدا کے حضور شفاعت کا مقام عطا کیا گیا ہے۔ اور پانچویں مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا لیکن میں ساری دنیا اور سب قوموں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوۃ حدیث نمبر 438)

مگر یہ بات بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے زمینوں پر کھیتی باڑی، گھر و مکان، کاروبار، کمپنیاں اور متعدد ذرائع معاش وحیات کے لیے زیر ملکیت رکھنے اور ان پر اپنا تصرف اور قبضہ جمائے رکھنے کا حق بھی دیا ہے، زندگی جب تک سادہ اور کم وسائل تک محدود تھی تب تک اس مسائل میں غور وخوض کرنے کی ضرورت نہیں تھی، مگر اب تمدن وحضارت اور بالخصوص ملکی قوانین وضوابط اور اصول وقواعد بالکل سخت ترین ہیں، اب آپ کہیں بھی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے؛ کیونکہ عوامی مقامات پر عبادت کرنے کے حق کو جرم قرار دیا گیا ہے، اسی مغربی سوچ وفکر اور ان کے تسلط نے علماء کو مجبور کیا ہے کہ وہ عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کے سلسلے میں غور وخوض کریں۔

اس مسئلے کا ملکی پہلو بھی خصوصاً سامنے رہنا چاہیے! ہندوستان میں مسلمان سیاسی ومعاشی اور سماجی اعتبار سے پست ہو چکا ہے اور وہ کسی بھی طرح سے فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، ایک طرف عقلی دباؤ اور دوسری طرف سیاسی و معاشی ضعف نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا، چنانچہ اب حالات ایسے ہیں کہ جس ملک میں اس کے آباء واجداد جامع مسجد جیسی مسجدیں تعمیر کیا کرتے تھے اس ملک میں وہ دو رکعت نماز عوامی جگہ پر پڑھنے سے قاصر ہے اور فرعونی طاقتیں بھوکے بھیڑیے کی طرح گھات لگائے ہوئی ہیں۔

ارض غیر اور ارض مغصوبہ

سوال نمبر: ۱۔ نماز کے لئے زمین کی بابت ارض غیر اور ارض مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب: فقہاء نے اُرض غیر اور اُرض مغصوبہ میں فرق کیا ہے، اُرض مغصوبہ میں نماز پڑھنے سے روکا ہے، جبکہ اُرض غیر مغصوبہ میں نماز کی اجازت دی ہے، فقہی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُرض غیر میں بھی نماز پڑھنے میں بھی احتیاط کرنا چاہیے اور حالات سے جب تک اندازہ نہ ہو جائے کہ نماز پڑھنے کی گنجائش ہے تب تک نماز نہ پڑھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تجوز الصلاۃ فیها والتیمم منها إن علم بقرینة حال، أو اطراد عرفٍ أن مالکها لا یکره ذلك؛ فإن علم کراهتَه لذلك أو شكَّ فیها لم یجز۔ (فتاوي النووي ۲۸/۱)

موسوعہ فقھیہ میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے:

ذَهَبَ الْفُقَهَاءُ إِلَى أَنَّ الصَّلاَةَ فِي الأَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ حَرَامٌ؛ لأَنَّ اللُّبْثَ فِيهَا يَحْرُمُ فِي غَيْرِ الصَّلاَةِ فَلأَنْ يَحْرُمَ فِي الصَّلاَةِ أَوْلَى۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۰/۱۸۹)

پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ میں نماز

سوال نمبر: ۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموماً کسی فرد یا ادارہ کی ملکیت ہوتی ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لئے عام لوگوں کی آمدورفت لوگوں کا کچھ وقت کے لئے وہاں رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لئے اصل مالک سے اجازت کی ضروت ہوگی؟

جواب: پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ اور وہ تمام عوامی جگہیں جو عوامی ملکیت میں ہوں یا پھر کسی خاص کی ملکیت میں ہوں؛ لیکن وہاں پر عوامی آمدورفت مسلسل رہتی ہے وہاں پر بھی نماز پڑھنے کی اجازت ہے، مگر اس سلسلے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور مالک کی طرف سے صراحتاً یا کنایتاً نماز کی ادائیگی کی اجازت ہو، یہ دونوں شرط اس دور میں ناگزیر ہے، اس لیے کہ نماز کی ادائیگی میں شریر اور فتنہ پرور لوگوں کو فتنہ پھیلانے، ملکی ماحول کے دائرے میں اور سماجی تانہ بانہ توڑنے میں کامیابی ملتی ہے، تو ایسی عبادت میں رب کی رضامندی نہ ہوں گی۔

اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اعراف:۵٦)

’’زمین میں اس کی اصلاح کے بعد بگاڑ نہ پیدا کرو‘‘۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہماری وجہ سے ماحول بگڑے وہ بھی درست نہیں ہے، آپ رقمطراز ہیں:

’’اصلاح کا ایک روحانی پہلو ہے اور دوسرا مادی، روحانی پہلو یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب اور شریعت نازل فرما کر صالح زندگی کا ایک پورا نظام عنایت فرمادیا ہے، گناہ، بے حیائی اور ظلم وزیادتی کا ارتکاب کرنا اس صلاح کو فساد اور بناؤ کو بگاڑ سے بدل دینا ہے، مادی پہلو یہ ہے کہ زمین اور اس کی فضا کو انسان کی زندگی، اس کی صحت اور اس کی غذا کے لئے نہایت موزوں اور موافق بنایا گیا ہے، زمین میں آلودگی پھیلا کر اس کو صحت کے لئے نقصاندہ اور زندگی کے لئے مہلک نہ بنادیا جائے اور ماحولیات کا تحفظ کیا جائے‘‘۔ (دیکھئے: آسان تفسیر قرآن مجید)

یہ اس لیے بھی ہے کہ نماز کی قضا ممکن ہے یا پھر اس کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کی جاسکتی ہے، مگر فتنہ وفساد کا

دروازہ کھل جائے تو متعدی بن کر پوری بستی خاک کردے گی، اور دوسری شرط کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر آدمی کو اپنے ملک میں تصرف کا اختیار حاصل ہوتا ہے اگر کوئی شخص نماز پڑھنے سے روکتا ہو تو اس پر قانونی زوروز بردستی نہیں کی جاسکتی بالخصوص جب وہ غیر مسلم ہو ایسے میں یہ مسئلہ مزید سختی اختیار کرلے گا۔

پلاٹ ودکان میں نماز

سوال (۳) افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: افراد کی ملکیت کا فقہاء نے بھی خیال رکھا ہے، مثلاً کسی کے کھیت میں نماز پڑھنا جبکہ وہ سرسبز وشاداب ہو اس کو جائز نہیں کیا ہے، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المصلی إذا ابتلی بین الصلاة في الطریق، وبین الصلاة في أرض إنسان، فهذا علی وجهین: إما ان کانت الأرض مزروعة أو غیر مزروعة، فإن کانت الأرض مزروعة، فالأفضل أن یصلی في الطریق؛ لأن له حقا في الطریق، ولا حق له في الأرض، وإن کانت غیر مزروعة، فإن کانت الأرض لیهودي أو نصراني فکذلك، وإن کانت للمسلم، فالأفضل أن یصلي في الأرض، لأن صاحب الأرض أذن له دلالة؛ لأنه إذا بلغه سر بذلك أن ینال اجرا من غیر اکتساب منه، وفي الطریق لا إذن له؛ لأن الطریق حق العامة، واسم العامة یتناول المسلم والکافر. (التجنیس والمزید، کتاب الصلاة، باب فیما یتقدم الصلاة من الشروط، فصل في مکان الصلاة، ۱/۳۹۵،۳۹۶)

یعنی جب آدمی راستے میں اور کسی انسان کی زمین میں نماز پڑھنے کے مابین مجبور ہو تو یہ دو صورتوں پر ہے، یا تو زمین مزروعہ ہوگی یا غیر مزروعہ، اگر مزروعہ ہو تو راستے میں نماز پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ راستے میں اسے ایک قسم کا حق حاصل ہے جبکہ دوسرے کی زمین میں اسے کوئی حق حاصل نہیں، اور اگر زمین غیر مزروعہ ہو تو اگر زمین کسی یہودی یا عیسائی کی ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ راستے میں نماز پڑھے، اور اگر مسلمان کی ہے تو زمین میں نماز پڑھنا بہتر ہے کیونکہ مالک زمین کی طرف سے دلالۃ اجازت حاصل ہے، اسلئے کہ مالک زمین کو جب معلوم ہوگا تو وہ اس سے خوش ہوگا کہ اسے بغیر محنت ثواب حاصل ہوا، جبکہ راستے میں اسے اذن حاصل نہیں کیونکہ راستہ عام لوگوں کا حق ہے جو مسلم وکافر سب کو شامل ہے۔

اسی پر دوسروں کی زمینوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، فرد کی ملکیت اگر تصرف میں ہو تو اس پر عبادت کرنے کے لیے

اجازت ضروری ہوجائیگی خواہ کنایۃً ہویا صراحتاً،موسوعہ میں ہے:

الإِذْنُ ضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا: الإِذْنُ الصَّرِيحُ فِي النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ، وَالثَّانِي: الإِذْنُ الْمَفْهُومُ مِنَ اطِّرَادِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ، كَإِعْطَاءِ السَّائِلِ كِسرَةٍ وَنَحْوِهَا مِمَّا جَرَتْ الْعَادَةُ بِهِ، وَاطَّرَدَ الْعُرْفُ فِيهِ، وَعُلِمَ بِالْعُرْفِ رِضَا الزَّوْجِ وَالْمَالِكِ بِهِ، فَإِذْنُهُ فِي ذَلِكَ حَاصِلٌ وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ. (الموسوعة الفقهية ۳۲۸/۲٦)

عام راستوں پر نماز

سوال(٤) فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن آج کل راستے عموماً چوڑے ہوتے ہیں،قومی شاہراہیں،صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں،اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے،اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں،اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لئے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؟

جواب:- راستوں پر نماز پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے؛ کیونکہ اس میں عوام کے حقوق پامال ہوتے ہیں، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو سکون اطمینان کی متقاضی ہے اور اللہ کی عبادت کرتے وقت عوامی مقامات پر اتنی یکسوئی کا بھی ناگزیر ہے۔

وفِي الطَّرِيقِ وَالْبُنْيَانِ وَقْتَ مُرُورِ النَّاسِ بِهِ كَالْمَطَافِ، لِأَنَّهُ يَشْغَلُهُ بِخِلَافِ الصَّحْرَاءِ الْخَالِي عَنْ النَّاسِ (إعانة الطالبين ۲۲۷/۱)

لہٰذا موجودہ دور کے راستوں میں خالی جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا یا پھر کراہت اس وقت ہے جبکہ چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہو۔

وبه يعلم أن مدار الكراهة على كثرة مرور الناس، ومدار عدمها على عدم كثرة مرور الناس، سواء كان في بنيان أو في غيره، وسواء كان طريقا أو غيره كالمطاف۔ (حاشية الجمل ٤٤٤/۱)

ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ پر نماز

سوال نمبر:۵ ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ اور حکومت کی ملکیت پر نماز پڑھنا اگر چہ جائز ہے مگر اس زمانہ میں اٹھتے فتنوں اور تقاضوں کے مطابق دیکھنا بھی ضروری ہے،حکومت جب جمہوری ہو تو بلاشبہ حکومت کی تمام چیزوں میں عوام کا حق ہوتا ہے؛لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ حق مشترکہ طور پر ہوتا ہے جس میں تمام مذاہب کے معتقد یکساں ہوتے ہیں، ایسے میں کوئی ایسا عمل کرنا جس کا تعلق کسی ایک سماج یا خاص عبادت سے ہو تو وہ کہیں نہ کہیں دوسرے کے حق کو نظر

انداز کرتا ہے؛ اور یہی انتشار کا باعث بنتا ہے، جب تک ملک میں بھائی چارگی کا ماحول تھا بلاشبہ اس کی گنجائش تھی تو اب وہی بھائی چارگی مسلمانوں کے کے لیے فتنہ بن چکی ہے۔ہم یہ تونہیں کہہ سکتے کہ ایسی جگہوں پر نماز بالکل نہ پڑھی جائے لیکن اتنا ضرور ہے کہ حکمت و دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز کی ادا کی جائے اگر مناسب ہوتو نماز پڑھی جائے لیکن عوامی حقوق کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

امام نووی رقمطراز ہیں:

وَالْإِذْنُ ضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا الْإِذْنُ الصَّرِيحُ فِي النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالثَّانِي الْإِذْنُ الْمَفْهُومُ مِنَ اطِّرَادِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ كَإِعْطَاءِ السَّائِلِ كِسْرَةً وَنَحْوَهَا مِمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِهِ وَاطَّرَدَ الْعُرْفُ فِيهِ وَعُلِمَ بِالْعُرْفِ رِضَاءُ الزَّوْجِ وَالْمَالِكِ بِهِ فَإِذْنُهُ فِي ذَلِكَ حَاصِلٌ وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ وَهَذَا إِذَا عُلِمَ رِضَاهُ لِاطِّرَادِ الْعُرْفِ وَعُلِمَ أَنَّ نَفْسَهُ كَنُفُوسِ غَالِبِ النَّاسِ فِي السَّمَاحَةِ بِذَلِكَ وَالرِّضَا. (فتاوى النووي:۲۸/۱)

ارض غیر اور حکومت کی زمین

سوال (۶-۷) ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہیں، جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب: عوامی مقامات میں خاص طور پر ان جگہوں پر نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط کرنی چاہیے جہاں لوگوں کی مصروفیت زیادہ ہو، ان کے حقوق بہت ہو، عوام کی آمد ورفت مسلسل ہو جیسے ریلوے اسٹیشن، ایر پورٹ وغیرہ مگر سوال یہ بھی رونما ہوتا ہے کہ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت کے سلسلے میں کیا علامت ہوں گی اجازت یا ممانعت؟

اس مسئلے میں دو باتیں کہی جاسکتی ہیں:

پہلی بات: یہ ہے کہ ان جگہوں پر نماز کی صراحتاً اجازت ہو اور کنایۃً اس طور پر کہ وہاں نماز مسلسل پڑھی جاتی ہو اور اس کا تسلسل رہا ہو یا یہ کہ حکومت یا نیم حکومتی اداروں کے جانب سے نماز گاہ بنادی گئی ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

دوسری بات: فقہی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کے لیے اجازت کا مدار عرف ہے اگر عرف میں کہیں نماز پڑھی جاتی ہے اور اس پر کوئی اعتراض بھی نہ کیا جاتا ہو تو وہاں نماز پڑھی جائے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو وہاں نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

سُئِلَ عَمَّنْ صَلَّى بِصَحْرَاءَ عَالِمًا بِأَنَّهَا مَمْلُوكَةٌ لِغَيْرِهِ وَتَيَمَّمَ بِتُرَابِهَا فَهَلْ يَصِحُّ تَيَمُّمُهُ وَصَلَاتُهُ أَوْ لَا ؟ فَأَجَابَ بِقَوْلِهِ أَمَّا الصَّلَاةُ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ فَصَحِيحَةٌ مُجْزِئَةٌ وَكَذَلِكَ التَّيَمُّمُ بِتُرَابِهَا ، لَكِنْ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ وَلَمْ يَظُنَّ رِضَا مَالِكِهَا بِذَلِكَ حرم. (فتاوي الرملي ٨٢/١)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا زبیر ندوی، بہرائچ

ادھر چند سالوں سے ہندوستان میں بعض خاص رنگ وتہذیب کے لوگوں نے ایک بڑا مسئلہ یہ کھڑا کر دیا ہے کہ پبلک مقامات پر نماز پڑھنے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی، ان کے ویڈیوز بنانے اور وائرل کرنے اور ٹی وی ڈیبیٹ میں موضوع سخن بنانے بلکہ بعض مقامات پر قانون سے ہٹ کر خود انتقامی کاروائی کرنے کی کوشش کی ہیں، اس پس منظر میں یہ مسئلہ نہایت اہم ہو گیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے اہم ترین شعبہ مجلس تحقیقات شرعیہ کے ہم شکر گزار ہیں کہ اس نے اس موضوع پر تحقیق کے لئے یہ سوالنامہ تیار کیا، فجزاہم اللہ خیرا۔

سوال (۱): نماز کے لئے زمین کی بابت ''ارض غیر'' اور ''ارض مغصوبہ'' اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا یا ان سب کا حکم یکساں ہوگا؟

جواب (۱): ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین کے احکام میں فرق ہوگا، ارض مغصوبہ کے سلسلے میں فقہاء کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا کم سے کم مکروہ اور زیادہ سے زیادہ حرام ہے، علامہ شامیؒ کے بیان کے مطابق ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا ایک قول کے مطابق مکروہ اور دوسرے قول کے مطابق حرام ہے، تاہم نفس نماز ہو جائے گی، واجب الاعادہ نہیں ہوگی، اس سلسلے میں فقہاء کی عبارات درج ذیل ہیں:

(۱) بنى مسجداً على سور المدينه لا ينبغي أن يصلى فيه لأنه حق العامة فلم يخلص لله تعالىٰ كالمبنى فى أرض مغصوبة ۔۔۔۔ فالصلاة فيها مكروهة تحريما فى قول وغير صحيحة فى قول آخر كما نقله في جامع الفتاوى۔ (رد المحتار على الدر المختار ۴۵/۲، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ودخول البساتين وبناء المسجد في أرض الغصب)

(۲) لوصلى السنة في أرض مغصوبة كان آتيا بها مع ارتكاب المنهي عنه۔ (رد المحتار ۳۴۱/۱)

(۳) الصلاة في أرض مغصوبة جائزة ولكن يعاقب بظلمه۔ (الفتاوى الهندية ۱۰۹/۱)

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہوا کہ ارض مغصوبہ میں گو کہ نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن کراہیت کے ساتھ ہوتی ہے

اورغصب کا گناہ اس پر ہوتا ہے، جہاں تک بات ارض غیر میں نماز پڑھنے کی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر صاحب زمین کی اجازت سے نماز پڑھے تو نماز بلا کراہت درست ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھے اور زمین بوئی ہوئی ہے یعنی فصل لگی ہے اور اس کے نماز پڑھنے سے اس کو نقصان ہوگا تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، اور اگر فصل نہ ہو اور امید ہو کہ وہ ناراض نہیں ہوگا تو بلا کراہت نماز درست ہوگی، اس سلسلے میں مختلف فقہاء کی عبارات بطور تائید مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)تکرہ فی أرض الغیر لو مزروعة أومکروبة إلا اذا کانت بینهما صداقة أورأی صاحبها لایکرهه فلابأس۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ۲/۴۴)

(۲)ولو صلی علی أرض غیره ولو کانت مزروعة بلا ضررولا غصب أوصلی علی مصلاه بلاغصب ولاضرر جاز وصحت الصلاۃ۔ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱/۸۱۹)

(۴) وتکره في أرض الغیر بلا رضاه بأن کانت لذمي مطلقا لانه یأبی أولمسلم وهي مزروعة أومکروبة ولم یکن بینهما صداقة ولا مودۃ أوکان صاحبها سیٔ الخلق۔ (طحطاوي علی مراقی الفلاح ۱/۳۵۸)

مذکورہ بالاعبارت میں بالکل واضح طور پر وہ احکام آگئے جو ارض غیر کے بارے میں اوپر قلم بند کیے گئے، ان عبارات اور ارض مغصوبہ کی عبارات میں غور وموازنہ کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ ارض مغصوبہ کی صورت میں نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہے، جبکہ ارض غیر میں کئی صورتیں ہیں: مثلاً زمین مسلمان کی ہو اور کھیتی نہ لگی ہو، یا غیر مسلم کی ہو اور اجازت لے لی ہو تو نماز بلا کراہت درست ہو جاتی ہے، زیر حکومت زمین کا حکم یہ ہے کہ اصلا اس میں نماز بلا کراہت درست ہے، کیوں کہ وہ عوام الناس کی مشترکہ ملکیت ہوتی ہے، جس طرح دوسروں کا اس میں حق ہے اس کا بھی حق ہے، چنانچہ بوجہ مجبوری اور بوقت ضرورت نماز کے لیے اس کو وہ استعمال میں لاسکتا ہے، اس سلسلے میں ان جزئیات سے روشنی ملتی ہے جن میں مجبوری کے وقت راستے پر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی، اور فقہاء نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں مسلم وکافر دونوں کا حق برابر ہوتا ہے، پس مسلمان بوقت ضرورت اپنے حق کا استعمال کرتے ہوئے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے، علامہ طحاوی لکھتے ھیں:

ولا إذن في الطریق لأنه حق المسلم والکافر۔ (حاشیۃ الطحاوی ص: ۳۵۸)

علامہ طحطاوی ایک دوسری عبارت میں لکھتے ہیں: راستہ خصوصا کافر کی ملکیت نہیں بس اس میں اس کی اجازت کے بغیر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں:

صلي في الطریق لأنه لا یرضی بها کذا في البرهان والطریق لیست للکافر علی الخصوص کذا

في الشرح۔ (حاشیہ الطحطاوي ۳۵۸)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ راستے میں جس طرح کافر کا حق ہوتا ہے اسی طرح مسلمان کا بھی حق ہوتا ہے، نیز یہی بات صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل کے اندر بھی موجود ہے:

لأن له في الطريق حقا كما في مختارات النوازل۔ (رد المحتار ۲\٤٤)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو مقامات عوامی ہیں جیسے سڑک، روڈ وغیرہ وہ یوں تو حکومت کی ملکیت ہیں لیکن اصلا اس میں بلا تفریق مذہب وملت تمام رعایا کا حق ہے، چنانچہ بوجہ مجبوری وہاں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا، ظاہر ہے اس میں اور زیر حکومت زمین میں علت کا اشتراک ہے، اس لیے دونوں کا حکم ایک ہوگا۔

خلاصہ اینکہ ارض مغصوبہ میں نماز مکروہ ہے، ارض غیر میں کبھی مکروہ اور کبھی بلا کراہت درست اور سرکاری زمینوں میں بلا ضرورت مکروہ اور بوقت حاجت وضرورت بلا کراہت درست ہے۔

سوال ۲۔ پٹرول پمپ، ریسٹورنٹ جیسی جگہیں عموما کسی فرد یا ادارے کی ملکیت ہیں، مگر چونکہ ان جگہوں سے عام لوگوں کی ضرورت وابستہ ہوتی ہے، اس لیے عام لوگوں کی آمد ورفت لوگوں کا وہاں کچھ وقت کے لیے رکنا معمول کی بات سمجھی جاتی ہے، ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی یا اس کے لیے اصل مالک کی اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب: پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ وغیرہ مقامات عموما کسی فرد یا ادارے کی ملکیت ہوتے ہیں نیز وہاں بکثرت لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہے، اس لیے وہاں نماز پڑھنا مشکل امر ہے، اس لیے ان کے اصل مالکان سے یا وہ نہ ہوں تو ان کے ذمہ داران سے اجازت لینا ضروری ہے بطور خاص اگر غیر مسلم کا پٹرول پمپ ہے یا ریسٹورنٹ ہے تو اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ اس کا حکم بھی ارض غیر کے حکم ہے اور ارض غیر کے بارے میں شامیؒ لکھتے ہیں:

تكره في ارض الغير لو مزروعة او مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة أو رأي صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔ (رد المحتار ۲/٤٤ كتاب الصلاة)

ہاں اگر کسی مسلمان کا ہو تو بنا اجازت بھی گنجائش ہوسکتی ہے کیونکہ مسلمان عموما نماز کے منع نہیں کرتے ہیں، مراقی الفلاح میں ہے:

ان كانت لمسلم صلي فيها۔ (مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي)

حاشیہ الطحطاوی میں ایک مسئلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کسی انسان کے گھر میں ہو تو بہتر یہی ہے کہ اجازت لے لے اگر نہیں لیتا ہے تو بھی حرج نہیں ظاہر ہے، یہ مسلمان شخص کے مکان یا ایسے کافر کے مکان کے بارے میں ہوسکتا

ہے جسے نماز پڑھنا گوارنہ ہو۔

ولو كان في بيت انسان الاحسن ان يستاذنه والا فلا باس كما في الفتح۔ (حاشية الطحطاوي ۳۵۸)

مذکورہ بالا عبارتوں کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر اجازت لے کر ہی نماز پڑھنی چاہیے، بنا اجازت نماز سے پرہیز کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۳: افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین، یا دکان میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: کسی شخص کی دکان یا مکان میں نماز پڑھنے کے لیے یا غیر مسلم کی خالی زمین ہے اور نماز پڑھنے سے اسکے ناراض ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر اُن صورتوں میں اجازت لینا ضروری ہے، اور اگر مسلمان کی خالی زمین ہے یا غیر مسلم کی زمین ہے مگر وہ ناراض نہیں ہوگا تو بلا اجازت بھی نماز پڑھنے کی شرعا اجازت ہوگی، اس سلسلے میں عبارت مندرجہ ذیل ہے:

(۱) واذا ابتلى بالصلاه في ارض الغير وليست مزروعه او الطريق ان كانت لمسلم صلى فيها وان كانت لكافر صلي في الطريق۔ (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ۳۵۸)

(۲) أو صلي على ارض غيره ولو كانت مزروعة بلا ضرر ولا غصب او صلى على مصلاه بلا غصب بلا ضرر جاز وصحت صلاته۔ (موسوعة الفقه الاسلامي ۸۱۹/۱ كتاب الصلاه المطلب الرابع)

(۳) ولو كان في بيت انسان الاحسن ان يستاذنه والا فلا باس كما في الفتح۔ (حاشية الطحطاوي ۳۵۸)

(٤) وتكره في ارض الغير بلا رضاه بان كانت لذمي مطلقا لانه يابى و لمسلم وهي مزروعه او مكروبه ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة او كان صاحبها سيء الخلق۔ (حاشيه الطحطاوي ۳۵۸)

(٥) الا اذا كانت بينهما صداقة أو رأي صاحبها لا يكرهه فلا باس به۔ (رد المحتار ۴۴/۲)

سوال نمبر ۴:

فقہاء نے عام طور پر راستے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن آج کل راستے عموما چوڑے ہوتے ہیں، قومی شاہراہیں، صوبائی شاہراہیں بھی وسیع اور کشادہ ہوتی ہیں اور سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ بھی مختص ہوتی ہے، اس کے بعد بھی کچھ جگہیں بچی ہوتی ہیں، اس پس منظر میں فقہاء کا یہ حکم باقی رہے گا یا وہ حکم چھوٹے اور تنگ راستوں کے لیے مختص مانا جائے گا جہاں نماز کی وجہ سے چلنے والوں کے لیے پریشانی ہوتی ہے؟

جواب:

راستے پر چونکہ بنیادی طور پر سب کے حقوق ہوتے ہیں اور اس پر نماز پڑھنے سے مسافروں اور راہگیروں کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی راستے پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سنن ابن ماجہ میں منقول ہے:

عن سالم عن أبيه ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى ان يصلي على قارعة الطريق او يضرب الخلاء عليها۔ (سنن ابن ماجه رقم ۳۳۰، كتاب الطهارة، باب النهي عن الخلاء على قارعة الطريق)

اسی روایت کی بنا پر بیشتر فقہاء نے راستے پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، گو کہ نماز درست ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہوگا اور اس کا کراہت کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں: ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس سے خشوع خضوع پیدا نہیں ہو پائے گا، ہر وقت تشویش لگی رہنے کی وجہ سے دوسرے یہ کہ لوگوں کو راستے سے روکنا لازم آئے گا اور اس سے ان کو پریشانی ہوگی، شیخ وہبہ زحلی لکھتے ہیں:

الصلاه في قارعه الطريق أي أعلاه أو أوسطه مكروهة عند الحنفيه والشافعيه لان الطريق ممر الناس فلا يؤمن من المرور فان صلى فيه صحت الصلاه لان المنع لترك الخشوع او لمنع الناس من الطريق وذلك لا يوجب بطلان الصلاة۔ (الفقه الاسلامي وادلته ۲/۹۷۸)

علامہ شامی نے اس ممانعت کی بنیادی وجہ یہ لکھی ہے کی اسمیں لوگوں کو گزرگاہ سے روکنا لازم آئیگا اور راستے کے غیر محل میں استعمال کرنا سمجھ جائیگا، اس لئے راستہ عوام الناس کا حق ہے اور راہ چلنے کے لئے ہے۔

لان فيه منع الناس من المرور وشغله بما ليس له لانها حق العامه للمرور۔ (رد المحتار ۲/۴۲)

اسی طرح کی بات علامہ شامی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ نفس طریق پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستے کو ایسی چیز میں مشغول کرنا لازم آئے گا جس کے لیے وہ نہیں بنایا گیا ہے۔ شامی کی عبارت ہے:

لان الصلاه في نفس الطريق اي طريق العامة مكروهه بسترة او بدونها لانه اعد للمرور فيه ولا يجوز شغله بما ليس له حق الشغل كما في المسجد (رد المحتار على الدر المختار ۲/۲۱۷)

شامی کی بات سے قریب تر بات علامہ شیرازی نے بھی لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ولا يصلي في قارعة الطريق۔۔۔ لانه يمنع الناس من المرور وينقطع خشوعه بمر الناس فان صلى فيه صحت صلاته۔ (المهذب في الفقه الشافعي للشيرازي ۱/۲۳۱ باب طهارة البدن من النجاسه)

سنن ابن ماجہ کے مذکور الصدر روایت پر کلام کرتے ہوئے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ

ممانعت کی وجہ لوگوں کو ضرر میں مبتلا کرنا ہے وہ رقمطراز ہیں:

یہاں کراہت کی وجہ لوگوں کی تکلیف ہے کہ ان کا راستہ بند ہو جائے گا (درس ترمذی ۲/ ۱۲۵ کتاب الصلاۃ)

مذکورہ بالا فقہاء کی تصریحات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راستے پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی اصل علت لوگوں کے چلنے میں خلل اور ان کا ضرر میں مبتلا ہونا اور خشوع کا ختم ہونا ہے چنانچہ جہاں یہ علت نہ پائی جائے یعنی لوگوں کا راستہ جام نہ ہوتا ہو اور انہیں گزرنے میں کوئی دقت نہ ہو اس طرح خشوع بھی ختم نہ ہوتا ہو وہاں پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے اور ظاہر ہے جو قومی یا صوبائی شاہرائیں ہیں وہ خود اتنی وسیع وعریض ہوتی ہیں اور ان کے کنارے پیدل یا چھوٹی گاڑیوں کے چلنے کا راستہ ہوتا ہے کہ اگر فٹ پاتھ پر اس کے دائیں بائیں کوئی نماز پڑھے تو خشوع بھی باقی رہتا ہے اور کسی کو ضرر نہیں ہوتا، اس لیے ایسے مقامات پر بلا کراہت نماز درست ہے، چنانچہ امام سرخسی نے بصراحت تمام لکھا ہے کہ اگر راستہ وسیع وعریض ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ انہوں نے ابن سمعہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام محمد تو گاؤں دیہات کے راستوں پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے، غالبا اس کی وجہ لوگوں کا کم گزرنا تھا، مبسوط کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

ومعنى النهي في قوارع الطريق انه يستضر به المار فعلى هذا اذا كان الطريق واسعا لا يكره وحكى ابن سماعة ان محمدا كان يصلي على الطريق في البادية۔ (المبسوط سرخسي، ج ۱، ص: ۲۰۷)

اس سلسلے میں ماضی قریب کے عظیم فقیہ شیخ وہبہ زحیلی نے تو دوٹوک الفاظ میں لکھا ہے:

کہ شاہراہوں کے دائیں بائیں جو مقامات چھوڑ دیئے جاتے ہیں وہاں بلا کراہت نماز درست ہے، کیونکہ وہ مین روڈ نہیں ہے، وہ رقمطراز ہیں:

كما استثنوا طريق البيوت القليلة وما علا عن جادة الطريق يمنة ويسرة فتصح الصلاة فيه بلا كراهة لأنه ليس بمحجة۔ (الفقه الإسلامي وأدلته/ ۲/ ۹۷۹ كتاب الصلاة، الصلاة في قارعة الطريق)

فقہاء کرام کی مذکورہ عبارات سے یہ مسئلہ بے غبار ہو گیا کہ لمبے چوڑے راستوں قومی وصوبائی شاہراہوں کے کنارے چھوڑے گئے مقامات پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ فقط۔

سوال نمبر ۵: ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب:

شرعی نقطہ نظر سے دنیا کی تمام زمین انسان کے لئے پاک اور نماز ادا کرنے کے قابل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کی صراحت فرما دی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

جعلت لي الأرض مسجدا وطهوراً (صحيح البخاري رقم ۳۸ كتاب الصلاة)

اس اعتبار سے ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ اور اس جیسے حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پاک اور نماز پڑھنے کے قابل ہیں، لیکن چونکہ ان مقامات سے دیگر لوگوں کے حقوق وضروریات بھی وابستہ ہیں اس لئے کوشش کرنی چاہیے کہ ان عوامی شکایات سے ہٹ کر نماز ادا کریں، لیکن اگر بوجہ ضرورت ومجبوری وہیں نماز ادا کرنی پڑے تو لوگوں کی عام گزرگاہ سے ہٹ کر کسی ایسی جگہ مثلا برتج اور سیڑھی کے نیچے نماز ادا کریں، جہاں سے کسی کو ضرر نہ ہو کیونکہ عام گزرگاہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وتكره الصلاة في طريق العامة۔ (الفتاوى التاتارخانية ۲/۲۱۷)

واضح رہے کہ ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ وغیرہ پر نماز پڑھنے کی جو مزید تفصیل ہوسکتی ہے، اور اس کے جو دلائل ہوسکتے ہیں وہ سب سوال نمبر ا کے جواب وحکومت کے زیر ملکیت مقامات کے زمرے میں آچکے ہیں وہاں یہ تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

ان مقامات پر نماز کے سلسلے میں ایک احتیاطی پہلو یہ بھی مدنظر رہے کہ اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو اور نماز پڑھنے سے پولیس یا انتظامیہ کی طرف سے دقت ہوسکتی ہو تو ایسی جگہوں پر نماز نہ پڑھنا بہتر ہوگا کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب دو شر جمع ہو جائیں تو اخف کو اختیار کرنا اولی ہوتا ہے تاکہ بڑے ضرر سے محفوظ رہا جاسکے۔

۱- يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام۔ (مجلة الأحكام مادہ: ۲۶)

۲- إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمها ضرراً بارتكاب أخفهما۔ (مجلة الاحكام مادة: ۲۸)

۳- يختار أهون الشرين۔ (مجملة الأحكام مادة: ۲۹)

۴- الضرر يدفع بقدر الإمكان- (مجلة الاحكام: ۳۱)

سوال نمبر ٦:

ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیاں جو حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان میں خالی جگہ بھی ہوتی ہے جہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ ایسی جگہوں پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:

چونکہ ٹرین اور اس جیسی سواریاں حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں اور بھیڑ وغیرہ نہ ہو تو نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے، اس لئے ٹرین میں اور ہوائی جہاز وغیرہ میں نماز پڑھنا اصولی اعتبار سے جائز ہے، اور اس سلسلے میں وہ تمام دلائل اور عبارتیں مستدل بن سکتی ہیں جن کا ذکر سوال نمبر ایک کے ضمن میں تفصیل سے آیا، اور اس میں بھی ضروری ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے ورنہ بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، بلکہ دور حاضر میں بیٹھ کر اپنی

سیٹ پر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ حالات کے پیش نظر اس میں زیادہ احتیاط ہے، واضح رہے کہ ٹرین یا ہوائی جہاز میں اگر بیٹھ کر نماز ادا کی جائے تو نماز واجب الاعادہ نہیں ہوگی، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

ٹرین اگر کسی جگہ رکھی ہوئی ہو تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست ہے، اور ایسی صورت میں کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنا واجب ہوگا، کیونکہ یہ زمین کے حکم میں ہے، چلتی ہوئی ٹرین میں بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے، بہ شرطیکہ کھڑے ہونے میں دشواری ہو، اس لئے کہ اکثر اوقات ٹرین چلتے وقت بہت حرکت ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ فقہاء نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے: صلی الفرض فی فلك جاز قاعدا بلا عذر صح، لیکن بہتر ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر ہو تو کھڑے ہو کر ہی پڑھے کہ صاحبین کا مسلک یہی ہے اور بعض فقہاء نے اس کو ترجیح دیا ہے۔ (کتاب الفتاوی، ج ۷، ص: ۴۱۰)

اس موقع پر یہ بھی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ آجکل اس طرح کے مقامات پر نماز پڑھنے سے بسا اوقات ہنگامے کھڑے ہو جاتے ہیں، بطور خاص ٹرین کے راستے میں، اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر تو اس صورت میں یا تو ایسی جگہ نماز پڑھیں جو گزرگاہ نہ ہو، مثلا دو سیٹوں کے درمیان یا اسٹیشن کی برتج کے نیچے وغیرہ، تاکہ کسی کو اشکال کا موقع نہ ملے، یا نماز قضا کر لیں اور بعد میں گھر پہنچ کر ادا کریں کیونکہ فتنہ کو فرو کرنا ہر حال ضروری ہے۔

سوال نمبر ۷:

ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت کی کیا علامت ہوگی؟ کیا نماز کی ممانعت نہ ہونا اجازت کے لئے کافی سمجھا جائے گا؟

جواب:

وہ مقامات جو حکومت کے زیر ملکیت ہیں ان میں چونکہ پوری رعایا کا حق ہے۔ اس لئے اس میں نماز پڑھنا مطلقاً درست ہے، کیونکہ بطور حق بوقت ضرورت اپنے حق سے استفادہ جائز ہے، فقہاء کرام نے طریق پر نماز پڑھنے کی جو علت بیان کی ہے وہ بھی حق کا ہونا ہے۔

(۱) لأن له في الطريق حقاً كما في مختارات النوازل۔ (رد المحتار، ج ۲/ ۴۴)

(۲) والطريق ليس للكافر على الخصوص۔ (حاشية الطحطاوي ۳۵۸)

لیکن اگر کسی مصلحت کی وجہ سے حکومت نے خود کوئی بورڈ لگا دیا ہو کہ یہاں نماز پڑھنا منع ہے یا وہاں کا سرکاری عملہ منع کرتا ہے تو پھر نماز پڑھنے کی ممانعت ہوگی، کیونکہ فقہ کا قاعدہ ہے۔

(۱) التعرف على الرعية منوط بالمصلحة۔ (مجلة الأحكام مادة ۵۸)

(۲)لا عبرة للدلالة في مقابلة التصريح۔ (مجلة الأحكام مادة ۱۳)

خلاصہ یہ کہ حکومت کے زیر ملکیت مقامات میں ممانعت کا بورڈ وغیرہ نہ ہونا ہی اذن عام ہے، اور اس کی بنیاد پر نماز درست ہے۔

جہاں تک بات ارض غیر میں اجازت کی علامت کی تو اس کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسمیں اصل ممانعت ہے، چنانچہ اگر صراحتاً اجازت ہوتو نماز ادا کر سکتے ہیں ورنہ مکروہ ہے:

تکره في أرض الغير بلا رضاه۔ (مراقي الفلاح مع الطحطاوی ۳۵۸)

اور اگر صراحتاً اجازت نہ ہولیکن دلالۃ اجازت پائی جاتی ہوتو بھی نماز پڑھنا ہے، دلالت کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کی زمین ہوتو اس میں بھی نماز درست ہے، بشرطیکہ زمین میں کاشت وغیرہ نہ ہو، کیونکہ مسلمان عموما مسلمان نماز سے نہیں روکتے ہیں:

ان كانت لمسلم صلى فيها لأن الظاهر أنه يرضى بها لأنه ينال أجراً من غير اكتساب منه۔ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۵۸)

دلالۃ اجازت کی دوسری صورت یہ ہے کہ نمازی اور صاحب زمین کے درمیان دوستانہ مراسم ہوں تو بھی بلا اجازت نماز کی اجازت ہے خواہ مسلم کی زمین ہو یا غیر مسلم کی:

الا اذا كانت بينهما صداقة۔ (ردالمحتار ۲/۴۴)

دلالۃً اجازت کی تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی کو اس کے اخلاق اور مراسم سے اندازہ ہو کہ نماز پڑھنے سے اس کو برا نہیں لگے گا تو بھی نماز بلا اجازت کی گنجائش ہے۔

أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس۔ (حوالہ بالا)

دلالۃً اجازت کی چوتھی صورت عرف ہے، یعنی عرف وعادت سے اندازہ ہے کہ فلاں علاقہ کے لوگوں میں ہند ومسلم کو لیکر تشدد نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ سب مل جل کر رہتے ہیں تو ایسی صورت میں بھی اجازت صریح کے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

أن النزول في أرض الغير ان كان لها حائط أو حائل يمنع منه والا فلا والمعتبر فيه العرف قال: يعني عرف الناس بالرضا وعدمه۔ (ردالمحتار ۲/۴۴)

دلالت کی ان صورتوں کے علاوہ میں خواہ مطلقاً ممانعت ہو یا اندازہ ہو کہ اجازت نہیں ہوگی مگر صاحب زمین مسلمانوں سے عداوت رکھتا ہے یا بد اخلاقی ہے تو پھر وہاں نماز میں کراہت ہوگی اور ایسے مقام پر نماز نہ پڑھنا بہتر ہوگا، فقہاء کرام نے لکھا ہے:

وتكره في أرض الغير بلا رضاه بأن كانت لذمي مطلقاً لأنه يأبى أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة ولم يكن بينما صداقة ولا مودة أو كان حاجبها سيء الخلق۔ (حاشية الطحطاوي ۳۵۸)

خلاصہ بحث

۱۔نماز کے لئے ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر ملکیت زمین میں فرق ہوگا۔ارض مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ اور ممنوع ہوگا، ارض غیر کی بعض صورتوں میں مکروہ اور بعض میں اجازت ہوگی، جبکہ حکومت کے زیر ملکیت زمینوں میں نماز پڑھنا اصلا جائز ہے۔

۲۔پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ اور اس طرح کی فرد یا ادارہ کی زمینوں اور مقامات پر اجازت کے بعد ہی نماز پڑھنا صحیح ہوگا، بنا اجازت نماز سے پرہیز ضروری ہے۔

۳۔دوکان میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت ضروری ہے، خالی پلاٹ اور کھیت اگر مسلمان کی ہے تو بلا اجازت بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور غیر مسلم کی ہے اور ناراض ہونے کی امید نہیں ہے تو بھی پڑھ سکتے ہیں اور اندیشہ ہے ناراض ہوجائے گا تو ممنوع ہوگا۔

۴۔لمبے چوڑے راستے، قومی وملکی اور صوبائی شاہراہوں کے کنارے پر جو زائد جگہیں ہوتی ہیں اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

۵۔ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ وغیرہ پر راستے سے ہٹ کر برج وغیرہ کے نیچے نماز ادا کرنا درست ہے، البتہ اگر فتنہ وفساد کا ڈر ہو تو احتیاط ضروری ہے۔

۶۔ٹرین، جہاز اور اس جیسی بڑی گاڑیوں میں اصلا نماز ادا کرنا درست ہے اور اگر کھڑے ہو کر نماز میں دشواری ہو تو بیٹھ کر ادا کرنا بھی درست ہے نیز اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔لیکن اگر ٹرین وغیرہ میں فسادی قسم کے لوگ ہوں اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو احتیاط بہر حال ضروری ہے۔

۷۔حکومت کی زیر ملکیت زمینوں اور مقامات پر نماز پڑھنا اصلا درست ہے اور ممانعت کی صراحت نہ ہونا اجازت کی علامت ہے، البتہ ارض غیر میں اجازت ضروری ہے خواہ صراحتاً خواہ دلالۃً، دلالۃً اجازت کی چار علامتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ زمین مسلماں کی ہو اور نماز پڑھنے سے کھیتی کو نقصان ہو۔دوسرے جبکہ نمازی اور صاحب زمین کے درمیان دوستانہ مراسم ہوں خواہ صاحب زمین مسلم ہو یا غیر مسلم، تیسری جبکہ صاحب زمین کے اخلاق اور میل ملن سے اندازہ ہو کہ وہ منع نہیں کرے گا اور چوتھی علامت یہ ہے کہ علاقہ کے عرف وعادت سے اجازت کا اندازہ ہو جائے، مثلاً متشدد غیر مسلم لوگوں کا علاقہ نہ ہو، تو ان صورتوں کو اجازت پر محمول کیا جائے گا۔فقط

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز

مولانا عبدالتواب اناوی

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم، اما بعد!

فقال النبي صلى الله عليه وسلم، جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۷۴۲، صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳۸ وصحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۲۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو برائے نماز مسجد بنا دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کو حضرت جابر بن عبداللہ نے روایت کیا ہے، مذکورہ حدیث کا حکم عام ہے کہ ساری کی ساری زمین مسلمانوں کیلئے مسجد ہے، جہاں کہیں بھی ہوں نماز کا وقت ہو جائے تو وہیں پر نماز ادا کر لی جائے خواہ بستی میں ہوں یا صحراء میں، سمندر میں ہوں یا خلاء اور ہوا میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھی جائے گی نماز ادا ہو جائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ایک اور ضابطہ پر نظر رکھنا ضروری ہے کہ جہاں حکم عام ہوتا ہے وہاں کچھ مستثنیات بھی ہوا کرتے ہیں جو حکم عام سے حکم خاص کا نفع دیتے ہیں، مثلا حدیث میں ہے کہ مسجد کا پڑوسی اگر بلا عذر گھر میں نماز پڑھے تو اسکی نماز نہیں ہوتی یعنی اس کا فرض ساقط ہو جائے گا مگر ثواب سے محروم ہوگا، اسی طرح مزید سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور یہ منع شدید ہے، فقہاء کرام نے اس منع سے بعض مقامات میں کراہت تحریمی اور بعض مقام میں سرے سے نماز نہ ہونے کا حکم اخذ کیا ہے، جیسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، حمام، اونٹ، گائے، بکریوں کے باڑے، گھوڑوں کے اصطبل، عام چلتے ہوئے راستے وغیرہ جیسی جگھوں پر نماز پڑھنے کی حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے۔

اس لیے اس ارض بسیط پر بیشمار ایسی جگہیں ہیں جن کے نام سے تو احادیث میں نہی وارد نہیں ہوئی، لیکن وہ ان مقامات کے مشابہ ہیں جن کے لئے شریعت میں منع کا حکم موجود ہے تو مشبہ کو بھی مشبہ بہ کا حکم دیا جائے گا۔

اسی طرح دوسرے کی زمین پر اسکی اجازت کے بغیر نماز پڑھنے کو شریعت میں منع کیا گیا ہے خواہ زمین والا مسلمان ہو یا کافر، البتہ مسلم کی زمین پر عند الحاجہ بغیر اذن نماز پڑھ لینے کو فقہاء درست قرار دیتے ہیں، یعنی ایسی صورت میں نماز پڑھنے والے کی نماز بلا کراہت درست ہوگی، لیکن کافر کی زمین پر بغیر اسکی اجازت کے نماز مکروہ تحریمی یعنی واجب الاعادہ ہوگی، اسی طرح آراضی مغصوبہ پر پڑھی جانے والی نماز کا حکم ہوگا، اگر صاحب زمین کی

طرف سے اجازت ہوگی تو نماز درست ہوگی ورنہ واجب الاعادہ قرار دی جائے گی، پھر اسی طرح وہ زمینیں جو بستیوں کے اطراف میں سرکاری ہوتی ہیں ان میں نماز پڑھنے کیلئے اہل بستی کی اجازت کو فقہاء نے کافی سمجھا ہے، کیونکہ ان زمینوں کی ملکیت اولاً اہل بستی کی اور ثانیاً سرکار کی ہے، اس لئے مالک اول کی اجازت کو کافی قرار دیا جائے گا۔

وہ مقامات جو مفاد عامہ کیلئے ہوں مثلاً اسٹیشن، ایئر پورٹ، بس اسٹاپ، پارک وغیرہ ان میں نماز پڑھنے کیلئے سرکاری اجازت ہونا ضروری ہوگی، کیونکہ یہ صرف اہل بستی کی ملک نہیں رہی بلکہ تمام لوگوں کی ملک متصور ہے، اس لئے ایسے تمام مقامات پر نماز پڑھنے کیلئے سرکاری اجازت لازمی ہے۔

وھو یکرہ تحریما الصلوۃ في الطریق وفي الحمام وفی الکنیف وفي المقبرۃ۔۔۔الصلوۃ في ارض الغیر بلا رضاہ۔ (کتاب الفقہ علی مذاھب الاربع، ج ۱/۲۵۵)

وأرض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ۔ (ردالمحتار، ج۲، ص: ۴۱)

وفیھا ایضا: قال: کذا تکرہ فی أماکن کفوق کعبۃ وفي الطریق۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، ۳۹/۲/)

في الشامیۃ: قولہ ’وفی الطریق‘ لأن فیہ منع الناس من المرور و شغلہ بما لیس لہ لأنھا حق العامۃ للمرور۔ (شامی، ج۲، ص: ۳۹)

وفیھا ایضا: قال: ’و أرض مغصوبۃ أو للغیر‘ فیراد الصلاۃ بغیر الإذن وإن کان غیر غاصب، والأرض المغصوبۃ، فان اضطر بین أرض مسلم و کافر یصلی فی أرض مسلم اذا لم تکن مزروعۃ، فلو مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق، لأن لہ فی الطریق حقا، وتکرہ في أرض الغیر لو مزروعۃ أو مکروبۃ، الا اذا کانت بینھما صداقۃ او رأی صاحبھا لا یکرھہ فلا بأس۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، ج۲، ص: ۴۱)

وفی الفتاوی الھندیۃ: قال: وفی المنتقی، قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اذا غصب رجل أرضا و بناھا حوانیت وحماما و مسجدا فلا باس بالصلوۃ في ذلك المسجد۔۔۔۔ وقال ھشام وانا اکرہ الصلوۃ فیہ حتی یطیب بذلك أربابہ۔ (فتاوی ھندیہ، کتاب الغصب: ج۵، ص: ۱۴۲)

مذکورہ بالا روایات فقہیہ سے مستفاد ہوا کہ ارض غیر میں مالک زمین کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر مالک زمین کافر ہے تو کراہت تحریمی ہوگی اور اگر مالک زمین مسلمان ہے تو کراہت تنزیہی، اور ہر دو کی اجازت کراہت کو رفع کردے گی، البتہ اگر مسلمان کی زمین خالی ہو اور اغلب ہو کہ وہ نماز پڑھنے سے منع نہیں کرے گا بلکہ خوش ہوگا تو ایسی صورت میں اسکی زمین پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا۔ لیکن کافر کی زمین پر نماز پڑھنا اس کی اجازت کے بغیر

کسی طرح درست نہیں ہوگا، کیونکہ کسی کافر کی زمین پر نماز پڑھنے سے اس کے خوش ہونے کا تصور باطل ہے۔

ارض غیر میں نماز پڑھنے کا تعلق عرف سے بھی ہے، بعض علاقے کے کفار بھی اپنی زمین پر مسجد بنوانے اور مسلمانوں کے نماز پڑھنے پر خوش ہوتے ہیں، اس علاقے کی غیر مزروعہ زمین پر اگر مالک زمین کی اجازت کے بغیر بھی نماز پڑھ لی جائے تو بلا کراہت درست ہوگی خواہ زمین مسلم کی ہو یا کافر کی۔

وفی الشامی: نقل عن الاحکام: أن النزول فی أرض الغیر ان کان لها حائط أوحائل یمنع منه والافلاوالمعتبر فیه العرف، قال: یعنی عرف الناس بالرضا وعدمه۔(ردالمحتار علی الدر المختار: ج۱،ص: ۴۱)

(۲) ارض مغصوبہ پر نماز پڑھنا بھی ارض غیر کے حکم میں ہے، البتہ بعض فقہاء حکم میں شدت کے قائل ہیں جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زہیلی کی تحریر ہے:

الصلوة في الأرض المغصوبة حرام بالاجماع، لأن اللبث فيها يحرم في غير الصلواة فلأن يحرم فی الصلوة أولی۔ (الفقه الاسلامی وادلته، ج ۲، ص: ۹۸۴)

ان کا کہنا ہے کہ جس مقام پر مطلقاً ٹھہرنا حرام ہے وہاں نماز پڑھنا بدرجہ اولی حرام ہوگا، لیکن جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ ارض مغصوبہ میں اگر کسی نے نماز پڑھی ہے تو وہ نماز بلا کراہت درست ہوگی کیونکہ نفس نماز میں کوئی پہلو کراہت کا نہیں ہے، زمین کا مغصوب ہونا صحت نماز کیلئے مانع نہیں ہے، لیکن اس پہلو پر دو باتیں محل غور ہیں:

(1) یہ کہ ارض غیر میں کراہت نماز کی علت عدم اذن مالک ہے اور وہ علت ارض مغصوب پر نماز پڑھنے میں بھی موجود ہے تو پھر ایک مقام پر کراہت اور دوسرے مقام پر عدم کراہت کے کیا معنی؟

(۲) یہ کہ ارض غیر کی طرح ارض مغصوبہ بھی مسلم اور کافر کی ملکیت کے اعتبار سے دو حصوں میں بٹ سکتی ہے جبکہ ارض غیر میں یہ تفصیل کتب فقہیہ میں درج ہے کہ اگر بوقت نماز کسی مسلمان کے سامنے تین زمینیں ہوں ایک مسلم کی دوسری کافر کی تیسری عام راستہ، تو ایسی صورت میں اگر مسلم کی زمین غیر مزروعہ ہو تو اسی زمین کو ترجیح دیگا اور اگر مسلم کی زمین مزروعہ ہو اور کافر کی غیر مزروعہ اور پاس ہی میں عام گزرگاہ بھی ہو تو نماز پڑھنے کے واسطے راستے کو اختیار کیا جائے گا جبکہ راستے پر نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے، لیکن ارض مغصوبہ میں یہ تفصیل مذکور نہیں ملتی، جبکہ بظاہر دونوں صورتوں میں تماثل ہے، دونوں ملک غیر ہیں، دونوں میں نماز پڑھنے کے واسطے اذن مالک موجود نہیں ہے، دونوں کے مالک مسلم و کافر ہیں، اس لیے دونوں کا حکم بھی یکساں ہونا چاہیئے اور دونوں میں اذن مالک پر نماز کی صحت کا فتوی ہونا چاہیئے۔

(۳) حکومت کی زیر ملکیت زمینیں ارض غیر کے حکم پر محمول ہوں گی، جہاں حکومت کی جانب سے اجازت

ہوگی وہاں نماز پڑھنا درست ہوگا اور جس مقام پر نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی وہاں نماز مکروہ ہوگی۔ البتہ حکومت کی زیر ملکیت زمینوں میں نماز پڑھنے کے حکم میں کچھ تفصیل ہوگی:

ا۔ وہ زمینیں جو دیواروں سے یا کسی اور چیز سے گھیر دی گئی ہیں اور انکا خاص دروازہ ہو جو مقفل رہتا ہو، ایسی زمین پر حکومت کے بغیر اذن صریح کے نماز پڑھنا حرام ہوگا اگر چہ پڑھ لینے کی صورت میں نماز کا اعادہ نہ ہوگا، لیکن پڑھنے والے کی نماز فاسد یا باطل نہیں ہوگی البتہ مصلی گنہگار رہوگا، وہ زمینیں جو بستیوں کے اطراف میں اہل بستی کی ہی زمینوں میں سے کاٹ کر بنجرات وغیرہ کے نام سے چھوڑ دی جاتی ہیں، پھر حکومت بتدریج اسے سرکاری کام میں لاتی ہے وہ عموما یونہی پڑی ہوتی ہیں، ان زمینوں پر نماز پڑھنے کی دوصورتیں ہیں:

الف: اتفاقیہ تنہا یا جماعت سے نماز پڑھی گئی ہے تو وہ نماز بلا کراہت درست ہوگی کیونکہ اس طرح کی نماز کے لئے در پردہ حکومت کی اجازت ہوتی ہے۔

ب: ان زمینوں پر مسجد بنا کر نماز پڑھی جائے تو یہ نماز حکومت سے اجازت نہ ملنے تک مکروہ تحریمی قرار دی جائے گی، اگر اجازت مل گئی تو فبہا ورنہ تمام نمازوں کا اعادہ لازم آئے گا۔

وكذا تكرة في أماكن كفوق كعبة وفي طريق۔ (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص: ۳۹۲)

وفي الشامية: قوله (كفوق كعبة) أي لما فيه من ترك تعظيمها المامور به، وقوله 'وفی طريق' لأن فيه منع الناس من المرور وشغله بما ليس له لأنها حق العامة للمرور۔ (رد المحتار ج۳، ص: ۳۹)

مذکورہ فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ کوئی مکان وعمارت جس مقصد کے تحت تعمیر کئے جاتے ہیں اسی مقصد سے جڑے لوگوں کیلئے ان مقامات سے استفادہ کا حق ہوتا ہے، دوسرے مقاصد میں ان کا استعمال نہیں ہوتا، اگر غیر مقصد میں ان مقامات کو استعمال کیا جائے گا تو بلا شبہ ان لوگوں کی حق تلفی ہوگی جس کے واسطے ان مقامات کو تعمیر کیا گیا ہے، مثلا پٹرول پمپ ان لوگوں کیلئے بنایا گیا ہے جن کو تیل کی ضرورت ہے اور وہاں پر ہر سہولت مثلا پانی، استنجاء خانہ وغیرہ یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو حصول تیل کی غرض سے وہاں آتے ہیں، انہی کیلئے وہاں پر پانی پینے، ہوا چیک کرانے یا استنجاء کرنے کی سہولت ہوتی ہے، یہ سہولت عام لوگوں کیلئے نہیں ہوتی، اسی طرح ان کے پاس وسیع جگہ ہوتی ہے وہ بھی انہیں لوگوں کیلئے ہوتی ہے، عام لوگوں کیلئے نہیں ہوتی، اسے بھی دیگر کاموں میں استعمال کرنے سے مذکورہ مخصوص لوگوں کی حق تلفی ہوگی، دوسری بات زمین کے مالک کی طرف سے بھی عام کھلی زمین پر نماز پڑھنے کی اجازت بھی بظاہر نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی جائے تو وہاں پر آنے جانے والوں کو جو تکلیف ہوگی وہ مالک کی اجازت کے بعد بھی باقی رہے گی جیسا کہ علامہ شامیؒ نے راستے میں نماز پڑھنے کے تعلق سے دو باتیں فرمائی ہیں: لوگوں کی آمد ورفت میں مخل ہونا اور مقام کو اس کے مقصد تعمیر سے ہٹ کر استعمال کرنا، فرماتے ہیں:

لأن فيه منع الناس من المرور وشغله بما ليس له، لأنها حق العامة للمرور۔ (ردالمحتار على الدر المختار ۲/ ۳۹)

اس لیے پیٹرول پمپ ہو یا ریسٹورنٹ یا ان جیسے دیگر مقامات، ہر ایک میں عوامی جگہوں پر نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہونگی (۱) اصل مالک کی اجازت کے بغیر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، کیونکہ اصل مالک سے اجازت بھی نہیں ہے اور عوام کو اپنا حق وصول کرنے سے منع کرنا بھی موجود ہے، (۲) یہ کہ مالک سے اجازت لے کر عوامی جگہ پر نماز پڑھی جائے یہ نماز بھی کراہت تنزیہی سے خالی نہیں ہوگی، کیونکہ اصل مالک سے اجازت کے بعد بھی عوام کو ان کا حق وصول کرنے سے باز رکھنا پایا گیا ہے، اس لئے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، البتہ ایک تیسری شکل ہے وہ یہ کہ مالک زمین اسی میں کچھ حصہ نماز کیلئے مختص کردے بشرطیکہ وہ حصہ عوامی آمد ورفت سے ہٹ کر ہو خواہ بند ہو یا کھلا ہوا، بہر دوصورت اس میں نماز پڑھنا درست قرار دیا جائے گا، لیکن واضح رہے کہ اس تخصیص مکان کی بنیاد پر وہ مخصوص مقام جہاں مسلسل اذان ونماز واقامت ہوگی وہ مسجد شرعی نہیں ہوگی، مسجد شرعی کیلئے زمین کا وقف کرنا لازم ہے جو یہاں موجود نہیں ہے، اس لیے وہ عبادت خانہ کسی طور مسجد نہیں ہوگا، البتہ اللہ رب العزت مسجد کا ثواب مصلی کو عطا فرمادیں تو کچھ بعید نہیں۔

وفی مراقی الفلاح قال: وتکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ، واذا ابتلی بالصلوۃ في أرض الغیر ولیست مزروعۃ أو الطریق، إن کانت المسلم صلی فیھا وإن کانت لکافر صلی في الطریق۔ (طحطاوي علی مراقي الفلاح، ص: ۳۵۸)

وفي الطحطاوي: قوله 'وتکرہ فی أرض الغیر بلا رضاہ' بأن کانت للذمی مطلقا لأنه یأبی، او لمسلم وھی مزروعۃ او مکروبۃ ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ أو کان صاحبھا سیئي الخلق، ولو کان في بیت انسان الأحسن أن یستأذنه، والا فلا بأس کما في الفتح، قوله 'صلی فیھا' لأن الظاھر أنه یرضی بھا لأنه ینال أجرا من غیر اکتساب منه، ولا أذن فی الطریق لأنه حق المسلم والکافر، قوله 'صلی فی الطریق' لأنه لا یرضی بھا والطریق لیست للکافر علی الخصوص۔ (حاشیۃ الطحطاوي علی مراقی الفلاح ۳۵۸)

شخصی زمین خواہ پلاٹ کی شکل میں ہو یا کھیت کی شکل میں، مکان کی شکل میں ہو یا دکان کی شکل میں، مذکورہ بالا فقہی عبارات کے پیش نظر ان میں نماز پڑھنے کے سلسلے میں قدرے تفصیل ہے اور وہ اس طرح کہ:

۱۔ اگر وہ زمین کسی ذمی، کافر کی ہے تو اس میں نماز پڑھنا مطلق مکروہ ہوگا، کیونکہ اغلب یہی ہے کہ اگر ذمی کافر سے اسکی زمین پر نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی جائے تو وہ حتمی طور پر انکار کردے گا، اور ضابطہ ہے، ''حکم الأکثر حکم الکل''۔

اس لئے کہ کچھ کفار ایسے بھی ہیں جو اپنی زمین پر نماز پڑھنے کی بخوشی اجازت دیتے ہیں، مگر ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے، اس لئے ضابطہ یہی ہوگا کہ کسی کافر ذمی کی زمین پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ قرار پائے گا۔

۲۔ مسلمان کی زمین ہے مگر اس میں فصل بوئی ہوئی ہے، اگر اس میں نماز پڑھی جائے گی تو اس کی فصل خراب ہوگی، یا کھیت کی جوتائی ہو چکی ہے، نمازیوں کی تعداد کثیر ہے، اس میں نماز پڑھنے کی صورت میں کاشتکار کو دوبارہ جوتنا پڑے، یا کھیت تو خالی ہے مگر جن لوگوں کو نماز پڑھنا ہے ان کی اصحاب زمین کے ساتھ لڑائی ہے، یا زمیندار انتہائی بد خلق اور بدتمیز انسان ہے، تو مذکورہ تمام صورتوں میں نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ کوئی دوسری جائے نماز تلاش کرے، خواہ راستہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اسی میں نماز پڑھ لیتا ہے تو اسکی نماز بھی مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ قرار پائے گی۔

۳۔ زمین ایسے آدمی کی ہے جو نہایت شریف ہے اور ظن غالب ہے کہ اگر اس کے کھیت میں نماز پڑھی گئی (جبکہ کھیت فصل سے خالی ہو) اور اسے خبر پہنچنے پر وہ کچھ بھی نہیں کہے گا، بلکہ خوش ہوگا تو ایسے شخص کی زمین پر جبکہ فصل نہ ہو بلا اذن مالک نماز بلا کراہت وفساد درست قرار دی جائے گی۔

مذکورہ بالا تفصیل شخصی پلاٹ، دکان وغیرہ پر بھی نافذ ہوگی، البتہ اگر کسی علاقے کا عرف ہو کہ وہاں کسی کی بھی خالی زمین یا پلاٹ یا دکان وغیرہ میں اتفاقی ضرورت پر نماز سے منع نہ کیا جاتا ہو تو بر بنائے عرف اس مقام اور علاقے میں مسلم وکافر کی خالی زمینوں پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا۔

و في مراقي الفلاح قال: وتكره الصلوة في الطريق لشغله الحق العامة ومنعهم من المرور۔ (طحطاوي على مراقى الفلاح ص: ۳۵۶)

وفي الطحطاوية: قوله (شغله حق العامة) وتشغل البال عن الخشوع، فيشتغل بالخلق عن الحق وعن هذا شرط بعضهم أن يكون في العمران، لا فى البادية أفاده شارح المشكاة- (حاشية الطحطاوي على مراقى الفلاح، ص: ۳۵۶)

وفي البدائع: قال: وأما قوارع الطرق فقيل: أنها لا تخلو عن الأرواث والأبوال عادة، فعلى هذا لا فرق بين الطريق الواسع والضيق، وقيل معنى النهى فيها انه يستضربه المارة، وعلى هذا اذا كان الطريق واسعا لا يكره وحكى ابن سماعة أن محمدا كان يصلى على الطريق في البادية۔ (بدائع الصنائع، ج ۳، ص: ۳۰۳)

مذکورہ بالا فقہی عبارات سے مستفاد ہوا کہ راستے میں نماز پڑھنے کے سلسلے میں قدرے تفصیل ہے، وہ اس طرح کہ فقہاء کرام نے راستے میں نماز پڑھنے سے منع کی تین علتیں بیان فرماتی ہیں:

ا۔ راستے عموماً ناپاک اشیاء سے خالی نہیں ہوتے، گوبر، لید، مینگنیاں، پیشاب وغیرہ جیسی چیزیں عموماً راستے

میں پڑی ہی رہتی ہیں اور ناپاک مقامات میں نماز پڑھنے سے حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے، اس لئے راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

۲۔ راستے میں نماز پڑھنا مسافروں کو تکلیف پہنچانا ہے، یعنی راہ چلنے میں ان کی آزادی کو سلب کرنا ہے۔

۳۔ راستہ بنایا گیا ہے سفر کرنے کیلئے نہ کہ نماز پڑھنے کیلئے، لہٰذا اس میں نماز پڑھنا غیر مقصد میں استعمال کرنا ٹھہرا، اس لئے راستے میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نمازی کا خشوع متاثر ہوگا، کیونکہ دیگر مسافر اس کو یا اسکے سامان کو کچھ نقصان نہ پہنچا دیں اس بات کو لے کر اس کا دل متفکر رہے گا، اور ہر گزرنے والے کی آہٹ پر کان دھرے گا۔ نیز کنکھیوں سے اسے دیکھنے کی سعی بھی کرے گا، اس لئے اس کی توجہ خالق کی طرف سے ہٹکر مخلوق کی طرف مائل ہوگی، اس لئے بھی راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

ان چار کے علاوہ ایک علت عرف بھی ہے کہ جس علاقے میں یا جس ملک میں راستے میں یا راستے کے کنارے نماز پڑھنا غیر معیوب سمجھا جاتا ہو اور لوگ اس بات کو بخوشی قبول کرتے ہوں، تو وہاں راستے کے کنارے نماز پڑھنے کو درست قرار دیا جائے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو راستے میں نماز مکروہ ہوگی، ہائی وے اور اکسپریس نیز دیگر چوڑے راستے عموماً گاڑیوں کیلئے ہوتے ہیں، ان کے کنارے ایک پٹی پیدل چلنے والوں کیلئے ہوتی ہے، مگر وہ صرف بستی کے اندر ہی ہوتی ہے جنگل میں نہیں ہوتی، اس لئے اس پیدل پٹی پر نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا، البتہ جنگل میں روڈ کے کنارے جو کچی زمین چھوڑی جاتی ہے جس پر کوئی نہیں چلتا، اور عرف اس زمین پر نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہو تو اس زمین پر نماز درست ہوگی، ورنہ مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ ہوگی، نیز دریں صورت اذن وعدم اذن کے تعلق سے سرکاری احکام بھی عرف کے درجہ میں ہونگے۔

۱۔ وفی البدائع قال: أما قوارع الطرق، قیل أنها لا تخلو عن الأرواث والأبوال عادة فعلی هذا فرق بین الطریق الواسع والضیق۔

یعنی عموماً راستے چونکہ قسم قسم کی ناپاکیوں سے پر ہوتے ہیں، کہیں گوبر ہے، کہیں مینگنیاں ہیں، کہیں لید پڑی ہے، کہیں پیشاب پڑا ہے اور آج کل تو گاڑیوں کی آمد ورفت سے وہ تمام ناپاکیاں پورے راستے میں بکھر جاتی ہیں، بلکہ دھول بن کر اڑتی رہتی ہیں، کیا اس بات کو نہی صلوۃ کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟ یہ باتیں نماز کی کراہت کا سبب نہیں بن سکتی، کیونکہ نجاست کا دھول میں تبدیل ہوکر بدن یا کپڑوں میں آکر لگنا نماز کو مانع نہیں ہے، کیونکہ یہاں نجاست کی قلب ماہیت ہوگئی، اور نجاست جب دھول ہو جائے تو وہ مٹی کے حکم میں ہو جاتی ہے، اور اسکی ناپاکی باطل ہو جاتی ہے، اسلئے راستے میں نماز پڑھنے سے مذکورہ اشیاء کا راستے میں ہونا منع کا سبب نہیں ہوسکتا خواہ راستہ وسیع ہو یا ضیق۔

۲۔ وقیل: معنی النهی فیها أنه یستضر به المارۃ وعلی هذا اذا کان الطریق واسعا لا یکرہ، حکی ابن سماعۃ أن محمداً کان یصلی علی الطریق في البادیۃ۔ (بدائع الصنائع، ج۱، ص:۳۰۳)

راستے میں نماز پڑھنا مسافروں کی ایذا کا سبب ہے اور یہ سبب استمراری ہے، یعنی جب بھی کسی راستے میں نماز پڑھی جائے گی مسافروں کو تکلیف پہنچے گی۔

۳۔ وفی مراقی الفلاح، قال: وتکرہ الصلوۃ فی الطریق لشغله الحق العامۃ۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۳۵۶)

راستے میں نماز پڑھنا عام لوگوں کے حق مرور کو سلب کرنا ہے یعنی جو شئی تمام لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے نمازی اسے تنہا استعمال کر رہا ہے، نیز مقصد غیر میں استعمال کر رہا ہے، یعنی راستے چلنے کے لئے بنایا گیا ہے لیکن نماز کیلئے استعمال کر رہا ہے، اسلئے راستہ خواہ وسیع ہو یا تنگ اس میں نماز مکروہ ہوگی:

۴۔ وفي الطحطاوي قال ابن عابدین: شغله العامۃ ولشغل البال عن الخشوع فیشتغل بالخلق من الحق. وعن هذا شرط بعضهم أن یکون فی العمران لا في البادیۃ۔ (حاشیۃ الطحاوی علی مراقي الفلاح ص ۳۰۶)

راستے میں نماز پڑھنا عام گزرگاہ ہونے کے باعث محل خشوع تو ہوگا، خواہ نماز اندرون بستی سڑک پر پڑھی جائے یا جنگل میں، کیونکہ گزرنے والے کب کہاں سے گزریں گے کسی کو نہیں معلوم، اس لئے مطلقا خواہ بستی ہو یا جنگل محل خشوع ہونے کی بنیاد پر بھی نماز مکروہ ہوگی۔

۵۔ وفی الشامیۃ نقل عن الاحکام قال: أن النزول فی أرض الغیر إن کان لها حائط أو حائل یمنع منه والا فلا والمعتبر فیه العرف۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص: ۱۴)

شامی کی یہ عبارت اگرچہ ارض غیر میں نماز پڑھنے کی بابت ہے لیکن راستے میں نماز پڑھنے کے حوالے سے عرف کو معیار بنانے میں اس عبارت سے استدلال کیا جاسکتا ہے، کیونکہ بہت سے ملکوں اور علاقوں میں راستے میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے اور بہت سے ملکوں اور علاقوں میں نہیں ہے بلکہ اگر کسی نے پڑھ لی تو اسے سزائیں بھی دی جاتی ہیں، اس لئے راستے میں نماز کا حکم عرف پر مبنی ہوگا۔

وفي الشامیۃ، قوله: (وفی الطریق) لأن فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له لأنها حق العامۃ للمرور۔

مذکورہ عبارات فقہیہ اگرچہ قارعۃ الطریق کے تحت مذکور ہوتی ہیں لیکن ان عبارات میں ایک جملہ ''انه یشغل حق العامۃ بما لیس له'' جو مذکورہ ہوا ہے، یہ بطور جزئیہ ایک کلیہ ہے جو ہر اس مقام کو شامل ہے جہاں حق عامہ موجود

ہوخواہ وہ اسٹیشن ہو یا ائرپورٹ، پارک ہو یا اسٹیڈیم یا دیگر سرکاری یا غیر سرکاری مقامات جہاں عوام الناس کا اپنی ضروریات سے اجتماع ہوتا ہو اور لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہوں یا یوں کہئے کہ وہ عوامی ضروریات کیلئے تعمیر کئے گئے ہوں: مثلا کورٹ کچہری وغیرہ، ان تمام مقامات میں نماز پڑھنا مطلقا مکروہ ہوگا خواہ وہ عوام الناس سے پُر ہوں یا خالی ہوں، بہر دو صورت نماز مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ ہوگی، ایسے مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کئی وجوہ سے ہے۔

۱۔ایسے تمام مقامات کی زمین پر نماز پڑھنا ارض غیر میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے اور اس طرح کے تمام مقامات خواہ وہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، وہاں اصل مالکان کی جانب سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اور ضابطہ یہی ہے کہ بغیر رضائے مالک اس کی زمین پر نماز پڑھنا کراہت تحریمی کا باعث ہے۔

۲۔اسٹیشن، ائرپورٹ، پارک، کورٹ، سرکاری ہاسپٹل وغیرہ عوامی مقامات چونکہ عوام کیلئے مخصوص کاموں کیلئے بنائے جاتے ہیں، ہر ایک میں انہیں سے متعلق کام لیکر عوام حاضر ہوتی ہے، ان میں نماز پڑھنا عوام کو ان کے مخصوص عمل میں رکاوٹ یا دشواری کا سبب بنے گا، اس لئے ایسے تمام عوامی مقامات میں نماز پڑھنا ''انہ یشغل حق العامۃ بما لیس لہ'' ضابطہ کے تحت مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ قرار پائے گا۔

۳۔اسٹیشن، ائرپورٹ، پارک، کورٹ وغیرہ عوامی مقامات عموما عوام سے پر ہوتے ہیں، کوئی آرہا ہے، کوئی جا رہا ہے، کوئی ادھر ادھر چکر لگا رہا ہے، ان کے درمیان میں نماز پڑھنا نماز کے خشوع کو باطل کر دیتا ہے، کیونکہ نمازی کے پاس کچھ نہ کچھ سامان وغیرہ بھی ہوگا جسے وہ اپنے آگے یا دائیں بائیں رکھ کر نماز پڑھے گا اور بھیڑ میں اس کا دل سامان کی طرف بھی متوجہ رہے گا، کہیں کوئی اٹھا نہ لے، نیز آس پاس سے ہر گزرنے والے کی طرف بھی متوجہ ہوگا جو اس کے تعلق کو اللہ سے ختم کر کے لوگوں کی طرف لائے گا، جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے فرمایا: ''ولشغل البال من الخشوع، فیشتغل بالخلق عن الحق''۔ اس لئے اس ضابطے کے تحت بھی ایسے عوامی تمام مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی غیر واجب الاعادہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولانا عبدالسبحان
(متعلم: تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند)

عوامی مقامات یعنی ایسی جگہیں جہاں آمدورفت عمومی ہو اور ان جگہوں سے ہر ایک کا سابقہ کثرت سے پڑتا ہو، ایسی جگہوں پر نماز کی بابت یقینا مسائل پیش آتے رہتے ہیں؛ اس لیے کہ بیشتر ایسے مقامات وہ ہیں جہاں مسلمانوں کی عبادات کے لیے کوئی حصہ اراضی مختص نہیں ہیں، ویسے تو "جعلت الأرض کلها مسجداً" کی اجازت عامہ کے تحت تمام زمین لائقِ سجدہ ہے، پھر بھی دفع اذی اور رفع کراہت کے عظیم جذبہ انسانیت کے بطور کسی اراضی مخصصہ کی ضرورت از حد ناگزیر ہے اور مذہب اسلام میں اس کی اہمیت اس معنی کر دوچند ہے کہ اس میں قیود اوقات کے ساتھ بعض عبادات مطلوب ومقصود ہیں، جو بندوں کے حق میں حقیقی معنوں میں اظہار عبدیت کے سزاوار ہیں۔

چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ کے بے شمار بندے ایسے ہیں، جن کو احکام کی تعمیل اور اوامر کی بجا آوری سے بے حد لگاؤ اور شغف ہے اور وہ ہر صورت میں حکم الٰہی ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے عبادت پسند بندے جب ان عوامی مقامات پر ہوتے ہیں اور نماز کی گھڑی آن پہنچتی ہے، تو اس مہتم بالشان عبادت کی ادائیگی کے لیے بے چین و بے قرار ہوتے ہیں؛ اس لیے یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ وہ انہیں مقامات پر نماز ادا کر لیں یا ترک کر دیں، اور بعد میں قضا کر لیں؟ بہرصورت عام حالات میں کوئی معقول وجہ نماز ترک کرنے کی تو سمجھ میں نہیں آتی، اسے تو ہر حال میں ادا ہی کرنا ہے تو آیا وہاں ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ ضرورت ہے کہ اس مسئلے پر بالتفصیل بحث وتکرار اور نقد وقدح کو محفوظ کیا جائے اور اس کے ذریعے اس طرح کے بکثرت پیش آمدہ مسائل کو مزید منقح کر کے امت کے روبرو پیش کیا جائے۔

(۱) ارض غیر وارض مغصوبہ اور حکومت کی زیر ملکیت زمین کے درمیان فرق اور اس میں نماز کا مسئلہ؟

عوامی مقامات پر نماز کا تعلق محض کراہت وعدم کراہت سے ہے، صحت وعدم صحت کا مدار اس پر نہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ان مقامات کی شرعی نقطہ نظر سے نوعیت جاننی چاہیے کہ یہ عوامی مقامات آیا ارض غیر کے درجے میں ہے یا ارض مغصوبہ کے یا اس کی حیثیت ان دونوں سے مختلف ہے؟ اس بابت تفصیل یہ ہے کہ یہ عوامی مقامات یعنی حکومت کی زیر ملکیت زمین، ارض غیر وارض مغصوبہ کے حکما مساوی نہیں ہے؛ بلکہ دونوں میں فرق ہے:

(۱) ارض مغصوبہ تو بلا شبہ دوسرے کی ملک ہے اور غصب مالک پر ظلم ہے، ایسی زمین کو استعمال میں لانا، اس

مالک کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے۔ نیز ارضِ غیر کہ جس میں اصل مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا نہ درست ہے، نہ ہی کسی غیر ماذون شخص کو اس سے کسی طرح فائدہ اٹھانے کا کوئی حق ہے؛ ان دونوں کے برعکس حکومت کی زیر ملکیت زمین جس کا استعمال اصل مالک کی اجازت پر موقوف نہیں ہے؛ بلکہ بلاتفریق ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے۔

(۲) ارضِ غیر وارضِ مغصوبہ کسی فرد یا ادارہ کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے، جسے وہ اپنی ضرورت کے لیے اپنے پیسے سے خریدتا ہے؛ جب کہ عوامی مقامات، حکومت کی زیر ملکیت ہوتی ہے، جو پبلک ہی کے مال سے خریدی اور مختلف ضروریات کے واسطے ان ہی کے استعمال میں دی جاتی ہے۔

(۳) تیسری وجہ فرق یہ ہے کہ ارضِ غیر وارضِ مغصوبہ کی علت اور حکومت کی زیر ملکیت زمین مثلا: سڑک، راستہ وغیرہ کی علت بھی مختلف ہے۔ فقہاء ارضِ مغصوبہ وارضِ غیر میں نماز کی کراہت کی علت یہ بتاتے ہیں کہ اس میں دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی ذاتی چیز کو اپنے تصرف میں لایا جاتا ہے، لہٰذا اس کا ضمان دینا ہوگا؛ البتہ نماز درست ہو جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

الصلاۃ فی أرض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ، فما کان بینہ وبین اللہ تعالی یثاب وما کان بینہ وبین العباد یعاقب، کذا فی مختار الفتاوی الصلاۃ جائزۃ في جمیع ذلك لاستجماع شرائطھا وأرکانھا وتعاد علی وجہ غیر مکروہ، وھو الحکم في کل صلاۃ أدیت مع الکراھۃ۔ (الفتاوی الھندیۃ، ۱/۱۱۸، کتاب الصلاۃ، الفصل الثاني فیما یکرہ فی الصلاۃ)

ترجمہ: ارضِ مغصوبہ میں نماز جائز ہے، لیکن اس کی اس زیادتی پر گرفت ہوگی، البتہ عبادت کا جو معاملہ اسکے اور اللہ کے درمیان ہے، اسے اس کا ثواب مل کر رہے گا اور جو معاملہ اس کا بندے کے ساتھ ہے، اس پر عقاب ہوگا۔ جیسا کہ مختار الفتاوی میں ہے۔ جب نماز کے جملہ ارکان وشرائط پائے جائیں تو ان سب ہی جگہوں میں جائز ہو جاتی ہیں، لیکن اس کا اعادہ غیر مکروہ طریقے پر کرنا پڑتا ہے، یہی حکم ہر ایسی نماز کے بارے میں ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

وتکرہ في أرض الغیر بلا رضاہ بأن کانت لذمی مطلقا لأنہ یأبي أو لمسلم وھي مزروعۃ أو مکروبۃ، ولم یکن بینھما صداقۃ ولا مودۃ أو کان صاحبھا سیئ الخلق ولو کان في بیت انسان الأحسن أن یستأذنہ والا فلا بأس کمافی الفتح۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ص:۳۵۸، کتاب الصلاۃ، فصل في

المکروهات)

ترجمہ: ”دوسرے کی زمین پر اس کی رضامندی کے بغیر نماز ادا کرنا مکروہ ہے بایں طور کہ وہ زمین مطلق کسی ذمی کی ہو؛ اس لیے کہ وہ اسے ناپسند کرے گا، یا کسی مسلمان ہی کی ہو، مگر کاشت کی ہوئی یا ہل چلائی ہوئی ہو اور اس مسلمان سے کوئی تعلق اور میل جول نہ ہو، یا زمین کا مالک بداخلاق ہو اور اگر کسی شخص کے گھر پر ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے اجازت لے لے؛ ورنہ تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ فتح میں ہے۔

اس کے برخلاف حکومت کی زیر ملکیت زمین مثلا راستہ وغیرہ میں نماز کی کراہت محض اس معنی کر ہے کہ اس میں لوگوں کے گزرنے پر دل کی توجہ ہٹی رہے گی اور ان پر تنگی پیدا کرنا لازم آئے گا:

وفی قارعة الطريق وانما يكره الصلاة فيها لاشتغال القلب بمرور الناس و تضييق المكان عليه (تحفة الاحوذی، ج ۲، ص: ۵۲۳، کتاب الصلاة، باب ما جاء في مرابض الغنم)

ترجمہ: اور بیچ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ لوگوں کے گزرنے کی طرف دل لگا رہے گا یا ان پر تنگی پیدا ہوگی۔

أو في طريق لأن فيه منع الناس من المرور وشغله بما ليس له لأنها حق العامة للمرور۔ (حاشية ابن عابدين. ۲۰۰/۸ کتاب الصلاة، الأماكن التي تكره الصلاة فيها)

ترجمہ: یا راستے میں نماز مکروہ ہے، اس لیے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو گزرنے سے روکنا لازم آئے گا یا ایسی مشغولیت رہے گی جو اس کے لائق نہیں ہے۔

ارض غیر وارض مغصوبہ میں بلا اجازت استعمال کرنے اور ضمانت دینے کی بات آتی ہے، لیکن حکومتی اراضی میں ایسا کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔ اب جب کہ ارض غیر وارض مغصوبہ کی نوعیت واضح ہوگئی اور پھر بھی اس میں نماز جائز ہے اور کراہت محض اس کے استعمال کے حق نہ ہونے کی وجہ سے آتی ہے، تو حکومت کی زیر ملکیت زمین بدرجہ اولی نماز کی ادائیگی کے لیے ان دونوں جگہوں کے مقابلے میں بہتر ہوگی؛ کیوں کہ اس میں ممانعت اور ناجائز استعمال کی کوئی بات نہیں آتی، نہ ہی اجازت لینے کی ضرورت پیش آتی ہے؛ اس لیے کہ (علامہ شامی کی تصریح کے مطابق) اس سے ہر ایک کا حق وابستہ ہوتا ہے:

يصلى فى الطريق لأن له فى الطريق حقا كما فى مختارات النوازل۔ (حاشية ابن عابدين. ۲۵۵/۸، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الأرض المغصوبة)

ترجمہ: راستے میں نماز پڑھ لے اس لیے کہ راستے میں اس کا حق ہے۔

وان كانت لكافر صلى فى الطريق لأنه لا يرضى بها كذا في البرهان والطريق ليست للكافر على

الخصوص. كذا في الشرح۔ (حاشية الطحطاوی. ۸۰۰/کتاب الصلاۃ، فصل في المکروهات)

ترجمہ: اور اگر زمین کافر کی ہو تو راستے میں نماز پڑھ لے اس لیے کہ وہ اسے پسند نہیں کرے گا جیسا کہ برہان میں ہے اور راستہ صرف کافر کا نہیں ہے۔

اور سب لوگوں میں یہ نمازی بھی ہے، اس کا حق بھی اس سے وابستہ ہے، البتہ یہ حق گزرنے کا ہے نہ کہ عبادات کی ادائیگی کا، لیکن دلالتاً اجازت حاصل ہے جب کہ ارض غیر وارض مغصوبہ میں اجازت لیے بغیر کراہت زائل نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ جیسی جگہوں پر نماز کے لیے اصل مالک کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی جگہیں خواہ کسی فرد کی ملکیت ہوں یا ادارے کی، اذن عام کے تحت داخل ہوتی ہیں اور متعدد عام ضرورتوں کے لیے وہاں اسباب مہیا ہوتے ہیں نماز چوں کہ ایک خالص مذہبی عمل ہے، یہ عام اور مشترک (فیما بین المسلم والکافر) ضروریات میں نہیں آتی؛ اس لیے وہاں اس کی ادائیگی موجب کراہت ہوگی۔

و تكره في أرض الغير بلا رضاه بأن كانت لذمی مطلقا لأنه يأبي أو لمسلم وهي مزروعة أو مكروبة، ولم يكن بينهما صداقة ولا مودة أو كان صاحبها سيئ الخلق۔ (حاشية الطحطاوی. ۸۳۵، کتاب الصلاۃ فصل في المکروهات)

ترجمہ: اور دوسرے کی زمین پر اس کی رضامندی کے بغیر نماز ادا کرنا مکروہ ہے بایں طور کہ وہ زمین مطلق کسی ذمی کی ہو؛ اس لیے کہ وہ اسے ناپسند کرے گا، یا کسی مسلمان ہی کی ہو، مگر کاشت کی ہوئی یا ہل چلائی ہوئی ہو اور اس مسلمان سے کوئی تعلق اور میل جول نہ ہو، یا زمین کا مالک بد اخلاق ہو۔

البتہ اس مسئلے میں اصل اعتبار عرف عام کا ہے اور عرف عام یہ ہے کہ ایسی جگہوں پر مدت ہائے دراز سے بلا روک ٹوک مسلسل نماز ہوتی رہی ہے، اس کو کبھی معیوب نہیں سمجھا گیا، نہ ہی اجازت لینے کا کوئی مسئلہ پیدا ہوا اور اصل مالک کی جانب سے بھی اس پر دارو گیر کا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا؛ اس لیے یہ عرف عام شرع میں معتبر ہوگا۔

استعمال الناس حجة يجب العمل بها والعرف والاستعمال معتبر فيما لا نص فيه. (قواعد الفقه. ۲۳)

ترجمہ: لوگوں کا استعمال کرنا بھی ایک ایسی دلیل ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے، اور غیر منصوص چیزوں میں عرف وعادت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

وذكر الهندی فی "شرح المغنی" العادة عبارة عما يستقر في النفوس من الأمور المتكثرة المقبولة عند الطباع السليمة۔ (الأشباه والنظائر. ص: ۸۲۲)

ترجمہ: شرح مغنی میں ہندی نے ذکر کیا ہے 'عادت' دلوں میں ٹھہر جانے والے وہ امور ہیں جو کثرت سے پیش آتے ہیں اور طبیعت سلیمہ کی نظر میں مقبول ہیں۔

اور اس عرف کی بناء پر اصل مالک کی جانب سے ان جگہوں کے سلسلے میں دلالتاً اجازت مانی جائے گی اور وہاں نماز ادا کی جائے گی۔ الا یہ کہ قرائن معتبرہ وذرائع محققہ اس کے خلاف پر شاہد ہوں، تو پھر ان کا لحاظ کیا جائے گا۔

(۴) قومی شاہراہوں اور صوبائی شاہراہوں پر سڑک کے کنارے باقی ماندہ جگہوں پر نماز پڑھنا موجب کراہت ہے یا نہیں؟

جواب: احادیث میں ایسے جتنے مقامات کا ذکر ہے جہاں نماز پڑھنے سے نہی وارد ہوئی ہے اور اس کے علاوہ فقہاء نے مزید جتنے مواضع شمار کرائے ہیں ان سب کے ساتھ کراہت کی علت بھی بیان کی ہے، نیز ساتھ ہی ساتھ ان علتوں کے زائل ہونے کی صورت میں عدم کراہت یا خفت کراہت کی بھی وضاحت کی ہے مثلا: مزبلۃ، مجزرۃ، مقبرہ اور حمام وغیرہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور ان سب کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ ان جگہوں میں عموما نجاست ہوتی ہے، جس سے استخفاف بامر الدین لازم آتا ہے:

ثم إن العلة في النهي عن الصلاة في هذه المواضع مختلفة، ولذلك قد يختلف حكمها فليس الكل من قبيل واحد فاذا كانت هناك من النجاسة وهي فى أكثرها فالحكم ظاهر غير أن الحافظ فضل الله التوربشتي في شرح المصابيح" كما في التعليق الصبيح" يقول: انه نهى عن المزبل وإن وجد فيها موضع خال من الزبل أو بسط عليها بساط في المكان اليابس لأن في ذلك استخفافا بأمر الدين لأن من حق الصلاة أن تؤدى فى الأمكنة النظيفة والبقاع المحترمة، وكذلك المجزرة لأنها مسفح الدماء و ملقى القاذورات والحمام مكتنز الأوساخ ومجتمع الغسالات ومحل تعرى الأبدان عن اللباس وفي المقبرة اما تكون لاحتمال النجاسة المجاورة النجس أو لئلا يلزم التشبه باليهود في اتخاذهم قبور انبيائهم مساجدا۔ (معارف السنن ۲/۸۷۳، کتاب الصلاة، باب النهي عن الصلاة في المزبلة والمقبرة)

ترجمہ: پھر ان جگہوں میں نماز کی ممانعت کی علت الگ الگ ہے اور اسی وجہ سے اس کا حکم بھی مختلف ہے، تمام کے تمام ایک قبیل سے نہیں ہے، لہٰذا اگر وہاں ممانعت نجاست کی وجہ سے ہو جو کہ تقریبا اکثر میں ہے تو اس کا حکم ظاہر ہے مگر یہ کہ حافظ فضل اللہ تور بشتی التعلیق الصبیح کے مانند شرح مصابیح میں فرماتے ہیں کہ کوڑے کی جگہ کے بارے میں نماز کی ممانعت آئی ہے، گرچہ وہاں پر کوڑہ سے بچی ہوئی جگہ بھی ہو یا سوکھی جگہ پر کچھ بچھا لیا جائے، لیکن یہ ممانعت اس لیے ہے کہ اس سے استخفاف بامر الدین لازم آتا ہے؛ کیوں کہ نماز اس لائق ہے کہ وہ صاف ستھری اور قابل احترام

جگھوں پر ادا کی جائے۔اسی طرح گوشت خانے میں نماز کی جوممانعت وارد ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ خون بہایا جاتا ہے اور گندگیاں وغلاظت ڈالی جاتی ہیں، نیز غسل خانہ میں نماز سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس لیے کہ غسل خانہ میل کچیل اکٹھا ہونے اور غسل میں استعمال ہونے والے پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور ایسی جگہ ہے جہاں لباس جسم سے ہٹادیا جاتا ہے۔اسی طرح قبرستان میں ممانعت یا تو اس وجہ سے ہے کہ ناپاکی قریب ہونے کی وجہ سے خود اس جگہ کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے یا اس لیے تاکہ یہود سے اس معاملے میں تشبہ لازم نہ آئے کہ وہ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیتے تھے۔

علت کے بیان کے بعد کے یہ وضاحت بھی کی گئی کہ اگر حمام وغیرہ کی صفائی کرلی جائے اور حمامی کی جگہ سے ہٹ کر نماز پڑھی جائے یا گوشت خانے کی صفائی ہوجائے اور صاف جگہ میں نماز ادا کی جائے،تب یہ کراہت نہیں ہے۔

وذكر ابن عابدين في صدد كراهة الصلاة في المقبرة ولا بأس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته الى قبر "حلية" وكذلك ذكر في الحمام أن الصلاة خارجة في موضع جلوس الحمام لا بأس بها ان كان الوجه أنه مصب الغسالات۔ (معارف السنن. ۲/۸۷۳, كتاب الصلاة باب النهي عن الصلاة فى المزبلة والمقبرة، حاشية ابن عابدين ۲/۵۵۹, كتاب الصلاة ,باب الأماكن التي تكره الصلاة فيها)

ترجمہ:ابن عابدین علامہ شامی نے قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کے تعلق سے ذکر کیا ہے کہ قبرستان میں نماز ادا کرنے میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب نماز کے واسطے اس کے اندر ایک ایسی جگہ مقرر ہو جہاں کوئی قبر اور ناپاکی نہ ہو، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے، اور حلیہ میں ہے کہ کوئی قبر نمازی کے جانب میں نہ ہو، اسی طرح غسل خانے کے بارے میں یہ ذکر ہے کہ اگر نہانے والے کے بیٹھنے کی جگہ سے ہٹ کر نماز ادا کی جائے،تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ چہرہ اسی جانب ہو جدھر غسل کا پانی بہتا ہو۔

ایسے ہی عام راستے میں نماز کی کراہت کی جو علت مذکور ہے یعنی گزرنے والوں کے لیے تنگی پیدا ہونا اور قلب کا اس تنگی کی ضرر کی جانب مشغول ومتوجہ رہنا، اگر کسی عام راستے میں یہ علت واقعی مفقود ہو، جیسا کہ آج کل قومی اور صوبائی شاہراہوں پر سواروں اور پیادوں کے لیے مختص گزرگاہ کے بعد کچھ جگہ بچی ہوتی ہے، جہاں نہ کسی کے گزرنے کا احتمال ہوتا ہے نہ دل کے بھٹکنے کا سوال، لہٰذا اگر ان جگھوں پر نماز ادا کی گئی تو یہ یقینا بلا کراہت درست ہوگی اور اس کی نظیر یہ ہے کہ دشت وصحرا میں ایسی جگہ پر بلاسترہ نماز پڑھنا جہاں سے کسی کے گزرنے کا وہم نہ ہو، اسے فقہا نے بلا کراہت جائز لکھا ہے، جیسا کہ ہندیہ میں ہے:

ولا بأس بترك سترة إذا أمن المرور ولم يواجه الطريق هكذا في التبيين. (الفتاوى الهندية،

۱۲/۱، کتاب الصلاۃ باب فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

ترجمہ: سترہ نہ لگانے میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب گزرگاہ محفوظ ہو اور کسی کو اس سڑک کا سامنا نہ ہو۔

حاشیہ ابن عابدین میں ہے:

ولو عدم المرور أي لو صلی في مكان لا يمر فيه أحد ولم يواجه الطريق لا يكره تركها لأن اتخاذها للحجاب عن المار۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا، ج ۲، ص: ۴۰۴)

ترجمہ: اور اگر گزرنا نہ ہو، یعنی اگر ایسی جگہ پر نماز پڑھے کہ جہاں سے نہ کوئی گزرتا ہو اور نہ ہی اس راستے کی طرف کوئی متوجہ ہوتا ہو تو سترہ چھوڑ دینا مکروہ نہیں ہے۔

اس مسئلے میں سترہ لگانے کی جو علت ہے یعنی نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ، اس کی بنیاد پر سترہ لگانے کا حکم دیا گیا، لیکن اگر یہ علت ہی مفقود ہو تو حکم بھی ندارد، اسی طرح راستے میں نماز کی کراہت کی علت مفقود ہونے کی صورت میں بھی حکم کراہت باقی نہ رہے گا، اس لیے اس طریقے پر نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

رہا اس حکم کے چھوٹے اور تنگ راستوں پر محمول کرنے کا معاملہ، تو عموماً تنگی کی یہ صورت چھوٹے اور تنگ راستوں میں ہی پیش آتی ہے؛ اس لیے یہ حکم تو وہاں عائد ہوگا ہی، لیکن کشادہ راستوں میں بھی اگر کسی نے نماز اس طرح پڑھی کہ بیچوں بیچ کھڑا ہو گیا، جیسا کہ ''قارعۃ الطریق'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے یا ایسی جگہ پر کھڑا ہوا کہ بسہولت تمام وہاں سے گزرنے والوں کے لیے گزرنا ممکن نہ ہو، تو یہ حکم اس صورت کو بھی شامل ہوگا۔

(۵) ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم؟

جواب: مذکورہ دونوں مقامات اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر ہر کسی کو حق مرور و دیگر مشترکہ حقوق حاصل ہیں؛ البتہ چوں کہ ان سرکاری مقامات پر کہیں بھی من جانب حکومت نماز کے تعلق سے دھڑ پکڑ اور روک ٹوک نہیں ہے؛ اس لیے نماز جائز ہے اور حکومت کی جانب سے کوئی حکم صریح امتناع و اباحت کا صادر ہونے سے پہلے از خود اس کے لیے اہلکاروں سے اجازت لینا بھی ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ بہر حال یہ مقامات مطلقاً مباح الاستعمال ہیں۔

عام طور پر ایئرپورٹ پر نماز کے لیے ایک جگہ مختص ہوتی ہے اور حکومت کی طرف سے وہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کے طور پر منظور بھی ہوتی ہے، اس سے دو مطلب نکل کر سامنے آتے ہیں: ایک تو یہ کہ جب حکومت کی جانب سے یہ جگہ مختص کر دی گئی تو اس کے ماسوا جگہ کو نماز وغیرہ عبادت کے لیے استعمال کرنا درست نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک سرکاری مقام پر سرکار ہی کی جانب سے مسلمانوں کی عبادت کے لیے جگہ اور مکان دیے جانے سے دوسرے سرکاری مقامات پر صراحت کے قریب حکومت کی منشائے اجازت ظاہر ہوتی ہے؛ کیوں کہ جس طرح اُس مقام (ایئر

پورٹ) پرنماز کی ادائیگی کا مسئلہ اوراس کی ضرورت حکومت کومحسوس ہوئی اسی طرح ان مقامات (ریلوے اسٹیشن اور دیگر حکومت کی زیر ملکیت زمین) کے متعلق بھی ضرور ہی حکومت کوفکر لاحق ہوئی ہوگی ، بس فرق اتنا ہے کہ ایک جگہ اس نے عبادت کے لیے جگہ خاص کردی اور دوسری جگہ کو عام رکھا۔

البتہ یہاں بھی اس چیز کی پابندی از حد ضروری ہے کہ ایسی مناسب جگہ پر نماز ادا کی جائے کہ آمد ورفت میں تنگی اور دشواری پیدا نہ ہو،تو بلا کراہت جائز ہے:

يصلي في الطريق أى لأن له فى الطريق حقاً كما فى مختارات النوازل۔ (حاشية ابن عابدين. ٢/٥٣, كتاب الصلاة، تكره الصلاة فى الكنيسة)

ترجمہ: وہ نماز پڑھے راستے میں اس لیے کہ راستے میں اس کا حق ہے جیسا کہ مختارات النوازل میں ہے۔

وإن كانت لكافر يصلي في الطريق لأنه لا يرضى بها كذا فى البرهان والطريق ليست للكافر على الخصوص كذا فى الشرح۔ (حاشية الطحطاوى ٨٣٥, كتاب الصلاة فصل في المكروهات)

ترجمہ: اور اگر زمین کافر کی ہو،تو راستے میں نماز پڑھے،اس لیے کہ کافر اپنی زمین پر نماز پڑھنے پر راضی نہیں ہوگا جیسا کہ برھان میں ہے اور راستہ صرف کافر کا نہیں ہے، جیسا کہ شرح میں ہے۔

(٦) ٹرین، جہاز جیسی بڑی سواری گاڑیوں پر نماز کا حکم؟

جواب: بلاشبہ ٹرین ہو یا جہاز یا اس جیسی بڑی سواری گاڑی جو حکومت کی ملکیت ہیں، یہاں بھی نماز اپنے وقت مقررہ پر فرض ہے اور اس کی ادائیگی کا ہر عاقل وبالغ شخص مکلف اور پابند ہے، نماز فرض کی ادائیگی ہر حال میں مقدم ہے اور ٹرین ہو یا کوئی اور بڑی سواری اس میں بھی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

ومن الأعذار أن يخاف لو نزل عن الدابة على نفسه أو على ثيابه أو دابته لصاً أو سبعاً او عدواً۔ (بدائع الصنائع. ١/١٢٩, الصلاة على السفينة)

ترجمہ: اور سواری وغیرہ پر نماز ادا کرنے کے سلسلے میں اس طرح کے اعذار معتبر ہیں کہ اگر چوپائے سے اترے تو اپنی جان، اپنے کپڑے، یا اپنی سواری کے متعلق چور، درندہ اور دشمن سے ڈر ہو۔

ایسا ہی اندیشہ وگمان مذکورہ سواریوں سے اترنے میں بھی ہوتا ہے؛ اس لیے سوار ہونے کی حالت ہی میں نماز ادا کرنی ہوگی۔ اور چونکہ ٹرین و جہاز میں اتنی جگہ ہوتی ہے کہ مصلی قیام وقعود اور رکوع وسجود پر قادر ہو، اس لیے ان سواریوں میں نماز فرض بیٹھ کر پڑھنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے نیز قبلہ رو ہونا بھی شرط ہے۔

البتہ ان سواریوں میں بھی یہ رعایت رکھنی ہوگی کہ ہماری نماز کی وجہ سے گزرنے والوں کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ ٹرین کے دروازے پر نماز ادا کی جائے؛ تاکہ آمد ورفت کرنے والے باسانی آجاسکیں، انہیں

توقف وانتظار نہ کرنا پڑے اور اگر دروازے پر لوگ اس طرح بیٹھے ہوں کہ وہاں کوئی گنجائش نہ ہو، تو اپنے ہی کیبن کے اندر یا اس کے سامنے بیچ راستے پر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہاں موجود لوگوں سے اجازت بھی لے لے، چوں کہ نماز ایسی دینی عبادت اور ایسا مذہبی عمل ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس کا احترام کرتے ہیں، جگہ دے دیتے ہیں اور اس کو تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے، لہٰذا اجازت لے کر بلاخطر اس جگہ پر نماز ادا کی جائے۔

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مولوی یاسر بن اعجاز ندوی
(متعلم تدریب افتاء جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور)

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۵-۶)

کسی دوسرے کی ملکیت میں نماز پڑھنا مالک کی اجازت ورضامندی اور عدم رضامندی پر موقوف ہے، اگر اجازت اور رضامندی ہو تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے، اجازت کی صورت میں نماز بھی ادا ہوگی لیکن مالک کی رضامندی کا یقین نہ ہو یا غالب گمان نہ ہو تو نماز ادا کرنا حرام ہے، یہی حکم ارض مغصوبہ کا ہے کہ غصب شدہ زمین میں نماز ادا کرنا حرام ہے، اس لئے کہ غصب شدہ زمین میں مطلقاً ٹھہرنا اور داخل ہونا حرام ہے تو نماز ادا کرنا بدرجہ اولی حرام ہوگا، لہٰذا ارض غیر اور ارض مغصوبہ میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ نماز درست ہوگی، اس لئے حرمت کی علت ایک خارجی علت ہے کہ موضع نماز کسی دوسرے کی ملکیت ہے، اور یہ نماز کی صحت کے لئے مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے لیکن بیع وشراء درست ہے، حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے لیکن طلاق واقع ہوتی ہے۔

علامہ ابن الرفعہؒ فرماتے ہیں:

ولا تحل الصلاة فی أرض الغیر مغصوبة، ولا مغصوب؛ لأجل حق الغیر وقد قال ﷺ لا یحل مال إمری مسلم الا بطیب نفس منه۔ (کفایة النبیة: ۲/۵۳۳)

امام رملیؒ فرماتے ہیں:

أما الصلاة فی أرض الغیر فصحیحة مجزئة وکذلك التیمم بترابها لکن ان لم یعلم ولم یظن رضا مالکها بذالك حرم۔ (فتاوي الرملي: ٤٩)

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

الصلاة فیها والتیمم منها إن علم بقرینة حال، أو اطراد عرفٍ أن مالکها لا یکره ذلك؛ فإن علم کراهتَه لذلك أو شكّ فیها لم یجز (فتاوي النووي: ۷۹۔ المنثورات فتاوی امام نووي: ۷۷)

امام عمرانیؒ فرماتے ہیں:

ولا یجوز له أن یصلی فی أرض مغصوبة لأنه لا یجوز له دخولها فی غیر الصلاۃ، ففی الصلاۃ أولی، فان صلی فیها صحت صلاته۔ دلیلنا أنها أرض طاهرۃ وانما المنع فیها لمعنی فی غیرها، وهو حق المالک، وذلک لا یمنع صحۃ الصلاۃ۔ (البیان: ۲/۱۱۴)

حکومت کے ماتحت زمینوں کا تعلق ہے تو چوں کہ یہ زمینیں سرکار کے قبضہ میں ہوتی ہیں، اور حکومت و سرکار کی چیزیں عوام کے فائدہ کے لئے ہوتی ہیں، ان زمینوں میں جو حصہ عوامی استعمال میں رہتا ہے اس سے انتفاع عوام کے لئے مباح ہوتا ہے، لہٰذا ایسی جگہوں پر نماز پڑھنا بھی بغیر کراہت جائز ہوگا، جیسے ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ، ٹرین، جہاز اور حکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پر نماز ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ’’من سبق الی مباح فهو أحق به‘‘۔ کہ جو کسی مباح جگہ کی طرف سبقت کرے وہ اس کا حق دار ہے۔ (تلقیح الافهام العلیۃ بشرح القواعد الفقهیۃ: ۳/۳۹)

البتہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نماز ایسی جگہ پر ادا کی جائے جہاں لوگوں کو آمد و رفت میں خلل نہ پڑے اور نہ نماز کا خشوع و خضوع ختم ہو جائے، اور نہ حکومت کی طرف سے وہاں صراحتا ممانعت ہو، نہ وہ جگہ حکومت کے کسی خاص مصرف کے لئے مختص ہو، نیز اگر حکومت ظلماً نماز ادا کرنے سے منع کرتی ہے اور نماز ادا کرنے کی صورت میں قانون شکنی لازم آتی ہے نیز جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر ان مقامات پر کھلے عام نماز ادا کرنے کے بجائے مخفی طور پر نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور موجودہ حالات کے تناظر میں حتی الامکان نماز کو مخفی طور پر ادا کرنا بہتر ہے تاکہ جانی و مالی خطرہ کا سایہ بھی نہ پڑے۔ اگر مخفی طور پر نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو نماز کو موخر کر کے بعد میں ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے، جیسا کہ فقہاء نے کسی دوسرے کی جان کی حفاظت کی خاطر نماز کو موخر کرنے کی رخصت دی ہے، چنانچہ صاحب فتح المعین فرماتے ہیں:

ویؤخر أیضا وجوبا من رأی نحو غریق أو أسیر لو أنقذه خرج الوقت۔ (فتح المعین: ۴۹)

الجواب وباللہ التوفیق: (۲۔۳۔۷)

حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے کہ اچانک اٹھ کر چلے گئے جب میں ان کی تلاش میں نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نجار کے ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف فرما تھے (مسلم: ۵۷)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کسی دوسرے کی ملکیت میں بغیر اجازت داخل ہونا اس وقت جائز ہے جب کہ اس کی رضامندی کا علم ہو، اسی طرح اس کی ملکیت میں تصرف اور اس سے انتفاع بھی درست ہے جب کہ صاحب ملکیت کی طرف سے کسی قسم کی نکیر اور ناراضگی نہ پائی جاتی ہو۔

وفيه جواز دخول الانسان ملک غيره بغير إذنه اذا علم انه يرضى ذلک لمودة بينهما أو غير ذلک فان اباهريرة دخل الحائط واقره النبی ﷺ على ذلک، ولم ينقل أنه أنكر عليه وهذا غير مختص بدخول الأرض بل يجوز له الانتفاع بأدواته وأكل طعامه والحمل من طعامه الى بيته وركوب دابته ونحو ذلک من التصرف الذی يعلم انه لا يشق على صاحبه هذا هو المذهب الصحيح الذی عليه جماهير السلف والخلف من العلماء رحمہم اللہ۔ (شرح مسلم: ۲۳۹/۱)

نیز فقہاء نے اجازت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک اذن صریح یعنی صریح اجازت اور دوسری اذن مفہوم یعنی عرف وعادت کے اعتبار سے سمجھ میں آنے والی اجازت، چوں کہ شریعت کہ بہت سے مسائل میں عرفی اجازت کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس اعتبار سے پیٹرول پمپ، ریسٹورنٹ اور حکومت کے زیر ملکیت جیسی جگہوں پر نماز پڑھنے پر ان جگہوں کے مالکان اور عملہ کو کسی قسم کا اعتراض نہ ہو اور ان کے نظام میں کسی بھی طرح سے خلل نہ ہوتا ہو اور نماز پڑھنے والوں پر کسی قسم کی نکیر نہ کی جاتی ہو اور نہ کسی کی طرف سے ممانعت ہو تو اسے اجازت عرفی مان کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے مقامات اور جگہوں پر اجازت عرفی کا اعتبار کیا جاتا ہے، البتہ دوران سفر اس بات کا خیال کیا جائے کہ جن ہوٹلوں و ریسٹورنٹ وغیرہ میں مالکان کی جانب سے نماز کے لیے کوئی مخصوص جگہ بنائی گئی ہو تو حالات کے تناظر میں ایسے ہی مقامات کا اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے، لیکن صورت حال اس کے مخالف ہو تو مالکان کی اجازت کے بغیر نماز ادا کرنا مغصوبہ زمین میں نماز کی طرح مکروہ ہوگا۔ جیسا کہ اس کی وضاحت امام نوویؒ کے کلام سے ہو رہی ہے:

وَالْإِذْنُ ضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا الْإِذْنُ الصَّرِيحُ فِي النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ، وَالثَّانِي الْإِذْنُ الْمَفْهُومُ مِنَ اطِّرَادِ الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ كَإِعْطَاءِ السَّائِلِ كِسْرَةً وَنَحْوَهَا مِمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِهِ وَاطَّرَدَ الْعُرْفُ فِيهِ وَعُلِمَ بِالْعُرْفِ رِضَاءُ الزَّوْجِ وَالْمَالِكِ بِهِ، فَإِذْنُهُ فِي ذَلِكَ حَاصِلٌ وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ، وَهَذَا إِذَا عُلِمَ رِضَاهُ لِاطِّرَادِ الْعُرْفِ وَعُلِمَ أَنَّ نَفْسَهُ كَنُفُوسِ غَالِبِ النَّاسِ فِي السَّمَاحَةِ بِذَلِكَ وَالرِّضَا بِهِ۔ (المنهاج في شرح مسلم ۹۲/۷)

صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں:

وفيه جواز دخول الانسان ملک غيره بغير إذنه اذا علم أنه يرضى بذلک لمودة بينهما أو غير ذلک، فان اباهريرة رحمہ اللہ دخل الحائط واقره النبی ﷺ على ذلک ولم ينقل انه انكر عليه، وهذا غير مختص بدخول الارض، بل يجوز له الانتفاع بأدواته، وأكل طعامه، والحمل من طعامه الى بيته وركوب دابته، ونحو ذلک من التصرف اللذی يعلم انه لا يشق على صاحبه، وعليه جماهير السلف والخلف قال ابن البر: وأجمعوا أنه لا يتجاوز الطعام ونحوه الى الدراهم والدنانير وأشباهها، ولعل

هذا إنما یکون فی الدراھم التی یشک فی رضاہ بھا۔ (مرقاۃ المفاتیح ۲\۱۱۴)

الجواب وباللہ التوفیق (۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يُصَلَّى على قَارِعَةِ الطَّرِيق۔ (سنن ابن ماجه: ۳۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ شیخ زکریا انصاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں:

وفی الطریق اشتغال القلب بمرور الناس فیه وقطع الخشوع۔ (فتح الوهاب: ۶۲/۱)

کہ راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے لوگوں کے آمد ورفت کی وجہ سے دل نماز سے غافل ہوجاتا ہے اور خشوع ختم ہوجاتا ہے۔ علامہ عمرانیؒ کے کلام سے کراہت کی اور ایک وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عام طور پر راستوں میں گندگی اور نجاست بھی ہوتی ہے، اس لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ صاف ستھرے راستوں پر کچھ بچھا کر نماز ادا کی جائے تو نماز درست ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں:

وتكره الصلاة في قارعة الطريق؛ لحديث عمر، ولأنه لا يتمكن من الخشوع في الصلاة؛ لممر الناس فيها، ولأنها تداس بالنجاسات۔ (البيان: ۱۱۳/۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ الْأَصَحُّ الصِّحَّةُ فَإِنْ بَسَطَ عَلَيْهِ شَيْئًا طَاهِرًا صَحَّتْ وَبَقِيَتْ الْكَرَاهَةُ لِمُرُورِ النَّاسِ وَفَوَاتِ الخشوع والله أعلم (المجموع: ۱۸۵/۴)

حضرت انس جہنیؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا، وہاں لوگ اس طرح ٹھہرے کہ آنے جانے کے لئے راستے بند ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا کہ "ان من ضیق منزلا او قطع طریقا فلا جهاد له" جو اس طرح ٹھہرا کہ آنے جانے کا راستہ بند کردیا اسے جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ (ابوداؤد: ۲۶۲۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی گذرگاہ میں اس طرح کا کوئی عمل جس سے آمد ورفت میں خلل واقع ہو اور ضرر لاحق ہو درست نہیں ہے، اسی علت ضرر کی بنیاد پر راستوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے، لیکن جس راستے سے لوگوں کی آمد ورفت بکثرت نہ ہو یا جو جگہ خالی ہو تو وہاں نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ شارحین جب کسی حکم کو کسی سبب اور کسی علت کے ساتھ معلق کرتے ہیں تو حکم لگاتے وقت اس علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم بھی نہیں پایا جاتا، چنانچہ دکتور محمد صدقی ال بورنو "الحكم يدور مع علته وجودا اوعدما" کی شرح میں فرماتے ہیں:

اذاوجدت العلة اوالسبب ثبت الحكم بها فاذا زالت العلة أوالسبب زال الحكم بزوالها۔ (موسوعةالقواعدالفقهية:۳/۱۹۵)

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سڑک کے کنارے پیدل چلنے کی جگہ پر لوگوں کی آمدورفت بکثرت نہیں ہے تو ضرر کا امکان نہیں ہے اس لئے ایسی صورت میں جو جگہ خالی ہے وہاں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا، البتہ شریعت نے بہت سے احکام میں عرف کا اعتبار کیا ہے تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کا عرف نہیں ہے تو بھی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے تاکہ شر پسندوں اور فتنہ پرور اشخاص کے منہ کا قفل کھل ہی نہ پائے۔

علامہ رملیؒ فرماتے ہیں:

یکره الصلاة فی الحمام۔۔۔وفِي الطَّرِيقِ وَالْبُنْيَانِ وَقْتَ مُرُورِ النَّاسِ بِهِ كَالْمَطَافِ، لِأَنَّهُ يَشْغَلُهُ بِخِلَافِ الصَّحْرَاءِ الْخَالِي عَنْ النَّاسِ۔ (نهايةالمحتاج :۲/۶۳)

علامہ دمیاطیؒ فرماتے ہیں:

وبه يعلم أن مدار الكراهة على كثرة مرور الناس، ومدار عدمها على عدم كثرة مرور الناس، سواء كان في بنيان أو في غيره، وسواء كان طريقا أو غيره كالمطاف۔ (إعانةالطالبين. ۱/۲۲۷)

☆☆☆☆☆

عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ

مولانا محمد مرغوب الرحمن ندوی
(باحث: مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

جواب سوال نمبر (۱)

نماز کے لیے زمین کی بابت ارض غیر، ارض مغصوبہ اور حکومت کے زیر تسلط زمین میں فرق ہے، جو درج ذیل ہے:

(الف) ارض غیر یعنی دوسرے کی مملوکہ زمین پر نماز ادا کرنے کا ارادہ اس خیال کی بنیاد پر ہو کہ زمین کے مالک سے چونکہ تعلقات ہیں، لہٰذا نماز ادا کرنے کو وہ ناپسند یا منع نہیں کریں گے تو نماز ادا کی جاسکتی ہے ورنہ مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے:

تکره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة، إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في أرض المغصوبة، ۳۸۱/۱)

ارض غیر اگر غصب شدہ نہیں ہے تو بغیر اجازت ارض غیر میں نماز ادا کرنے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن "مرداوی" نے "الانصاف" میں صراحت کی ہے کہ عمل اس پر ہے کہ نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس عمل سے صاحب ارض کو کوئی نقصان نہ ہو، "الانصاف" میں ہے:

لا بأس بالصلاة في أرض غيره أو مصلاه بلا غصب، بغير إذنه على الصحيح من المذهب، ولو صلى على أرض غيره أو مصلاه بلا غصب صح في الأصح. (الانصاف للمرداوي، كتاب الصلاة، الصلاة في أرض الغير، ۲۱۲/۱)

اور "شرح منتہی الارادات" میں ہے:

ولا بأس بالصلاة في أرض غيره، ولو مزروعة أو على مصلاه بغير إذنه بلا غصب ولا ضرر. (شرح منتهى الارادات للبهوتي، كتاب الصلاة، فصل في المواضع التي لا تصح الصلاة فيها مطلقا، ۱۵۸/۱)

"شرنبلالی" نے "مراقي الفلاح میں لکھا ہے کہ ارض غیر میں بلا اجازت نماز کراہت کے ساتھ درست ہے:

وتكره في أرض الغير بلا رضاه.

اور باب شروط الصلاۃ میں لکھتے ہیں:

وأرض الغير تصح فيها الصلاة مع الكراهة. (مراقي الفلاح للشرنبلالي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، فصل في المكروهات، ص:۱۳۰)

فتاوی رملی میں ہے کہ ارض غیر پر نماز پڑھنا درست ہے، البتہ زمین کے مالک کے بارے میں علم نہ ہو اور نہ ہی مالک کی اجازت کا ظن ہو تو اس صورت میں وہاں نماز پڑھنا حرام ہے:

أما الصلاة في أرض الغير فصحيحة مجزئة، وكذلك التيمم بترابها، لكن إن لم يعلم ولم يظن رضا مالكها بذلك حرم. (فتاوى الرملي، ۸۲/۱)

(ب) ارض مغصوبہ میں نماز ادا کرنا بالاجماع حرام ہے، نماز پڑھنے والا گنہگار ہوگا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایسی زمین پر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور اکثر فقہا کے نزدیک کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، حنابلہ ومعتزلہ، زیدیہ وجعفریہ اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق نماز درست نہ ہوگی، اس سلسلے کی فقہی عبارات درج ذیل ہیں:

الصلاة في الأرض المغصوبة حرام بالإجماع، صحيحة عندنا وعند الجمهور من الفقهاء وأصحاب الأصول، وقال أحمد بن حنبل والجبائي وغيره من المعتزلة: باطلة. (المجموع للنووي، ۱۱۸/۳)

وفي الصلاة في الموضع المغصوب روايتان: إحداهما لا تصح وهو أحد قولي الشافعي، والثانية تصح وهو قول أبي حنيفة ومالك، والقول الثاني للشافعي لأن النهى لا يعود إلى الصلاة فلم يمنع صحتها. (المغني لابن قدامة، ۲۸۸/۱)

انفرد الحنابلة بعدم صحة الصلاة في الأرض المغصوبة، لأنها عبادة أتى بها على الوجه المنهي عنه، فلم تصح كصلاة الحائض. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۰۵/۲۷)

في الصلاة في الأرض المغصوبة قولان في المذهب الحنابلة: الأول: لا تصح الصلاة فيها وهو قول الزيدية والجعفرية، الثاني: تصح الصلاة في الأرض المغصوبة وهو قول أبي حنيفة ومالك والشافعي، وإن أثم صاحبها لإبقائها في أرض مغصوبة. (المفصل للدكتور عبد الكريم زيدان، ۱۸۴/۱)

(ج) حکومت کے زیر تسلط زمین کی دو قسمیں ہیں: (۱) خصوصی (۲) عمومی

خصوصی: جو زمینیں حکومت یا حکومت کے افراد کے لیے مخصوص ہوں۔

عمومی: جو زمینیں عوام کے منافع یا عوامی کام کے لیے ہوں۔

خصوصی زمینوں میں نماز کی ادائیگی کے لیے اجازت ضروری ہے، البتہ اگر اجازت ہو تو نماز پڑھی جاسکتی ہے، امام کاسانی لکھتے ہیں: أما الأراضي المملوكة العامرة: فليس لأحد أن يتصرف فيها من غير إذن صاحبها. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني، كتاب الأراضي، ۲۹۲/٦)

عمومی زمینوں میں نماز کی ادائیگی کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے، الا یہ کہ حکومت کی جانب سے منع ہو تو بغیر اجازت نماز ادا نہیں کی جاسکتی ہے، ڈاکٹر وھبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

فاذا كانت الطريق عاما، فلكل انسان حق الانتفاع به، لانه من المباحات، . . . ولا يتقيد الا بشرطين: الأول: السلامة، وعدم الإضرار بالآخرين، إذ لا ضرر ولا ضرار. الثاني: الإذن فيه من الحاكم. (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة لوهبة زحيلي، القسم الرابع: الملكية وتوابعها، الباب الثاني: توابع الملكية، الفصل الرابع: حقوق الارتفاق، المطلب الخامس: حق المرور، ٤٧٦/٥)

جواب سوال نمبر (۲)

پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ جیسی جگہیں، جو عموماً کسی فرد یا ادارے کی ملکیت ہوتی ہیں، وہاں پر نماز ادا کرنے کے لیے اگر جگہ مختص ہے اور امن عامہ برقرار ہے تو نماز ادا کی جاسکتی ہے، بصورت دیگر متعلقہ افراد سے نماز پڑھنے کے لیے اجازت لینی پڑے گی اور اجازت کے بعد بھی امن عامہ کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ قاعدہ عامہ ہے:

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه. (القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة لمصطفى الزحيلي، الباب الثالث: القواعد الكلية في المذهب الحنفي، ۵۵۱/۱)

جواب سوال نمبر (۳)

افراد کی ملکیت جیسے خالی پلاٹ، کھیتی کی زمین یا دکان میں نماز پڑھنے کے لیے اگر پہلے سے مالک کی اجازت نہ ہو تو مالک سے اجازت لینا ضروری ہے، قاعدہ عامہ ہے: لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه. (القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة لمصطفى الزحيلي، الباب الثالث: القواعد الكلية في المذهب الحنفي، ۵۵۱/۱)

جواب سوال نمبر (۴)

فقہاء کا قول کہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تنگ اور چھوٹے راستوں کے لیے مختص مانا جائے گا، جہاں نماز

پڑھنے کی وجہ سے چلنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے،قومی یا صوبائی کشادہ سڑکوں اورشاہراہوں کی بچی ہوئی یا دائیں بائیں والی خالی جگہوں پرحکومت یا متعلقہ محکمے کی طرف سے نماز ادا کرنے کی اگرممانعت نہ ہوتو نماز ادا کر سکتے ہیں، بدائع الصنائع میں ہے:

وعلى هذا اذا كان الطريق واسعا لا يكره. (بدائع الصنائع للكاساني، كتاب الصلاة، فصل شرائط أركان الصلاة، ١/١١٥)

المغنی میں ہے:

ولا باس بالصلاة فيما علا منها يمنة ويسرة ولم يكثر قرع الأقدام له. (المغني لابن قدامة، كتاب الصلاة، فصل المجزرة.......لا يجوز فيها الصلاة، ٢/٢٤٧)

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

استثنوا طريق البيوت وما علا عن جادة الطريق يمنة ويسرة، فتصح الصلاة فيه بلا كراهة لأنه ليس بمحجة. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، القسم الاول: العبادات، المطلب الثاني: الأماكن التي تكره الصلاه فيها، ٢/٩٧٩)

کشاف القناع میں ہے:

ولا بأس بطريق الأبيات القليلة وبما علا عن جادة الطريق يمنة ويسرة نصا، فتصح الصلاة فيه بلا كراهة لأنه ليس بمحجة. (كشاف القناع للبهوتي، كتاب الصلاة، فصل في بيان المواضع التي نهي عن الصلاة فيها وما يتعلق به، ١/٢٩٥)

جواب سوال نمبر (۵)

ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اورحکومت کی ملکیت والے دیگر مقامات پرنماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ ان مقامات پرنماز پڑھی جاسکتی ہے، الا یہ کہ حکومت یا متعلقہ محکمے کی جانب سے ممانعت ہو، کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے:

الأصل في المنافع الإذن. (البحر المحيط للزركشي، ٢/١٢)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

فاذا كانت الطريق عاما، فلكل انسان حق الانتفاع به، لانه من المباحات. . . ولا يتقيد الا بشرطين: الأول: السلامة، وعدم الإضرار بالآخرين، إذ لا ضرر ولا ضرار. الثاني: الإذن فيه من الحاكم. (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة لوهبة زحيلي، القسم الرابع: الملكية وتوابعها، الباب الثاني: توابع الملكية، الفصل الرابع: حقوق الارتفاق، المطلب الخامس: حق

المرور، ٥/٤٧٦)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة. (الأشباه والنظائر لابن نجيم المصري، ص: ٧٣)

جواب نمبر(٦)

ٹرین اور جہاز جیسی بڑی سواریاں جوحکومت کی ملکیت ہوتی ہیں، ان کے خالی مقامات پر نماز ادا کرنا مالک کی اجازت پر موقوف نہیں ہے، اگر ممانعت نہ ہوتو نماز ادا کی جا سکتی ہے، کیوں کہ عرفی طور پر اجازت ہوتی ہے اور عرفی اجازت قولی ولفظی اجازت کا درجہ رکھتی ہے، قاعدہ کلیہ ہے:

الأصل في المنافع الإذن. (البحر المحيط للزركشي، ١٢/٢)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

فاذا كانت الطريق عاما، فلكل انسان حق الانتفاع به، لانه من المباحات... ولا يتقيد الا بشرطين: الأول: السلامة، وعدم الإضرار بالآخرين إذ لا ضرر ولا ضرار. الثاني: الإذن فيه من الحاكم. (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة لوهبة زحيلي، القسم الرابع: الملكية وتوابعها، الباب الثاني: توابع الملكية، الفصل الرابع: حقوق الارتفاق، المطلب الخامس: حق المرور، ٥/٤٧٦)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة. (الأشباه والنظائر لابن نجيم المصري، ص: ٧٣)

قاعدہ عامہ ہے:

الإذن العرفي كالإذن اللفظي. (القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة لمصطفى الزحيلي، الباب الاول: القواعد الفقهية الأساسية، ١/٣٤٥)

جواب سوال نمبر(٧)

ارض غیر اور حکومت کے زیر ملکیت مقامات پر نماز پڑھنے کے لیے اجازت کی علامت عرفی طور پر معلوم کی جا سکتی ہے اور عرفی اجازت قولی ولفظی اجازت کا درجہ رکھتی ہے، یا پھر ممانعت نہ ہونا اجازت کے لیے کافی سمجھا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

تَنْبِيهٌ: نَقَلَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ عَنْ الْأَحْكَامِ لِوَالِدِهِ الشَّيْخِ إسْمَاعِيلَ أَنَّ النُّزُولَ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ، إنْ كَانَ لَهَا حَائِطٌ أَوْ حَائِلٌ يُمْنَعُ مِنْهُ وَإِلَّا فَلَا، وَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ الْعُرْفُ، قَالَ يَعْنِي عُرْفَ النَّاسِ بِالرِّضَا وَعَدَمِهِ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في أرض المغصوبة، ۳۸۱/۱)

قاعدہ عامہ ہے:

الإذن العرفي كالإذن اللفظي. (القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة لمصطفى الزحيلي، الباب الاول: القواعد الفقهية الأساسية، ۳۴۵/۱)

نوٹ: فدوی کی رائے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں "عوامی مقامات" پر نماز ادا کرنے کے لیے ہمیں حالات کا جائزہ لے کر ہی اقدام کرنا چاہیے، اگر حالات سازگار ہوں تو نماز ادا کرنا چاہیے ورنہ "فاقد الطهورین" کی طرح عمل کرتے ہوئے بعد میں مناسب مقام پر قضا کر لینی چاہیے۔ واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم.

مناقشہ

مناقشہ

موضوع: عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

مفتی عثمان بستوی

کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر غیر مسلم کی زمین ہو تو بلا اجازت کے اس میں نماز پڑھنا منع ہے، اس لیے کہ غیر مسلم کبھی مسلمان کا نماز پڑھنا پسند نہیں کرے گا، اس لیے بلا اجازت اس کی زمین میں نماز پڑھنا منع ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام اور اس کے بعد آج تک، جو آپ ﷺ کے اسفار ہوئے ہیں، دعوتی یا غیر دعوتی جو بھی اسفار ہوئے ہیں، ارض غیر میں بھی ہوئے اور اپنی زمینوں میں بھی ہوئے ہیں، تو کیا آپ ﷺ اور آپ کے وفود نے غیروں سے نماز کی اجازت لی ہے؟ اب ایک اور اشکال پیدا ہوگا کہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ غیر کی زمین میں نماز پڑھنے کے لیے اجازت ضروری ہے تو آخر ہمارے مقتدی حضرات نے بلا اجازت کے نماز کیوں پڑھی؟

اسی طرح سے ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ کسی مسلمان کی زمین ہے تو اس میں نماز پڑھ لے، **لأنه يسره** اس لیے کہ وہ خوش ہوگا، **وإن كانت لكافر**، اور اگر وہ کافر کی ہے تو نہ پڑھے، اس لیے کہ وہ ناخوش ہوگا۔ تو اب یہ سوال ذہن میں گردش کرنے لگا کہ اس عبارت سے لوگوں کے اندر اشتباہ پیدا ہو جائے گا، تو میں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے عرض کیا اور فرق بیان کیا کہ دیکھیے: اس میں لفظ ''ذمی'' **وإن كانت لذمی** تو ''لذمي'' کی قید لگا کر کے یہ بتلا دیا کہ ''**مالهم كأموالنا عرضهم كعرضنا، دمهم كدمنا**'' کہ جن کے لیے ہے ان کے لیے ہے، تو یہ قید ہے اور قید احترازی ہے۔ لہٰذا جب یہ حالت نہ ہو اور ہماری جان، مال، آبرو اور ہر چیز سے، حتی کہ ہمارے تمام احکام سے لوگوں کو خواہ مخواہ بلا وجہ ضد اور عناد ہو، عناد کی وجہ سے ہم کو اپنے احکام اسلام پر عمل کرنے سے روکا جا رہا ہو، جب کہ کوئی ضرر نہ ہو، تو پھر ایسی صورت میں ہمیں دوسرے پہلو سے سوچنا چاہیے۔

بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اس وقت ہم کو صرف ''**لا ضرر ولا ضرار في الإسلام**'' والے اصول پر قائم رہنا چاہیے کہ نہ ہم اپنی ذات سے کسی کو تکلیف دیں اور نہ مجھے کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے، خود کو بھی بچائیں اور

دوسروں کو بھی تکلیف نہ پہنچائیں، بس اسی بات کا خیال رکھا جائے، **''لا ضرر و لا ضرار في الإسلام۔''**

اور دوسری بات کچھ عزیمت ہوتی ہے اور کچھ رخصت ہوتی ہے، ہم لوگ رخصت پر عمل کرنے میں کچھ زیادہ اس وقت چاق وچوبند نظر آتے ہیں، عزیمت کے پہلو پر نظر نہیں رکھتے ہیں، نماز ایک ایسا اسلام کا اہم رکن اور ستون ہے، جو فرض ہونے کے ساتھ ساتھ شعار اسلام بھی ہے، تبلیغ اسلام بھی ہے، یعنی لوگوں نے لکھا ہے کہ نماز کی ادائیگی سے تبلیغ بھی ہوتی ہے اور دوسرے کے دلوں میں اللہ کی عظمت بھی پیدا ہوتی ہے، لوگ متاثر بھی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب تک عناد کا ماحول نہیں تھا، اگر کوئی مسلمان کسی سے کہتا کہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں، بڑے احترام سے وہ آپ کو جگہ دیتا، یہاں تک کہ وہ اپنی چادریں لا کر کے دیتا اور اگر کسی نامناسب جگہ آپ پڑھنے جا رہے ہوں تو وہ آپ کے لیے کوئی اچھا انتظام کر دیتا، لیکن جب ماحول نفرت کا بنایا گیا، تو ہمارے لیے کیا حالات پیش آئے، بات سب کے سامنے ہے۔ اذان سے تکلیف ہو رہی ہے، نماز سے تکلیف ہو رہی ہے، ہمارے ہر ہر عمل سے اور ہمارے وجود سے تکلیف ہو رہی ہے، تو جب حالات یہ ہوں تو عوامی مقامات پر نماز پڑھنے میں **''لا ضرر و لا ضرار في الإسلام''** کا خیال رکھا جائے۔ بقیہ اجازت اور عدمِ اجازت اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس ہم اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، اور عزیمت کا خاص طور سے خیال رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ دعاؤں کا اہتمام کیا جائے اور کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر اگر نماز پڑھیں گے تو ان شاء اللہ کسی کو آج بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ صرف ان چند شر پسند عناصر کو اعتراض ہو سکتا ہے جن کو ہمارے وجود سے ڈر ہے۔

مولانا ظہیر احمد صاحب

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اصل یہ مسئلہ ایک سیاسی نوعیت کا ہے اور دوسرے قانونی نوعیت کا ہے، تو یہ جو سیاسی پہلو ہے، جیسا کہ ابھی مفتی عثمان صاحب نے بھی توجہ دلائی کہ ہمارے وجود ہی سے ان کو نفرت ہے، تو یہ صرف نماز کا مسئلہ نہیں ہے، باقی اور تمام چیزیں ہیں، تو سیاسی طور پر ہم کو پہلے اس کو بند کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، جو بھی ہم کر سکتے ہیں۔ اور جو بھی ہمارے جو بساط میں ہے۔ دوسرے نمبر پر جو مسئلہ قانونی نوعیت کا ہے کہ ہمارے اوپر ایف آئی آر درج کی جاتی ہے، تو ہم کو اس میں مسلم وکلاء سے جو ماہر قانون ہے، رابطہ قائم کرنا چاہیے اور کورٹ میں بھی چیلنج کرنا چاہیے کہ اگر کسی کو ہماری ذات سے تکلیف نہیں ہے تو بلا وجہ ہمارے اوپر ایف آئی آر جو اس طرح سے درج کی جا رہی ہے اس کو بند کیا جائے، اس کو ہم لے کر کے جائیں۔ تو بنیادی طور پر اصل یہ کرنا ہے۔

باقی ثانوی درجہ کی جو چیزیں ہیں، کہ اس میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں وہ ہماری بے احتیاطی کی وجہ سے، ہم

لوگ سڑکوں پر بھی نمازیں بہت زیادہ پڑھتے ہیں، لوگ انتظامات کرنے کے باوجود جمعہ کی نمازیں سڑکوں پر ادا کرتے ہیں، جہاں ایک ایک یا آدھے آدھے گھنٹے کے لیے راستے بند کرا دیتے ہیں، تو یہ ہماری بے احتیاطی کا نتیجہ ہے، آج بھی اگر کانپور وغیرہ میں عید کے موقع پر دیکھیے تو اندازہ ہوگا، جمعہ میں تو ہر ہفتہ یہ موقع اور برسوں سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اگر دوسرے لوگوں کی ہم اس میں مثال دینے لگیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے، کہ دوسرے لوگ بھی راستہ پر پروگرام کرتے ہیں، ہمارا اسلام یہی کہتا ہے: ''لاضرر ولا ضرار'' ہم کو راستوں میں نماز پڑھنے سے ایسے ہی منع کیا ہے، تو یہ احتیاط بھی ہمیں کرنا چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو اصل مسئلہ ہے وہ سیاسی اور قانونی ہے۔ اس مسئلہ کو پہلے ایسے ہم کو حل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد پھر جمع بین الصلاتین وغیرہ پر بھی غور کر سکتے ہیں۔

مولانا آفتاب عالم ندوی

جیسا کہ حضرت الاستاذ مولانا عتیق صاحب نے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب کے خط کے حوالہ سے اور پروفیسر فہیم اختر صاحب نے اور دوسرے لوگوں نے بھی توجہ دلائی کہ دیکھنا چاہیے کہ مسئلہ کی جڑ کہاں ہے؟ تو یہ جو رخصت کی صورتیں مقالہ نگار حضرات نے پیش کی ہیں کہ نماز قضا کر دی جاسکتی ہے، اگر ایسی صورتِ حال ہے تو، جب کہ یہ ہے کہ نماز کی کسی بھی حال میں فرضیت ساقط نہیں ہوتی ہے، اور اس کو قضا نہیں کیا جاسکتا ہے جان بوجھ کر، جیسا کہ مولانا نے فرمایا کہ اس طرح کی چیزیں اگر سامنے آتی ہیں، تو یہ ہوگا کہ ان کے یہاں ہر چیز کی اجازت ہے، نماز چھوڑو، اس سے پہلے جیسے طلاق کا مسئلہ آیا، تو اس میں قانون بنا دیا گیا، تو اس لیے یہ سب چیزیں عوام میں نہیں آنی چاہیے کہ نماز قضا کی جاسکتی ہے، البتہ اس کا پلیٹ فارم تحقیقات شرعیہ یا فقہی اکیڈمیاں نہیں، دوسرے جو ہمارے پلیٹ فارم ہیں مسلم پرسنل لا بورڈ ہے یا اس طریقہ کے جو اور پلیٹ فارم ہیں ان کو اختیار کیا جائے اور وہاں سے یہ آواز بلند ہونی چاہیے اور اس پر احتجاج ہونا چاہیے قانونی طریقہ پر یا جو بھی صحیح طریقہ ہو، اس طریقہ سے اس بات کو لانا چاہیے۔ لیکن یہ جو صورتیں آرہی ہیں کہ نماز چھوڑ دی جائیں یا رخصت کی جو صورتیں ہیں، ان کو عوام میں خاص طور پر میڈیا وغیرہ میں یہ سب انہیں دی جانی چاہیے۔

مولانا عبدالباری ندوی

اسلام میں نماز کی اہمیت اور مقام کو آپ اکابرین جانتے ہیں، لولو مال کا جو واقعہ پیش آیا اور خاص طور ۲۰۱۴ء سے پورے ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیزی کی جارہی ہے، اس کے پیش نظر احقر کی رائے یہ ہے کہ جمع صوری یا مجبوری میں جمع حقیقی یا قضا کی اجازت دینا چاہیے، اس ضمن میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ ملتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ولا تقتلوا أنفسكم'' اسی طرح: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' اور

نبی کا یہ نمونہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں بہت ساری باتیں کافروں کی مانی ہیں، غزوۂ خیبر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار نمازیں ایک ساتھ ادا کی ہیں۔ عمرۃ القضاء میں بھی ہم جانتے ہیں کہ ۳۶۰ بت کعبہ میں منصوب ہونے کے باوجود آپ نے کعبہ کا طواف فرمایا، اگر ہم ان حالات میں خاص طور پر نمازوں کی ادائیگی عوامی مقامات پر کرتے رہے اور غیر مسلم جو فتنہ انگیزی کر رہے ہیں ویڈیو بنا کر ڈالتے ہیں جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، اور ہم ضد پر آ کر اسی طرح اپنے اس شعار پر عمل کرتے رہیں تو اس کا اثر یہ ہوگا اور دیکھنے سننے میں سفر کے دوران بھی آیا کہ ریل میں اگر ہم اپنی سیٹ پر نماز پڑھتے ہیں تو ہمیں دیکھ کر وہ بدک جاتے ہیں اور پھر وہ بھجن وغیرہ آپس میں جمع ہو کر شروع کر دیتے ہیں، تو اس میں قرآن کریم کی آیت ملتی ہے کہ: ”**ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدوا بغیر علم**“ اس لیے عارضی طور پر ہمیں اس پلیٹ فارم سے اجازت دینی چاہیے کہ ہو سکے تو جمع صوری کر لے یا جمع حقیقی کر لے یا اپنے مقام پر واپس آ کر قضا کر لے، ان شاء اللہ عند اللہ وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی

قرآن کریم میں ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے ہیں جب تک کہ آپ ان کی ملت کی پوری طرح سے اتباع نہ کر لیں، یہ ساری پلاننگ اسی بات کی ہے۔ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے، اور یہی جو راستہ کا مسئلہ فقہا نے لکھا ہے اس بنیاد پر لکھا ہے کہ جس پر تمام لوگوں کا حق ہو تو اس پر کسی خاص فرقے کو اجازت ہی نہیں ملتی ہے کہ وہ اس زمین پر نماز پڑھنے سے روکے، ارض غیر کا مسئلہ یہاں پر زیر بحث نہیں ہے، حالات کے تحت بات آ رہی ہے، سرکاری زمینوں پر سرکاری مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے، اگر سرکار کی طرف سے قانون بھی بنا دیا جائے کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، اس کے خلاف بھی ہمیں احتجاج کرنا چاہیے سیاسی طور پر، چہ جائے کہ ہم اپنے مسلک کے حکم کو تبدیل کریں۔ ہندوستان کے آزاد ہونے سے پہلے انگریزوں کا زمانہ، اس کو تشدد کا زمانہ کہا جاتا ہے، لیکن آج سے بہر حال بہتر تھا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب جو فقیہ النفس بھی تھے اور بڑے سیاسی قائد بھی تھے، انگریزوں نے ایک قانون بنایا کہ کم سنی کی شادی جائز نہیں، اسلام میں اس کی اجازت ہے۔ اب انھوں نے اس کے خلاف تحریک شروع کی اور ہر جگہ وہ کہتے تھے کہ نکاح خوان میں میرا نام لکھو، عوامی مقامات پر اس طرح کی مجالس منعقد کرتے تھے اور نکاح خوان میں اپنا دستخط کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گواہ میں محمد سجاد درج کیا جائے۔ اگر سارے ہی مسلمان اس طرح نمازوں کا اہتمام کریں تو کیا وجہ ہے کہ اس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو، یہ ہوگا وہ ہوگا، یہ سارے خطرات ہیں جو باقاعدہ شریعت کے قانون کے بالکل خلاف ہیں، شریعت نے ہمیں اجازت دی ہے کہ ہم نماز پڑھ سکتے ہیں، اس لیے محض اندیشوں کی بنیاد پر اس ملک میں ہم اپنے حق سے محروم

ہونے کو قانونی طور پر گوارا نہیں کر سکتے ہیں، اگر ہم ایسی اجازت دیتے ہیں اس پلیٹ فارم سے یا کسی بھی شرعی ادارے سے کہ نماز نہ پڑھنے کی اجازت ہے، تو ان کے لیے اور بھی مواقع پیدا ہوں گے، اور دیگر چیزوں میں بھی وہ ہمارے لیے رکاوٹیں پیدا کریں گے، اس کے لیے ہم مجرم ہوں گے، اگر انفرادی طور پر کبھی کوئی واقعہ ایسا پیش آجائے، جہاں پر ہمیں نماز نہ پڑھنے دیا جائے، تو متبلی بہ اپنے حساب سے فیصلہ کرسکتا ہے۔ ایسے بھی نماز پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اس ملک میں، راستوں میں ٹرینوں میں، اگر سارے مسلمان نماز کا اہتمام کرتے تو یہ ماحول پیدا ہی نہیں ہوتا، اور یہ ماحول بنایا ہی جارہا ہے کہ ہم جیسے بزدل لوگ اپنے قانون کی الگ الگ جو جزئیات ہیں، اس کا سہارا لے کر ایسے قانون بنادیں، نماز کے معاملہ میں کوئی ایسی پالیسی بن جائے، پھر حکومت کی طرف سے بھی قانون تیار کردیا جائے، اس لیے مری رائے میں اس طرح کے مسائل میں ذرا سی بھی رعایت نہیں کرنی چاہیے، جو شریعت کا موقف ہے اس کو باقی رکھنا چاہیے۔ جزاکم اللہ۔

مولانا محمد فصیح الدین ندوی

عوامی مقامات پر نماز کے سلسلہ میں پیش رولوگوں کی جو رائے ہے وہی رائے میری بھی ہے کہ عوامی مقامات پر نماز کا اہتمام کیا جائے اور جہاں تک مسئلہ ایف آئی آر کے درج ہونے اور پابندیوں کا ہے، تو یہ صرف اتر پردیش میں ہے، پورے ہندوستان میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے، اور اس طرح کا کوئی قانون نہیں ہے، تو ہم کو عوامی مقامات پر نماز پڑھنا چاہیے اور ان کو کثرت سے نماز کی دعوت دینی چاہیے، مثال کے طور پر کوئی آدمی یوپی میں رہتا ہے، وہ اب لکھنؤ اسٹیشن پہ نماز پڑھنا چاہتا ہے، جیسے ہی پڑھے گا، فوراً پولیس اسے گرفتار کرے گی، ایسی صورت میں وہ گناہ سے بچنا چاہتا ہے تا کہ اللہ کے پاس وہ مجرم نہ ہو، اس کے لیے عزیمت پر وہ عمل نہیں کرسکتا ہے، تو ہمیں شرعی مسئلہ بتاتے ہوئے اس کو ضرر سے بچانا بھی ہماری ذمہ داری ہے، حالات کے لحاظ سے ہم مشورہ، فیصلہ اور فتویٰ عوام کو دیں، تا کہ وہ مشکل حالات سے بچتے ہوئے گناہ سے بھی بچے اور اللہ کی عبادت کرنے والے بھی رہیں، یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

مولانا محمد قمر الزماں ندوی

شریعت نے عمومی اور نارمل حالات کے لیے مسائل الگ رکھے ہیں اور اضطراری اور مجبوری کے حالات کے لیے مسائل میں کچھ تخفیف کی ہے، عوامی مقامات پر نماز کن حالات میں پڑھ لیں اور کن حالات میں قضا کرلیں، یہ عزیمت اور رخصت کی الگ الگ باتیں ہیں، اس سلسلہ میں شریعت کے جو درجات ہیں، ان درجات کی رعایت اور اس کی تفصیلات ہمارے ذہن میں ہونا چاہیے، ادھر ان حالات میں سفر کرنے کا موقع ملا، تو عموماً اوپر والی سائڈ سیٹیں ہم لیتے ہیں، تو جب رات زیادہ ہوگئی، لوگ سو گئے، ٹرین اپنی رفتار میں ہے، تو نماز پڑھ لی عشاء کی اور کسی کو معلوم بھی

نہ ہوا، کچھ لوگ جگے ہوئے تھے۔ صرف ان سے احتیاط کرلی، تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم پلیٹ فارم پہ نماز پڑھیں، جہاں رسک بھی ہے اور متعصب قسم کے برادرانِ وطن بھی، چلتی ٹرین پر ہمارے ایک ساتھی کہنے لگے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اطمینان نہیں ہے، اگر چہ ٹرین کی فرش زمین کے حکم میں ہے، ہم قضا کرلیں گے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔ ہم نے کہا نہیں بھائی احناف میں تو خود مسئلہ ہے کہ چلتی ٹرین میں آپ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اپنی سیٹ پر آپ نماز پڑھ رہے ہیں، اس میں کوئی دقت نہیں، لوگ اعتراض بھی نہیں کریں گے، اعادہ کرلیں گے، جہاں تخفیف کر سکتے ہیں تخفیف کرلیں گے، ہم جلدی نماز پڑھ لیں گے، "**فاقرؤا ما تیسر**" مختصر سورت پڑھ لیں گے۔

حضرت مولانا اسحاق سندیلوی صاحب جمعہ جمعرات کو اکثر ہردوئی جایا کرتے تھے، سندیلہ جاتے تھے، ان سے ہم ملا کرتے تھے، تو اس وقت جو بسیں ہوا کرتی تھیں، ہم نے لکھا بھی ہے اس کے بارے میں، اس قدر بھیڑ ہوا کرتی تھی کہ سیٹ پر جتنے لوگ ہوتے، اس سے زیادہ لوگ کھڑے ہوتے تھے، تو وہ کہتے تھے کہ بھئی! جگہ دو نماز پڑھنے کے لیے، وہ باوضو ہوتے تھے، تو دیکھتے ہی لوگ سیٹ دے دیتے تھے، سندیلہ قبلہ رو ہے بھی، وہ بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرتے تھے، طلبہ ان سے اعتراض کرتے تھے کہ آپ کیسے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، جب کہ نہ رکوع اور نہ سجدہ صحیح سے کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: "**واعبدو اللہ ماستطعتم**" میرا دل گوارہ نہیں کرتا ہے کہ ہم نماز کو بے وقت پڑھیں، جتنی بھی وسعت ہوتی ہے ہم پڑھ لیتے ہیں، تو یہ فراق مراتب بھی ہمارے ذہن میں ہونا چاہیے حالات اور مسائل کے اعتبار سے، یہ تفصیلات بھی ہمارے سامنے ہونی چاہیے، قرآن نے جس پس منظر میں اوقاتِ صلوٰۃ کو بیان کیا ہے، ان نصوص پر نظر ہونا چاہیے، فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر تیز بارش ہو، طوفانی بارش ہو، اگر عشاء میں مسجد پہنچنا ممکن نہ ہو، اگر کوئی مغرب کو تھوڑی تاخیر کر کے اور عشا و مغرب کو ایک ساتھ پڑھ لے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، فقہاء کے یہاں اور بھی وسعتیں ہیں، عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کی ۳؍صورتیں ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ عوامی مقامات پر جہاں بھیڑ ہے اور ہم پر لوگوں کی نظریں ہیں، تو وہاں نماز نہ پڑھے، تھوڑی تاخیر کر کے یا پھر کہیں اور بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، اگر جمع صوری کی اجازت فقہاء نے دی ہے، تو مجبوری میں اور مخصوص حالات میں دی ہے، کوئی عمومی حکم نہیں، کہ نماز کے بغیر جن کو سکون نہیں ملتا، تو کبھی کبھی جمع حقیقی بھی کرلے، لیکن اگر واقعتا کہیں یوپی جیسے حالات ہیں اور ہر شہر میں ہر جگہ لوگ اس کے پیچھے پڑے ہیں کہ ہم رکوع اور سجدہ نہ کریں تو غزوۂ احزاب اور بھی مواقع میں ان مدنظر رکھتے ہوئے ہم نماز کو قضا بھی کر سکتے ہیں، کیوں کہ ادا کے بعد قضا ہے، تو ان شاء اللہ عنداللہ ماخوذ بھی نہیں ہوں گے، یہ جو تفصیلات ہیں، یہ ہمارے سامنے بھی ہوں، تو ان کی روشنی میں ہم رہنمائی کر سکتے ہیں۔

مولانا جنید احمد قاسمی

میں تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ فقہاء نے ضرورت شدیدہ کے موقع سے ایک فقہی مذہب سے دوسرے فقہی مذہب کی طرف عدول کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن میرے علم میں یہ بات نہیں ہے، اب تک کہ صرف تیسیر کے پیش نظر ایسا موقف اختیار کیا جائے، دوسری بات جو کہنی تھی مجھے، حضرت مفتی اختر امام عادل صاحب نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے، لیکن اس میں تھوڑا سا اضافہ میری طرف سے یہ ہے کہ چوں کہ ہم لوگوں کو ہندوؤں کے ساتھ رہنا ہے، غیروں کے ساتھ رہنا ہے، تو ایسی صورت میں ان کے اندر دعوت کو عام کیا جائے، اور خاص طور سے ندوہ میں جو کئی فارم پر کام ہوتا ہے، ان میں سے ایک پیامِ انسانیت بھی ہے، اسے بڑے وسیع پیمانے پہ فروغ دیا جائے۔

ابھی آتے آتے خود ہمارا واقعہ ہے کہ ایک غیر مسلم ہمارے جوار میں بیٹھا ہوا تھا، اور وہ بہت سخت گیر بھی تھا، اس نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے بتایا کہ سیمینار میں جا رہا ہوں، مقصد کیا ہے؟ میں نے تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ پہ ان کے سامنے روشنی ڈالی، تو پورے راستے اس طرح سے وہ میرے ساتھ پیش آیا کہ وہ منفق بن گیا اور میں منفق علیہ بن گیا۔ حالاں کہ وہ سخت گیر بندہ تھا، تو اس سے یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ غیر مسلموں کے اندر دعوت کو عام کیا جائے، ان کے اندر بھی دل ہے، ان کے اندر بھی دماغ ہے، وہ ضرور قبول کریں گے، اور تیسری بات یہ عرض کرنی تھی کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے کہیں یہ لکھا ہے، مجھے حوالہ یاد نہیں ہے: ''کہ عوامی جگہوں پہ لوگوں کو کھانے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی ہے، نماز پڑھنے میں شرم محسوس ہوتی ہے، تو یہ شرم ہم لوگوں سے سے دور ہونا چاہیے، اور اس کی جتنی زیادہ تحریک چلا سکتے ہیں، ہم لوگ چلائیں۔

قاضی محمد حسن ندوی

سوال نمبر ۴ر کے تحت ابھی کئی مقالہ نگاروں نے رائے پیش کی ہے کہ سڑک کے کنارے اگر راستہ پاک ہو، جگہ پاک ہو، نماز پڑھنے میں خشوع وخضوع کے اعتبار سے کوئی خلل نہ ہو اور دوسرے کو ضرر نہ پہنچے، تو بلا کراہت نماز پڑھنا درست ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں فقہا نے منصوص فیہ اور غیر منصوص فیہ دونوں میں فرق کیا ہے۔ کیا مطلب؟ منصوص فیہ مسائل میں علت کی ضرورت نہیں ہے، ہاں غیر منصوص فیہ مسئلہ میں علت کی ضرورت ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ترمذی شریف میں ہے، جس میں ۷ر جگہوں پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، ان ۷ر جگہوں میں **''فی قارعة الطریق''** بھی ہے، ہم جانتے ہیں اور فقہاء نے متعین کیا ہے کہ ''نھی'' کا لفظ اگر نہی تحریمی نہیں تو نہی تنزیہی کے معنی کے لیے متعین

ہوتا ہے، اس لیے اس کراہت کو علت پر منحصر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بلا علت راستہ چاہے بیچ ہی ہو یا کنارے میں، ضرر ہو یا نہ ہو، خشوع وخضوع ہو یا نہ ہو، پاک ہو یا ناپاک، ہر صورت میں مکروہ ہونا چاہیے۔

دوسرے اس بات کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' اس بنا پر میری رائے یہ ہے کہ چوتھے سوال نمبر میں جو کراہت کا اطلاق ہے وہ باقی رہنا چاہیے۔

مولانا محمد توصیف قاسمی

بس ایک پہلو کے بارے میں توجہ دلانا ہے کہ بابری مسجد کا جب کیس چل رہا تھا اور ۲۰-۳۰/سال کا جو بھی لمبا عرصہ رہا ہے اور ابھی دونوں فیصلوں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے درمیان گرما گرمی سی رہی ہے، تو مجھے بہت ساری ڈبیٹس دیکھنے کا موقع ملا ہے، اس میں غیروں کا جو طریقہ تھا وہ یہ تھا کہ عرب ممالک اور یورپ کے ممالک اور دوسرے فقہاء کی چیزوں کو دکھا کر کے کہ یہ بتاتے تھے کہ دیکھو، یہاں کے علماء، پرسنل لا بورڈ اور جمعیۃ وغیرہ وغیرہ مسلم عوام کو بیوقوف بنا رہے ہیں ورنہ اسلام کا مسئلہ یہ ہے، تو یہ سب ہوسکتا ہے، زبردستی لوگوں کی ایک دھاندلی ہے کہ مسجد ہم وہیں بنائیں گے۔

بس ایک درخواست ہے کہ جو تجاویز یہاں سے پاس ہوں، ان میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ ابھی ان کو یہیں سے کوئی ایسا عمل مل جائے، اندر سے ہی کوئی سند ایسی مل جائے، کہ مسئلہ کا کچھ سے کچھ ہو جائے، صرف اندیشہ کی بنیاد پر۔

مولانا محمد علی ندوی

تجاویز میں یہ بات بھی آنی چاہیے ہماری طرف سے، جس کی طرف مفتی عتیق صاحب نے اشارہ فرمایا کہ ایک پیغام حکومت کو جائے کہ نماز چند اقوال وافعال کا نام ہے، اس میں نہ شور شرابہ ہوتا ہے، زیادہ وقت لیا جاتا ہے، نہ زیادہ جگہ لی جاتی ہے، تو پیغام ایک حکومت کو ضرور جانا چاہیے، ہمارے پلیٹ فارم سے بھی اور دیگر پلیٹ فارموں سے بھی، اور اس کے لیے مسلم وکلاء اور تنظیمیں متحد ہو کر حکومت کے پاس جائیں کہ یہ اس بنیاد پر بات کہی جا رہی ہے۔

دوسرا ایک پیغام برادرانِ وطن کے سامنے بھی جانا چاہیے کہ نماز اس پروردگار، خالق اور مالک کا شکریہ ہے، اس کا حق ہے اور اگر ہم اس کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں تو اس پر سب کو خوش ہونا چاہیے، کیوں کہ وہ سب کا رب ہے اور سب کو اس نے پیدا کیا، اور ایک پیغام مسلمانوں کے سامنے بھی جانا چاہیے کہ ہم جب نماز پڑھیں تو ہمارے بھی اصول وضوابط ہیں، شریعت نے منع کیا ہے کہ ہم راستہ میں نماز پڑھیں، تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو کیوں کہ شریعت کے احکام معلل ہوتے ہیں: ''**الأصل في الأحكام: التعليل**'' یہی اصل ہے، تو قارعۃ الطریق جو منع کیا گیا ہے، اس لیے منع نہیں کیا گیا ہے کہ تعبد ہے اس میں، راستہ خالی ہے اس میں پڑھ سکتا ہے، کوئی تعبدی پہلو نہیں ہے، علت ہمیں

معلوم ہونی چاہیے، اصل علت جو ہے، بہرحال تو یہ پیغام ہمارے مسلمانوں کے سامنے بھی جانا چاہیے کہ اس کا خیال کر کے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اسی طرح سے مسلمانوں کے سامنے ایک پیغام یہ بھی جانا چاہیے کہ دیکھو تم جہاں بھی ہو سفر میں تو پہلے آس پاس میں جو لوگ ہیں ان کو اعتماد میں لے لو، ان کو دعوت سے سمجھاؤ، کہ نماز کیا ہے؟ اللہ کیا ہے؟ آپ اس کے بارے میں تیاری بھی کریں اور بتائیں، پھر اعتماد میں لے کر آپ نماز پڑھیں، سکون سے تو ان شاء اللہ کوئی مسئلہ نہیں اس طرح سے پیش آئے گا۔ وہ لوگ اگر پریشان کریں، ویڈیوز بنائیں، ایف آئی آر درج کرانے کی کوئی تدبیر کریں تو یہ سازشیں حکومت کی ہیں، گھر کے اندر نماز ہو رہی ہے تو اس پر بھی لوگوں نے شرارتیں کی ہیں، ہماری پھوپھی کے گھر کے اندر جماعت سے نماز ہو رہی تھی، اس پر ہنگامہ کیا گیا اور بدتمیزی کی گئی، تو اس کا کوئی حل نہیں لیکن جس حد تک ہم بات کو قابو میں لا سکتے ہیں لانا چاہیے۔ تو یہ چند پیغامات تھے۔

مفتی امانت علی قاسمی

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اپنے جو پیش رو حضرات ہیں، خاص طور پر مفتی عثمان صاحب، انہوں نے جو دلائل پیش کیے ہیں، اس کی تائید کرتا ہوں، دوسرے ایک دو بات کا میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایک تو مسئلہ یہ ہے کہ آج کل اگر ہم عوامی مقامات پر نماز پڑھ رہے ہیں تو اس کا ایک آسان حل یہ ہے کہ جن کے ساتھ ہم سفر کر رہے ہیں، ان سے اجازت لے لیں، بھئی یہاں پر ہم نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور میرا خیال یہ ہے کہ ۹۹ رفیصد میں آپ کو اجازت ہی ملے گی۔ ابھی ہم سیمینار میں ہی بنگلور جا رہے تھے، دلی ایر پورٹ پر ہم نے پولیس والے سے کہا کہ ہماری نماز کا وقت کم ہے، یہاں پر ہم نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کہاں ہاں پڑھ لیجیے، حالاں کہ دلی میں ایر پورٹ پر جگہ مختص ہے، لیکن تب بھی ہمیں جہاں پر وہ سیکورٹی کر رہا تھا وہیں پر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ تو اجازت لے لینے میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی کسی طرح کی ویڈیو بنے گی۔

دوسری بات یہ کہ ہم تجویز تو بہت ممکن ہے یہی بنائیں گے کہ ہمیں ٹرینوں میں اور عوامی مقامات پر نماز پڑھنی چاہیے، لیکن کبھی کبھی ہمیں کچھ شر پسندوں کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہو جاتا ہے، تو ایسی انفرادی احوال کی گنجائش ہونی چاہیے، ابھی میں اسی سفر میں تھا، آ رہا تھا یہاں، ایک صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب میری سیٹ پر بیٹھ گئے، اور وہ مجھے دباتے رہے دباتے رہے، میں نے کہا کہ میں بیمار آدمی ہوں آپ مجھے دباتے جا رہے ہیں، اس نے کہا کہ آپ بیمار ہیں، بیمار ہیں بولیے جئے شری رام، بولیے جئے شرم رام، اب انھوں نے سوچا کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا، اب وہ صاحب بالکل خاموش ہو گئے، اب ظاہر سی بات ہے کہ ایسے مقام پر آدمی مسلم بھی ہے، نماز کا بھی پابند ہے، پھر بھی وہ ہمت نہیں کر پائے گا، کہ اس وقت میں نماز پڑھ لوں، تیسرا ایک جو مسئلہ ہے، وہ یہ کہ میڈیا کے ذریعہ سے عام

مسلمانوں کے ذہنوں میں اور دل ودماغ میں ایک طرح کا خوف بٹھادیا گیا ہے، دودن پہلے میرے پاس ایک خاتون کا فون آیا، کہ مفتی صاحب یہ بتایئے کہ عوامی مقامات پر ٹرینوں میں نماز پڑھنے کا کیا مسئلہ ہے؟ بعض مرتبہ بہت ڈرلگتا ہے کہ پتہ نہیں کون کیا کہہ دے اور کون کیا کرے؟ تو ایسی صورت میں وہ نماز قضا کردے تو کیا جان بوجھ کر نماز قضاء کرنے کا گناہ ہوگا؟ یا یہ کہ ایسی صورت میں کہ ہم ان کو اپنی طرف سے حوصلہ دلارہے ہیں، یا یہ کہ دلوں میں خوف بیٹھا ہوا ہے، اور انھوں نے نماز نہیں پڑھی، تو کیا ان کے اوپر یہ حکم لگے گا کہ جان بوجھ کر کے نماز قضا ہوئی اور اس کا ان کو گناہ ملے گا؟ ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے۔

مولانا عتیق احمد بستوی

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ زیادہ اہم بنا ہے موجودہ ایک سال دوسال کے عرصے میں، خاص طور سے لکھنؤ میں یہ واقعہ پیش آیا ''لولو مال'' کا اور اس کے بعد گرفتاریاں ہوئیں، تو اس کے بعد اور مقامات پر یوپی کے اندر یوپی کے باہر کارروئیاں اس طرح سے ریلوے اسٹیشن پر اور بھی جگہوں پر ہوئیں، اس کی بنیاد پر یہ مسئلہ کھڑا ہوا اور تمام لوگوں کے پاس سوالات آنے شروع ہوگئے کہ ہم لوگ کیا کریں؟ سفر میں نکلنا ہے، جانا ہے، ہم ریلوے اسٹیشن پر ہیں، ہم ایر پورٹ پر ہیں، کہیں کسی جگہ پر ٹہل رہے ہیں اور وہاں نماز کا ٹائم آگیا ان حالات میں ہمیں کیا کرنا ہے؟

ایک بات تو کھلی ہوئی ہے کہ یہ جو چند سالوں سے تعصب کا ذہن پیدا کیا گیا ہے برادرانِ وطن میں، ان کی تنظیموں نے پیدا کیا ہے، اس ملک کی تمام چیزوں کو مذہبی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے، سارے عوامی مقامات کو گویا ایک خاص رنگ میں رنگ دیا گیا ہے، اور سارے کام انجام پارہے ہیں، لیکن مسلمان جو چیزیں کرتے تھے کہ کسی پارک میں نماز پڑھ لی، ریلوے اسٹیشن پر کہیں ٹائم ہوگیا نماز پڑھ لی، گویا ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن جو یہ کارروائیاں ہوئیں ہیں متعصّبانہ کارروائیاں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس میں کوئی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، لیکن بہرحال حالات ہمارے سامنے ہیں، اس میں کئی مسئلے ہیں۔

ایک تو مسئلہ یہ ہے کہ جو پہلے حالات تھے اب وہ حالات نہیں ہیں، اس حالت کے فرق کو بھی ہم کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور یہ جو واقعات پیش آچکے اور اسی طرح سے آئندہ واقعات پیش آئیں تو مزید حالات خراب ہوسکتے ہیں، اور اس میں جو شرعی گنجائشیں ہوسکتی ہیں مسلمانوں کے لیے اس طرح کے حالات میں تو وہ گنجائش کیا ہوسکتی ہے؟ ایک پہلو یہ ہے جیسے بعض لوگوں نے قضا کرنے کی بات کہی ہے، بعض نے کہا جمع بین الصلاتین کرلیں، وہ سب مسائل ہیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس اجلاس میں یہ میسیج بھی دینا ہے کہ یہ جو کارروائیاں ہورہی ہیں اس کے بارے میں ایک تاثر مسلمانوں کا ہے، اس کا اظہار ہونا چاہیے اور مطالبہ ہونا چاہیے کہ اس طرح کا ماحول ختم کردینا چاہیے۔

اس طرح کے ماحول کو ختم کرنے کی کوشش ضروری ہے اخوت کے لیے بھی اور برادرانِ وطن سے یہ اپیل بھی کرنی ہے کہ وہ اس ماحول کو مزید آگے نہ بڑھائیں، بلکہ معتدل حالات پیدا کریں ملک میں، تاکہ ملک آگے بڑھے۔

تیسری ایک بات اور ہے کہ کبھی ہمارے طرف سے بھی بے احتیاطی ہوتی تھی، اب تو شاید نہیں ہورہی، پابندیاں لگ گئیں ہیں عملاً لیکن اس سے پہلے بے احتیاطیاں بھی ہم سے ہوتی تھیں، بسااوقات ہم ریلوے اسٹیشن پر لمبی قرأت کررہے ہیں، ایک آدمی کھڑا ہوا ہے، بغل میں ایک آدمی اور ہوگئے، اب لوگ آتے گئے جڑتے گئے معلوم ہوا راستے ہی بند ہوگئے، یہ صورتِ حال بھی پیش آتی تھی، ٹرین میں ہم جارہے ہیں، ایک آدمی اپنی نماز پڑھ رہا ہے، معلوم ہوا کہ پیچھے لائن لگ گئی، پوری جماعت ۱۰/۱۱ آدمی کھڑے ہوگئے نماز پڑھنے کے لیے یہ جو بے احتیاطی ہماری طرف سے ہوتی تھی، اس کے بارے میں بھی ہمیں کہنا چاہیے کہ اسلامی تعلیمات اس بارے میں ہے، ادھر بھی ہم رہنمائیاں کریں، اور ساتھ ساتھ اگر یہ حالات پیش آتے گئے خدا نہ کرے آئندہ بھی یہ حالات پیدا ہوں تو کیا کیا گنجائشیں ہوں سکتی ہیں؟ اور کیا کرنا چاہیے اور حکومت سے اور برادرانِ وطن سے جو چیزیں ہمیں کہنی ہیں، جو کچھ باتیں وہ بھی اس میں شامل ہونی چاہیے۔ یہ تین گوشے میں سمجھتا ہوں مسئلے کے ہیں۔ ہمارے پاس جو چیزیں آئی ہوئی ہیں اس میں دو چیزیں اور بھی ہیں، ایک مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب کا ایک خط ہے، دوسرا مفتی سلمان صاحب نے بھی اس کی جانب اشارہ کیا ہے، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ، مسئلہ کا جو عنوان رکھا گیا ہے، کیا آج کے حالات میں اس کا فائدہ ہوگا یا نقصان؟ انھوں نے ایک سوال کیا ہے ہم لوگوں سے کہ لوگ عوامی مقامات پر انگریزی اقتدار کے دورِ حکومت سے ۱۹۴۷ء تک اور ۱۹۴۷ء میں انتقال حکومت کے بعد سے عصر حاضر تک پورے ملک میں بلاتکلف اور بلاتامل نمازیں پڑھتے رہے، اور بھی دوسرے دینی فرائض جیسے قربانی کرتے رہے اور اب بھی کئی صوبوں میں یہ کام علانیہ ہوتے ہیں، اس پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے، اسی طرح ریلوے اسٹیشن اور عام شاہ راہیں ہیں، ان پر ہر ایک نماز پڑھنے والا نماز پڑھتا تھا کہیں بیٹھ کر روزہ کھول لیتا تھا، ریلوے اسٹیشنوں پر تراویح کا بھی معمول ہوتا تھا، کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوتا تھا، اس وقت چند صوبوں میں جو پابندیاں ہیں اس کا تعلق انتظام وقانون سے نہیں ہے، قانون میں لکھا ہے اور نہ کسی نے اسے منظور کیا ہے۔

یہ صرف کھلی اسلام دشمنی اور صوبوں کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے ہے، اگر یہ قانون اور دستور کی بنیاد پر ہوتا تو پورے ملک میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے تھا، جیسا کہ ابھی نہیں ہے۔

یہ بات صحیح ہے، ہم نے بھی ایک پروگرام کیا تھا، وکلاء کو جمع کیا تھا، تو بات معلوم ہوئی کہ کوئی قانونی بات اس طرح کی نہیں ہے، گویا کوئی قانون پاس ہوا ہو، اس طرح کی پابندیاں عائد کی گئی ہوں، یہ گویا ایک طرح سے زیادتیاں ہیں۔

دوسرے اس طرح کی پابندیوں کی وجہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے جن کے کاروبار ہیں، مسلسل سفر کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں سے اکثر لوگوں نے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، نہ بس اڈّوں پر پڑھتے ہیں، اور نہ ریلوے اسٹیشنوں پر، ہمیں سوچنا چاہیے کہ نقصان کی تلافی کیسے ہو؟ اور جو بات عوامی مقامات کی ہے تو کیا عوامی مقامات حکومت کی ملکیت ہیں؟ حکومت عوامی مقامات کے انتظام کی ذمہ دار ہے؟ ملکیت یہاں کے عوام کی ہے اور اس ملک کے دستور کے مطابق اس ملکیت میں مسلمان بھی شامل ہیں، تو جس طرح اوروں کو استعمال کا حق حاصل ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی یہ حق ہے، یہ نہ ارض مغصوبہ کے تحت آئے گی اور نہ ناجائز استعمال کے تحت، ان کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے اس بحث کو دینی اور فقہی رنگ نہ دیا جائے مجھے ڈر ہے کہ اس طرح کی بحث وتنقید سے مسلمانوں کے خلاف ان کے ہاتھ اور مضبوط ہوں گے۔

یہ ایک پہلو ہے جس کی طرف انھوں نے توجہ دلائی ہے، تو بہر حال یہ پہلو اس مسئلہ کا ہے، جو اہمیت کا حامل ہے، اس کا بھی لحاظ رکھنا ہے، لیکن واقعہ سے ہم آنکھ بند نہیں کر سکتے، جو صورتِ حال بنی اور خدا نہ کرے آئندہ یہ صورتِ حال بنے تو ان حالات میں مسلمانوں کے لیے جو رہنمائی ہے وہ ہمیں دینی چاہیے اور ساتھ ساتھ اور جو چیزیں ہو سکتی ہیں۔

میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی بڑا اختلاف ان مسائل میں ہوگا، بعد میں کمیٹی بیٹھے گی اس پر غور کرے گی، ان شاء اللہ سب باتوں پر اتفاق رائے ہو جائے گا، لیکن ان دو پہلوؤں کا ایک تو مسلمانوں کی طرف سے بے احتیاطی ہوتی ہے اس کے بارے میں رہنمائی کریں اور دوسرے جو اس طرح سے حکومتی سطح پر یا غیر مسلم عوام کے ذہن میں جو بات پیدا ہوتی جارہی ہے تعصب کی، اس کی طرف بھی تھوڑا تجاویز میں اشارہ ہونا چاہیے۔

مفتی انور علی قاسمی

عوامی مقامات پر نماز پڑھنے میں بڑی بے احتیاطی ہوتی تھی، جماعت بنا کر لوگ لمبی لمبی نماز پڑھتے تھے، اس کی وجہ سے آنے جانے والوں کو دقت ہوتی تھی، اس لیے آج کی جو صورتِ حال ہے، نماز تو ہمیں ضرور پڑھنا چاہیے اور اس کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، لیکن بجائے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے ہم اکیلے ہی نماز پڑھنے کی گنجائش بنائیں، اور ماحول اور آس پاس کے لوگوں کی صورتِ حال کا جائزہ لے کر کے نماز پڑھیں۔

مولانا اختر امام عادل صاحب نے بڑی اچھی بات کہی کہ ٹرین میں سفر کرنے والے مسلمان بڑی تعداد میں ہوتے ہیں، لیکن نماز پڑھنے والے اس میں بہت تھوڑے لوگ ہوتے ہیں، مشکل سے حالت اقامت میں مسلمانوں کے جو نماز پڑھنے کا تناسب ہے وہ ۲۵ / پرسنٹ ہوگا اور سفر میں وہ تناسب گھٹ کر کے اور کم ہو جاتا ہے، اس لیے جو مسلمان نماز کا پابند ہے، جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو اس کو ایک بے چینی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے: ”إن

الصلوٰۃ علی المؤمنین کتاباً موقوتاً'' نمازی آدمی اس بناء پر یہ چاہتا ہے کہ وقت پر نماز پڑھے لیکن ہمارے جو اس وقت کے ملکی حالات ہیں، خاص طور پر صوبۂ یوپی اور ایسی جگہوں پر جہاں مسلمان مخالف سرغنے ہیں، ان جگہوں پر جو حالات پیدا کیے گئے ہیں، اس میں ماحول کا جائزہ لے کر تھوڑا موڑا حالات کو سامنے رکھ کر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ بعض مرتبہ بہت مجبوری ہوتی ہے اور آدمی کے لیے نماز پڑھنے کی کوئی شکل نہیں ہوتی ہے، تو وہاں مجبوراً نماز کو ٹالنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اسفار ہیں چاہے وہ غزوات کے اسفار ہوں یا دوسرے اسفار ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ نماز کا اہتمام کیا ہے، غزوۂ خندق کا موقع جو انتہائی اہم موقع ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصر کی نماز چھوٹ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کو جن کی وجہ سے نماز چھوٹی تھی، برا بھلا کہا۔ اور اس طرح سے ایک موقع پر نماز اللہ کی طرف سے قضا کرائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز وقت کے نکلنے کے بعد قضا کی، تا کہ شریعت میں قضا کے مسئلہ کی تفصیل آجائے۔ تو نماز کی جو عظمت ہے اور نماز کی جو اہمیت ہے اور نماز کی فرضیت کا جو اہتمام ہے، اس پر دھیان دینا بہت ضروری ہے۔ اور جیسا کہ ہمارے باحثین نے کہا کہ ہم ایسی کوئی تجویز نہ اپنے سیمینار میں اور اپنی اس مجلس میں لائیں کہ جس سے دوسرے لوگوں کا حوصلہ بلند ہو، ورنہ وہ اس کو بنیاد بنا کر کے اس کا پرچار کریں گے اور اس سے بجائے فائدے کے ہمیں نقصان ہوگا۔ سفر میں نماز کی کوشش کرنا یہ ہمارا بنیادی حق ہے اور ہمارا بنیادی فریضہ ہے اور حتی الامکان ہم کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ وقت پر ہم اپنی نماز پڑھ لیں۔

جہاں تک مسئلہ ہے جمع بین الصلاتین کا، وقت پر اگر ہم نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی، کسی وجہ سے دیر ہوگئی، عصر کے وقت میں دو نمازیں پڑھنے کی پوری گنجائش ہے اور اس طرح سے مغرب عشاء میں بھی گنجائش ہے۔ لیکن بہر حال نمازوں کو بالکل ترک کرنا وہ بھی خاص طور پر لمبے سفر میں، جہاں پانچ نمازوں کا وقت نکل جائے، یا ۲/دن ۳/دن کا سفر ہو اور ۱۰/نمازیں، ۱۵/نمازیں نکل جائیں، تو یہ نمازی آدمی کے لیے انتہائی خسارے کی بات ہے، صدمے اور دکھ کی بات ہے اور اس کے لیے بڑے افسوس کی بات ہے، اس طرح کے ماحول میں ہم کو نماز پڑھنے کی کوشش کرنا اور اس کے اہتمام کی حتی الامکان سعی کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

موجودہ حالات میں ابھی باتیں آئیں کہ ہم مسلم پرسنل لا اور دوسرے پلیٹ فارم سے اس کا احتجاج کریں اور اس کی جو قانونی شکل ہے دفاع کی، اس کے لیے بھی ہم بھرپور کوشش کریں، لیکن ظاہر ہے کہ ہماری اس مجلس کا یہ کام نہیں ہے، مجلس کا کام ہے احکام بتانا اور اپنی تجاویز سے لوگوں کو مطلع کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی تجاویز مرتب کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں پوری صورتِ حال کا جائزہ لے کر کے جو بہترین شکل ہو اس کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مفتی عبیداللہ اسعدی

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانوں میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اس مسئلہ میں شاید سب سے پہلے میری ہی طرف سے جسارت یا جرأت یا گستاخی ہوئی ہو، جب ہمارے یہاں تابڑتوڑ یوپی میں کئی قصے ہوئے، اور یہاں لوگ بیٹھے ہیں، اب میں افسوس کی بات تو نہیں کہوں گا، لیکن تعجب کی بات ضرور ہے کہ اس طرح بات کر رہے ہیں گویا مسئلہ یوپی کا رہ گیا ہے، خبر نہیں ہے کہ کئی صوبوں میں یہ قصے پیش آچکے ہیں۔ اور ریل میں نماز پڑھتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ نہیں، دیکھنے والے اور گزرنے والے آگے ہنومان چالیسہ پڑھنے لگ گئے۔ یہاں تو ہوا ہی اور اب تو انٹرنیشنل بات یوں ہوگئی کہ ابھی ایک کھیل میں بیچ میں ایک کھلاڑی نے نماز پڑھی ہے، تو اس پر آواز اٹھادی گئی۔ ہمارے یہاں تین چار قصے ہوئے، سننے میں آیا کہ ایک مولوی صاحب الہ آباد میں پکڑے گئے اور کئی مہینوں کے بعد بڑی بھاگ دوڑ اور کوششوں کے بعد، ان کی رہائی ہوئی ہے، یہیں لکھنؤ ہی کے تھے۔ ویٹنگ روم میں نماز پڑھ لی تھی۔ تو ایک فکر ہوئی اور جس طرح کی باتیں ہمارے بعض احباب یہاں فرما رہے ہیں، کوئی آواز کہیں سے نہیں سنائی دی، نہ بولنے والی تنظیمیں، نہ بولنے والے افراد، کسی نے ہمت نہیں بڑھائی نماز پڑھنے والوں کی۔ سناٹا، تو مجھے ایک فکر ہوئی، ہم مدرسہ میں رہتے ہیں، سیکڑوں طلبہ ہیں، جو رات دن آجا رہے ہیں یہاں وہاں، تو ایک خیال پیدا ہوا اور میں نے اپنے طلبہ کے بیچ میں ان کی رہنمائی کے لیے ایک بات کہی۔ میں میڈیا کا آدمی نہیں ہوں، کسی طالب علم نے اس کو آگے بڑھا دیا، وہ بات بہت دور تک چلی گئی، اخبار اور یہ اور وہ، دعائیں بھی ملیں اور گالیاں بھی ملیں، تائید بھی ہوئی اور دوسرا بھی ہوا، میں نے تو مدرسہ کے احاطے میں طلبہ کے لیے ایک بات کہی تھی، لیکن وہ ایک رہنمائی تھی۔ دارالافتاء میں بیٹھ کر کتابوں کے دائرہ میں فتویٰ دے دینا اور چیز ہے اور حالات کی رعایت کر کے بات کرنا اور چیز ہے۔

اصول افتا میں بنیادی چیز ہے کہ آپ حالات کو سامنے رکھیے، مشورے تو بعد میں ہوں گے۔ ایک صاحب نے ہم سے کہا رودررو، کہ آپ تو اکیڈمی کے آدمی ہیں، پہلے اکیڈمی میں اس مسئلہ کو لانا تھا، وہ سمجھے اکیڈمی ایک دارالافتاء ہے۔ پھر آپ کو کہنا تھا، سامنے ایک بڑا اضررہے، آپ اس کو نہیں سوچ رہے ہیں، آپ نے نماز پڑھ لی، اتر کے پلیٹ فارم پر۔ اب اگر کوئی ردّعمل ہوا، گاڑی گئی، سامان گیا، آپ جیل میں گئے، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، نہ کوئی مفتی صاحب جار ہے ہیں اور نہ کوئی تنظیم والے جا رہے ہیں، کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، الہ آباد کا مسئلہ مجھ کو خوب معلوم ہے، کتنی پریشانی ہوئی ہے ان مولوی صاحب کو چھڑانے میں، اور قصے الگ ہوئے۔ تو ان چیزوں کی رعایت بھی

توضروری ہے۔ دوسری جو باتیں کہی جارہی ہیں ان کے ساتھ، اس وقت ایک آدمی مبتلا ہو جائے گا، پھنس جائے گا اور ہم اس کو مشورہ دے رہے ہیں، وہ مشورہ کے حال میں کہاں ہے؟ تو بہر حال جو میری سمجھ میں آیا تھا، جو پڑھنے لکھنے سے لگے ہیں، اس کی برکت سے، کہ شریعت نے حالات کے تحت نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں جو گنجائشیں دی ہیں، کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، وضو سے، تیمم سے، لیٹ کر، جمع صوری ہو یا جمع حقیقی ہو، خود حنفیہ میں بھی کچھ لوگ حتی کہ بعض اکابر دیوبند بھی اجازت دیتے ہیں اس کی اور یا مجبوری ہو تو قضا، مریض کے لیے کیا ہے، بعض صورتوں میں قضا کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے، اس وقت تک ہے جب تک کے سر کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے، اور اگر ہمارے یہاں کم سے کم فقہ حنفی میں یہ ہے کہ اس پر قادر نہیں ہے تو قضا کرے گا۔

غزوۂ خندق میں ایک روایت کے مطابق ایک دن چار نمازیں، اصلاً تین نمازیں، لیکن تعبیر چار کی ہے، ظہر، عصر، مغرب، جاگتے ہوئے، مستعد رہتے ہوئے، سوتے ہوئے نہیں، دشمن سامنے ہے، ذرا سا مورچہ سے ہٹتے ہیں تو جنگ جاری ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت و قیادت میں چار نمازیں ایک ساتھ ادا کی گئیں، کیا یہ سو کر تھا؟ غفلت سے تھا؟ یا قصداً تھا؟ جس کی طرف سے نماز ہے اس کے حکم سے تھا، تو بات یہ نہیں ہے کہ قضا ہی کی جائے، حل کیا ہے؟ جمع اگر کریں، جمع صوری کریں یا جمع حقیقی کریں، تو دو ہی نمازوں کے لیے ہے، ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء، اس میں عصر اور مغرب میں جمع نہیں ہے، عشا اور فجر میں جمع نہیں ہے، جب کئی نمازوں کا مسئلہ ہوگا اور صورتِ حال ایسی ہی سمجھ میں آئے گی جو لوگوں کے ساتھ پیش آئی، تو ہمیں سوچنا پڑے گا، شریعت کا حکم بدلنے کی بات نہیں ہے، وہ تو اپنی جگہ پر ہے، لیکن اپنی عزت، اپنی آبرو، اپنا سامان، اپنا نظام سفر، یہ سب بھی تو بچانا ہے۔

بات آرہی ہے ”لاضرر ولا ضرار“ کی، تو اس کو بھی تو دیکھنا ہوگا۔ اب یہاں احباب ہیں، کہہ رہے ہیں خالی یوپی کی بات ہے، ایسا نہیں ہے، ٹھیک ہے، دوسرے صوبوں کے حالات اچھے ہوں، لیکن یہ واقعات نماز کے صرف یوپی میں نہیں پیش آئے ہیں، یوپی میں زیادہ پیش آئے ہیں، دوسرے صوبوں میں کسی نے پارک میں نماز پڑھ لی، کسی نے کسی کالج میں گجرات وغیرہ میں نماز پڑھ لی، تو مسئلہ کھڑا ہو گیا، ٹرین پہ بیٹھ کے نماز پڑھ رہے ہیں، گزرنے والے دو ایک شرپسند یہاں وہاں سے ٹرین میں آتے جاتے رہتے ہیں، انھوں نے دیکھا تو ہنومان چالیسہ پڑھنا شروع کر دیا نمازی کے سامنے، یہ تو غنیمت ہے کہ اتنا ہی ہوا، جو حالات ہیں ان حالات میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے رہے ہوں اور ہمارے اوپر ہاتھ چلنے لگے، جیسے پولیس نے روک لیا، اور پھر پولیس کیا دفعہ لگائے گی، کوئی قانون نہیں ہے، بجز اس کے کہ آپ کے ایک عمل سے کچھ لوگوں کو تکلیف ہوئی، بس یہ کوئی قانون اگر ہے تو، اور کوئی قانون نہیں ہے، تو بند کس بنیاد پر کریں گے؟ وہ مولوی صاحب بیچارے مدرسے کے طلبا کے ساتھ تھے، تو ان پر کیس یہ لگا کہ یہ طلبہ کو، لڑکوں کو بھگا کے چرا کے لا رہے تھے۔ یہ کیس لگا کے ڈال دیا ان کے اوپر۔ پولیس کیا کیس لگائے گی، کچھ بھی

پتہ نہیں ہے، تو یہ چیزیں ایسی ہیں۔ ملک کے حالات ایسے ہی ہیں، ہاتھ نہیں چھوٹا غنیمت ہے۔ لیکن خدانخواستہ اس کی بھی نوبت آسکتی ہے اور گاڑی تو چھوٹے گی ہی، سامان تو جائے گا ہی، ان چیزوں کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

عزیمت اپنی جگہ پر ہے، اس کی رہنمائی اپنی جگہ پر ہے، عوامی مقامات ایک تو وہ ہیں کہ جو عوام سے مشغول ہیں، تو اب وہاں زبردستی کر کے نماز پڑھنے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا اور وہاں یہ بات چل سکتی ہے کہ بھائی صاحب تھوڑا سا اگر گنجائش ہو، جیسے کہ ہم لوگ ٹرین پہ کرلیا کرتے تھے اور ہو جاتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ سب کا ذہن خراب ہوگیا ہو، ایک تو یہ ہے، ایک عوامی مقامات کا مطلب یہ ہے کہ جہاں عوام رہتے ہیں، عوام دیکھیں گے اور پھر شر پسندوں کو تکلیف ہوگی کہ ہمارے دیکھتے ہوئے یہ نماز پڑھ رہا ہے۔ تو اب اس کا کیا مسئلہ ہے؟ اسٹیشن اور ایئرپورٹ وغیرہ کا مسئلہ یہی ہے، جگہ رہتی ہے، آپ جہاں نماز پڑھ رہے ہیں، ہم کو تکلیف ہو رہی ہے، اس کو بنیاد بنایا پھر وہ گھر پہ نماز پڑھ رہے ہیں تو مسئلہ ہوگیا، دکان میں نماز پڑھ رہے تو مسئلہ ہوگیا۔

بہر حال معاملہ یہ ہے کہ جن لوگوں پر بیتی ہے وہ جانتے ہیں اور ان پر جو بیتی ہے اس کو سوچنا بھی ضروری ہے مفتی صاحبان کو، خالی یہ کرلیں وہ کرلیں، بھائی اتنا کافی نہیں ہے، بہت سے مسئلوں میں محسوس کرتے ہیں ہم کہ ہمارے ارباب افتا نے بڑی ذمہ داری سے مسائل لکھے ہیں، لیکن اپنی جگہ پہ بیٹھ کے لکھے ہیں، ان کا برتنا مشکل نہیں ہے؟ ایک شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دے رہا ہے، گواہ ہے نہیں، تو ہمارے ارباب افتاء نے جو کچھ لکھا ہے، آپ لوگ بیٹھے ہیں، پتہ ہے، بھاگ جائے، چلی جائے، قتل کردے، یہ کردے وہ کردے، بتائیے، کس چیز کے لیے آپ یہ فتوے دے رہے ہیں، عزت اور عصمت حرام میں نہ پڑے، اس لیے یہ فتویٰ دے رہے ہیں، اور تدبیریں وہ بتا رہے ہیں کہ جس کے نتیجے میں وہ حرام میں پڑے، مصیبت میں پڑے، یہ ایک مفتی کا کام نہیں ہے، یہ ذہنیت نہیں ہے۔

عزیمت کی ہم تعلیم بھی دیں گے تبلیغ بھی کریں گے بے شک، اور بات آگئی کے ہمیں تجویز میں سب چیزیں لانی چاہیے، ہمارے برادرانِ وطن کے لیے بھی، حکومت کے لیے بھی، عام مسلمانوں کے لیے بھی، لیکن ساتھ ہی ساتھ جو لوگ مشکل میں پڑیں گے ان کے سامنے رہنمائی تو ہونی چاہیے۔ لوگ برابر پوچھ رہے ہیں، تو اس لیے ان چیزوں کو سامنے رکھا جائے، اور الحمدللہ ہماری یہ جو مجالس ہیں، ان کے جو موضوعات ہوتے ہیں، ان پر بڑی محنت سے لکھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ کا فضل ہے کہ اہلِ علم کو اچھی دلچسپی ہے اور اس کی برکت سے اچھی تجاویز بھی سامنے آتی ہیں، اور ہمارے ان اداروں کی قدر و قیمت بڑھ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان محنتوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس کی برکت سے ان سارے حالات کو نرم فرمائے جن کے لیے ہم رخصت کو سوچتے ہیں، اصل رخصت نہیں ہے اصل تو عزیمت ہے، مجبوری ہوتی ہے تو رخصت کو سوچنا پڑتا ہے، دین بھی بچے، ایمان بھی بچے، جان بھی بچے، ان ساری چیزوں کو۔

مفصل رپورٹ سہ روزہ پانچواں فقہی سیمینار

رپورتاژ: محمد مرغوب الرحمن ندوی، کلیم اللہ خاں ندوی

(باحثین: مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء)

بیسویں صدی کے وسط میں عالم اسلام کے اندر نئے مسائل پر اجتماعی غور وخوض اور اجتماعی اجتہاد کی جو آواز بلند ہوئی، اس کی گونج ہندوستان تک پہنچی، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے اپنے چند بلند پایہ معاصرین کے مشورے سے برصغیر ہندو پاک کے نئے فقہی مسائل پر اجتہاد واستنباط کے لیے 1963ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کی داغ بیل ڈالی، اس مجلس کے ارکان میں ملک کے اکثر ماہرین فقہ وشریعت شامل رہے ہیں، اس مجلس نے اپنے قیام کے ابتدائی چند سالوں میں متعدد شرعی مسائل پر اہم تجاویز اور تحقیقات پیش کیں، جو مقبول ہوئیں، فروری 2020 میں اس مجلس کا دوبارہ احیاء کیا گیا اور اس نے باضابطہ کام کرنا شروع کیا، سب سے پہلے مجلس نے اپنے قدیم ریکارڈ اور تحقیقی مضامین ومقالات کی حفاظت واشاعت پر توجہ دی، جو پمفلٹ ورسالے اور کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں، ساتھ ہی فیملی لا پر ماہانہ خطبات کا سلسلہ شروع کیا گیا، جن میں علماء، وکلا شریک ہوتے ہیں اور باہم تبادلہ خیال کرتے ہیں، اس کے علاوہ مجلس نے قرانیات کے موضوع پر علمی کام کا نظام بنایا ہے، جس کے تحت دار العلوم کے متعدد اساتذہ کو موضوعات دیے گئے ہیں اور انہوں نے کام شروع کر دیا ہے، نیز فقہی مذاکروں کا بھی سلسلہ از سر نو شروع کیا گیا، جس کا پہلا کامیاب سلسلہ "دو روزہ چوتھا فقہی سیمینار مورخہ 23/ ،24/ نومبر 2022ء" ہے، اس میں کرونا، سودی کاروبار اور سرکاری قرضے کی حلت وحرمت جیسے موضوعات پر تجاویز پاس کی گئیں۔

اس کا دوسرا کامیاب سلسلہ "سہ روزہ پانچواں فقہی سیمینار منعقدہ 20/ ،21/ اور 22 اکتوبر 2023ء" ہے، یہ سیمینار دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم الشان ہال علامہ حیدر حسن خان ٹونکی میں منعقد کیا گیا، اس سیمینار میں ملک بھر کے 75/ سے زائد منتخب علماء، ممتاز اصحاب افتاء اور نئے مسائل پر لکھنے والے نوجوان فضلاء نے شرکت کی، جن میں مولانا عبید اللہ اسعدی، جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، مولانا رحمت اللہ کشمیری، مفتی حبیب اللہ قاسمی (اعظم گڑھ)، مفتی نذیر احمد کشمیری، مفتی اختر امام عادل قاسمی (سمستی پور)، مفتی عبد الرزاق قاسمی (دیوبند)، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی (دہلی)، مفتی انور علی اعظمی، مفتی امانت علی قاسمی (دیوبند)، مفتی تنظیم عالم قاسمی (حیدرآباد)، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی (پھلواری شریف)، مفتی خورشید انور اعظمی، مفتی محمد ذاکر نعمانی (جے پور)، ڈاکٹر فہیم اختر ندوی (حیدرآباد)،

ڈاکٹر کلیم اللہ عمری (عمرآباد)، مفتی محمد عثمان بستوی (جونپور)، مولانا ابوبکر قاسمی (دربھنگہ)، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی (دیوبند) اور قاضی محمد حسن ندوی (گجرات)، مفتی محمد زید مظاہری ندوی، مفتی محمد مسعود حسن حسنی ندوی، مولانا منور سلطان ندوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اسی طرح تمام نشستوں میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ نیز ملک کے متعدد معاہد ومدارس کے منتخب طلبہ اور معززین شہر بھی شریک ہوئے۔

اس سیمینار کے تین اہم موضوعات تھے:

(1) مساجد میں خواتین کی آمد کا مسئلہ

(2) عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ

(3) سونے چاندی کا معیار نصاب اور ضم نصاب کا مسئلہ

جن پر پانچ نشستوں میں طویل علمی بحث ومناقشے کے بعد اہم تجاویز منظور کی گئیں۔ نشستوں کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں:

افتتاحی نشست:

اس سیمینار کی افتتاحی نشست مورخہ 20 / اکتوبر 2023ء مطابق 4 / ربیع الثانی 1445ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب) ناظم ندوۃ العلماء مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی، آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ: ”زمانہ بڑا تغیر پذیر ہے، نت نئے مسائل کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں، ان مسائل کا حل پیش کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ علماء اور فقہاء اپنی نظر میں وسعت پیدا کریں اور غور وخوض کے دائرہ کو وسیع کریں۔“ انہوں نے کہا کہ: ”نئے مسائل میں اجتہاد کے لئے صلابت اور توسع دونوں ضروری ہیں۔“ مزید فرمایا کہ: ”آج ہر طرف بگاڑ ہے، فتنہ وفساد ہے، مشکل حالات اور چیلنجز ہیں، ایسے میں علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت کی رہنمائی کریں اور نیابت رسول کا فریضہ انجام دیں۔“

مجلس تحقیقات شرعیہ کے سکریٹری مولانا عتیق احمد بستوی نے کلیدی خطبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ: ”نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کا سلسلہ قدیم دور سے چلا آرہا ہے، شرعی دلائل کی روشنی میں نئے مسائل کو حل کرنا بہت نازک اور نہایت ذمہ دارانہ عمل ہے، یہ کام انہیں خدا ترس، زمانہ شناس علماء اور فقہا کا ہے جن کی شرعی دلائل پر گہری اور وسیع نظر اور جن کے اندر مسائل کو مستنبط کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو۔“

مولانا موصوف کا یہ کلیدی خطبہ طویل، مفصل اور مطبوعہ شکل میں تھا، جو مندوبین میں تقسیم بھی کیا گیا اور مولانا محترم نے مکمل پڑھ کر بھی سنایا۔

مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی (عمید کلیۃ الشریعہ واصول الدین، دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ: "ہر زمانے میں علماء کرام نئے مسائل کو حل کرنے کی اپنی بساط بھر کوشش کرتے ہیں اور اس طرح اجتماعی اور انفرادی دونوں سطح سے ملت کی رہنمائی کرتے ہیں، آج کا یہ سیمینار اسی سلسلہ کی اہم ایک کڑی ہے۔"

مفتی عبید اللہ اسعدی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ، ہتھورا، باندہ) نے اپنے خصوصی خطاب میں کہا کہ: "مجلس تحقیقات شرعیہ کے تحت بڑا مفید علمی اور تحقیقی کام ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے علماء کو علم کی دولت سے نوازا ہے، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملت کی رہنمائی کریں۔" مزید یہ بھی کہا کہ: "اجتماعی غور وخوض وقت کی بڑی ضرورت ہے، لوگ بے چین اور پیاسے ہیں، ان کی تشنگی کا سامان فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔"

مولانا رحمت اللہ قاسمی کشمیری (ناظم دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پور، کشمیر) نے اپنے تاثراتی خطاب میں کہا کہ: "مجلس تحقیقات شرعیہ کی نشأۃ ثانیہ بہت ہی مبارک قدم اور لائق ستائش عمل ہے، آج کے دور میں نئے مسائل کی کثرت ہے، ایسے میں اجتماعی غور وفکر کی سخت ضرورت ہے۔" نیز یہ بھی کہا کہ: "مسلم فیملی لا سے وکلاء کو واقف کرانا ضروری ہے۔"

مفتی حبیب اللہ قاسمی (مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم، مہذب پور، اعظم گڑھ) نے اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: "جو علماء ہمارے درمیان موجود ہیں وہ بہت ہی قابل قدر ہیں، ملت پر لازم ہے کہ وہ علماء سے رہنمائی حاصل کرے، تاکہ اس کا دین وایمان سلامت رہے۔"

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (سکریٹری جماعت اسلامی ہند) نے اپنے تاثرات وجذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ: "موجودہ دور میں فضلاء ندوہ کی فقہی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا ہے، یہ قابل ستائش ہے۔" انہوں نے یہ بھی کہا کہ: "مجلس تحقیقات شرعیہ نے سیمینار کے لئے جو موضوعات طے کئے ہیں، وہ زمانہ کی ضرورت ہیں۔"

مفتی عبد الرزاق قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے اپنے تاثراتی کلمات میں کہا کہ: "فقہی ادارے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے پودے ہیں، جن کی آبیاری قیامت تک اللہ تعالیٰ خود کرتا رہے گا، مجلس تحقیقات شرعیہ اسی طرح کا ایک پودا ہے، جس کا کام عصر حاضر کے شرعی مسائل کو حل کرنا ہے۔" انہوں نے مزید کہا کہ: "اجتماعی غور وخوض میں غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، اس لئے علماء کو چاہئے کہ انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کو ترجیح دیں۔"

مولانا نیاز احمد ندوی (صدر دارالافتاء، ندوۃ العلماء) نے فرمایا کہ: "مجلس تحقیقات شرعیہ کے ذریعہ بہت مفید کام ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتا رہے گا، یہ وقت کی ضرورت ہے اور زمانہ کا تقاضہ ہے۔" انہوں نے کہا کہ: "علماء کو چاہئے کہ وہ فتوی دینے میں دور اندیشی، حالات سے واقفیت اور احتیاط سے کام لیں نیز شرعی مسائل کو حل کرنے میں پوری دیانت داری کا ثبوت دیں۔"

افتتاحی نشست کی نظامت مولانا رحمت اللہ ندوی (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے کی۔ اس کا آغاز قاری محمد ریاض مظاہری (صدر شعبہ تجوید وقرأت، دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی تلاوت سے ہوا، ترانہ ندوہ محمد ندیم اوران کے رفقاء نے پیش کیا۔ مولانا کمال اختر ندوی (مشیر ناظر عام ندوۃ العلماء) نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ مولانا منور سلطان ندوی (رفیق علمی مجلس تحقیقات شرعیہ) نے مجلس تحقیقات شرعیہ کی کارکردگی پر مشتمل مختصر اور جامع رپورٹ پیش کی۔ جب کہ آخر میں مفتی محمد ظفر عالم ندوی (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، پھر صدر عالی وقار کی دعاء پر نشست کا اختتام ہوا۔

یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس مناسبت سے مجلس تحقیقات شریعہ کی درج ذیل مطبوعات و دیگر کتب کی رسم اجرا صدر محترم و دیگر اہم مہمانانِ کے بدست ہوئی:

1- مجلس تحقیقات شرعیہ کے اہم فیصلے از مولانا اسحٰق سندیلوی ندوی (دوسرا ایڈیشن)

2- اجتہاد اور کار اجتہاد از مفتی عتیق احمد بستوی

3- کرونا سے متعلق اہم مباحث از مولانا رحمت اللہ ندوی

4- جائحۃ کورونا: قضایا وحلول از مولانا رحمت اللہ ندوی

5- سرکاری قرضے از مولانا رحمت اللہ ندوی (دوسرا اضافہ شدہ ایڈیشن)

6- اسلامی عائلی قوانین از مولانا منور سلطان ندوی

7- نوازل الفقہ از مولانا اختر امام عادل قاسمی

مفتی حبیب اللہ قاسمی کی مندرجہ ذیل کتابوں کا بھی اجراء ہوا:

1- تحقیقات فقہیہ 3/ جلدیں

2- حوادث الفتاوی 2/ جلدیں

3- حیات حبیب الامۃ 4/ جلدیں

4- جمال ہم نشیں

5- حبیب السالکین

دوسری نشست:

افتتاحی نشست کے بعد دوسری نشست جو پہلی موضوعاتی نشست تھی، مورخہ 21/ اکتوبر 2023ء مطابق 5/ ربیع الثانی 1445ھ بروز سنیچر صبح 08:30-10:30 بجے مفتی عبیداللہ اسعدی صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوئی، اس کا موضوع تھا: ”عوامی مقامات پر نماز کا مسئلہ“، نشست کا آغاز ڈاکٹر محمد علی ندوی کی تلاوت سے ہوا، نعت نبی

محمد لقمان (متعلم: عالیہ رابعہ شریعہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے پیش کی۔ جب کہ اس نشست کی نظامت ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی (شعبہ اسلامیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد) نے کی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی (استاذ المعہد العالی للتدریب علی القضاء والافتاء، امارت شرعیہ، پٹنہ) نے مذکورہ موضوع پر عرض مسئلہ پیش کیا، پھر علماء کے درمیان اس پر مناقشہ ہوا۔ مولانا عبیداللہ اسعدی نے صدارتی خطاب میں کہا کہ: "عوامی مقامات پر نماز پڑھنے کا مسئلہ بین الاقوامی بن چکا ہے، آج کا دور فتنوں کا ہے، دشمنوں کے عزائم خطرناک ہیں، اس لئے ہمیں بہت احتیاط کے ساتھ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔"

مہمان خصوصی مفتی انور علی اعظمی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم، مئو) نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ پھر آدھے گھنٹے کے لیے چائے کا وقفہ ہوا۔

تیسری نشست:

وقفہ کے بعد سیمینار کی تیسری نشست اسی وقت 11:00-01:15 بجے دن زیر صدارت مفتی عبدالرزاق قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند) منعقد ہوئی، اس کا موضوع تھا ''مساجد میں خواتین کی آمد کا مسئلہ''۔ نظامت مولانا محمد نصر اللہ ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے کی۔ نعت نبی محمد اعظم عارف (متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے پیش کیا۔ مفتی محمد ظفر عالم ندوی نے مذکورہ موضوع پر عرض مسئلہ پیش کیا، پھر اس پر علماء کے درمیان مذاکرہ ہوا۔ اس نشست میں مفتی امانت علی قاسمی (استاذ دارالعلوم وقف دیوبند) نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: "یہ بہت ہی حساس موضوع ہے، اس پر غور کرتے وقت نصوص کی روشنی میں نبوت کی منشاء کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

مفتی عبدالرزاق قاسمی نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ: "خواتین کی مسجد میں آمد کے سلسلہ میں ہمیں علماء، فقہاء اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔" ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ: "مساجد کے اندر بچیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے، اس کے لئے جگہ جگہ مکاتب قائم کئے جائیں اور گھروں میں ان کی تربیت کی فکر کی جائے، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔"

مفتی عبیداللہ اسعدی کی دعاء پر نشست کا اختتام ہوا۔

چوتھی نشست:

ظہرانہ اور عصرانہ کے وقفے کے بعد، بعد نمازِ مغرب "سونے چاندی کا معیار نصاب اور ضم نصاب کا مسئلہ" کے موضوع پر چوتھی نشست مفتی اختر امام عادل قاسمی (ناظم جامعہ ربانی منورا شریف، سمستی پور) کی صدارت میں منعقد

ہوئی، نشست کا باضابطہ آغاز مولانا ظفر الدین ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء) کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ شان نبی میں عبداللہ عتبان (متعلم تکمیل: دار العلوم ندوۃ العلماء) نے نذرانہ عقیدت پیش کیا، اس کے بعد عرض مسئلہ ڈاکٹر فہیم اختر ندوی نے بہت عمدہ پیش کیا، پھر علماء کے درمیان اس موضوع پر مذاکرہ ہوا۔

بطور مہمان خصوصی ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (سکریٹری جماعت اسلامی ہند) نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: ''اللہ تعالی نے دین کو آسان بنایا ہے، یہ فطرت کے مطابق ہے اور زمانہ کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، علماء کو چاہیے کہ امت کے لیے نئے مسائل میں آسانیاں پیدا کریں۔" مزید کہا کہ: "ہمیں اپنی رائے پیش کرتے وقت دوسرے فقہاء اور ائمہ کا احترام کرنا چاہیے، ادب کے ساتھ اختلاف رائے مذموم نہیں ہے۔''

مولانا عتیق احمد بستوی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: "شریعت نے جو معیار طے کر دیا ہے، ہم اس کو تبدیل نہیں کر سکتے، لیکن ہم اس میں غور و خوض کر کے امت کے لیے نئی راہیں تلاش کر سکتے ہیں، یہی علماء کرام کی ذمہ داری ہے۔"

صدارتی خطاب کرتے ہوئے مفتی اختر امام عادل قاسمی نے کہا کہ: "شریعت میں ہر مال کا نصاب اس کے مزاج کے اعتبار سے متعین کیا گیا ہے، اس میں موافقت تلاش کرنا روح شریعت کے خلاف ہے۔" انہوں نے کہا کہ: "عبادات میں احتیاط مطلوب ہے، جب کہ معاملات میں آسانی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔" نیز کہا کہ: "فقہاء اور مجتہدین نے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے غیر معمولی کوششیں کیں اور اپنے پیچھے اتنا سرمایہ چھوڑ گئے کہ آنے والی نسلیں قیامت تک اس سے استفادہ کر سکتی ہیں۔"

اس نشست کی نظامت کے فرائض مولانا منور سلطان ندوی نے انجام دیے اور مفتی عبید اللہ اسعدی کی دعاء پر نشست کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر صدر محترم و دیگر مہمانان گرامی قدر کے بدست چند کتابوں کا اجرا بھی عمل میں آیا، جن میں مولانا عبد القادر ندوی مظاہری (نائب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء) کا "سفر نامہ انگلینڈ و امریکہ" (اردو/ انگریزی)، الحج المبرور، مرتب مفتی فیاض احمد برمارے اور مولانا صابر حسین ندوی کی فقہ الاولیات: ایک مطالعہ و اسلام کا معاشی نظام قابل ذکر ہیں۔

اختتامی نشست:

سیمینار کی اختتامی نشست مورخہ 22 / اکتوبر 2023ء مطابق 6 / ربیع الثانی 1445ھ بروز اتوار کی صدارت کا فریضہ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے انجام دیا، آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ: "جن تین موضوعات کے تحت یہ سیمینار منعقد ہوا، وہ نہایت اہم تھے اور مفتیان کرام نے بہت عرق ریزی کے ساتھ عمدہ تجاویز پیش کیں۔" مزید فرمایا کہ: "ہمیں ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے انسان بننا چاہئے اور

ہر حال میں اسلامی کی مکمل نمائندگی کرنی چاہئے، تاکہ اسلام کی اچھی تصویر لوگوں کے سامنے آئے۔" مہمان خصوصی کی حیثیت سے اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے کہا کہ: "ہمیں نئے مسائل میں اجتماعی غور وخوض کرتے ہوئے نصوص کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور حالات کو دیکھتے ہوئے امت کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

مفتی عبدالرزاق قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے مندوبین کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے کلمات تشکر میں کہا کہ: "اسلام ایک آفاقی اور دائمی مذہب ہے، ہندوستان میں اس کے تحفظ کے لئے ہر دور میں مختلف سطح سے کوششیں کی گئیں، اس میدان میں ندوۃ العلماء کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، مجلس تحقیقات شرعیہ ندوہ کا ایک اہم شعبہ ہے، اس کی خدمات قابل ستائش ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مجلس اسی طرح شرعی مسائل کے میدان میں امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہے گی۔" انہوں نے سیمینار کے کامیاب انعقاد پر ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں، بالخصوص ناظم ندوۃ العلماء کو مبارک باد پیش کی اور سیمینار کی مثالی ضیافت پر مندوبین کی طرف سے منتظمین کا شکریہ ادا کیا، اسی طرح مولانا عتیق احمد بستوی کو مبارکباد دی۔

کنوینر برائے سیمینار مولانا رحمت اللہ ندوی نے اختتامی نشست کی نظامت اور تجاویز کی خواندگی کی، اس کا آغاز مولانا قاری طہ اطہر ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی تلاوت سے ہوا اور عبداللہ عتبان نے نعت پڑھی۔ مولانا عتیق احمد بستوی (سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ) نے سیمینار کی نگرانی کی اور علماء کو مفید مشوروں سے نوازا۔ اخیر میں مولانا محمد ظفر عالم ندوی نے تمام مندوبین کا شکریہ ادا کیا۔ صدر ذی وقار کی دعاء پر نشست کا اختتام ہوا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مذکورہ مہمانان وشرکاء سیمینار کے لیے تین دنوں تک معقول قیام وطعام کا نظم کیا گیا، جسے مفتی عبدالرزاق قاسمی نے مندوبین کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے اپنے کلمات تشکر میں "مثالی ضیافت" سے تعبیر کیا۔

واضح رہے کہ یہ آف لائن سہ روزہ پانچواں فقہی سیمینار صرف آن لائن پر لائیو نشر بھی کیا گیا۔

مذکورہ تینوں موضوعات کے لیے 12 / افراد پر مشتمل 3 / الگ الگ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، انہوں نے اپنے اپنے موضوعات پر اختتامی نشست سے قبل بڑی عرق ریزی کے ساتھ تجاویز کا مسودہ تیار کیا، اس پر نظر ثانی کے لیے ملک کے نامور فقہاء کی ایک الگ 12 / رکنی کمیٹی بنائی گئی، پھر ان محققین اور مفتیان کرام کے طویل علمی بحث و مناقشہ کے بعد جو اہم تجاویز منظور کی گئیں۔



Printed by Maktaba Ahsan, Lucknow

Shariah Academy
For Research & Studies
Nadwatul Ulama, Taigore Marg. Lucknow. U.P. (India)
E-mail. : shariahacademynadwa@gmail.com www.mtsnadwa.org